سسپنس کا مقبول عالم سلسلہ جو تین سو اٹھتر ماہ سے جاری ہے

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

فرہاد علی تیمور

دیوتا

ہنگاموں
رنگینیوں
اور تحیّر کے اُس
بے تاج بادشاہ کی
سحرانگیز کہانی جس نے
اپنی بھرپور زندگی میں کبھی
شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب
اور جس کے ذہن میں چاہتا، جھانک لیتا
اور یہی اُس کا مُہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں
پر محیط وہ طلسمِ ہوش رُبا جسے قارئین کی
دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے
اور مُلک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک
ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی
تیمور کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو
کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار رہے۔

بیٹا خود تو رو رہا تھا، ماں کو بھی رُلا رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ سچے دل سے پچھتا رہا ہے۔ ماں باپ کے پاس رونے آیا ہے یا اس کے آنسو مگرمچھ کے ہیں؟

مراد میری موجودہ وائف نائلہ سے کہہ رہا تھا۔ ''ممی! جب بچے کو کہیں پناہ نہیں ملتی تو وہ بھاگ کر ماں کی گود میں چھپنے آتا ہے اور میں اب آپ کے پاس واپس آیا ہوں۔ اپنی وسیع وعریض شاندار کوٹھی میں واپس نہیں جاؤں گا۔''

میں نے پوچھا۔ ''کوٹھی میں نہیں جاؤ گے تو پھر ہماری فیکٹری میں اور ہیڈ آفس میں بھی نہیں جاؤ گے۔ میرے کاروبار کو کون سنبھالے گا؟ میری جائیداد کی دیکھ بھال کون کرے گا؟''

وہ بولا۔ ''میں اپنے ساتھ دن رات سیکیورٹی گارڈز رکھوں گا۔ ہمارے ہیڈ آفس اور فیکٹری میں اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا اس کوٹھی کی چار دیواری میں ہے۔''

نائلہ نے کہا۔ ''میرا بیٹا درست کہتا ہے۔ وہاں شہناز اور دلشاد اس کے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا سکتے ہیں یا کسی اور تدبیر سے اس کی جان لے سکتے ہیں۔ صرف ایک جواد ایسا ہے جو اس سے دشمنی نہیں کرے گا کیونکہ یہ اس کا داماد ہے۔''

مراد نے کہا۔ ''سچ تو یہ ہے' مجھے جواد چاچا پر بھی بھروسا نہیں رہا ہے۔ میں اپنی بیوی سے بھی دور رہنا چاہتا ہوں۔''

میں اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ماں کے پاس سے اُٹھ کر میرے قدموں میں آکر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''ڈیڈ! میں ممی اور آپ کے ساتھ یہاں رہنا چاہتا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''بیٹے! میں اتنی جلدی تم پر بھروسا نہیں کروں گا کیونکہ تم بیٹے ہو کر ہم سے عداوت کرتے رہے ہو۔ اچانک یہاں آکر آنسو بہاؤ گے تو ان آنسوؤں سے تمہاری ماں پگھل سکتی ہے مگر میں متاثر نہیں ہو سکتا۔ تم یہاں رہو گے تو گویا میں آستین میں سانپ پالوں گا اور میں ایسی حماقت نہیں کرنا چاہتا۔''

نائلہ نے مجھ سے کہا۔ ''ایسے پتھر نہ بنیں۔ میرا بیٹا دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ اپنی جان کا خطرہ محسوس کر رہا ہے اور میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ اسے ہماری پناہ میں رہنا چاہیے۔''

''ماں کی ممتا اندھی ہوتی ہے۔ اس لیے تم عقل سے نہیں جذبات سے سوچ رہی ہو۔ ذرا عقل سے سوچو یہ جگہ بھی محفوظ نہیں ہے۔ یہاں مجھ پر کئی بار حملے ہو چکے ہیں۔ میں اپنی حفاظت خود کر رہا ہوں۔ اس لیے مراد کو بھی اپنی حفاظت خود ہی کرنی چاہیے۔ میرا مشورہ ہے' اسے کچھ روز تک کہیں روپوش رہنا چاہیے۔''

مراد نے پریشان ہو کر کہا۔ ''میں کہیں جا کر روپوش ہو جاؤں گا تو کاروبار کو بہت نقصان پہنچے گا۔ زرینہ فیکٹری کے اور دفتر کے معاملات میں مداخلت کرے گی۔ جواد چاچا بھی اپنی بیٹی کا ساتھ دیں گے اور دونوں ہاتھوں سے ہماری آمدنی لوٹیں گے۔''

''اور میں انہیں لوٹنے نہیں دوں گا۔ وہ میرا بزنس ہے۔ میں اس کی حفاظت کروں گا۔ تم کاروبار اور جائیداد کی فکر نہ کرو۔ یہاں سے کہیں دور چلے جاؤ۔''

نائلہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ بیٹا کہیں دور جائے۔ میں نے اسے کمرے میں لے جا کر سمجھایا۔ ''میں دشمنوں کے خلاف جو اقدامات کر رہا ہوں' انہیں سمجھنے کی کوشش کرو۔ کل ہمارا وکیل کورٹ جا کر قانونی کارروائی مکمل کرے گا اور جو پاور آف اٹارنی میں نے اپنے بیٹے کو دی ہے' وہ منسوخ ہو جائے گی۔ کاروبار اور جائیداد سب کچھ میرے ہاتھوں میں ہوگا۔ بزنس کو دوبارہ سنبھالنے کے لیے ضروری ہے کہ مراد کچھ دنوں کے لیے ہم سے دور ہو جائے۔ میں اس کی عدم موجودگی میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ کاروبار میں' کہاں کہاں فراڈ ہوا ہے؟ تم میرے معاملات میں نہ بولو۔ بیٹے کو یہاں سے جانے پر راضی کرو۔''

ہم پھر ڈرائنگ روم میں مراد کے پاس آگئے۔ وہ جانے کے لیے راضی نہیں تھا۔ اس نے ماں سے کہا۔ ''میں ڈیڈ کی بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن ممی! میری ایک شرط ہے آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ مجھے کہاں جانا چاہیے؟''

نائلہ نے کہا۔ ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ پتا نہیں اکیلے کہاں بھٹکتے رہو گے؟ کراچی بہت بڑا شہر ہے۔ وہاں کسی چھوٹے سے علاقے میں جا کر رہائش اختیار کرو گے تو تمہاری بیوی تمہارے جواد چاچا اور پھوپی وغیرہ تمہیں تلاش کرنے وہاں تک نہیں جا سکیں گے۔''

بہت عرصے بعد بیٹا اپنی غلطیوں پر پچھتاتا ہوا ماں کے پاس آیا تھا۔ اس لیے وہ اس کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے مراد کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی پھر ایک ہفتے میں بڑی اہم تبدیلیاں ہوئیں بیٹے کے نام جو پاور آف اٹارنی تھا' وہ منسوخ ہو گیا۔ تمام جائیداد اور کاروبار میرے ہاتھوں میں آ گیا۔ مراد کی بیوی' جواد' دلشاد اور شہناز کے نام نوٹس

جاری ہوا کہ وہ بارہ گھنٹے کے اندر میری اس عالیشان کوٹھی سے باہر نکل جائیں۔

پھر میں نے چوبیس گھنٹے کے لیے فیکٹری بند کردی اور وہاں مسلح گارڈز بٹھادیے۔ نائلہ نے مجھے بتایا تھا کہ ہمارا ایک جنرل منیجر بہت ایماندار اور قابلِ اعتماد ہے۔ اسے میرے بھائیوں اور بیٹوں نے ملازمت سے ہٹا کر اپنی پسند کے ایک دوسرے شخص کو جنرل منیجر بنایا تھا۔ میں نے ہیڈ آفس پہنچ کر اس شخص کی چھٹی کردی اور اپنے پرانے وفادار رشتہ دار کو جنرل منیجر بنادیا۔ فیکٹری اور ہیڈ آفس میں اپنے سب رشتے داروں کا داخلہ بند کردیا۔

میں نے ایک ہفتے کے اندر ایسے جارحانہ اقدامات کیے کہ ان سے دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ ایسی ناکامیوں نے ان کے حوصلے پست کردیے تھے۔ میرے تینوں وسیع وعریض علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ وہ تینوں زمینوں پر چلے گئے تھے۔ وہاں سے فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کرتے تھے۔

جواد نے فون پر کہا۔ ”بھائی جان! اچانک آپ کا بیٹا مراد نہ جانے کہاں گم ہوگیا ہے؟ شاید آپ نے اسے کہیں چھپادیا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میرے بیٹے حماد کی طرح مراد بھی جہنم میں پہنچ گیا ہو۔ وہ دونوں میرے بیٹے تھے مگر میں آستین میں سانپوں کو پالنے کی حماقت نہیں کرتا۔ میں نے تم دونوں بھائیوں کو بہت بڑی آفر دی ہے۔ اگر شہناز کو راستے سے ہٹادو گے تو میری جائیداد اور کاروبار میں سے کچھ حصہ مل جائے گا۔ یوں بھی اب میری کوئی اولاد نہیں رہی ہے۔ میں تمہاری بیٹی زرینہ یعنی اپنی بیوہ بہو کے نام بہت کچھ لکھ سکتا ہوں۔ شرط یہی ہے کہ تم شہناز اور دلشاد کو ٹھکانے لگادو۔“

اسی طرح میرے دوسرے بھائی دلشاد نے بھی فون پر مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے اسے بھی یہی جواب دیا کہ شہناز اور جواد کو ٹھکانے لگادے گا تو بہت کچھ ملے گا۔

شہناز نے فون پر مجھ سے کہا۔ ”دونوں بھائی میری جان کے دشمن بن گئے ہیں۔ وہ مجھے تلاش کررہے ہیں لیکن میں بھی ان کے ہاتھ آنے والی نہیں ہوں۔ جلد ہی آپ کو خوشخبری سناؤں گی۔“

ان تینوں نے میری دولت اور جائیداد کو ہتھیانے کے لیے آپس میں بڑا زبردست اتحاد قائم کیا تھا لیکن رفتہ رفتہ حالات نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ میں ان کے قابو میں آنے والا نہیں ہوں۔ بوڑھا تو ہوں لیکن بیمار اور کمزور نہیں ہوں۔ وہ دونوں بھائی اب شہناز کو غیر ضروری سمجھتے تھے۔ میری آفر کے مطابق اسے ٹھکانے لگا کر میری جائیداد میں سے حصہ حاصل کرسکتے تھے مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ درپردہ وہ بھی ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور ایک دوسرے کو راستے سے ہٹادینا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں اُلجھا دیا تھا اور اب ان کی کم ظرفی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔

شہناز نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ بہت جلد خوشخبری سنائے گی۔ دو روز بعد وہ خوشخبری مل گئی۔ دلشاد انور شاہ اپنی زمینوں پر تھا کہ ایک رات حویلی میں مردہ پایا گیا۔ رات کے پچھلے پہر فائرنگ کی آوازیں سنی گئی تھی۔ دوسری صبح بیڈ روم سے اس کی لاش ملی۔ پولیس والے قاتل کی کھوج میں تھے۔

اس نے فون پر کہا۔ ”بھائی جان! میں نے ایک کم ظرف کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ آپ نے مجھے بہتری کا راستہ دکھایا ہے۔ اگر میں اسے ٹھکانے نہ لگاتی تو وہ دونوں مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔ اب ایک رہ گیا ہے۔ ویسے وہ بہت محتاط ہے۔ بڑے ہی سخت حفاظتی انتظامات کیے ہیں۔ میرے آدمی کے نشانے پر نہیں آرہا ہے مگر آپ نے جو چیک مجھے دیا ہے اسے کیش کرنے کی مقررہ تاریخ سے پہلے ہی اسے بھی جہنم میں پہنچادوں گی۔“

جواد انور شاہ نے شہناز سے کہا۔ ”ہمیں بھائی جان کی مکّاریوں کو سمجھنا چاہیے۔ وہ پہلے جیسے سیدھے سادے اور ہماری باتوں میں آنے والے اب نہیں رہے ہیں۔ وہ ذہین بزنس مین تھے لیکن ایسے مکّار نہیں تھے، جیسے کہ اب ہو گئے ہیں۔ انہوں نے ہم تینوں بہن بھائیوں میں پھوٹ ڈال دی۔ ہم ایک دوسرے سے دور اپنی اپنی پناہ گاہوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد بھی نہیں کرسکتے۔ اس لیے بھائی جان آسانی سے شکار کھیل رہے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں، دلشاد کو انہوں نے ہی قتل کرایا ہے۔“

شہناز نے کہا۔ ”ایسی باتیں کرکے بگلا بھگت نہ بنو۔ تم کس قدر لالچی اور خودغرض ہو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم نے بھائی جان سے دلشاد کا حصّہ حاصل کرنے کے لیے اسے قتل کیا ہے اور اب مجھے مارنے کی کوشش میں ہو لیکن میں تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گی۔“

”ہماری آپس کی دشمنی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ ہم دونوں میں سے کوئی ایک مارا جائے گا۔ جو زندہ بچے گا، اسے وہ جلاد بھائی ٹھکانے لگا دے گا۔ خدا کے لیے بھائی کی مکّاریوں کو سمجھو۔ مجھے یقین ہوتا جارہا ہے کہ یہ ہمارا بھائی نہیں ہے، یہ تو کوئی بہروپیا ہے جو.....“

شہناز نے کہا۔ ”تم بھائی جان کی بات چھوڑو۔ اپنی مکاریوں کی بات کرو۔ تم چاہتے ہو تمہارا داماد مراد انور شاہ بھائی جان کی تمام جائیداد اور کاروبار کا اکیلا مالک بن جائے۔ اس لیے تم نے اس کے دوسرے بیٹے یعنی میرے داماد کو اور میری بیٹی کو ٹھکانے لگا دیا۔“

”بکواس مت کرو..... اگر میں نے تمہارے داماد کو ہلاک کیا ہے تو پھر میرا داماد کہاں گم ہو گیا ہے؟ کیا میں تم پر شبہ کروں کہ تم نے اسے قتل کرا دیا ہے؟“

”میں ایسی حماقت نہیں کروں گی۔ بھائی جان کو اور مراد انور شاہ کو مجھ سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم آستین کے سانپ ہو۔ تمہیں کچل دیا جائے گا۔ آخر کب تک اپنے بل میں چھپے رہو گے؟“

میں نے ان دونوں کو عداوت کے اس مقام پر پہنچا دیا تھا، جہاں وہ ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کر سکتے تھے۔ اپنی سلامتی اسی میں سمجھنے لگے تھے کہ دوسرا ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

نائلہ اپنے بیٹے مراد انور شاہ کے ساتھ کراچی چلی گئی تھی۔ فون کے ذریعے اس سے رابطہ رہتا تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہاں اس نے چھوٹی سی کوٹھی کرائے پر لی ہے۔ اس نے دو ہفتے بعد فون پر کہا۔ ”تم وہاں تنہا ہو۔ جب وہاں آؤں گی تو بیٹے کا خیال ستائے گا کہ وہ کراچی میں تنہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، ہم سب کب تک منتشر رہیں گے؟“

میں نے تسلی دی۔ ”فکر نہ کرو۔ یہ تمام پریشانیاں جلد ہی ختم ہو جائیں گی۔ ہم سب یہاں لاہور میں آرام و سکون سے رہیں گے۔“

لیکن یہی ہوتا آ رہا تھا..... جو سوچتے تھے اور جو کرنا چاہتے تھے، وہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے برعکس ہو جاتا تھا۔ نائلہ میرے لیے تھی۔ اس نے مراد سے کہا۔ ”بیٹے! اب تم کچھ روز یہاں تنہا رہو۔ میں تمہارے ڈیڈ کے پاس جا رہی ہوں۔“

وہ میرے لیے شاپنگ کرنے کلفٹن کی طرف گئی تھی ایک گاڑی اسے کچلتی ہوئی گزر گئی۔ میرے دماغ میں یہ بات چبھنے لگی کہ یہ محض حادثہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے پیچھے ڈھکی چھپی پلاننگ ہے۔ مراد روتا پیٹتا ماں کی لاش لے کر لاہور آ گیا۔ اس کا اور پولیس والوں کا یہی خیال تھا کہ گاڑی چلانے والا شراب کے نشے میں مست تھا۔ مراد نے اپنی گاڑی میں اس کا پیچھا کیا تھا۔ فرار ہونے والے کی ڈرائیونگ کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ نشے میں ہے۔ آگے جا کر اس کی گاڑی بلندی سے ساحلی پتھروں پر جا گری تھی۔ بعد میں پوسٹ مارٹم سے پتا چلا تھا کہ اس حادثے کے مرتکب نے شراب پی رکھی تھی۔

مراد انور شاہ کے بیان، پولیس والوں اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے ثابت کر دیا تھا کہ نائلہ کی موت کسی دشمنی کا نتیجہ نہیں ہے۔ وہ واضح طور پر حادثے کا شکار ہوئی تھی۔

میرے رشتے دار سب مجھ سے ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس بات پر افسوس کر رہے تھے کہ پہلے میرا ایک بیٹا مارا گیا، اس کے بھائی دلشاد کو قتل کیا گیا اور اب نائلہ بھی حادثے کا شکار ہو گئی تھی۔

نائلہ کے سوئم میں رشتے داروں کا میلہ لگا ہوا تھا۔ یہ سب ہی جانتے تھے کہ میری یادداشت کچھ کمزور ہو گئی ہے لہٰذا وہ اپنا اپنا تعارف کراتے تھے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ وہ مجھ سے زیادہ قریب رہے ہیں اور آئندہ بھی میرے ساتھ ہی رہنا چاہتے ہیں۔ دور تک پھیلے ہوئے خاندان میں جوان عورتیں اور حسین دوشیزائیں بھی تھیں جو زیادہ سے زیادہ میرے قریب رہنے کی کوشش کر رہی تھیں تاکہ میری نگاہ کرم ان پر ہو۔ نائلہ کی موت نے میری شریکِ حیات کی جگہ خالی کر دی تھی۔ اس جگہ کو پر کرنے کے لیے سب ہی ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتی تھیں۔

شہناز اور جواد انور شاہ اگرچہ اپنی زمینوں پر تھے۔ نائلہ میری شریکِ حیات تھی۔ اس لیے شہناز کو اور جواد انور شاہ کو اس کے سوئم میں آنا پڑا۔ وہ دونوں دو دن میری کوٹھی میں رہے پھر واپس چلے گئے۔

کچھ دن بعد اطلاع ملی کہ شہناز زہر خورانی کے باعث چل بسی ہے۔ اس نے خودکشی کی تھی یا کسی نے اسے زہر دیا تھا۔ میرے خاندان میں پے در پے اموات ہو رہی تھیں۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے بڑی سختی سے محاسبہ کرنے لگے۔ خاندان کے ایک ایک فرد سے بیانات لینے لگے لیکن وہ واردات کرنے والوں تک پہنچ نہیں پا رہے تھے۔

انہوں نے شہناز کے گھر کی اور خاص طور پر اس کے بیڈروم کی تلاشی لی تھی۔ الماری کھول کر سیف میں سے بہت سی چیزیں نکالی تھیں۔ جن میں دو کروڑ کا چیک بھی تھا۔ مجھ سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو میں نے کہا۔ ”شہناز بہت پریشان تھی، اسے رقم کی ضرورت تھی۔ میں نے اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دو کروڑ کا چیک دیا تھا۔“

میرے متعلق مشہور تھا کہ میں بڑے ٹھنڈے مزاج کا آدمی ہوں۔ اپنے بہن بھائیوں سے محبت بھی کرتا ہوں۔ دو کروڑ کے چیک نے یہ ثابت کر دیا کہ میں ضرورت کے وقت اپنوں کے کام آیا کرتا ہوں۔ انٹیلی جنس کے ایک افسر نے

''میں تو پکنک پر چیونٹیوں کا مرتبان بھر کے لایا ہوں......تم کیا لائے ہو؟''

[illegible] مجھے [illegible] رہا ہے۔ یہ اندیشہ ہے آپ [illegible] حملہ ہوسکتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''میں نے سیکیورٹی کے انتظامات سخت کردیے ہیں۔ کوئی میری اجازت کے بغیر بنگلے کے اندر نہیں آتا ہے اور نہ ہی مجھ سے ملاقات کرسکتا ہے۔ ہیڈ آفس اور فیکٹری جاتے وقت دو چار گن مین میرے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک قابلِ اعتماد ڈاکٹر میری کوٹھی میں رہتا ہے اور وہ تمام کھانے پینے کی چیزوں کا طبی معائنہ کرنے کے بعد مجھے کھانے کی اجازت دیتا ہے۔''

میں نے اطمینان بخش حفاظتی انتظامات کیے تھے لیکن جلد ہی میرا اطمینان غارت ہوگیا۔ ایک دن میں عجلت میں ہیڈ آفس سے فیکٹری کی طرف جارہا تھا۔ ایک مزدور کام کے دوران زخمی ہوگیا تھا۔ ایسے وقت کوئی مسلح گارڈ میرے ساتھ نہیں تھا۔ میں تنہا کار ڈرائیو کررہا تھا۔

میں نے اسپتال پہنچ کر اس مزدور کو اور اس کے بیوی بچوں کو تسلیاں دیں۔ ان سے کہا۔ ''جب تک تمہارے زخم نہیں بھریں گے تم گھر میں آرام کرنا۔ ہم تمہارے علاج کے اخراجات برداشت کریں گے اور تمہاری تنخواہ گھر پہنچتی رہے گی۔''

میں نے اسے دس ہزار روپے دیے۔ وہیں شکیلہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ میری یعنی فرہاد انور شاہ کے دور کی رشتے دار تھی۔ مجھے دیکھتے ہی قریب آکر بولی۔ ''ہیلو فرہاد بھائی! آپ یہاں کیسے؟''

میں جواب دینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی وہ بولی۔ ''چلیں۔ کسی لیے بھی آئے ہوں۔ آپ سے ملاقات تو ہوگئی۔ آپ کے آس پاس رشتے داروں کی اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ باتیں کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔''

میں نے کہا۔ ''ہاں، دراصل بات یہ ہے کہ...''

وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولی۔ ''آپ اس سے ملیں۔ یہ میری سب سے چھوٹی سب سے خوبصورت بیٹی ندا ہے۔''

پھر اس نے اپنی بیٹی سے کہا۔ ''ندا! انہیں سلام کرو۔ یہ تمہارے کزن ہیں۔''

اس نے سلام کے بجائے ہائے کہا۔ میں نے ندا کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ وہ بے شک بہت حسین تھی۔ اٹھارہ یا بیس برس کی ہوگی۔ میں نے تعجب سے کہا۔ ''شکیلہ! تم میری کزن ہو۔ یہ تو بچی ہے۔ تمہارے رشتے سے یہ تو میری بھتیجی یا بھانجی ہوگی۔''

وہ ایک ہاتھ سے جیسے مکھی اُڑاتے ہوئے بولی۔ ''چھوڑیں بھی وہ پرانے رشتے۔ اب پرانا رشتہ کہاں رہا؟ مجھے تو تم آنٹی کہو۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے؟ میری ندا کے ساتھ خوب جچ رہے ہو۔''

میں سمجھ گیا' وہ میری مرحوم بیوی نائلہ کی جگہ پُر کرنے کے لیے میرے بڑھاپے کو نظر انداز کررہی ہے اور اپنی بیٹی کے لیے راستہ ہموار کررہی ہے۔ بیٹی بھی ماں کی طرح تیز تھی۔ بڑی لگاوٹ سے بولی۔ ''جب تم میرے کزن ہو تو میں رشتے کے حوالے سے بھائی نہیں کہوں گی۔ بھائی صاحب اور بھائی جان کہنا اچھا نہیں لگتا۔ تم مجھے ندا کہنا میں تمہیں فرہاد کہوں گی۔''

شکیلہ نے کہا۔ ''ہماری گاڑی خراب ہوگئی تھی۔ ہم ٹیکسی

میں یہاں آئے ہیں۔ اچھا ہوا تم سے ملاقات ہوگئی۔ پلیز، ہمیں گھر تک پہنچادو۔"

ندا نے میرے پاس آ کر میرے بازو کو تھام کر کہا۔ "لنچ کا وقت ہو چکا ہے۔ آج تم ہمارے ساتھ لنچ کرو گے۔"

وہ باہر آ کر میری کار میں بیٹھ گئیں۔ بیٹی بڑی تربیت یافتہ تھی۔ وہ میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی شکیلہ نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میری ندا کامرس پڑھ رہی ہے۔ بزنس کے معاملات کو خوب سمجھتی ہے۔ یہ تمہارے لیے بہت ہی ہیلپ فل ثابت ہوگی۔"

میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ندا نے کہا۔ "میں پہلی ملاقات میں کچھ زیادہ ہی بے تکلف ہو رہی ہوں۔ پلیز، میرے متعلق کوئی غلط رائے قائم نہ کرنا۔ میں چاہوں گی کہ مجھے ملنے جلنے کا موقع دو۔ مجھے اچھی طرح آزماؤ۔"

میں نے کہا۔ "میں اس قدر مصروف رہتا ہوں کہ کسی سے ملاقات کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔"

اس نے التجا کی۔ "پلیز، تم چاہو تو میرے لیے تھوڑا وقت نکال سکتے ہو یا پھر مجھ سے ملتے رہنے کی ایک اور صورت ہے۔"

میں نے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے کن انکھیوں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "تم مجھے اپنی پرسنل سیکریٹری بنا لو... اس طرح میری ذہانت کا اور میری صلاحیتوں کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔"

میں سوچنے لگا۔ اپنے کاروبار کو سنبھالتے ہی میں نے ایسے تمام اسٹاف کو نکال دیا تھا جو ناکارہ اور فراڈ تھے۔ مجھے واقعی ایک پرسنل سیکریٹری کی ضرورت تھی۔ میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں تمہاری قابلیت کو آزماؤں گا لیکن ایک شرط ہے۔"

وہ جلدی سے بولی۔ "میں ہر شرط مان لوں گی۔ بشرطیکہ وہ جائز ہو۔"

"میں کسی سے ناجائز باتیں نہیں کرتا۔ میری شرط یہ ہے کہ آفس میں تم اس طرح بے تکلفی سے گفتگو نہیں کرو گی۔"

"میں تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گی' اپنا موبائل دو۔"

"وہ ڈیش بورڈ میں ہے۔"

اس نے ڈیش بورڈ سے میرا موبائل فون نکال کر اپنے نمبر فیڈ کیے پھر میرے نمبروں کو اپنے فون میں محفوظ کر لیا۔ میں نے ان کے اپارٹمنٹ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔ "میں کھانا تو کیا پانی بھی اس وقت تک نہیں پیتا' جب تک کہ میرا فیملی ڈاکٹر اس کا معائنہ نہیں کرتا۔ تم کل سے آفس آ سکتی ہو۔"

ماں بیٹی نے کوئی بحث نہیں کی۔ ان کا بہت بڑا کام ہو گیا تھا۔ آئندہ ندا پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے میرے آفس میں کام کرتی۔ میں نے کار سے نکل کر انہیں رُخصت کیا۔ وہ دونوں اپارٹمنٹ کے باؤنڈری گیٹ کی طرف جا رہی تھیں۔ ایسے میں میرے دروازے کی کھڑکی کا شیشہ ایک چھناکے سے ٹوٹا۔ میں نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا پھر فوراً ہی کار کے اندر گھس کر جھکے جھکے کار اسٹارٹ کی۔ ایسے وقت کار کی باڈی پر ایک گولی آ کر لگی۔ میں رفتار بڑھا کر فائرنگ کرنے والوں کی رینج سے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔

فائرنگ مسلسل ہو رہی تھی مگر گولیاں چلنے کی آوازیں دور ہوتی جا رہی تھیں۔ میں نے انہیں بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ میرا موبائل ڈیش بورڈ میں رکھا ہوا تھا۔ وہاں سے بزر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں ان لمحات میں فون اٹینڈ نہیں کر سکتا تھا۔ آندھی طوفان کی رفتار سے کار چلاتا جا رہا تھا۔ عقب نما آئینے میں دیکھا پیچھا کرنے والے نظر نہیں آ رہے تھے۔

اندھا دھند ڈرائیونگ کے بعد یہ ہوش نہیں رہا کہ کہاں پہنچ گیا ہوں؟ دیکھا تو اس وقت میں راوی برج سے گزر رہا تھا۔ بظاہر خطرہ ٹل گیا تھا لیکن اطمینان حاصل کیے بغیر اپنے ہیڈ آفس یا کوٹھی کی طرف واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ میں نے سوچا' آگے جا کر کہیں گاڑی روکوں گا پھر فون کے ذریعے اپنے مسلح گارڈز کو بلاؤں گا۔ یہ بات کسی حد تک سمجھ میں آ رہی تھی کہ جواد نے کرائے کے قاتلوں کو میرے پیچھے لگایا ہے۔ مجھے اسی پر شبہ تھا کیونکہ شہناز اور دلشاد جیسے دشمن مارے گئے تھے۔ اب وہی ایک باقی رہ گیا تھا۔

میں خیالوں میں گم تھا۔ شاہدرہ کے ایک محلے میں پہنچ کر کار روک دی۔ لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا' جیسے اس جگہ کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ میرے دل نے کہا۔ "اس علاقے میں ذرا گھوم پھر کر دیکھنا چاہیے۔"

میں نے ڈیش بورڈ سے موبائل فون نکالا۔ اسی وقت اس کا بزر بولنے لگا۔ میں نے بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا تو ندا کی آواز سنائی دی۔ وہ بہت پریشان تھی تقریباً چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ "ہیلو... ہیلو فرہاد! یہاں تم پر فائرنگ ہوئی تھی۔ تم کہاں ہو؟ خیریت سے تو ہو ناں؟ پلیز کچھ بولو مجھے اپنی خیریت بتاؤ؟"

میں نے کہا۔ ”میں خیریت سے ہوں۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔“

وہ تشویش آمیز لہجے میں بولی۔ ”تم کہاں ہو؟ میں ابھی تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔“

”کیوں میرے حصے کی گولیاں کھانا چاہتی ہو؟ جہاں ہو، آرام سے رہو۔ کل آفس میں ملاقات ہوگی۔“

میں نے فون بند کیا۔ کار سے باہر آ کر ایک دکان دار سے پوچھا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے؟ اس نے بتایا' یہ علاقہ شاہدرہ کہلاتا ہے۔ اس نے محلے اور گلی کا نام بھی بتایا۔ میں نے فون کے ذریعے سیکیورٹی افسر کو یہ جگہ بتائی اور کہا۔ ”فوراً ہی دو مسلح گارڈز کو یہاں بھیج دو۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ اس محلے میں ملک سویٹ مارٹ کے سامنے میری کار کھڑی ہوئی ہے۔“

سیکیورٹی افسر نے کہا۔ ”سر! ہم آپ کے لیے پریشان ہیں۔ آپ یہاں کتنی دور چلے گئے تھے آپ؟ ہم ابھی آ رہے ہیں۔“

میں نے فون کو بند کر دیا پھر گلی کو دور تک دیکھنے لگا۔ مجھے وہاں ایک عجیب سی کشش محسوس ہو رہی تھی۔ میں بے اختیار آگے بڑھا۔ وہاں چھوٹے بڑے رہائشی مکانات تھے۔ میں وہاں سے گزر رہا تھا پھر ایک مکان کے سامنے پہنچ کر چپ چاپ ہی رک گیا۔ اسے دیکھنے لگا۔ اچانک ہی میرے دماغ کے اندر جیسے تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ یوں لگ رہا تھا' اس مکان سے میرا کوئی گہرا تعلق ہے۔ جو اس وقت سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اندر کوئی شخص غصے سے کہہ رہا تھا۔ ”اے بڑھیا! اگر کل تک کرایہ ادا نہ کیا تو میں تیرا تمام سامان اٹھا کر باہر پھینک دوں گا۔“

کوئی عورت گڑگڑانے کے سے انداز میں کہہ رہی تھی۔ ”مجھے ایک دن کی نہیں' ایک ہفتے کی مہلت دو۔ میں کسی سے قرض لے کر تمہارا کرایہ ادا کر دوں گی۔“

”مجھے اس مکان کی اچھی قیمت مل رہی ہے۔ میں اسے فروخت کر رہا ہوں۔ تم اپنا کوئی دوسرا ٹھکانا کر لینا مگر کرایہ دیے بغیر تم یہاں سے نہیں جا سکو گی۔“

میں باہر کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ ایک شخص غصے میں بڑبڑاتا ہوا باہر آیا۔ پتا نہیں اس مکان میں ایسی کیا بات تھی۔ میرا دل کھنچا جا رہا تھا۔ میں نے اس شخص کو روک کر پوچھا۔ ”کیا آپ یہ مکان فروخت کر رہے ہیں؟“

”ہاں جی، میرا مکان ہے۔ میں فروخت کر رہا ہوں مگر آپ پوچھنے والے کون ہیں؟“

میں نے کہا۔ ”میں اس مکان کو اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر پسند آ گیا تو خرید لوں گا۔“

اس نے کہا۔ ”اس کی قیمت بیس لاکھ روپے لگ چکی ہے۔“

”اگر مجھے پسند آ گیا تو میں بائیس لاکھ دوں گا۔“

اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر نرم پڑتے ہوئے بولا۔ ”آؤ باؤ جی! ابھی دیکھو۔“

اس نے مکان کے دروازے پر جا کر آواز دی۔ ”اے ماسی! خریدار آیا ہے میں نے یہ مکان دکھانا ہے۔“

کسی عورت کی آواز آئی ”آ جاؤ“ دروازہ کھلا ہے۔“

اس دروازے کی دہلیز کو پار کرتے ہوئے اندر قدم رکھا تو میرا دل آپ ہی آپ تیزی سے دھڑکنے لگا۔ ذہن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میں یہاں پہلے بھی آ چکا ہوں۔

وہ ماں بیٹی بہت ہی غریب تھیں۔ ایک ہی کمرے میں کرائے پر رہتی تھیں۔ مکان کا باقی حصہ مقفل رہتا تھا۔ مالک مکان نے باقی دروازوں کے تالے کھولتے ہوئے کہا۔ ”بہت بڑا مکان ہے جی۔ ایک ایک کمرا دیکھ لو۔ کھلا آنگن ہے۔ بجلی' پانی' گیس سب ہی کچھ ہے۔“

میں نے پہلا کمرا دیکھا۔ وہاں کوئی سامان نہیں تھا مگر میرا ذہن کہہ رہا تھا کہ یہ کمرا بیٹھک کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ دوسرے کمرے میں پہنچا تو وہ بھی کچھ جانا پہچانا سا لگا۔ میں نے سر گھما کر دیکھا۔ وہاں ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی۔ میرے سر میں درد ہونے لگا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اس مکان کے ساتھ اس عورت کو بھی کہیں دیکھا ہے مگر کہاں یہ یاد نہیں آ رہا تھا۔

میں نے مالک مکان سے پوچھا۔ ”آپ نے یہ مکان کب خریدا تھا؟“

اس نے کہا۔ ”او جی یاد نہیں ہے۔ میرے دادا نے کوئی پچاس برس پہلے خریدا تھا۔“

میں نے پوچھا۔ ”کیا اس مکان میں کوئی بوڑھی خاتون رہا کرتی تھیں؟“

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”آپ بھی کیسی بات کرتے ہیں؟ میری عمر دیکھیں۔ جب میرے دادا نے یہ مکان خریدا اس وقت تو میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔“

جب میں تیسرے کمرے میں آیا تو میری حالت بیان سے باہر ہو گئی؟ دل اتنی تیزی سے دھڑکنے لگا' جیسے سینے کی دیوار توڑ کر باہر نکل آئے گا۔

سامنے ایک بہت بڑی کھڑکی تھی جو شمال کے رخ پر

کھلتی تھی۔

وہاں ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی پڑی تھی۔ میرا سر چکرانے لگا۔ میں اس چارپائی کے سرے پر بیٹھ گیا۔ نہ جانے کیوں میرے دماغ میں یہ بات پیدا ہوئی کہ شمال سے چلنے والی مقناطیسی ہوائیں خیال خوانی کی لہروں کو دماغوں میں پہنچاتی ہیں۔ ابھی کچھ میری سمجھ نہیں آرہا تھا اور وہاں بیٹھنا چاہتا تھا۔ میں نے جیب سے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ نکال کر مالک مکان کو دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ پانچ ہزار ایڈوانس پکڑو۔ اپنے اسٹیٹ ایجنٹ سے کہو اس مکان کے کاغذات تیار کرے۔ میں یہاں تھوڑی دیر بیٹھنا چاہتا ہوں۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''آپ جتنی دیر بیٹھنا چاہیں بیٹھیں۔ اب تو یہ مکان آپ ہی کا ہوا ہے۔ میں ابھی اسٹیٹ ایجنٹ کے پاس جارہا ہوں۔''

وہ جانے لگا۔ میں نے کہا۔ ''سنو... گلی کے نکڑ پر میری گاڑی کھڑی ہوئی ہے۔ ابھی وہاں میرے سیکیورٹی گارڈز آنے والے ہیں۔ جب وہ آجائیں تو ان میں سے کسی کو یہاں بھیج دو۔''

وہ بولا۔ ''ٹھیک ہے جی۔ ایک کرسی بھی بھیج دوں گا آپ یہاں آرام سے بیٹھیں۔''

وہ چلا گیا۔ بوڑھی عورت دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔ ''آپ پریشان نہ ہوں میں یہ مکان خرید رہا ہوں مگر آپ کو یہاں سے کوئی نہیں نکالے گا۔ آپ پر کرائے کی جو رقم قرض ہے' اسے میں ادا کروں گا۔ مجھے ایک گلاس پانی پلا دیں۔''

وہ سر جھکا کر چلی گئی۔ میرا حلق خشک ہورہا تھا۔ میں پھر اس کمرے کو اور شمال کی طرف کھلنے والی کھڑکی کو دیکھنے لگا۔ بعد میں کبھی میری یادداشت واپس آنے والی تھی۔ میں ابھی تجسس میں بتلا تھا لیکن اپنے قارئین کو مزید الجھانا نہیں چاہتا جو بعد میں معلوم ہوا اسے ابھی بیان کررہا ہوں۔

جو قارئین میری داستان کو ابتدا سے پڑھتے آرہے ہیں اور جنہوں نے اس داستان کی پہلی قسط پڑھی ہے انہیں یاد ہوگا کہ میں چچا اور چچی کے ظلم سے تنگ آکر اپنی پھوپی کے پاس آگیا تھا۔ میری پھوپی جان اسی مکان میں رہتی تھیں۔ ان کی ایک جوان بیٹی بھی تھی۔ انہوں نے مجھے یہ کمرا رہنے کے لیے دیا تھا۔

میں نے ایک رات اس کمرے میں شمال کی جانب کھلنے والی کھڑکی کو پوری طرح کھول دیا تھا اور ایک بڑی سی موم بتی روشن کی تھی پھر اس کے سامنے بیٹھ کر شمع بینی کی مشق شروع کی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی سیکھنے کا پہلا مرحلہ تھا۔

یہ وہی جگہ تھی' جہاں میں نے ٹیلی پیتھی کا پہلا سبق شروع کیا تھا۔ یہ مکان ٹیلی پیتھی کا پہلا مدرسہ تھا اور میں اپنے مدرسے میں واپس آگیا تھا۔ جیسا کہ بیان کرچکا ہوں۔ ابھی گزرے ہوئے دنوں کی کوئی بات مجھے یاد نہیں تھی۔ بس یوں لگ رہا تھا' جیسے یہ مکان میرا جانا پہچانا ہے اور میں اس کمرے میں رہ چکا ہوں۔

میں اس بوڑھی خاتون کو دیکھ کر شاید اسی لیے الجھ گیا تھا کہ میری پھوپی جان بھی ایسی ہی عمر رسیدہ خاتون تھیں۔ ان کی ایک بیٹی کی طرح یہاں بھی اس بوڑھی خاتون کی ایک بیٹی تھی لیکن یہ کوئی پچاس برس پہلے کی باتیں تھیں۔ ان کی بیٹی ان دنوں تقریباً بیس برس کی تھی۔ یعنی مجھ سے صرف دو برس چھوٹی تھی۔ اس حساب سے وہ بھی تقریباً ستر برس کی ہوچکی ہوگی۔

میں خیالوں میں گم تھا۔ ایسے ہی وقت دھیمی سی سریلی سی آواز سنائی دی۔ ''پانی....!''

میں نے سر گھما کر دیکھا۔ ایک نوجوان لڑکی سر جھکائے کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں پانی سے بھرا ہوا ایک سلور کا کٹورا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''معافی چاہتی ہوں پانی لانے میں دیر ہوگئی۔ امی پر دورہ پڑا ہے۔ میں انہیں سنبھال رہی تھی۔''

یہ سنتے ہی میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے کہا۔ ''ابھی انہیں آرام آگیا ہے۔''

میں ان کے کمرے میں پہنچا۔ اس بڑے کمرے میں دو چارپائیاں تھیں اور ایک بڑا سا صندوق تھا۔ کچھ باورچی خانے کا سامان تھا۔ وہ بوڑھی خاتون ایک چارپائی پر آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ میری آہٹ سن کر اس نے آنکھیں کھولیں۔ میں نے پوچھا۔ ''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

وہ ذرا سر ہلا کر بولی۔ ''ٹھیک ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''آپ کو کیا ہوا تھا؟''

لڑکی نے کہا۔ ''یہ ذہنی مریضہ ہیں۔ پتا نہیں انہیں کیا ہوجاتا ہے؟ لوگ کہتے ہیں' مرگی کا دورہ پڑتا ہے لیکن میں جانتی ہوں' انہیں صدمات نے بری طرح توڑ دیا ہے۔ ان کا علاج کوئی ماہر نفسیات ہی کرسکتا ہے۔''

وہ میری طرف پانی کا کٹورا بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''آپ پانی تو پی لیں۔ ہمارے گھر میں شیشے کا گلاس نہیں ہے۔ یہی ایک کٹورا ہے۔''

محلے کا ایک لڑکا کرسی لے کر آ گیا تھا۔ میں اس کرسی پر بیٹھ گیا پھر کٹورے سے پانی پینے لگا۔ قریب ہی بڑے سے صندوق پر بہت سی کتابیں ترتیب سے رکھی تھیں۔ میں نے اس لڑکی سے پوچھا۔ ''کیا تم اسکول جاتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''پہلے جاتی تھی۔ بارہ جماعتیں پڑھنے کے بعد تعلیم چھوڑ دی۔ ابو اس دنیا سے چلے گئے۔ اب ہم ماں بیٹی سلائی کڑھائی کا کام کرتی ہیں۔''

میں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''لیکن یہاں تو ایک بھی سلائی مشین نہیں ہے؟''

''بس ایک ہی مشین تھی۔ امی پرچون والے سے آٹا دال اور دوسری ضرورت کی چیزیں لایا کرتی تھیں۔ اس کا ادھار اتنا چڑھ گیا تھا کہ وہ اپنی رقم وصول کرنے کے لیے سلائی مشین اٹھا کر لے گیا ہے۔'' میں نے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

وہ بولی۔ ''فہمی... فہمیدہ....''

میں کرسی سے اٹھ کر اس کے پاس آیا پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''آج سے تم میری بیٹی ہو۔''

اس نے چونک کر بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''میرے پاس بہت کچھ ہے.... بس ایک بیٹی نہیں ہے۔ میں تمہاری ماں اور اپنی بہن کا علاج کراؤں گا اور آئندہ تم اپنی تعلیم جاری رکھو گی۔''

اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔ میں نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ ''ایسا لگ رہا ہے' اس گھر میں آ کر مجھے بہت کچھ ملنے والا ہے۔ میں اس گھر سے گہری وابستگی کیوں محسوس کر رہا ہوں؟ یہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔''

تھوڑی دیر بعد مالک مکان ایک اسٹیٹ ایجنٹ کے ساتھ آ گیا۔ میرا سیکیورٹی گارڈ بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ ''سر! آپ کی کار کا شیشہ ٹوٹا ہوا ہے اور اس کی باڈی میں ہلکا سا ڈینٹ ہے۔ میرا تجربہ کہتا ہے' آپ پر گولیاں چلائی گئی تھیں۔''

میں نے کہا۔ ''میرے ساتھ کیا ہوا یہ بعد میں بتاؤں گا فی الحال مجھے یہ مکان خریدنا ہے۔''

میں نے اپنے ایک وکیل سے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔ ''آپ شاہدرہ آ جائیں۔ مجھے ایک پراپرٹی خریدنی ہے۔''

میں نے اسے وہاں کا پتا بتایا۔ اس نے کہا۔ ''میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔''

میں نے فون بند کر دیا۔ اسٹیٹ ایجنٹ نے کہا۔

''جناب! میں یہ پیپرز لے آیا ہوں۔ آپ کا نام پتا اور شناختی کارڈ کا نمبر ضروری ہے۔ مجھے لکھوا دیں۔''

میں نے فہمی سے پوچھا۔ ''تمہارا شناختی کارڈ ہے؟''

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ میں نے کہا۔ ''لے آؤ۔''

وہ اس صندوق کے پاس گئی۔ جہاں اس کی کتابیں اور ضروری چیزیں رکھی تھیں۔ میں نے مالک مکان اور اسٹیٹ ایجنٹ سے کہا۔ ''میں نے اس بچی کو اپنی بیٹی بنایا ہے۔ آپ اس کے نام سے خریداری کے کاغذات تیار کریں۔''

ان دونوں نے شدید حیرانی سے مجھے دیکھا۔ مالک مکان نے کہا۔ ''آپ یہاں پہلی بار آئے ہیں۔ ہم نے آج سے پہلے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔ شاید ان ماں بیٹی کو بھی آپ نہیں جانتے۔''

''ہاں، میں نہیں جانتا.... آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں جی.... بس حیران ہو رہا ہوں کہ بائیس لاکھ کا مکان آپ اس لڑکی کے نام کر رہے ہیں۔ مجھے سن کر یقین نہیں آ رہا ہے۔''

''جب کاغذات فہمیدہ عرف فہمی کے نام تیار ہو جائیں گے اور اس پر آپ سب کے دستخط ہو جائیں گے تو یقین آ جائے گا۔''

دور کھڑی فہمی یہ باتیں سن رہی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی وہ جیسے چکرا کر ماں کے پاس بیٹھ گئی۔ چکرانے کی بات ہی تھی۔ بائیس لاکھ کا مکان اس کے نام ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے شناختی کارڈ لے کر اسٹیٹ ایجنٹ کو دیتے ہوئے کہا۔ ''آپ اس کی فوٹو اسٹیٹ کا بیان تیار کر لیں اور تمام کاغذات تیار کر لیں۔ میں کل یہاں آ کر ان پر دستخط کروں گا اور پوری پے منٹ کروں گا۔''

وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔ میں نے مالک مکان سے کہا۔ ''یہ ماں بیٹی ابھی میرے ساتھ جا رہی ہیں۔ آپ اپنے مکان کو مقفل کر سکتے ہیں۔ میں کل پے منٹ کرنے کے بعد یہاں کی چابی لے لوں گا۔''

تھوڑی دیر تک اپنے وکیل کا انتظار کیا۔ جب وہ وہاں آ گیا تو میں نے اسے اسٹیٹ ایجنٹ کے پاس پہنچا دیا پھر ان ماں بیٹی کو اپنے ساتھ کار میں بٹھا کر کوٹھی میں لے آیا۔

میں نے ایک بہت ہی تعلیم یافتہ خاتون کو اپنی کوٹھی کی گورنس مقرر کیا تھا۔ وہ وہاں کے تمام انتظامات سنبھالتی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔ ''میڈم! یہ میری بیٹی فہمیدہ عرف فہمی ہے اور یہ اس کی والدہ ہیں۔ یہ دونوں اب اسی کوٹھی میں

میرے ساتھ رہیں گی۔ آج سے یہاں وہی ہوگا جو میری بیٹی فہمی کہا کرے گی۔''

میں نے اسسٹنٹ منیجر کو بلا کر کہا۔ ''فہمی جس کالج میں داخلہ لینا چاہے، وہاں داخلے کے انتظامات کرو۔ ماہرِ نفسیات ڈاکٹر اشرف خان سے اپائنٹمنٹ لو۔ وہ میری بہن کا باقاعدہ علاج کریں گے۔''

سیکیورٹی گارڈ ڈرائنگ روم میں میرا انتظار کررہا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو اس نے کہا۔ ''سر! آپ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا ہے۔ کار پر فائرنگ ہوتی رہی اور آپ کوئی نوٹس نہیں لے رہے ہیں۔ ہم آپ کے سیکیورٹی گارڈز ہیں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ فائرنگ کرنے والے کون تھے؟''

''میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ کون تھے؟ میں نے کسی کی صورت نہیں دیکھی۔ وہ اپنی گاڑیوں میں مجھ سے بہت دور تھے۔ آئندہ ہمیں بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ آج نہیں تو کل دشمن ضرور پہچانا جائے گا۔''

یہ بہت بڑی بات تھی کہ انجانے دشمن نے مجھ پر فائرنگ کی تھی اور یہ بات بھی اہم تھی کہ فہمیدہ میری زندگی میں بیٹی بن کر آرہی تھی اور میں اس کے لیے مکان خرید رہا تھا۔ دراصل وہ مکان ہی سب سے زیادہ اہم تھا۔ میں وہاں کچھ روز رہ کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس مکان سے اس قدر جذباتی وابستگی کیوں ہے؟

ایک ہفتے کے اندر قانونی کارروائی مکمل ہوگئی۔ وہ مکان فہمیدہ کے نام ہوگیا۔ میں نے سابقہ مالک مکان سے کہا۔ ''میں اس محلے کے ایسے بوڑھے لوگوں سے ملنا چاہتا ہوں، جو ساٹھ ستر برس کے ہوں اور انہوں نے پچاس برس پہلے اس مکان کو اندر سے بھی دیکھا ہو۔''

وہ شخص ایک اسی برس کے بوڑھے کو لے آیا۔ اس نے کہا۔ ''آج سے ستر برس پہلے ایک خاتون یہاں رہا کرتی تھیں۔ ان کی ایک جوان بیٹی فہمی تھی۔''

وہ ان ماں بیٹی کے جو نام بتا رہا تھا وہ بالکل دُرست تھے لیکن مجھے اس وقت یاد نہیں تھا کہ میری پھوپی اور میری پھوپی زاد بہن کے یہی نام تھے۔ اس نے کہا۔ ''اس نیک دل خاتون نے مجھے اپنا بھائی بنایا تھا۔ میں اکثر یہاں آیا کرتا تھا۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تمہیں یاد ہے کہ ان کے گھر میں کون کون سا سامان تھا اور کہاں کہاں رکھا ہوا تھا؟''

''پوری طرح سے یاد نہیں ہے۔ پر میں سوچتا رہوں گا تو یاد آجائے گا۔''

''میں چاہتا ہوں، اب سے ستر برس پہلے اس مکان میں جو سامان جیسے رکھا ہوا تھا اب اسی طرح گھر کے اندرونی حصوں میں رکھا جائے۔''

''میں ایک فہرست بنا کر آپ کو دوں گا۔ اگر وہ تمام سامان مل جائے گا تو میں اس گھر کو ستر برس پہلے والا مکان بنا دوں گا۔''

میں نے اسے ایک لاکھ روپے کا چیک لکھ کر دیتے ہوئے کہا۔ ''اسے بنک میں جا کر کیش کرائیں۔ آپ کے جوان بیٹے یا رشتے دار ہوں گے۔ ان کے ذریعے ضرورت کا تمام سامان خرید لیں۔ پیسے کم پڑیں گے تو میں اور دے دوں گا۔''

میں نے اپنی عمر کا اندازہ کیا تھا اور اسی حساب سے یہ جاننا چاہتا تھا کہ جب میں پیدا ہوا تھا اور بچہ تھا تو اس وقت یہ مکان کیسا تھا؟ شاید اس طرح میری یادداشت واپس آجاتی۔

میں نے اس کے بعد اس بوڑھے شخص کو مزید ایک لاکھ روپے دیے۔ اس نے ایک ہفتے کے اندر ہی اس مکان کو پچاس ساٹھ برس پرانے سامان سے آراستہ کردیا۔ میں وہاں پہنچا تو ایک ایک کمرے کو دیکھ کر عجیب سی خوشی محسوس ہوئی وہ مکان اور زیادہ اپنا اپنا سا لگنے لگا۔ میں نے اس بوڑھے کا شکریہ ادا کیا۔ اس نے دس ہزار روپے میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ آپ کی رقم میں سے بچ گئے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''یہ آپ کا انعام ہے۔ اسے رکھ لیں۔''

وہ خوش ہوکر چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر وہاں کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنے لگا...... پھوپی جان کی زندگی میں جس کمرے میں رہا کرتا تھا اس میں تو یوں محسوس ہورہا تھا جیسے میں ماں کی گود میں پہنچ گیا ہوں۔

میں نے دیکھا چارپائی کے سرہانے جہاں تکیہ رکھا تھا وہیں بڑے سائز کی موم بتیوں کا ایک بنڈل بھی رکھا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس بوڑھے نے وہاں موم بتیاں کیوں رکھی ہیں؟ کیا آج سے ساٹھ ستر برس پہلے اس علاقے میں بجلی نہیں تھی؟

میں نے فیصلہ کیا کہ آج کی رات وہیں گزاروں گا۔ میں نے اپنے اسسٹنٹ منیجر کو فون پر کہا کہ وہ یہاں آکر میری کار لے جائے۔ کسی سے یہ ذکر نہ کرے کہ میں کہاں ہوں؟

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی اور وہاں آکر کار واپس لے گیا۔ دشمن میری تاک میں لگے ہوئے تھے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو یہاں میری موجودگی کا علم ہوجائے۔ وہاں میں بالکل اجنبی تھا۔ آس پاس کے مکانوں سے کچھ لوگ ملنے

آئے۔ میں نے ان سے مختصر سی بات چیت کی۔ رات ہوئی تو اسی علاقے کے ہوٹل سے کھانا کھایا پھر مکان میں آ گیا۔

میں تھوڑی دیر تک کھلے آنگن میں ٹہلتا رہا پھر کمروں میں آ کر ایک ایک چیز کو دیکھتا اور سوچتا رہا۔ میری کوشش تھی کہ مجھے کچھ یاد آ جائے۔ کم از کم یہ معلوم ہو جائے کہ اس مکان سے میری جذباتی وابستگی کیوں ہے؟

پھر میں اس کمرے میں آ گیا' جہاں چارپائی کے سرہانے موم بتیاں رکھی تھیں۔ ایک طرف چھوٹی سی میز اور ایک پرانی سی کرسی تھی۔ میں اس کرسی پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ میں کون ہوں؟ کیا ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟

اگرچہ نائلہ نے اپنی زندگی میں مجھے پچھلی زندگی کی تمام باتیں یاد دلائی تھیں۔ میں انہیں تسلیم کرتا تھا کہ میری زندگی میں ایسا ہی کچھ ہو چکا ہے۔ میں ایک ارب پتی بزنس مین ہوں۔ میری ایک دشمن بہن' دو دشمن بھائی اور دو دشمن بیٹے بھی تھے۔ میری وفا شعار بیوی نائلہ مر چکی تھی۔ میں ان تمام باتوں کو تسلیم کرنے کے باوجود اندر سے بے چین رہتا تھا۔ یوں لگتا تھا' جیسے یہ سب کچھ میرا ہوتے ہوئے بھی میرا نہیں ہے۔ نہ بہن بھائی میرے تھے اور نہ اولاد میری ہے۔

ایک خیال یہ بھی آتا تھا کہ میری یادداشت گم ہو چکی ہے۔ اس لیے مجھے اپنے بھی پرائے لگتے ہیں اور موجودہ زندگی کچھ اجنبی سی کچھ پرائی پرائی سی لگتی ہے۔

کچھ دیر بعد مجھے نیند آنے لگی۔ میں نے شمال کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے پٹ کھول دیے پھر بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ بڑا آرام' بڑا سکون مل رہا تھا۔ میرا سر شمال کی طرف تھا اور پاؤں جنوب کی طرف۔ شمال کی طرف سے چلنے والی مقناطیسی ہوائیں' جیسے میرے دماغ کو چھو رہی تھیں...... تھپک رہی تھیں' مجھے نیند آ گئی۔

مقناطیسی ہواؤں کا کچھ تو اثر ہونا تھا۔ میں نے خواب میں اب سے پچاس برس پہلے والے اس مکان کو دیکھا۔ جس کمرے میں سو رہا تھا' وہ کمرا بھی دکھائی دیا۔ صرف اتنا ہی نہیں فرہاد علی تیمور بھی نظر آیا۔ میں اسے نام سے اور چہرے سے نہیں پہچان رہا تھا۔ وہ میرے لیے ایک اجنبی نوجوان تھا۔ اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ وہ بہت ہی بدحال دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے کمرے کی اسی کھڑکی کو کھولا جو شمال کی طرف تھی پھر وہاں سے واپس اس بستر کی طرف آیا جہاں میں سو رہا تھا۔ سرہانے موم بتیاں رکھی تھیں۔ اس نے ایک موم بتی اور ماچس اٹھائی۔ اسے سلگا کر ایک تپائی پر رکھا پھر اس موم بتی سے ذرا دور ہو کر فرش پر پالتھی مار کر بیٹھ گیا۔

خواب کی حالت میں میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا' جیسے یہ سب کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ میں فرش پر بیٹھا شمع کی لو کو تک رہا ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی کو سیکھنے کے لیے شمع بینی کی پہلی مشق تھی۔ ان لمحات میں صاف محسوس کر رہا تھا کہ شمال کی طرف سے آنے والی مقناطیسی ہوائیں میرے دماغ کو اور میرے پورے وجود کو چھو رہی ہیں۔

خواب دیکھتے دیکھتے شاید مجھے یاد آ جاتا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور شاید میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ جاتیں مگر خواب کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔ اچانک ہی آنکھ کھل گئی تھی۔ باہر شور سنائی دے رہا تھا۔ کوئی دروازہ پیٹ پیٹ کر پوچھ رہا تھا۔ ''شاہ صاحب! نیند سے جاگیں۔ دروازہ کھولیں۔ یہاں چور آئے ہیں۔''

میں نے سامنے والے کمرے میں آ کر کھڑکی کے پٹ کو ذرا سا کھول کر باہر دیکھا۔ وہاں بہت لوگ موجود تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ سب آس پاس رہنے والے لوگ تھے۔ ایک پڑوسی نے کہا۔ ''یہاں دو چور آئے تھے۔ وہ دیوار پھاند کر آپ کے آنگن میں جانا چاہتے تھے۔ چوکیدار نے انہیں دیکھ کر سیٹی بجائی پھر شور مچانے لگا۔ ادھر کچھ لوگ باہر سو رہے تھے۔ وہ شور سن کر اٹھ گئے لیکن چوروں کو پکڑ نہ سکے۔ ان کے پاس ہتھیار تھے۔ وہ فائر کرتے ہوئے بھاگ گئے۔''

ایک اور نے کہا۔ ''پچھلے چار برس میں کبھی کسی چور نے ہمارے محلے میں آنے کی کوشش نہیں کی۔ آپ کے آتے ہی چور بھی آ گئے۔''

میں نے ناگواری سے پوچھا۔ ''کیا میں نے چوروں کو بلایا تھا کہ وہ میرے گھر چوری کرنے کے لیے چلے آئیں؟''

دوسرے پڑوسی نے کہا۔ ''آپ ناراض نہ ہوں۔ چوروں کو آپ نے نہیں بلایا۔ آپ کی دولت مندی نے بلایا ہے۔''

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا۔ ''جب سے آپ نے مکان خریدا ہے' تب سے یہاں دن رات آپ کا چرچا ہوتا رہتا ہے۔ اس مکان کی قیمت پندرہ یا سولہ لاکھ سے زیادہ نہیں تھی لیکن آپ نے اسے بائیس لاکھ میں خریدا ہے۔ آپ جس کار میں آتے ہیں' اس کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ اسی لاکھ روپے کی ہے پھر اسٹیٹ ایجنٹ نے بتایا ہے کہ گلبرگ اور ماڈل کالونی میں آپ کی شاندار

کوٹھیاں ہیں اور آپ ایک ارب پتی بزنس مین ہیں۔“

ایک اور شخص نے کہا۔ ”اب آپ ہی بتائیں‘ جب دن رات اسی انداز میں آپ کی دولت مندی کا چرچا ہوگا تو کیا چور نہیں آئیں گے؟“

ایک اور شخص نے کہا۔ ”باؤ جی! آپ فکر نہ کریں۔“

دوسرے شخص نے کہا۔ ”اور اب تو چوروں کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ یہاں کوئی واردات نہیں کرسکیں گے۔ دوسری بار آئیں گے تو پکڑے جائیں گے۔“

محلے والے تھوڑی دیر تک اسی طرح باتیں کرتے رہے پھر صبح کی اذان ہونے لگی تو سب اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ میں نے بھی اندر آکر دروازہ بند کرلیا۔ اپنے کمرے میں پہنچا تو مجھے خواب یاد آنے لگا۔ میں نے بستر کے سرہانے دیکھا۔ وہاں بڑے سائز کی موم بتیوں کا بنڈل جوں کا توں رکھا ہوا تھا۔ جبکہ خواب میں کسی اجنبی نے وہاں سے ایک موم بتی نکالی تھی اور اسے روشن کرنے کے بعد شمع بینی کی مشق کررہا تھا۔

میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ کبھی کھڑکی کی طرف اور کبھی فرش کے اس حصے کی طرف جہاں میں نے ایک شخص کو فرش پر بیٹھے دیکھا تھا اور وہ شمع کی جلتی ہوئی لو کو تک رہا تھا۔ کوئی شخص ایسا کیوں کررہا تھا؟ میں نے یہ خواب کیوں دیکھا؟

خواب کی ان باتوں کو سوچنے کے دوران یوں لگ رہا تھا‘ جیسے وہ کوئی اجنبی نہیں تھا۔ مگر.....وہ جو کوئی بھی تھا۔ آخر اس خواب کا مقصد کیا تھا؟

مگر مقدر کو ابھی منظور نہیں تھا کہ پچھلی زندگی مجھے یاد آئے یا کم از کم میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہی واپس آجائے۔ یہ کاتبِ تقدیر نے لکھ دیا تھا۔ انتظار.....طویل انتظار۔

☆☆☆

عالی اور ایمان علی کی شادی کی خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ ایمان علی اور اس کے بزرگوں سے کہا گیا تھا کہ وہ پہلے بارات لے کر پیرس آئیں اور نکاح کے بعد عالی کو اپنے ساتھ لے جائیں۔

سونیا‘ میری بیٹی اور بیٹے سب ہی میری تلاش میں اس ادارے سے باہر نکلنا چاہتے تھے لیکن عالی کو دلہن بنانے کی خاطر وہ کچھ روز کے لیے وہیں رک گئے۔ ایمان علی نے سب کو ولیمے کی دعوت دی تھی۔ یہ طے پایا تھا کہ ولیمہ اٹینڈ کرنے سب حیدرآباد دکن جائیں گے۔ اس طرح ہندوستان کی سرزمین سے میری تلاش شروع کریں گے۔

شادی کی خوشیاں منائی جاسکتی تھیں لیکن اس ادارے میں جشن نہیں منایا جاسکتا تھا۔ ناچنے گانے کی اجازت نہیں تھی اور نہ ہی مایوں اور مہندی وغیرہ کی رسمیں ادا کی جاسکتی تھیں۔ سادگی سے نکاح پڑھایا جاتا۔ اس سلسلے میں بھی یہ طے پایا کہ حیدرآباد دکن جاکر ایمان علی کے ولیمے میں خوب جشن منایا جائے گا۔

سونیا اپنی بیٹی کو دلہن بنا رہی تھی۔ بہت خوش تھی لیکن میرے لیے فکرمند بھی تھی۔ اتنا تو یقین ہوگیا تھا کہ میں جہاں کہیں بھی ہوں‘ وہاں زندگی کی سانسیں لے رہا ہوں مگر وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں کس حال میں ہوں؟ یقیناً میری یادداشت گم ہو چکی ہے‘ اسی لیے اس سے اور اپنے بچوں سے رابطہ نہیں کررہا ہوں۔

وہ یہ سوچ کر پریشان ہورہی تھی کہ میں اپنے ماضی کو اور اپنے آپ کو بھولنے کے بعد نہ جانے کیسی زندگی گزار رہا ہوں گا؟ دوسروں کا محتاج بن چکا ہوں گا۔ اگر جانے انجانے دشمن میرے پیچھے پڑ گئے ہوں گے تو اپنی حفاظت کس طرح کررہا ہوں گا؟

وہ جلد سے جلد مجھے ڈھونڈ نکالنا چاہتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکلنے کے فوراً بعد ہی مجھ تک پہنچ نہیں پائے گی۔ نہ جانے کتنے نشیب و فراز سے اور کتنے آزمائشی مرحلوں سے گزرنے کے بعد مجھے دیکھ پائے گی۔

مجھے دیکھ لینے اور پالینے کے سلسلے میں بھی قدرتی پابندیاں تھیں۔ وہ میرے قریب نہیں آسکتی تھی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اگر وہ میرے ساتھ ہوتی تو بابا فرید واسطی کی پیش گوئی دُرست ہوجاتی۔ اس کے ساتھ کچھ اچھا یا بُرا وقت گزارنے کا موقع نہ ملتا اور میری زندگی تمام ہوجاتی۔ میں ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رُخصت ہوجاتا۔

اس نے یہ عہد کیا تھا کہ میرے قریب نہیں آئے گی۔ دور ہی دور سے مجھے دیکھے گی اور میری نظروں میں آئے بغیر میرے کام آتی رہے گی۔

پارس نے کہا۔ ”مما! آپ کے پاس غیر معمولی مشین ہے۔ کیا آپ نے اس کی اسکرین پر پاپا کو تلاش کیا تھا؟“

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ ”ہاں بیٹے! جب بابا صاحب اور اعلیٰ حضرت کی باتیں سن کر یہ یقین ہوگیا کہ وہ زندہ ہیں تو میں نے مشین کی اسکرین پر انہیں تلاش کیا تھا۔“

پارس نے کہا۔ ”جب وہ زندہ ہیں تو انہیں یقیناً مشین کی اسکرین پر نظر آنا چاہیے۔“

''ہاں مگر وہ نظر نہیں آئے۔ اسکرین ان کے وجود سے ایسے خالی تھی جیسے اب وہ اس دنیا میں ہی نہیں ہوں۔''

''جب وہ زندہ ہیں تو نظر کیوں نہیں آرہے ہیں؟''

''اب سے بہت پہلے بھی یہی ہوا تھا۔ جب سیارے والے ہماری دنیا میں آئے تھے اور جو انہیں اپنی مشین کی اسکرین پر تلاش کررہا تھا مگر انہیں دنیا کے کسی حصّے میں دیکھ نہیں پارہا تھا۔''

پارس نے کہا۔ ''اس وقت صرف اعلیٰ حضرت جانتے تھے کہ پاپا کہاں ہیں؟ آج بھی بابا صاحب اور اعلیٰ حضرت یقیناً جانتے ہوں گے کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟''

''ہمارے وہ بزرگ قدرت کے کچھ رازوں کو جانتے ہیں لیکن ہمیں نہیں بتائیں گے۔ مجھے یقین ہے' تم سب اپنی کوششوں سے اپنے پاپا تک پہنچ جاؤ گے۔''

''مما! یہ سوچ کر دکھ ہوتا ہے کہ آپ ان کے قریب نہیں جاپائیں گی اور آپ کو جانا بھی نہیں چاہیے۔''

وہ سر ہلا کر بولی۔ ''میری اور تمہاری سب ہی کی خواہش ہے کہ تمہارے پاپا ہمارے بعد بھی اس دنیا میں رہیں۔ میں دور ہی دور رہ کر انہیں تلاش کروں گی اور جب معلوم ہوگا کہ تم میں سے کوئی ان کے پاس پہنچ گیا ہے۔ ان کا سراغ مل گیا ہے اور تم سب آئندہ ان کے لیے ڈھال بن کر رہو گے تو میں بابا صاحب کے ادارے میں واپس آجاؤں گی۔ کبھی تمہارے پاپا کا سامنا نہیں کروں گی۔''

بابا فرید واسطی نے سونیا کو بیٹی بنایا تھا۔ اسے دل و جان سے چاہتے تھے۔ اب اس کی بیٹی اعلیٰ بی بی عرف عالی کی شادی ہورہی تھی۔ عالی اور ایمان علی اس اعتبار سے بہت خوش نصیب تھے کہ بابا فرید واسطی نے ان دونوں کا نکاح پڑھایا۔ اعلیٰ حضرت اور اس ادارے کے تمام علمائے کرام نے ان کی خوشحال ازدواجی زندگی کے لیے دعا کی۔ اس خوش نصیب جوڑے کو اپنی دعاؤں کے ساتھ اس ادارے سے رُخصت کیا۔ سونیا' الپا' پارس' پورس' ماؤرا اور کبریا دوسرے دن کی فلائٹ سے حیدرآباد پہنچے۔ وہاں انہوں نے دل کھول کر شادی کا جشن منایا۔ میری عارضی دوری سے جو اداسی اور مایوسی چھا گئی تھی' وہ سب دور ہوگئی۔

☆☆☆

تمام اکابرین بابا صاحب کے ادارے سے اچھی طرح متاثر ہوچکے تھے۔ وہ دن رات اس اندیشے میں مبتلا رہتے تھے کہ انہیں غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھا جارہا ہے۔ سیارے والوں کا خاتمہ کرنے اور گریٹ ایشورا را کو اس دنیا سے بھگا دینے کے بعد تقریباً ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اگر یہی غیر معمولی مشین ان کے پاس ہوتی تو وہ اس عرصے میں ہم مسلمانوں کا جینا حرام کردیتے۔ سب سے پہلے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچتے اور انہیں ختم کرنے کی بھرپور کوششیں کرتے۔

ہم ایسا نہیں کررہے تھے۔ وہ حیران تھے کہ ہماری طرف سے مستقل خاموشی کیوں ہے؟ ہم ان کے چھپے ہوئے رازوں کو سمجھ رہے ہوں گے پھر ان رازوں کے ذریعے انہیں بلیک میل کیوں نہیں کررہے ہیں؟

دو چار اکابرین کہیں چھپ چھپا کر ہمارے متعلق باتیں کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ شاید ہم پہنچ جائیں گے تو ان کی باتوں اور سازشوں کے جواب میں کوئی ردِّعمل ضرور پیش کریں گے۔

ان کی سوچ کے مطابق کوئی بات سامنے نہیں آرہی تھی۔ وہ رفتہ رفتہ ہماری طرف سے مطمئن ہورہے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے والے بہت گہرے ہیں۔ چپ چاپ ہمارے اہم راز معلوم کررہے ہیں۔ ہماری تمام کمزوریاں معلوم کرکے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب بھی وہ ہمارے خلاف باتیں کریں گے تو پھر ہم ان کا جینا حرام کریں گے۔

وہ اس لیے بھی مطمئن تھے کہ ان کے بہت سے اہم راز بہت سی کمزوریاں آرمی کے ایسے اعلیٰ افسران اور حکومت کے ایسے اعلیٰ عہدیداران جانتے تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ آرمی کے صرف پانچ یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران ہماری نظروں میں تھے۔ ہم انہیں دماغی طور پر کمزور بنا کر ان کے ذریعے دوسرے یوگا جاننے والوں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

سونیا نے عالی اور کبریا کو غیر معمولی مشین کے سامنے بٹھا کر چند اہم اکابرین دکھائے اور ان کی باتیں بھی سنائی تھیں۔ ان دونوں نے خیال خوانی کے ذریعے ان کے چور خیالات پڑھے پھر سونیا سے کہا۔ ''یہ لوگ رفتہ رفتہ یوگا جاننے والے آرمی کے افسران اور حکومت کے اعلیٰ عہدیداران کی تعداد بڑھاتے جارہے ہیں۔ اب ان کے تمام فوجی اور سیاسی راز ان یوگا جاننے والوں تک محدود ہیں۔ آئندہ وہی منصوبے بنائیں گے اور ان پر عمل کریں گے۔ ایسے وقت ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ معلوم نہیں کرپائے گا کہ وہ یوگا جاننے والے کون لوگ ہیں اور انہوں نے کہاں رہائش اختیار کی ہے؟''

سونیا سوچ میں پڑ گئی۔ پورس نے پوچھا۔ ''کیا یہ مشین

ہمیں یوگا جاننے والوں تک نہیں پہنچا سکے گی؟''

وہ بولی۔''ان تک پہنچنے کے لیے یا تو ان کے تصاویر ہونی چاہیے یا پھر ان کا لب ولہجہ ان کی آواز سنائی دے' تب ہی یہ مشین انہیں کیچ کر سکے گی۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ وہ تمام یوگا جاننے والے گونگے بن چکے ہیں۔ کبھی اپنے سائے سے بھی نہیں بولتے ہوں گے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے سے بات کرتے ہوں گے اور ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس وقت تک ان کے اندر پہنچ نہیں پائے گا جب تک ان کی آواز اور لب ولہجہ نہیں سنے گا۔''

ان کی یہ احتیاطی تدابیر بتا رہی تھیں کہ وہ ہماری غیر معمولی مشین سے پیدا ہونے والے خطرات کو کم سے کم کر رہے ہیں۔ کسی پہلو سے بھی ہمارے مقابلے میں کمتر ہونا نہیں چاہتے تھے۔ پوری طرح حفاظتی تدابیر پر عمل کرنے کے بعد ہمارے خلاف دوبارہ ڈھکی چھپی سازشوں کا آغاز کریں گے۔

وہ سیارے والوں کی طرف سے مطمئن ہو گئے تھے۔ یہ مانتے تھے کہ ہم نے گریٹ ایشورارا کو کمزور بنا دیا ہے۔ آئندہ وہ ہماری دنیا میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ ہم نے انہیں گریٹ ایشورارا کی غلامی سے نجات دلائی تھی۔ وہ ہماری قوت اور حکمتِ عملی کو تسلیم کرنے کے باوجود ہمارے احسان مند نہیں تھے۔

عالی اور کبریا ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلومات حاصل کر رہے تھے۔ وہ آپس میں کہتے تھے کہ انہوں نے عارضی طور پر گریٹ ایشورارا کی غلامی قبول کی تھی ورنہ وہ درپردہ اسے اپنی دنیا سے بھگانے کے انتظامات کر رہے تھے اگر بابا صاحب کے ادارے والے انہیں نہ بھگاتے تو آگے چل کر وہ خود ان سیارے والوں کو یہاں سے واپس جانے پر مجبور کر دیتے یا انہیں یہیں ختم کر ڈالتے۔

ان کا خیال تھا کہ جو کام وہ رفتہ رفتہ کرتے وہ ہم نے ایک جست میں کر ڈالا ہے۔ اس طرح ہم نے ان پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ ایک دوسرے سے دشمنی کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ وجوہات نہ بھی ہوں تو پیدا کر لی جاتی ہیں اور یہ تو قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہودی اور عیسائی کبھی مسلمانوں کے دوست اور خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ ان کی طرف سے شر انگیزی ہوتی رہیں گی۔ اگر انہیں معلوم ہو جاتا کہ میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں' اپنے لوگوں سے بچھڑ چکا ہوں اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے بھی محروم ہو گیا ہوں تو وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دیتے۔

انہیں یہ خبر مل چکی تھی کہ اس ادارے کے بانی بابا فرید واسطی ایک طویل عرصے کے بعد واپس آ گئے ہیں۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ بابا صاحب روحانیت کے انتہائی درجے تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ان سے رابطہ کرنا چاہیے' ان کا احترام کرنا چاہیے۔ یہ تو ماننا ہی چاہیے کہ جو ادارہ ان دشمنوں کے حواس پر ہمیشہ مسلط رہتا ہے' اسی ادارے کے وہ بانی ہیں لیکن وہ بڑی بے پروائی سے انہیں نظر انداز کر رہے تھے۔ بعد میں ان کے ہوش اُڑنے والے تھے۔ آئندہ یہ انکشاف ہونے والا تھا کہ وہ ادارہ پہلے سے زیادہ مستحکم اور ناقابلِ شکست ہو چکا ہے۔ وہ کم از کم بابا صاحب کی زندگی میں اس ادارے کے خلاف کوئی سازش نہیں کر پائیں گے۔

عالی اور کبریا ٹیلی پیتھی کے ذریعے مختلف اکابرین کے پاس جا رہے تھے اور ان کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ وہ لوگ میرے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے کہ میں کہاں ہوں اور طویل عرصے سے خاموش کیوں ہوں؟ عداوت رکھنے والوں کو میری خاموشی بھی بھاری پڑتی تھی۔ اگر ان سے یہ کہا جاتا کہ میں ایک بار پھر دنیا والوں کی نظروں سے گم ہو گیا ہوں۔ ایک بار پھر مر چکا ہوں تو وہ بھی یقین نہ کرتے۔

اکابرین میں سے ایک اعلیٰ عہدیدار نے ادارے کے انچارج سے فون کے ذریعے پوچھا۔''مسٹر فرہاد علی تیمور کہاں ہیں؟ ہم ان سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔''

انچارج نے کہا۔''وہ بات آپ ہم سے یا سونیا سے کر سکتے ہیں۔ مسٹر فرہاد بہت مصروف ہیں۔''

اس نے سونیا سے رابطہ کرنے کے بعد پوچھا۔''مسٹر فرہاد کہاں ہیں؟''

''میں فرہاد کی قائم مقام ہوں۔ جو اُن سے کہنا چاہتے ہو' مجھ سے کہو۔''

اس نے کہا۔''ہم نے اکثر یہ دیکھا ہے' فرہاد علی تیمور کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔''

سونیا نے کہا۔''اگر کوئی طوفان اٹھنے والا ہے تو وہ تمہاری طرف نہیں آئے گا اطمینان رکھو۔''

''میں تمام اکابرین کی طرف سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں سیارے والوں کی طرف سے بالکل ہی بے فکر اور غافل نہیں ہونا چاہیے۔ بے شک وہ گریٹ ایشورارا تمہاری غیر معمولی مشین کے خوف سے یہاں نہیں آئے گا لیکن سیارے سے دوسرے زبردست دشمن آ سکتے ہیں اور وہ گریٹ ایشورارا

سے زیادہ خطرناک بھی ثابت ہوسکتے ہیں۔ ایسی کسی ناگہانی آفت سے نمٹنے کے لیے ہمیں مل جل کر کچھ کرنا چاہیے۔''

''جب ہم پر کوئی آفت آتی ہے تو ہم اس سے نمٹ لیتے ہیں۔ تم اپنی بات کرو۔ تم لوگوں نے کئی خلائی اسٹیشن قائم کرلیے ہیں۔ تمہارے پاس بہت ہی حساس رڈارز ہیں۔ کہیں سے بھی آنے والے خلائی جہازوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ہم سے زیادہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ناگہانی آفت بن کر اچانک کس طرح یہاں آسکتے ہیں؟''

''بے شک، ہمیں رڈارز اور خلائی اسٹیشن سے بہت کچھ معلوم ہوسکتا ہے لیکن ماضی میں ایسا بھی ہوا کہ وہ چوری چھپے ہماری زمین پر آئے اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی؟ ہم آئندہ بھی دھوکا کھاسکتے ہیں۔''

''رڈارز اور خلائی اسٹیشن کی زد سے بچ کر آنے والوں کو نہ ہم روک سکتے ہیں' نہ تم روک سکتے ہو لہٰذا جو ہوگا' دیکھا جائے گا۔''

''کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ مسٹر فرہاد ہم سے رابطہ کیوں نہیں کررہے ہیں؟''

اس نے کہا۔''نہ پوچھو.... تمہیں ہر سوال کا جواب مجھ سے مل جایا کرے گا۔ میں بہت مصروف ہوں اس لیے رابطہ ختم کررہی ہوں۔''

اس نے اپنا فون بند کردیا۔ ولیمے کی تقریب بخیر خوبی ہوچکی تھی۔

پورس نے کہا۔''میں ماورا کے ساتھ ممبئی جاؤں گا۔''

پارس نے الپا کے ساتھ دہلی جانے کا ارادہ کیا۔ کبریا نے کہا۔''مجھے بہار اور بنگال کی طرف جانا چاہیے۔ اس طرح ہم تینوں بھائی ہندوستان کی تین سمتوں میں پاپا کو تلاش کریں گے۔ مما! آپ کہاں جانا چاہتی ہیں؟''

''میں انہیں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تلاش کرنا چاہتی ہوں لہٰذا پہلے جاپان جاؤں گی۔ اس کے بعد چین' کوریا' ملائشیا' تھائی لینڈ' انڈونیشیا' برما' بنگلہ دیش' پاکستان' افغانستان' ایران یعنی کہ ایشیا کے تمام ممالک میں جاؤں گی۔ اس کے بعد یورپ اور امریکا کا رخ کروں گی۔''

اب سے بہت عرصہ پہلے میں اسی طرح گم ہوگیا تھا اور سونیا نے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مجھے تلاش کیا تھا۔ اس بار بھی وہ یہی طریقہ اختیار کررہی تھی۔ بہر حال وہ جاپان کی طرف روانہ ہوگئی۔ پارس' پورس اور کبریا ہندوستان کی تین سمتوں میں چلے گئے۔ ممبئی میں ماورا کی بہت ہی عالیشان کوٹھی تھی۔ وہ اپنی کوٹھی میں پہنچ کر مسکراتے ہوئے بولی۔''مجھے ایسا لگ رہا ہے' جیسے سسرال میں رہنے کے بعد میکے آئی ہوں۔''

پورس نے کہا۔''چلو یہ میکا ہی سہی' یہاں چند گھنٹے اچھی طرح آرام کرلو۔ نیند پوری کرلو پھر ہم پاپا کو تلاش کرنے نکلیں گے۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت میرے کام آئے گی۔''

''اگر وہ یہاں نہ ملے تو ہم پونا اور کھنڈالا کی طرف جائیں گے۔''

آدھی رات ہوچکی تھی۔ وہ دونوں تھوڑی دیر بعد سو گئے۔ ماورا نے گہری نیند کے دوران خواب میں اپنے مقتول باپ ایشورارا کو دیکھا۔ وہ بہت پریشان نظر آرہا تھا۔ بہت ہی دلبرداشتہ ہوکر کہہ رہا تھا۔''میری بیٹی! میری جان! تیری ماں کی موت کے بعد میں کبھی تجھ پر سوتیلی ماں لے کر نہیں آیا۔ ماں بن کر تیری اور دیدار علی کی پرورش کرتا رہا۔ تم لوگوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ ارضی دنیا کے ایک بہت خوبصورت ملک ہندوستان میں تمہاری رہائش کا انتظام کیا۔ تمہارے لیے ہیرے جواہرات کے ڈھیر لگادیے تاکہ تم بہن بھائی کبھی کسی کے محتاج بن کر نہ رہو۔''

وہ آسمان کی طرف سر اٹھا کر بولا۔''آہ....! مگر افسوس تمہارا باپ دردر بھٹکتا رہا۔ دشمنوں سے کبھی چھپتا رہا...... کبھی ان کا مقابلہ کرتا رہا لیکن تُو بیٹی ہوکر باپ کی مجبوریوں کا تماشا دیکھتی رہی۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ جسے چاہتی ہے' جسے اپنا لائف پارٹنر بنا رکھا ہے۔ اسی کے ماں باپ نے مجھے قتل کیا ہے۔''

ماورا نے کہا۔''مجھے غلط نہ سمجھ..... تُو غلطیاں کررہا تھا۔ میں اور دیدار علی تجھے راہِ راست پر لانے کی کوششیں... کرتے تھے لیکن تُو نے ہماری ایک نہ مانی۔''

''تجھ پر اب تک ان مسلمانوں کا سحر طاری ہے۔ تُو کہتی ہے' میں غلطیاں کررہا تھا۔ کیا یہ غلطی ہے کہ ہم سیارے والے برتری حاصل کرنے کے لیے اس دنیا پر حکومت کرنا چاہتے ہیں؟ کیا اس دنیا کے لوگ ایک دوسرے کے ملک پر حملہ نہیں کرتے؟ ان کی زمینیں نہیں چھینتے؟ وہاں کے حکمران نہیں بنتے؟ جب سب ہی ایسا کرتے ہیں اور کوئی انہیں غلط نہیں کہتا تو تُو اپنے باپ کو غلط کیوں سمجھتی ہے؟''

وہ بولی۔''ہر انسان اپنے ملک اور اپنی قوم کی حمایت کرتا ہے۔ میرا ملک اور میری قوم وہی ہے' جو میرے شوہر پورس کی ہے اس لیے میں دنیا والوں کی حمایت کرتی ہوں اور تجھے غلط کہتی ہوں۔''

''افسوس! میرے مرنے کے بعد بھی تُو میری حمایت نہیں کررہی ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے کہ

سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے گا۔ تُو مسلمانوں کے خلاف ہماری آلۂ کار نہیں بنے گی لہٰذا جبراً تجھے اپنی تابع دار بنانا ہوگا۔‘‘

اس کی بات ختم ہوتے ہی ماؤرا کے دماغ میں زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخ نہ سکی۔ زلزلہ پیدا کرنے والے نے خیال خوانی کے ذریعے اس کا منہ بند کردیا تھا۔ وہ اپنے بیڈ پر تڑپ رہی تھی۔ دوسرے بیڈ پر پورس گہری نیند میں تھا۔ وہ ذرا سی بھی آواز یا آہٹ سنتا تو فوراً اٹھ بیٹھتا۔ ماؤرا کے منہ سے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ بڑی خاموشی سے تڑپ رہی تھی۔ تکلیف کی شدت کو برداشت کر رہی تھی۔ اس کے اندر آنے والا اسے پوری طرح اپنے قابو میں کر چکا تھا۔ اب وہ سانس روک کر اسے بھگا نہیں سکتی تھی۔ اپنی مرضی سے سر گھما کر پورس کو آواز نہیں دے سکتی تھی۔

ایشورارا تو بہت پہلے مر چکا تھا۔ وہ تو کوئی اور تھا۔ اس نے ماؤرا کو تھپک تھپک کر دوبارہ سلا دیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی تابع دار بنا لیا۔

طویل عرصے کے بعد سیارے والوں کی طرف سے یہ پہلا حملہ ہوا تھا۔ گریٹ ایشورارا سیارے میں واپس جانے کے بعد آرام سے بیٹھ گیا تھا۔ بڑے اطمینان سے منصوبے بنا رہا تھا اور فیوچر ٹیلنگ مشین سے مشورے لے رہا تھا۔ وہ مشین ابتدا سے ہی اسے سمجھاتی آرہی تھی کہ اسے روحانیت کے عالموں سے ہمیشہ کترانا چاہیے ان سے کبھی ٹکرانا نہیں چاہیے مگر وہ اور اس کے دوسرے اہم ماتحت بار بار یہی غلطیاں کر رہے تھے۔ جس کے نتیجے میں شرمناک شکست ہوئی تھی اور اسے سیارے میں واپس جانا پڑا تھا۔

اس بار گریٹ ایشورارا نے کان پکڑے۔ توبہ کی کہ آئندہ اس کے ماتحت ارضی دنیا میں جا کر بابا صاحب کے ادارے اور اس ادارے سے تعلق رکھنے والوں سے دور رہیں گے۔

فیوچر ٹیلنگ مشین نے کہا۔ ’’لیکن ارضی دنیا پر حکومت کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمانوں سے ٹکرانا ہی ہوگا۔‘‘

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ’’ان مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی پشت پر روحانی قوتیں کارفرما رہتی ہیں۔‘‘

’’کوئی ضروری نہیں ہے کہ ان سے براہِ راست ٹکرایا جائے۔ ایسے آلۂ کار بنائے جاسکتے ہیں، جن پر انہیں کبھی کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔ ان آلۂ کاروں کے ذریعے ان کی بہت سی کمزوریاں معلوم ہوسکتی ہیں پھر ان کی لاعلمی میں انہیں اپنے راستے سے ہٹایا بھی جاسکتا ہے۔‘‘

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ’’ہم پہلے بھی کئی آلۂ کاروں سے کام لے چکے ہیں۔ وہ ان مسلمانوں کی نظروں میں آجاتے ہیں۔‘‘

’’اگر ان کے ہی گھر کے کسی فرد...... کو فیملی کے کسی ممبر کو آلۂ کار بناؤ گے تو وہ اس پر کبھی شبہ نہیں کریں گے۔‘‘

جب اس پہلو سے سوچا گیا تو گریٹ ایشورارا کو اپنے مقتول ایشورارا کی بیٹی ماؤرا یاد آگئی۔ وہ اسے آلۂ کار بنا کر ہمارے بہت سے راز معلوم کرسکتا تھا۔ فیوچر ٹیلنگ مشین نے مشورہ دیا۔ ’’ارضی دنیا میں اپنا صرف ایک ماتحت بھیجو۔ وہ ماؤرا کو ٹریپ کرے گا اور اس کے ذریعے فرہاد کی فیملی کے ایک ایک فرد کی کمزوریاں معلوم کرلے گا۔ تمہیں ایک ایک بات معلوم ہوجائے گی کہ اس کا کون سا بیٹا کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے؟ بڑی آسانی سے ان کی تمام مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔‘‘

فیوچر ٹیلنگ مشین نے دوسرا مشورہ یہ دیا کہ یورپ اور امریکا کے اکابرین سے رابطہ نہ رکھا جائے۔ انہیں اپنے زیر اثر لانا ضروری نہیں ہے۔ ان سب کو زیادہ سے زیادہ کمزور بنانا ضروری ہے۔ تیرا جو اکلوتا ماتحت اس زمین پر جائے گا وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے اندر جگہ بنا جائے گا۔ اپنی آواز اور لب و لہجہ کبھی نہیں سنائے گا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی جن کے اندر جائے گا انہی کا لب و لہجہ اختیار کر کے بولے گا۔

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ’’میں سمجھ گیا... اس طرح وہ مسلمان غیر معمولی مشین کے ذریعے میرے اس اکلوتے ماتحت کو بھی پکڑ نہیں پائیں گے۔‘‘

’’تیرا وہ ماتحت ایک طرف مسلمانوں کو اور دوسری طرف ان اکابرین کو یوں نقصانات پہنچائے گا کہ وہ ایک دوسرے پر شبہ کریں گے۔ اس طرح ان کی عداوتیں بڑھتی رہیں گی۔ وہ لڑتے مرتے رہیں گے اور کمزور سے کمزور تر ہوتے چلے جائیں گے۔‘‘

گریٹ ایشورارا آئندہ ان تمام منصوبوں پر عمل کرنے والا تھا۔ فی الحال اس نے ماؤرا سے ابتدا کی تھی۔ سیارے سے تربالا نامی ایک خاص ماتحت کو زمین پر بھیجا گیا تھا۔ یہ بات اسے اچھی طرح سمجھا دی تھی۔ ’’سنو تربالا! اس دنیا میں جا کر نہ کسی کی سننا نہ کسی کو اپنی سنانا۔ زندگی گزارنے کے لیے جو باتیں ضروری ہوتی ہیں صرف وہی باتیں کرنا ورنہ خاموش رہا کرنا۔ کسی پر ذرا بھی شبہ ہو کہ وہ یورپ اور امریکا کی انٹیلی جنس والوں سے تعلق رکھتا ہے یا ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمانوں سے اس کا تعلق ہے تو فوراً وہاں سے میلوں

دور چلے جانا......وہ ملک ہی چھوڑ دینا۔"

ترہالا نے کہا۔ "میرے ان داتا! میرے آقا! میں وہاں اس طرح سے رہوں گا کہ مجھے پیدا کرنے والی ماں بھی پہچان نہیں پائے گی۔ اگر یہ دیکھوں گا کہ بدقسمتی سے کسی دشمن کے شکنجے میں آنے والا ہوں تو سب سے پہلے اپنی غیر معمولی مشین کو تباہ کروں گا اور اس کے ساتھ خود فنا ہو جاؤں گا۔"

اس بار سیارے والوں نے رہائش کے لیے پاکستان کا انتخاب کیا تھا۔ ترہالا ایک چھوٹے سے خلائی جہاز کے ذریعے بلوچستان کے ایک ویران ساحلی علاقے میں اترا تھا پھر وہاں سے کراچی چلا آیا تھا۔ پچھلے ایک ماہ میں اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنا شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات بنوائے تھے۔ ایک بزنس مین دیوالیہ ہو رہا تھا۔ اس نے اسے اپنا معمول اور تابع دار بنا کر سہارا دیا پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسی کاروباری قلابازیاں کھائیں کہ وہ دیوالیا ہونے والا بزنس مین لکھ پتی سے کروڑ پتی بن گیا۔

اس طرح ترہالا نے بھی ایک بہت بڑے بزنس مین کی حیثیت سے اپنی شناخت بنالی۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کرسکتا تھا کہ وہ کسی سیارے سے آیا ہے۔ اس کی غیر معمولی مشین میں ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمانوں اور تمام اکابرین کے ریکارڈز موجود تھے۔ وہ تصویروں اور کوڈ نمبرز کے ذریعے ہمیں باری باری دیکھتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے ماؤرا کو دیکھا تھا۔ سیارے سے منصوبہ بنا کر آیا تھا کہ پہلے اسی کو ٹریپ کرے گا۔

پھر اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنانے کے بعد بہت سی معلومات حاصل ہونے لگیں۔ سب سے پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ غیر معمولی مشین سونیا اپنے ساتھ رکھتی ہے اور وہ فرہاد کو تلاش کرنے کے لیے جاپان کی طرف گئی ہے۔ اس نے اسی لمحے میں فیصلہ کرلیا کہ نہ کبھی سونیا کی طرف جائے گا اور نہ کبھی اس مشین کی زد میں آئے گا۔

پھر ماؤرا کے چور خیالات پڑھ کر یہ اہم معلومات حاصل ہوئیں کہ بابا صاحب کے ادارے میں ایسی چار عدد غیر معمولی مشینیں تیار کی جاچکی ہیں۔

اسے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ میں کہیں لاپتا ہوگیا ہوں اور میرے متعلق یقین سے نہیں کہا جارہا ہے کہ زندہ بھی ہوں یا نہیں؟ اور مجھے میرے اپنے سب ہی لوگ تلاش کرنے نکل پڑے ہیں۔

اسے سب سے اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ بابا صاحب کے ادارے کے بانی بابا فرید واسطی طویل مدت کے بعد اپنے ادارے میں واپس آگئے ہیں اور وہ بڑی کرامات والے ہیں۔ آئندہ کوئی دشمن اس ادارے کے یا مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف کوئی سازش کرے گا تو شرمناک شکست کھائے گا۔ ذلت اٹھائے گا اور بے موت مارا جائے گا۔

اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا۔ اسے وہ تمام اہم باتیں سنائیں۔ وہ بولا۔ "یہ فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے کہ ہم بابا صاحب کے ادارے کی طرف رخ نہیں کریں گے۔ اگر اس ادارے کے بانی کہیں سے تشریف لائے ہیں تو ہمیں اور زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ موت ہر لمحہ ہر شخص کے ساتھ چلتی رہتی ہے۔ بس یہی سمجھتے رہنا کہ وہ روحانیت کا علم جاننے والے ہر لمحہ تمہارے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ تم ان کے خلاف کوئی سازش کوئی حرکت کرو گے تو وہ تمہیں دوسری سانس لینے کی مہلت نہیں دیں گے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ فرہاد کیسے لاپتا ہوگیا ہے؟ تعجب ہے کہ اس کے اپنے لوگ اسے تلاش کررہے ہیں پھر تو وہ یقیناً مرچکا ہوگا۔ اس مشین کو اگر تم کسی طرح حاصل کرلو یا اس سے کسی طرح چھین لو تو یہ تمہارا بہت بڑا کارنامہ ہوگا لیکن اس طرح کہ کبھی سونیا کی نظروں میں نہ آنا۔ یہ اچھی طرح یاد رکھو اگر کبھی اس مشین کی اسکرین پر نظر آؤ گے تو وہ تمہارا آخری وقت ہوگا۔"

ترہالا نے کہا۔ "میں یہ کہنا بھول گیا کہ بابا صاحب کے ادارے میں پہلے ہی چار عدد غیر معمولی مشینیں تیار ہوچکی ہیں۔"

"یہ مسلمان بہت ہی ذہین اور خطرناک لوگ ہیں۔ ہم نے یہ دانشمندانہ فیصلہ کیا ہے کہ ان سے دور رہ کر ہی وہاں اپنی حکومت قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ تم خاموش رہ کر کسی سے چھیڑ چھاڑ کیے بغیر بہت سی اہم معلومات حاصل کررہے ہو۔ آئندہ بھی ہمیں بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔ فی الوقت سونیا بہت اہم ہے۔ فرہاد لاپتا ہو چکا ہے اور وہ اسے ڈھونڈ نہیں پارہی ہے۔ جلد ہی یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ مرچکا ہے۔ اگر سونیا بھی مرجائے گی تو ہمیں دو بہت خطرناک دشمنوں سے نجات مل جائے گی۔"

"کیا اس کا کام تمام کرنے کا حکم مجھے دے گا؟"

"ہاں، اسے بہت ہی سوچی سمجھی پلاننگ کے مطابق ٹھکانے لگانا ہوگا۔ تو اسے ٹریپ کرے گا لیکن اس کی مشین کی اسکرین پر کبھی نظر نہیں آئے گا۔ اپنے آلۂ کار اس کے پیچھے لگائے گا لیکن ان آلۂ کاروں کے اندر تو اپنی آواز اور لب و

لہجے میں کبھی نہیں بولے گا۔ ایسی ہنر مندی سے چالیں چلے گا تو وہ کبھی سمجھ نہیں پائیں گے کہ کون ان سے دشمنی کررہا ہے؟ وہ کبھی تیرا سراغ نہیں لگاسکیں گے۔''

تربالا نے کہا۔ ''اب میں یورپ اور امریکا کے اکابرین کی رپورٹ پیش کررہا ہوں۔ میں اس ایک ماہ کے اندر درجنوں اعلیٰ افسران اور اعلیٰ عہدیداروں کے اندر پہنچ چکا ہوں۔ ان سب کے خیالات پڑھنے کے بعد ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ انہوں نے یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران کی ایک بہت بڑی ٹیم بنائی ہے۔ ان کے تمام اہم راز اب ان یوگا جاننے والوں کی تحویل میں ہیں۔ ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔ نہ ان کے اہم رازوں کو اور اہم معاملات کو سمجھ پائے گا۔''

''کیا تم ان یوگا جاننے والوں تک پہنچنے کی کوشش کررہے ہو؟''

''ہاں، میں بہت کوشش کررہا ہوں لیکن یوگا جاننے والوں کی پوری ٹیم جیسے گونگی بہری بن گئی ہے۔ وہ لوگ اپنے اکابرین کے اندر خیال خوانی کے ذریعے آتے ہیں لیکن ان ہی کے لب و لہجے میں بولتے ہیں۔ اپنی آواز اور لب و لہجہ نہیں سناتے ہیں۔ اس طرح میں انہیں اپنی مشین پر کیچ نہیں کر پاتا ہوں۔''

''پھر تو مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اپنی خیال خوانی کے ذریعے اور غیر معمولی مشین کے ذریعے ان یوگا جاننے والوں کی ٹیم تک نہیں پہنچ پاتے ہوں گے۔''

''بے شک وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہ سمجھ نہیں پاتے ہوں گے کہ وہ کس وقت کس منصوبے پر عمل کررہے ہیں؟''

''پھر تو یہ تمہارے لیے سنہری موقع ہے۔ بڑی سہولت سے سوچ سمجھ کر سونیا تک پہنچنے کی کوشش کرو اور اس پر حملے کراؤ۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ اکابرین کی طرف سے دشمنی ہورہی ہے۔ ہم پر کبھی شبہ نہیں ہوگا۔ انہیں یقین ہوگیا ہے کہ سیارے سے کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ انہیں اسی خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہیے۔''

تربالا اپنے گریٹ ایشورارا کے حکم کے مطابق عمل کرنے لگا۔ اس نے ماؤرا کے اندر پہنچ کر معلوم کیا کہ سونیا جاپان پہنچ چکی ہے یا نہیں؟

اس کی سوچ نے بتایا کہ ابھی پندرہ منٹ پہلے پورس نے فون کے ذریعے اپنی مما یعنی سونیا کی خیریت دریافت کی تھی اور اس نے جواباً کہا تھا کہ وہ ہانگ کانگ کے ایئرپورٹ پر ہے اور ابھی ایک فلائٹ کے ذریعے جاپان کی طرف جا رہی ہے۔ وہ فلائٹ اسے ٹوکیو پہنچائے گی۔

پورس نے کہا۔ ''مما! کبھی کبھی فون سے رابطہ کرنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ سگنل نہیں ملتے۔ آئندہ ماؤرا خیال خوانی کے ذریعے آپ کے اندر آیا کرے گی اور آپ سے باتیں کرے گی۔ اس طرح ہمیں ایک دوسرے کی خیریت معلوم ہوتی رہے گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''وہ میری بہو ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ جب چاہے میرے پاس آکر مجھ سے بات کر سکتی ہے اور تم سب کو میری خیریت سے آگاہ کرسکتی ہے۔ اب میں فون بند کررہی ہوں۔ فلائٹ کا وقت ہوچکا ہے۔''

تربالا نے اپنی مشین کو آن کیا۔ مشین میں سونیا کے کوڈ نمبرز فیچ کرنے کے بعد صرف آڈیو سسٹم کو آن کیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی کیونکہ سونیا جہاز میں تھی۔ آس پاس کوئی جان پہچان والا نہیں تھا۔ اس لیے کسی سے بات نہیں کررہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک ایر ہوسٹس سے کولڈ ڈرنک طلب کررہی تھی۔ اس طرح یہ یقین ہوگیا کہ وہ جہاز کے اندر ہے اور آئندہ ٹوکیو پہنچنے تک اپنی مشین کو نہ آن کرے گی، نہ آپریٹ کرے گی۔

یہ یقین ہوتے ہی اس نے مشین کو آن کیا۔ ویڈیو سسٹم کے آن ہوتے ہی سونیا اسے ایک طیارے کے اندر دکھائی دینے لگی۔ وہ اس کے ذریعے وہاں کے دوسرے مسافروں کو دیکھنے لگا۔ وہ کھڑکی کے ساتھ والی سیٹ پر تھی اور اس کے ساتھ والی سیٹوں پر ایک مرد اور ایک عورت بیٹھے تھے۔ وہ سب ہی ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے۔

اس نے مشین کو آپریٹ کیا پھر اس عمر رسیدہ خاتون کی آنکھوں کے کلوز پر گیا۔ جو سونیا کے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ پوری اسکرین پر اس خاتون کی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ تربالا ان آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کا نام ششما کپور تھا۔ اس کا پتی رمیش کپور ٹوکیو کی ایک فرم میں فیلڈ منیجر تھا۔ وہ میاں بیوی وہاں ایک اپارٹمنٹ میں رہتے تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ انہوں نے اچھی خاصی دولت کمائی تھی۔ بہت خوشحال تھے۔ نگر نگر کی سیر کرتے تھے۔ زندگی میں کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ بس ایک اولاد کے لیے ترستے رہتے تھے۔ وہ میاں بیوی دل کے بہت اچھے تھے۔

ششما کپور نے سونیا کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ

بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''میرا نام ششما کپور ہے۔''

سونیا نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''میرا نام سونیا امبر ہے۔ تم نام سے ہندوستانی لگتی ہو۔ کیا گھومنے پھرنے جاپان جا رہی ہو؟''

''نہیں' وہاں ہماری مستقل رہائش ہے۔ اپنے پتی کے ساتھ ایک اپارٹمنٹ میں رہتی ہوں۔ تم کس لیے وہاں جا رہی ہو؟''

سونیا نے کہا۔ ''میرے شوہر لاپتا ہو گئے ہیں۔ ایک ہفتے پہلے جاپان گئے تھے پھر کہیں گم ہو گئے۔ ان کے موبائل فون سے بھی رابطہ نہیں رہا ہے۔ میں پریشان ہو کر انہیں ڈھونڈنے نکلی ہوں۔''

تربالا ایسے وقت ششما کپور کے ذہن پر مسلط ہو گیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق کہنے لگی۔ ''یہ سن کر افسوس ہو رہا ہے۔ میں بھگوان سے پرارتھنا کروں گی کہ جاپان پہنچتے ہی تمہارا پتی تمہیں مل جائے۔ بائی دا وے' تم رہو گی؟''

''کسی ہوٹل میں قیام کروں گی۔''

''پتا نہیں اسے ڈھونڈنے میں کتنا عرصہ لگے گا؟ ٹوکیو شہر بہت مہنگا ہے۔ ہوٹلوں کا کھانا بھی اپنے مزاج کے مطابق نہیں ہوتا۔ کھانے پینے کی چیزیں بھی بہت مہنگی ہیں۔''

''کیا کیا جائے؟ وہاں جو بھی اخراجات ہوں گے میں برداشت کروں گی۔''

''اگر تم چاہو تو میرے اپارٹمنٹ میں رہ سکتی ہو۔ ہم صرف دو میاں بیوی ہیں۔ ہمارے دو بیڈ روم فاضل ہیں۔ ایک بیڈ روم میں تمہارا گزارہ ہو جائے گا۔''

سونیا نے مسکرا کر بڑی محبت سے کہا۔ ''تمہاری آفر میں بہت کشش ہے۔ میری بہت سی مشکلیں آسان ہو جائیں گی لیکن میں تم لوگوں پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔''

''خود کو بوجھ نہ سمجھو۔ ہم ایک دوسرے کو کمپنی دیں گے۔ ہمارا وقت اچھا گزر جائے گا۔''

''تمہارے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ کھانے پینے کے معاملے میں بھی بوجھ بنوں گی۔''

''تم خوامخواہ خود کو بوجھ کہہ رہی ہو۔''

سونیا نے کہا۔ ''لیکن میں ایک ہی شرط پر تمہارے ساتھ رہنا چاہوں گی۔''

''مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔ بولو کیا چاہتی ہو؟''

''میں ایک پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہوں گی اور رہنے کا بل ادا کروں گی۔''

ششما نے کہا۔ ''یہ تو سراسر زیادتی ہے۔ میں پیار محبت سے تمہیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔ ایسا کرو' تم مجھے اپنی بڑی بہن بنا لو۔ مجھے دیدی کہا کرو۔ اس رشتے سے تم سے ایک روپیا بھی نہیں لوں گی۔ بولو منظور ہے؟''

سونیا نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔ ''تم بہت اچھی ہو مجھے تمہاری باتیں منظور ہیں۔''

تربالا نے مطمئن ہو کر اپنی مشین کو بند کر دیا۔ آئندہ سونیا کو اسکرین پر دیکھنا ضروری نہیں تھا۔ وہ ششما اور اس کے شوہر کے ذریعے اس پر نظر رکھ سکتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ ایسے ہی طریقہ کار کے مطابق عمل کرتا رہے گا تو سونیا کو کبھی کسی قسم کا شبہ نہیں ہوگا۔ وہ بڑی ذہانت سے خوب سوچ سمجھ کر کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کامیابی تو یہ ہوتی کہ وہ سونیا کو اس مشین سے محروم کر دیتا۔

اس نے سوچا' اس مقصد کے لیے مناسب موقع کا انتظار کرے گا۔ جب یہ یقین ہو جائے گا کہ وہ مشین کو چرا کر لے جا سکتا ہے اور کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔ تب وہ اپنی تدبیر پر عمل کرے گا۔

اس کی دوسری کامیابی یہ ہوگی کہ وہ سونیا کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ اس کے لیے مناسب موقع کا انتظار کرنا ضروری تھا۔ وہ اس مقصد کے لیے یورپ یا امریکا کے کسی شخص کو اپنا آلۂ کار بنانا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا' اگر اس کے وہ آلۂ کار سونیا کو قتل کرنے میں ناکام رہتے تو یہ بات سامنے آتی کہ یورپ اور امریکا والے ہی اس کی جان کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔

ششما کا پتی رمیش کپور امریکن فرم میں فیلڈ منیجر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ تربالا اس کے اندر رہ کر وہاں کے امریکی اعلیٰ عہدیداروں کے اندر پہنچنے لگا۔ انہیں پڑھنے اور سمجھنے لگا کہ ان میں سے کتنے لوگوں کو اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہے؟

ان سب کے چور خیالات پڑھتے رہنے کے بعد پتا چلا کہ وہاں امریکن انٹیلی جنس کے دو جاسوس ہیں۔ وہ جاپان کے حکومتی امور میں دلچسپی لیتے ہیں اور اندرونی راز معلوم کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ تربالا نے طے کر لیا کہ جب وہ رات کو اپنے معمول کے مطابق کھانے اور شراب پینے کے بعد سو جائیں گے تو وہ انہیں اپنا معمول اور تابع دار بنا لے گا۔

دوسری طرف سونیا نے ٹوکیو پہنچتے ہی فون کے ذریعے الپا سے کہا۔ ''فوراً میرے اندر چلی آؤ۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ کر بولی۔ ''یس مما! میں حاضر ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''میرے خیالات پڑھتی رہو۔ تمہیں

بہت کچھ معلوم ہوگا۔ اس کے بعد باتیں ہوں گی۔''
الپا نے تھوڑی دیر تک خیالات پڑھنے کے بعد کہا۔ ''میں سمجھ گئی آپ ششما کپور کے اپارٹمنٹ میں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنے جا رہی ہیں اور ان کے بارے میں تفصیلی معلومات چاہتی ہیں۔ آپ ششما سے باتیں کریں میں اس کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچوں گی پھر بہت کچھ معلوم کروں گی۔''

سونیا ٹوکیو ایرپورٹ سے ششما کے ساتھ اس کے اپارٹمنٹ کی طرف جا رہی تھی اور اس سے باتیں کر رہی تھی۔ الپا اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھتی رہی پھر اس کے ذریعے اس نے رمیش کپور کے اندر جگہ بنائی اس کے خیالات بھی پڑھے۔ وہاں جو ملازمہ تھی اس کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کیا۔

پھر اس نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ ''مما! یہ پتی پتنی بہت شریف اور نیک دل ہیں۔ ملازمہ بھی ان کی طرح سیدھی سادی عورت ہے۔ یہ آپ سے نہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ نہ دھوکا دے رہے ہیں۔ نہ انہوں نے کسی غلط ارادے سے آپ کو پیئنگ گیسٹ بنایا ہے۔ آپ ان پر بھروسا کر سکتی ہیں اور ششما کپور کو بڑی بہن مان کر دیدی کہہ سکتی ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''تمہیں ان پتی پتنی کے اندر آتے جاتے رہنا چاہیے اور کبھی کبھی دیر تک ان کے پاس رہنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے' کوئی چھپ کر وہاں آتا ہو۔ کبھی نہ کبھی وہ بولے گا تو حقیقت سامنے آ جائے گی۔''

'معلوم ہوتا ہے' آپ کی چھٹی حس آپ کو الرٹ کر رہی ہے؟''

''ہاں' یہی بات ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ آج تک انہوں نے ہندوستان سے کسی رشتے دار کو بلا کر اپنے اپارٹمنٹ میں نہیں رکھا۔ میں ان کے لیے بالکل اجنبی ہوں پھر یہ مجھے کیوں اتنی اہمیت دے رہے ہیں؟''

''ٹھیک ہے مما! میں ان کے اندر دیر تک رہا کروں گی۔ اگر یہاں کوئی دشمن چھپا ہوا ہے تو اسے ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کروں گی۔''

وہ لاکھ کوشش کرنے کے باوجود تربالا تک نہیں پہنچ سکتی تھی کیونکہ وہ اب ششما اور رمیش کپور کے اندر نہیں جاتا تھا۔ کبھی کبھی ملازمہ کے اندر آ کر ان سب کے بارے میں معلوم کرتا تھا۔ اس امریکن فرم میں دو جاسوس تھے' جنہیں وہ اپنا معمول اور تابع دار بنا چکا تھا۔ اسے یہ معلوم ہوا کہ سونیا' اس غیر معمولی مشین کو اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ باہر جاتے وقت بھی

اسے اپارٹمنٹ میں چھوڑ کر نہیں جاتی۔ کوئی بھی چیز ہو اسے چوبیس گھنٹے اپنے ساتھ لگا کر نہیں رکھا جا سکتا۔ کم از کم ٹائلٹ جاتے وقت تو وہ مشین کمرے کے اندر پڑی رہتی تھی۔ ایسے وقت تربالا نے ایک امریکی جاسوس کو وہاں پہنچا دیا۔

اس وقت رمیش کپور ڈیوٹی پر تھا۔ ششما اپنی ملازمہ کے ساتھ کچن میں مصروف تھی۔ جاسوس نے بڑی رازداری سے اپارٹمنٹ میں داخل ہو کر سونیا کے کمرے میں پہنچ کر اس بریف کو دیکھا پھر فوراً ہی اسے اٹھا کر چلتا بنا۔ وہ باتھ روم میں تھی۔ اسے پتا نہ چلا کہ کون کب آیا اور بریف کیس کیسے اٹھا کر لے گیا؟

وہ جاسوس دو ہفتے قبل امریکا میں تھا۔ وہاں رہ کر سیارے والوں کے متعلق بہت کچھ سن چکا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ان کے پاس ایسی غیر معمولی مشین ہے' جس کے ذریعے وہ کسی کے دماغ میں کسی کے بھی گھر میں پہنچ جاتے ہیں اور اس مشین کی اسکرین پر انہیں واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ غیر معمولی مشین سائز میں بہت چھوٹی ہے' بریف کیس کی صورت میں ان سیارے والوں کے پاس رہتی ہے اور اب وہ سونیا کے ہاتھ لگ گئی ہے۔

جاسوس نے اس بریف کیس کو کھول کر دیکھا تو یہ سمجھ نہیں پایا کہ اس مشین کو کس طرح آپریٹ کیا جاتا ہے؟ لیکن اسے یقین ہو گیا کہ یہ وہی غیر معمولی مشین ہے اور اسے امریکی سائنسداں ہی سمجھ پائیں گے لہٰذا وہ اس بریف کیس کو لے کر پہلی فلائٹ سے امریکا کی طرف روانہ ہو گیا۔

ادھر سونیا باتھ روم سے باہر آئی تو پہلے اس نے بریف کیس کی طرف توجہ نہیں دی۔ وہ غسل کرنے کے بعد ہیئر ڈرائیر کے ذریعے بالوں کو خشک کرتی رہی۔ باہر جانے کے لیے لباس پہنا پھر بریف کیس کی طرف توجہ دی تو دل دھک سے رہ گیا۔ جہاں اسے رکھا تھا' وہاں وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی یادداشت کمزور نہیں تھی۔ وہ چھوٹی سی چھوٹی بات کو بھی یاد رکھتی تھی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے بریف کیس کو وہیں سرہانے والی میز پر رکھا تھا۔

پھر بھی اس نے کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ کوئی اسے اٹھا کر لے گیا ہے۔ اس نے فوراً ہی الپا کو اپنے اندر بلایا پھر کہا۔ ''وہ غیر معمولی مشین میرے کمرے سے کوئی لے گیا ہے۔ تم فوراً ان پتی پتنی اور اس ملازمہ کے خیالات پڑھو۔''

الپا چلی گئی۔ سونیا اپنے سفری بیگ میں ضروری سامان رکھنے لگی۔ اس نے خطرہ محسوس کرلیا تھا۔ یہ سمجھ گئی تھی کہ دشمن اس کی تاک میں ہیں' جو اتنی رازداری سے بریف کیس لے جاسکتے ہیں۔ وہ اس اپارٹمنٹ میں اسے قتل بھی کرسکتے ہیں لہٰذا اب وہاں نہیں رہنا چاہیے۔

الپا نے آکر کہا۔ ''رمیش ڈیوٹی پر ہے۔ ششما اپنی ملازمہ کے ساتھ کچن میں مصروف ہے۔ وہ تینوں اس بات سے لاعلم ہیں کہ تمہارا بریف کیس چرایا گیا ہے۔ وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تعجب ہے۔ کسی کو کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس بریف کیس کی اہمیت کیا ہے اور کسی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ یہاں میرے کمرے میں رکھا ہوا ہے؟''

الپا نے کہا۔ ''میں نے امریکن فرم کے کتنے ہی اعلیٰ عہدیداروں کے خیالات پڑھے تھے۔ اب پھر ان کے اندر جارہی ہوں۔ شاید ان کے ذریعے کچھ معلوم ہوجائے گا۔''

وہ چلی گئی۔ سونیا نے ششما کے پاس آکر کہا۔ ''ڈیڈی! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میرے کمرے سے بریف کیس غائب ہوگیا ہے۔''

ششما نے حیران ہوکر کہا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ آج تک میرے گھر میں کبھی چوری نہیں ہوئی تمہارا بریف کیس کون لے جاسکتا ہے؟''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے کمرے میں آئی۔ سونیا نے کہا۔ ''میں پورے کمرے میں دیکھ چکی ہوں۔ یہاں بریف کیس نہیں ہے۔ میں غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں گئی تھی۔ اسی دوران کوئی اسے یہاں سے اٹھا کر لے گیا ہے۔''

ششما نے کہا۔ ''میں بہت شرمندہ ہوں۔ کیا تم مجھ پر شبہ کررہی ہو؟''

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''نہیں میں تم پر شبہ نہیں کررہی ہوں لیکن اپنے لیے خطرہ محسوس کررہی ہوں۔ جو میرا اہم بریف کیس چرا سکتا ہے' وہ مجھے جانی نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ یہاں کوئی واردات ہو۔ تم اور جیجاجی خوامخواہ مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ اس سے میں یہاں جارہی ہوں۔ اگر بریف کیس کا کچھ پتا چلے اور وہ مل جائے تو مجھے فون پر اطلاع دینا میں واپس چلی آؤں گی۔''

وہ دشمنوں کے ڈر سے نہیں جارہی تھی بلکہ انہیں اپنے پیچھے لگانے کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہورہی تھی۔ اس دوران دیکھنا چاہتی تھی کہ دشمن اس کا تعاقب کر رہے ہیں یا نہیں؟ اس نے ایک ہوٹل میں رہائش اختیار کی۔

الپا نے آکر کہا۔ ''مما! میں نے آپ کو بتایا تھا کہ اس امریکن فرم میں دو جاسوس بھی ہیں۔ ان میں سے ایک جاسوس ابھی آدھا گھنٹا پہلے ایک فلائٹ کے ذریعے امریکا گیا ہے۔ اسی نے آپ کے کمرے سے اس مشین کو چرایا ہے۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''اسے کیسے معلوم ہوا کہ مشین میرے پاس ہے؟''

''وہ خود نہیں جانتا۔ اس کے خیالات کہہ رہے ہیں کہ وہ سحرزدہ سا ہوکر آپ کے کمرے میں پہنچ گیا تھا اور وہاں سے بریف کیس لے آیا تھا۔ اس کے بعد اس کے ایک اعلیٰ افسر نے وہ بریف کیس اس سے لے لیا تھا۔ وہ اعلیٰ افسر بھی اسی فلائٹ کے ذریعے امریکا جارہا ہے لیکن وہ یوگا میں مہارت رکھتا ہے۔ میں اس کے اندر نہیں پہنچ پاؤں گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''بابا صاحب کے ادارے میں غیر معمولی مشینیں ہیں۔ کسی مشین کے ذریعے یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ یوگا جاننے والا اسے کہاں لے جارہا ہے؟''

الپا نے کہا۔ ''وہ نیویارک جائے گا۔''

''ٹھیک ہے' وہ نیویارک کے ایرپورٹ پر اترے گا تو بابا صاحب کے ادارے میں اس مشین کے ذریعے اسے دیکھا جاسکے گا پھر اس مشین کو کسی بھی تدبیر سے واپس لے لیا جائے گا۔ تم ابھی ادارے میں انکل شیرازی کے پاس جاؤ اور یہاں کے تمام حالات انہیں بتاؤ۔''

الپا دوسرے ہی لمحے میں شیرازی کے اندر پہنچ کر بولی۔ ''انکل میں ہوں الپا۔ یہ بری خبر سنانے آئی ہوں کہ مما کے پاس جو غیر معمولی مشین تھی' اسے کوئی امریکی چرا کر لے گیا ہے۔ یہاں ادارے میں جو مشینیں رکھی گئی ہیں' ان کے ذریعے اس چور کو دیکھا جاسکتا ہے۔ میں آپ کے ذریعے اسکرین پر اسے دیکھوں گی پھر کسی تدبیر سے اسے واپس لینے کی کوشش کی جائے گی۔''

شیرازی نے اپنے ماتحتوں سے کہا۔ ''ہمارے پاس جو چار عدد مشینیں ہیں' ان سب کو آن کرو۔ جب بھی وہ دشمن سونیا کی مشین کو آن کریں گے تو ہماری اسکرین پر نظر آنے لگیں گے۔''

پھر شیرازی نے الپا سے کہا۔ ''پتا نہیں اس بریف کیس کو نیویارک پہنچ کر کھولا جائے گا یا واشنگٹن کے سائنسدانوں تک پہنچانے کے بعد آپریٹ کیا جائے گا؟ ہمیں اس وقت تک انتظار کرنا پڑے گا۔ ہماری یہ چار مشینیں باری باری آن رکھی جائیں گی۔''

الپا نے سونیا کے پاس آ کر یہ ساری باتیں بتائیں۔ وہ مایوس ہو کر بولی۔ ''اس کا مطلب ہے' وہ مشین امریکی سائنسدانوں تک پہنچ جائے گی۔ آئندہ وہ بھی ایسی مشینیں ضرور تیار کریں گے۔ میں نے ششما کپور کی باتوں میں آ کر بہت بڑا دھوکا کھایا ہے۔''

''مما! وہ بے چاری اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔''

''مجھے یقین ہے' وہ ایک سیدھی سادی سی شریف عورت ہے۔ کسی کی سازش میں شریک نہیں ہے لیکن انجانے میں کسی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آلۂ کار بن گئی ہے۔ اس خیال خوانی کرنے والے نے بڑی ہوشیاری اور چالبازی سے اس کے اندر رہ کر یہ سارا کھیل کھیلا ہے۔ اس نے اپنی آواز اور لب ولہجہ نہیں سنایا ہے۔ اسی لیے تم ششما کے اندر رہنے کے باوجود اس چھپے ہوئے شخص کو ڈھونڈ نہ سکیں۔''

الپا نے کہا۔ ''میں شرمندہ ہوں۔ دشمن کی چالبازیوں کو نہ سمجھ سکی۔''

سونیا نے کہا۔ ''مجھے بھی شرمندہ ہونا چاہیے۔ میں نے بھی دھوکا کھایا ہے لیکن ندامت کا خیال دل میں نہ لاؤ۔ ہم اپنے مقدر میں ہمیشہ کامیابی لکھوا کر نہیں لائے ہیں۔ کبھی کبھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔''

''مما! اب وہ خیال خوانی کرنے والا آپ کے پیچھے پڑ جائے گا۔ آپ کے لیے یہاں بہت خطرہ ہے۔''

''میں یہاں سے کسی دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں جاؤں گی تو کیا خطرہ ٹل جائے گا؟ جو دشمن مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہیں' وہ کسی دوسری جگہ جانے کے بعد بھی میرے پیچھے پڑے رہیں گے۔ ایسی آنکھ مچولی کھیلنے والوں سے نمٹنا چاہیے۔ تب ہی وہ میرے ہتھے چڑھیں گے۔''

''مما! یہاں جو امریکن جاسوس ہے۔ میں اسے ٹریپ کر کے ہوٹل میں پہنچاتی ہوں۔ آپ اسے ایک نظر دیکھ لیں۔ ایسے ہی لوگ آپ کو جانی نقصان پہنچانا چاہیں گے۔''

''ٹھیک ہے' اسے ہوٹل کی وزیٹرز لابی میں لے آؤ مگر یاد رکھو' اس کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہو سکتا ہے۔ تم محتاط رہو گی اور اپنی آواز اور لب ولہجے میں کچھ نہیں کہو گی۔''

''او کے مما! میں محتاط رہوں گی۔''

وہ اس جاسوس کے اندر پہنچ گئی پھر وہاں خاموش رہ کر معلوم کرنے لگی کہ اس کے اندر کوئی موجود ہے یا نہیں؟ وہ جاسوس ایک کمرے میں تین آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

وہ سب اپنی اپنی گن لوڈ کر رہے تھے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ سب اسی ہوٹل کی طرف جا رہے ہیں' جہاں سونیا اس جاسوس کا انتظار کر رہی ہے۔

وہ تربالا کی مرضی کے مطابق اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ ''ہماری معلومات کے مطابق وہ غیر معمولی مشین سونیا کے پاس تھی لہٰذا جو عورت رمیش کپور کے گھر میں رہنے آئی ہے' وہی سونیا ہے۔''

ایک نے کہا۔ ''تو پھر ہمیں رمیش کے گھر جانا چاہیے۔''

اس جاسوس نے کہا۔ ''نہیں' ابھی مجھے اطلاع ملی ہے' وہ ہوٹل کوماہوٹو کے کمرا نمبر فور زیرو تھری میں ہے۔''

اس کے ساتھی نے الپا کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ ''تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ اسی ہوٹل کے اسی کمرے میں ہے؟''

''یہ تو میں نہیں جانتا مگر ایک اندازہ ہے کہ ہمارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سارے معاملات کی خبر رکھتے ہیں اور وہ ضرورت کے وقت ہمارے اندر آ کر خود کو ظاہر کیے بغیر ہمیں گائیڈ کرتے ہیں کہ کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے؟''

الپا نے اس کے ساتھی کے دماغ پر قبضہ جماتے ہوئے کہا۔ ''تو پھر تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اب ان کی یہ آنکھ مچولی زیادہ دیر نہیں چلے گی۔ وہ سونیا تک پہنچنے سے پہلے ہی جہنم پہنچ جائیں گے۔''

یہ کہتے ہی اس نے جاسوس کو اپنی گن کے نشانے پر رکھ لیا۔ اس کے دوسرے ساتھی نے کہا۔ ''یہ تم کیا کر رہے ہو؟ دیکھو... یہ ہمارے افسر ہیں ان پر گولی نہ چلانا۔''

الپا نے اس کے ذریعے اعتراض کرنے والے کو پہلے گولی ماری۔ تیسرا اپنی گن اٹھانا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی الپا کے آلۂ کار نے اسے بھی گولی مار دی۔ جاسوس کے لیے اتنی مہلت ہی کافی تھی۔ اس نے اپنی گن سے الپا کے آلۂ کار کا نشانہ لیا اور پھر اسے گولی مارتے ہوئے کہا۔ ''میں سمجھ گیا ہوں تو ہمارے دشمنوں کا آلۂ کار بن گیا ہے۔''

الپا نے اس کے اندر آ کر کہا۔ ''تو نے سمجھنے میں بڑی دیر کر دی۔ ویسے میں تجھے فوراً ہی ہلاک نہیں کروں گی۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آواز دے اور یہ دیکھ کہ وہ تیری موت کا رخ پھیر سکتے ہیں یا نہیں...؟''

وہ سہم کر بولا۔ ''میں نہیں جانتا کہ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے اور کب میرے پاس آتا ہے؟ اگر وہ ابھی ہوگا تو تیری باتیں سن رہا ہوگا اور میری حفاظت کے لیے کچھ

مرنا چاہتا ہوگا۔''

''میں تجھے مہلت دیتی ہوں۔ ایک سے دس تک گن جب گنتی ختم ہوجائے گی تو تو بھی ختم ہوجائے گا۔''

وہ گننے لگا۔ ہر گنتی کے ساتھ اپنے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آوازیں دینے لگا۔ تربالا اس کے اندر خاموش تھا۔ یہ تو پہلے سے طے کر چکا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نہیں ٹکرائے گا۔ اگرچہ اس جاسوس کے ساتھی مارے گئے تھے اور اب وہ بھی مارا جانے والا تھا تربالا کے لیے کوئی فرق نہ پڑتا۔ آئندہ وہ سونیا کو ہلاک کرنے کے لیے دوسرے آلۂ کار بنا سکتا تھا۔

اس کی گنتی ختم ہوگئی۔ الپا نے بڑی مضبوطی سے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے چپ چاپ اپنے ریوالور سے خودکشی کرلی۔ الپا نے واپس آکر سونیا کو وہاں کے تمام حالات بتائے۔ اس نے کہا۔ ''وہ دوسرا جاسوس نیویارک پہنچنے والا ہے۔ اس کا اعلیٰ افسر جو یوگا کا ماہر ہے۔ اسی جہاز میں ہے۔ وہ بھی نیویارک کے ایرپورٹ پر اترے گا۔ تم اس دوسرے جاسوس کے ذریعے یوگا جاننے والے کو بھی ہلاک کرسکتی ہو اور اس مشین کو تباہ کرسکتی ہو۔''

''یس مما! میں یہی کرنے جا رہی ہوں۔ آپ اپنا خیال رکھیں۔ دشمن نیچے جھاڑ کر آپ کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔''

''ڈونٹ وری۔ میں اپنے پیچھے لگنے والوں سے نمٹ لوں گی۔''

الپا نے کبریا اور عالی کو اپنے پاس بلایا۔ انہیں بتایا کہ ان کی مما کے ساتھ کیا ہوا ہے اور کس طرح مشین ہاتھ سے جاچکی ہے۔ عالی نے کہا۔ ''وہ مشین ان امریکیوں کے لیے ٹیلی پیتھی جیسے غیر معمولی علم سے بھی زیادہ اہم ہوگی۔ وہ اسے اپنے سائنسدانوں تک پہنچانے کے لیے جی جان سے کوشش کریں گے اور بڑے سخت حفاظتی انتظامات بھی۔''

الپا نے کہا۔ ''اسی لیے میں نے تم دونوں کو بلایا ہے۔ ہم تین خیال خوانی کرنے والے ان سے اچھی طرح نمٹ سکیں گے۔''

انہوں نے واقعی بہت سخت حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ یہ بات تمام اکابرین سے بھی چھپائی گئی تھی کہ غیر معمولی مشین حاصل ہوگئی ہے اور اسے واشنگٹن کے سائنسدانوں تک پہنچایا جا رہا ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمے داری یوگا جاننے والے افسران کی ٹیم نے سنبھالی تھی۔ انہوں نے ایرپورٹ پر سخت سیکیورٹی کے انتظامات کیے تھے۔ جس رن وے پر وہ طیارہ اترنے والا تھا' وہاں آرمی کے مسلح جوانوں کو پہنچا دیا گیا تھا۔

تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس جاسوس کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ جہاں پہلے سے الپا' عالی اور کبریا بھی موجود تھے۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خاموش تھے' یہ نہیں جانتے تھے کہ اس جاسوس کے اندر کون کون موجود ہے؟

ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شبہ تھا کہ مسلمان خیال خوانی کرنے والے جاپان سے اس جاسوس کا پیچھا کرتے ہوئے آرہے ہوں گے۔ اسی طرح الپا' عالی اور کبریا نے اندازہ لگایا تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس جاسوس کے اندر رہ کر یوگا جاننے والے اس اعلیٰ افسر کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ جس نے غیر معمولی مشین کو اپنی تحویل میں لے رکھا تھا۔

کبریا اس جہاز کے پائلٹ کے اندر پہنچ گیا تھا۔ وہ پائلٹ نیویارک ایرپورٹ کے متعلقہ افسران سے باتیں کر رہا تھا۔ اس طرح کبریا ان افسران تک پہنچ گیا۔ ان کے ذریعے معلوم ہوا کہ رن وے پر مسلح فوج کا پہرا ہے اور آرمی کے جوان ہر جگہ دندناتے پھر رہے ہیں۔

اس نے الپا اور عالی سے کہا۔ ''میرے ذریعے ان افسران تک پہنچو۔ ہمیں معلوم کرنا ہے کہ وہ رن وے پر کیا کر رہے ہیں؟''

وہ یکے بعد دیگرے کئی افسران کے اندر پہنچنے لگے۔ وہاں یہ حکم سنایا گیا تھا کہ جب طیارہ رن وے پر آکر رکے گا تو پہلے مسافروں کو اتر کر عمارت کے اندر جانے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کے بعد صرف یوگا جاننے والے چار افسران اس بریف کیس کو اپنی تحویل میں لیں گے۔

اس بات کا یقین کرلیا گیا تھا کہ طیارے کے اندر کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ ہتھیار رکھنے والے صرف یوگا کے افسران اندر جائیں گے۔ باقی تمام مسلح افسران اور آرمی کے جوان باہر مستعد کھڑے رہیں گے۔

الپا' عالی اور کبریا نے اعلیٰ حضرت کے پاس آکر کہا۔ ''ہمیں دس بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے۔ پلیز' انہیں ہمارے پاس بھیج دیں۔''

بابا صاحب کے ادارے سے چند منٹوں میں پندرہ عدد ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا' عالی اور کبریا کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے پلاننگ کی کہ موجودہ حالات میں انہیں کیا کرنا چاہیے؟ یہ طے کیا گیا کہ مسافروں کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔ جب وہ طیارے سے اتر کر چلے جائیں گے تب اس بریف کیس کو وہاں سے کسی بھی قیمت پر آگے جانے نہیں دیا

جائے۔

اس طیارے کے پہنچنے تک سب ہی ذہنی الجھن میں مبتلا رہے کہ نہ جانے کیا ہونے والا ہے؟ آرمی کے افسران یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ وہ جسمانی طور پر وہاں موجود نہیں تھے۔ رن وے پر صرف آرمی کے افسران اور جوان موجود تھے۔ کسی طرح کا بھی ہنگامہ برپا ہونے پر انہیں نقصان پہنچے گا۔

وہ طیارہ رن وے پر اترنے کے بعد ان مسلح فوجیوں کے درمیان آکر رک گیا۔ یوگا جاننے والے افسران نے اپنے طریقۂ کار کے مطابق پہلے طیارے کے مسافروں کو باہر نکل کر عمارت میں جانے کی اجازت دی۔ جب آخری مسافر بھی چلا گیا تو وہ چاروں یوگا جاننے والے افسران سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگے۔

الپا وغیرہ نے جن افسران کو اپنے قابو میں کر رکھا تھا' ان میں سے ایک نے راستہ روکتے ہوئے انہیں گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''تم چاروں نہیں جاؤ گے۔''

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''اس افسر کے دماغ پر کسی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے نے قبضہ جمایا ہوا ہے۔ آپ چاروں یوگا جاننے والے اس افسر کو ہلاک کرنے کے بعد ہی طیارے کے اندر جاسکیں گے۔''

وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک آلۂ کار کے ذریعے بول رہا تھا۔ اس کی بات ختم ہوتے ہی مزید چھ افسران سیڑھیوں کے پاس آکر بندوقیں تان کر کھڑے ہوگئے۔

ان میں سے ایک افسر کہنے لگا۔ ''اندر جانے کے لیے صرف ایک افسر کو نہیں' ہمیں بھی ہلاک کرنا ہوگا۔''

وہ سب طیارے کے باہر ایک دوسرے سے الجھے ہوئے تھے۔ بحث میں مصروف تھے۔ کبریا طیارے کے اندر آیا۔ وہاں صرف دو ہی لوگ تھے۔ ایک وہ جاسوس تھا جس کے دماغ میں الپا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے آسانی سے پہنچ جاتے تھے۔ دوسرا وہ اعلیٰ افسر تھا جو یوگا کا ماہر تھا۔ وہ دونوں انتظار کر رہے تھے کہ آرمی کے افسران وہاں آکر انہیں بحفاظت اپنے ساتھ لے جائیں۔

کبریا نے اس جاسوس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ کبریا کی مرضی کے مطابق وہاں سے اٹھ کر جہاز کے اس حصے میں گیا جہاں کھانے پینے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ وہاں سے وہ چاقو اٹھا کر دوڑتا ہوا آیا پھر اس نے یوگا جاننے والے اعلیٰ افسر پر حملہ کردیا۔ دونوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی۔ وہ یوگا جاننے والا زخمی ہوگیا تھا۔ عالی نے کہا۔ ''کبریا! بس کرو۔ یہ زخمی ہوچکا ہے۔ ہم اس کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔ اپنے آلۂ کار کو دور لے جاؤ۔''

دونوں بہن بھائی نے ان کے دماغوں پر اچھی طرح قبضہ جمایا اور وہ دونوں اس بریف کو لے کر جہاز کے اس حصے میں آئے جہاں کھانے کے برتن' چاقو اور فورک وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان چاقوؤں اور فورک کے ذریعے مشین کے ایک ایک پرزے کو الگ کرنا شروع کردیا۔ وہاں ایک ہیٹر تھا۔ اسے آن کیا پھر اس مشین کے ایک ایک پرزے کو اس ہیٹر پر ڈال دیا۔ ایسے ہی وقت باہر فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے یوگا جاننے والے افسران کے پاس آکر کہا۔ ''طیارے کے اندر اس مشین کو تباہ کیا جارہا ہے۔ ہم انہیں روک نہیں سکتے کیونکہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کے دماغوں پر پوری طرح قبضہ جما رکھا ہے۔ کسی بھی طرح اندر جاؤ اور انہیں روکو۔''

یہ سنتے ہی یوگا جاننے والے افسران نے فائرنگ شروع کردی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگے۔ دوسرے افسران جو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے بھی جوابی فائرنگ کی۔ اس کے نتیجے میں لاشیں گرنے لگیں۔ جو بھی جہاز کی سیڑھیوں کی طرف بڑھنا چاہتا' وہ مارا جاتا۔ جب وہ چاروں یوگا جاننے والے افسران مارے گئے تو فائرنگ تھم گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ طیارے کے دروازے پر امریکن جاسوس اور اس کا اعلیٰ افسر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ اس نے اس بریف کیس کو کھولا تو اندر کچھ نہیں تھا۔ اس کے تمام اہم پرزے ہیٹر کے ذریعے گلا دیے گئے تھے۔ سارا جھگڑا ختم ہوچکا تھا۔ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے جاچکے تھے۔

آدھے گھنٹے بعد بابا صاحب کے ادارے میں ان چار غیر معمولی مشینوں کو آن کیا گیا تھا۔ ان کے ذریعے امریکا' انگلینڈ' فرانس اور جرمنی کے اکابرین کو دیکھا جارہا تھا اور ان سے کہا جارہا تھا۔ ''ہم نے سیارے والوں کو شکست دی اور انہیں واپس جانے پر مجبور کردیا۔ اس کے بعد ہم چاہتے تو تم لوگوں کو بھی اچھی طرح کچل کر رکھ دیتے لیکن ہم امن و امان چاہتے ہیں۔ اس لیے تمہارے غرور کو تمہاری فرعونیت کو درگزر کرتے رہے اور اپنی جگہ چپ چاپ بیٹھ

گئے۔ لیکن تم سب کیسے چپ رہتے؟ یہ تو ہمارے آخری رسول ﷺ پر نازل ہونے والی آخری مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ یہودی اور عیسائی کبھی دوست بن کر نہیں رہیں گے۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے حیلے بہانے ڈھونڈتے رہیں گے اور تم نے پھر ایک بار یہ بہانہ ڈھونڈ لیا۔ بڑی چالبازی سے وہ غیر معمولی مشین چھین کر لے گئے اور سونیا پر قاتلانہ حملہ بھی کیا۔ مگر دیکھ رہے ہو.... اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو' نتیجہ کیا ہوا؟ تمہاری آرمی کے پچیس اعلیٰ افسران اور کتنے ہی سپاہی مارے گئے۔ وہ مشین تمہارے ہاتھوں میں ہی تباہ ہو گئی۔ ہمارا تو کچھ نہیں گیا کیونکہ ہمارے پاس ایسی کئی مشینیں ہیں اور آئندہ بھی ہم ایسی مشینیں تیار کرتے رہیں گے۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''یہ الزام غلط ہے کہ ہم نے سونیا کو ہلاک کرانے کی کوشش کی تھی۔ البتہ یہ دُرست ہے کہ ہم نے غیر معمولی مشین کو حاصل کرنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ دنیا کے تمام حکمران زیادہ سے زیادہ طاقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تمہارے پاس اس مشین کی جو غیر معمولی قوت ہے' وہ ہم بھی حاصل کرنے کا حق رکھتے ہیں مگر ایسی کوششوں کے دوران ہماری طرف سے کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچایا گیا ہے۔''

''تم لوگوں نے جانی نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہے۔ ہماری غیر معمولی مشین نے تمہارے ان آلۂ کاروں کی متحرک تصویریں اور باتیں ریکارڈ کی ہیں۔ انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے ذریعے سونیا کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اور ان کی رہنمائی کر رہے ہیں۔''

ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پہلے انہیں سونیا کے اس اپارٹمنٹ میں پہنچایا' جہاں وہ پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہتی تھی پھر وہ اپنی حفاظت کی خاطر اس اپارٹمنٹ سے ایک ہوٹل میں گئی تو تمہارے خیال خوانی کرنے والوں نے ان آلۂ کاروں کو اس ہوٹل کا پتا بتا دیا لیکن ہم نے انہیں سونیا تک پہنچنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ جہاں تھے' انہیں وہیں خاک میں ملا دیا گیا۔

وہ ساری متحرک فلمیں ہماری غیر معمولی مشین میں محفوظ ہیں۔ لاکھ حیلے بہانے کرو مگر تمہارے بارے میں ایک حقیقت اٹل ہے کہ تم لوگ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی کم ظرف اور احسان فراموش ہو۔ ہم سوچ رہے ہیں' آئندہ تم لوگوں کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ہم تمہاری کم ظرفی کا علاج کس طرح کرنے والے ہیں؟''

تمام اکابرین یہ باتیں سن رہے تھے اور پریشان ہو رہے تھے۔ یہ بات انہیں صدمہ پہنچا رہی تھی کہ غیر معمولی مشین جیسا ہتھیار ان کے پاس تباہ ہو گیا۔ اگر وہ مشین ثابت و سالم ان کے پاس پہنچتی تو ابھی مسلمانوں کو منہ توڑ جواب دیا جاتا۔ ناکامی ان کا مقدر بن گئی تھی۔ وہ صرف مسلمانوں کے مقابلے پر ہی نہیں سیارے والوں کے مقابلے پر بھی ناکام ہوتے آئے تھے۔

انہوں نے اپنے انٹیلی جنس اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا۔ ''ہمارے ستارے گردش میں ہیں۔ ہم اپنے ٹھوس منصوبوں پر عمل کرتے ہیں پھر بھی ناکام ہوتے رہتے ہیں۔ فی الحال بابا صاحب کے ادارے اور فرہاد کی فیملی کے خلاف کوئی سازش نہ کی جائے۔ اگر کسی پلاننگ کے نتیجے میں سو فیصد کامیابی کا یقین ہو' تب ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔''

انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سختی سے منع کیا اور کہا کہ سونیا پر کبھی حملہ نہ کیا جائے اگر وہ کہیں نظر آئے تو اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ ہم آئندہ اور زیادہ نقصانات اٹھانے کے متحمل نہیں ہیں۔

تربالا اپنی خفیہ رہائش گاہ میں بیٹھا مشین کی اسکرین پر ان تمام اکابرین کو باری باری دیکھ رہا تھا۔ اس نے وہ دھمکیاں بھی سنی تھیں' جو بابا صاحب کے ادارے سے دی گئی تھیں اور اب ان اکابرین کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی سن رہا تھا۔

اس نے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرتے ہوئے اپنی کارکردگی کی تمام رپورٹ اسے سنائی۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔ ''یہ تُو نے اچھا کیا کہ دور ہی دور سے سونیا پر قاتلانہ حملہ کرایا۔ وہ اور بابا صاحب کے ادارے والے دھوکا کھا رہے ہیں اور اکابرین کو اپنا دشمن سمجھ رہے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''فی الحال سونیا پر حملے نہ کرنا۔ مسلمانوں کو یہی سمجھنا چاہیے کہ وہ اکابرین ان کی دھمکی سے سہم گئے ہیں اور اب ان سے دشمنی نہیں کریں گے... آئندہ تُو دوسرے پہلوؤں سے انہیں ایک دوسرے کا دشمن بنائے گا۔''

''میں تیری رہنمائی چاہتا ہوں۔''

''تُو نے دوسرا اچھا کام یہ کیا کہ غیر معمولی مشین کو ان اکابرین تک پہنچانے کی کوشش کی۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ وہ مشین ان کے ہاتھ نہ لگی...... کسی کی نہ رہی تباہ ہو گئی۔ آئندہ تجھے

مسلمانوں کی طرف سے ان اکابرین پر بھرپور حملہ کرنا
چاہیے۔ تُو وہاں بیٹھا ان اکابرین کی کمزوریوں کو، ان کے
ارادوں کو اچھی طرح سمجھ رہا ہے۔ ان ہی رازوں اور
کمزوریوں کے حوالے سے تجھے ان پر حملہ کرنا چاہیے۔"

"میں پہلے کی طرح کوئی غلطی کیے بغیر اس بار بھی ضرور
کامیابی حاصل کروں گا۔"

"کیا تیرے ذہن میں کوئی بات ہے۔ اگر ہے تو مجھے
بتا کیا کرنا چاہتا ہے؟"

"ابھی میں تمام اکابرین کے اندر پہنچ کر باری باری
ان کے خیالات پڑھوں گا اور سوچوں گا کہ ان کی کس کمزوری
کو کس راز کو اچھالا جا سکتا ہے؟ بہرحال اس بار مسلمانوں کی
طرف سے زبردست حملے کا ناٹک کیا جائے گا۔"

تربالا نے رابطہ ختم کر دیا پھر امریکی اکابرین کی طرف
توجہ دینے لگا۔ اپنی مشین کی اسکرین پر انہیں باری باری دیکھنے
لگا۔ چند اکابرین ایک کمرے میں بیٹھے ساؤتھ ایشیا کے
معاملات پر بات کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔ "ہم ساؤتھ
زون میں انڈیا کو مضبوط کرتے رہیں گے تو جمہوریہ چین اپنی
سرحدوں سے آگے بڑھ کر انڈیا، پاکستان، ازبکستان اور
افغانستان وغیرہ کو اپنے زیر اثر نہیں لا سکے گا۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "انڈیا ہمیشہ روس سے
دوستی کرتا رہا ہے۔ اس کے زوال کے بعد اب کسی حد تک
ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے لگا ہے لیکن وہ پوری طرح
ہمارے قابو میں نہیں ہے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "افغانستان کو تو ہم نے
پوری طرح کھنڈر بنا دیا ہے۔ وہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم
کر رہے ہیں۔ پاکستان کو اس قدر مقروض بنا دیا ہے کہ وہ
ہمیشہ ہماری ایک چٹکی میں رہتا ہے۔ ہم جب چاہیں گے اسے
مسل ڈالیں گے لیکن انڈیا ایک چٹکی میں نہیں آئے گا۔ اسے
[illegible] طرح مٹھی میں لینا ہوگا۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "انڈیا کو بھی ہماری طرح
[illegible] یہ چین سے خطرہ ہے۔ وہ اپنی فوجی قوت کو بڑھانے
[illegible] وہ سے زیادہ ایٹمی طاقت بننے کے لیے ہم سے معاہدہ
[illegible]نے والا ہے۔ اس سلسلے میں ہماری وزارت خارجہ کا ایک
[illegible] نمائندہ انڈیا پہنچنے والا ہے۔ وہاں ابتدائی گفتگو ہوگی۔
[illegible] سمجھوتے پر دستخط کیے جائیں گے پھر ان کی اور ہماری
[illegible] کے سربراہوں کے درمیان فائنل سمجھوتا ہوگا۔ اس کے
[illegible] ہم انڈیا کو ایشیا کی سب سے بڑی ایٹمی قوت
[illegible] گے۔"

تربالا ان کی باتیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا پھر اس
نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں یہ خیال پیدا کیا۔
"جو خاص نمائندہ یہاں سے جا رہا ہے مجھے اس سے رابطہ کرنا
چاہیے۔"

اس اعلیٰ افسر نے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے اپنے
ساتھیوں سے کہا۔ "مسٹر والٹر اسکاٹ انڈیا پہنچ گئے ہوں۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہاں پہنچ تو گئے ہوں گے۔"

اعلیٰ افسر نے اپنا موبائل فون اٹھا کر نمبر پنچ کرتے
ہوئے کہا۔ "اگر والٹر اسکاٹ نے یہ ابتدائی معاملات طے
کر لیے تو انڈیا ہماری مٹھی میں ہوگا اور جمہوریہ چین کی طرف
سے بھی خطرہ بہت کم ہو جائے گا۔"

رابطہ ہوتے ہی والٹر کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مسٹر پیٹر
سن! میں ابھی آپ کو فون کرنے ہی والا تھا۔ انڈیا پہنچ گیا
ہوں۔ یہاں میرا اور میرے مشیروں کا شاندار استقبال کیا گیا
ہے۔ یہاں رات ہو چکی ہے۔ کل صبح دس بجے ہماری میٹنگ
ہوگی اور تمام معاملات طے ہوں گے۔ معاہدے پر دستخط
ہوتے ہی میں سب سے پہلے آپ کو خوشخبری سناؤں گا۔"

تربالا نے والٹر کی آواز اور لب و لہجہ سنتے ہی اسے آڈیو
سسٹم کے ذریعے کیچ کیا پھر مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔ چند
منٹ کے اندر ہی والٹر اسکرین پر نظر آنے لگا۔ وہ اس کے
دماغ میں پہنچ گیا تھا لیکن اس کے خیالات پڑھنا ضروری نہیں
تھا۔ دوسری صبح دس بجے اس سے نمٹا جا سکتا تھا۔ وہ دماغی طور
پر حاضر ہو گیا۔ اپنی مشین کو بند کر کے سوچنے لگا کہ کس طرح
ان کے منصوبوں کو خاک میں ملایا جائے اور اس کا الزام
مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر لگایا جائے؟

تربالا نے میری پوری ہسٹری پڑھی تھی۔ اسے یہ معلوم
تھا کہ پاکستان میرا آبائی وطن ہے۔ میں کس صوبے اور کس
شہر میں پیدا ہوا تھا یہ اسے یاد نہیں رہا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے
لیے وہ ماورا کے اندر چپ چاپ پہنچ گیا۔ وہ پورس کے ساتھ
کھانے کی میز پر تھی۔ دونوں باتیں کر رہے تھے۔

اس نے تربالا کی مرضی کے مطابق پورس سے پوچھا۔
"یہ تو میں جانتی ہوں کہ پاپا پاکستان میں پیدا ہوئے تھے لیکن
ان کا تعلق کس علاقے سے ہے؟"

پورس نے کہا۔ "وہ پنجاب کے ایک چھوٹے سے شہر
شاہ کوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔"

وہ بولی۔ "تم نے اپنے آبائی وطن کو بالکل ہی چھوڑ دیا
ہے بلکہ بھلا دیا ہے۔"

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "ہاں ایک بار

پاپا کہہ رہے تھے کہ شاہ کوٹ اور لاہور میں اپنی جائیداد بنانی چاہیے۔ وہاں رہائش کے لیے خوبصورت کوٹھیاں بنائی جائیں گی اور ہم بھی وہاں جا کر رہا کریں گے۔''

تربالا کے لیے اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ دوسری صبح دس بجے والٹر کو شاہانہ پروٹوکول دیا گیا۔ وہ راجدھانی کے ایک کانفرنس ہال میں آیا۔ وزارت خارجہ کے سیکرٹری اور آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ وہ سب اپنے اپنے مشیروں کے ساتھ ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ والٹر کے اپنے سیکیورٹی گارڈز تھے جو اس کے پیچھے کھڑے تھے۔

تربالا مشین کی اسکرین پر انہیں دیکھ رہا تھا اور والٹر کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ دونوں ممالک کے نمائندے باہمی تعاون کے متعلق ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ ایسے وقت تربالا نے ایک عورت کی آواز بناتے ہوئے والٹر کے اندر کہا۔ ''مجھے پاکستان اور جمہوریہ چین کے خلاف یہ معاہدہ پسند نہیں ہے۔''

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔ ''یہ...... یہ میرے اندر کیسی آواز سنائی دے رہی ہے؟''

انڈین آرمی کے اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے مسٹر والٹر اسکاٹ! آپ کے ساتھ پرابلم کیا ہے؟''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''میرے اندر کوئی عورت بول رہی ہے کہ اسے پاکستان اور جمہوریہ چین کے خلاف یہ معاہدہ پسند نہیں ہے۔''

تربالا نے اسی طرح نسوانی آواز میں کہا۔ ''ہاں، پاکستان ہمارے پاپا فرہاد علی تیمور کا وطن ہے۔ ہم اپنے ملک کے مقابلے میں انڈیا کو ایٹمی طاقت بننے نہیں دیں گے۔''

والٹر انڈین آرمی کے اعلیٰ افسر اور وزارت خارجہ کے سیکرٹری سے کہہ رہا تھا۔ ''ابھی وہ میرے اندر کہہ رہی ہے کہ پاکستان اس کے پاپا فرہاد علی تیمور کا وطن ہے اور وہ اپنے ملک کے مقابلے میں انڈیا کو ایٹمی طاقت بننے نہیں دے گی۔''

تربالا نے اس کے اندر کہا۔ ''ہاں، اور ان سے یہ بھی کہو کہ جمہوریہ چین ہمارا بہترین دوست ہے۔ ہم اس کے خلاف انڈیا کو ایٹمی قوت بننے نہیں دیں گے۔''

والٹر ان سب کے سامنے تربالا کے الفاظ دہرا رہا تھا۔ اس کی مرضی کے مطابق کہہ رہا تھا۔ ''کیا تم یہ جانتے ہو کہ میرے پاپا پنجاب کے ایک چھوٹے سے شہر شاہ کوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ ہم کبھی اس شہر کو اس ملک کو انڈیا سے کمتر ہونے نہیں دیں گے۔''

تربالا نے والٹر کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باڈی گارڈ سے بولا۔ ''اپنا ریوالور مجھے دو۔''

وہ حکم کا بندہ تھا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور اپنا ریوالور اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے سیفٹی کیچ ہٹایا پھر اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''اب مجھے عورت کے ساتھ کسی مرد کی بھی آواز سنائی دے رہی ہے۔ یہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے حکم دے رہے ہیں کہ میں خودکشی کر لوں اور میں اس وقت اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ اپنی جان لے رہا ہوں۔

اس کانفرنس ہال کے سب ہی لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ اسے منع کرنے لگے کہ وہ ریوالور کو اپنی کنپٹی سے ہٹا لے مگر وہ دھمکی دے رہا تھا۔ ''کوئی بھی میرے قریب آئے گا تو میں خود کو مارنے سے پہلے اسے گولی مار دوں گا۔ میرا نشانہ بہت پکا ہے۔ دیکھو.... میری نشانہ بازی اپنی آنکھوں سے دیکھو۔''

یہ کہتے ہی اس نے وزارت خارجہ کے سیکرٹری کو گولی مار دی۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی دوسرے پر گولی چلاتا انڈین آرمی کے اعلیٰ افسر نے اس کے بازو پر گولی ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور گر پڑا۔ وہاں کھڑے ہوئے انڈیا کے تمام مسلح باڈی گارڈز نے والٹر اسکاٹ کے باڈی گارڈز کو نشانے پر رکھ لیا۔ ان سے ہتھیار پھینکنے کو کہا پھر اعلیٰ افسر نے حکم دیا۔ ''مسٹر والٹر اور ان کے مشیروں کو حراست میں رکھا جائے۔''

ایک امریکی نمائندے نے وزارت خارجہ کے سیکرٹری کو ہلاک کیا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ان کے درمیان ہونے والی دوستی دشمنی میں بدل سکتی تھی۔ انڈیا سے لے کر امریکا تک ہلچل سی پیدا ہو گئی کہ یہ اچانک کیا ہو گیا ہے؟

دوسرے امریکی نمائندے اور انٹیلی جنس والے انڈیا پہنچ گئے تھے۔ انکوائری ہو رہی تھی۔ والٹر اسکاٹ حراست میں زیرِ علاج تھا۔ وہ یہی بیان دے رہا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ وہ اپنے اختیار سے باہر ہو گیا تھا۔ اسی لیے اس نے ایسی واردات کی ہے۔

امریکا اور انڈیا کے اکابرین بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ قائم کرنے لگے۔ الزام دینے لگے انڈیا کے اکابرین پوچھ رہے تھے کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے خوامخواہ ہم سے دشمنی کیوں کی ہے؟

اور امریکی اکابرین کہہ رہے تھے۔ ''دراصل دشمنی ہم سے کی گئی ہے اور ہماری وجہ سے ایک انڈین اعلیٰ عہدیدار کو گولی ماری گئی ہے۔ امریکا اور انڈیا کے درمیان ہونے والے ایک معاہدے کو بڑے ہی غیر انسانی طریقے سے روکا گیا ہے۔''

بابا صاحب کے ادارے سے جواب دیا گیا۔ ''یہ سراسر مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر الزام ہے۔ ہم میں سے کسی نے ایسی کوئی غیر انسانی حرکت نہیں کی ہے۔''

بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے انکار کیا جارہا تھا لیکن مسلمانوں کے خلاف ٹھوس ثبوت یہ تھا کہ والٹر قسمیں کھا کر بیان دے چکا تھا اور کتنے ہی انڈین عہدیدار اور آرمی کے اعلیٰ افسران چشم دید گواہ تھے۔ والٹر کے بیان کے مطابق مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے صاف طور پر یہ کہا تھا کہ انہیں امریکا اور انڈیا کے درمیان ہونے والا معاہدہ پسند نہیں ہے۔

والٹر نے خیال خوانی کرنے والی ایک عورت کی آواز سنی تھی۔ یہ اس عورت کے الفاظ تھے کہ پاکستان اس کے پاپا فرہاد علی تیمور کا وطن ہے۔ وہ اس ملک کو انڈیا کے مقابلے میں کمتر ہونے نہیں دے گی۔

ہمارے کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے والٹر اسکاٹ کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ بے شک اس کا بیان اپنی جگہ سچ ہے لیکن اس کے دماغ میں بولنے والی وہ مسلمان خاتون نہیں تھی اور نہ ہی کوئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر گیا تھا۔ ہم حیران ہیں کہ ایسی واردات کس نے کی ہے؟ اور اس کی وجہ سے ہمیں کیوں بدنام کیا جارہا ہے؟

بابا فرید واسطی اور اعلیٰ حضرت اصل حقیقت جانتے تھے لیکن خاموش تھے۔ یہ قدرتی معاملات تھے۔ ظالموں کو ڈھیل دی جارہی تھی پھر ان کے گلے میں پڑے ہوئے پھندوں کو سخت کیا جانے والا تھا۔ الپا، عالی، مادرا اور کبریا سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے پاس آکر اس سلسلے میں بول رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ ان کے خلاف گہری سازش کی جارہی ہے۔

عالی نے کہا۔ ''مسٹر! (الپا) ہم تینوں کے سوا کوئی اور خاتون ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے پھر والٹر کے اندر کون بول رہی تھی؟''

الپا نے کہا۔ ''یہ سوال سب سے اہم ہے۔ اس کا جواب مل جائے تو حقیقت سامنے آجائے گی کہ ہمارے خلاف کون کیا کررہا ہے؟''

کبریا نے کہا۔ ''جو بھی کررہا ہے، بڑی زبردست پلاننگ کے ساتھ کررہا ہے۔ یہ تو ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ کوئی مرد ہے جو عورت کی آواز میں بولتا رہا ہوگا۔''

الپا نے کہا۔ ''اس نے باتوں ہی باتوں میں پاپا کا ذکر کیا ہے۔ پاکستان سے دلی اور جذباتی وابستگی ظاہر کی ہے۔ یہ تاثر دیا ہے کہ ہم نے ہی وہ واردات کی ہے۔''

بڑے ہی ٹھوس ثبوت اور چشم دید گواہ تھے۔ الپا وغیرہ کے انکار کے باوجود یہ یقین سے کہا جارہا تھا کہ الپا اور عالی فرہاد علی تیمور کو پاپا کہتی ہیں۔ انہوں نے ہی والٹر کے دماغ پر قبضہ جما کر وزارت خارجہ کے سیکریٹری کو ہلاک کیا ہے اور ان دو ملکوں کے درمیان ہونے والے معاہدے کو سبوتاژ کیا ہے۔

پارس نے الپا سے کہا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا ہم کسے الزام دیں؟ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی عورت کی آواز بنا کر ایسا نہیں کریں گے کیونکہ ایسا کرنے سے ان کے معاہدے کو نقصان پہنچتا۔''

الپا نے کہا۔ ''ہوسکتا ہے ان کا یہ معاہدہ محض ڈراما بازی ہو۔ انہوں نے ہمیں بدنام کرنے کے لیے والٹر کو وہاں معاہدے کے لیے بھیجا تھا۔ انہی کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا والٹر کو اور انڈیا کے اعلیٰ عہدیداروں کو اب تک یہی سمجھا رہا ہے کہ مسلمانوں نے ایسا کیا ہے۔''

انہوں نے جاپان میں سونیا کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اور اس سے غیر معمولی مشین چھین لی تھی۔ جس کے نتیجے میں خود امریکیوں کو نقصان پہنچا تھا۔ ایسے میں بابا صاحب کے ادارے سے یہ دھمکی دی گئی تھی کہ وہ اکابرین کی کم ظرفی اور احسان فراموشی کا علاج کریں گے... اور وہ علاج اب ظاہر ہو رہا تھا۔ انہیں سزا دینے کے لیے امریکا اور انڈیا کے منصوبوں کو خاک میں ملایا گیا تھا۔ ہندوستانیوں کی نظروں میں امریکیوں کو بدنام کیا گیا تھا۔

مادرا اس سلسلے میں نہ کچھ جانتی تھی، نہ زیادہ بول رہی تھی۔ الپا اور عالی ہندوستانی اکابرین کو سمجھانے کی کوششیں کررہے تھے کہ ان کے خلاف سازش کی جارہی ہے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے انڈیا کے بھی کسی شخص کو خواہ مخواہ کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ جب بھی ان سے دشمنی کی گئی تو انہوں نے جوابا کارروائی کی۔ فرہاد علی تیمور کی فیملی کا پچھلا تمام ریکارڈ پڑھا جائے۔ سچائی ثابت ہوجائے گی۔

تربالا نے ایسی زبردست چال چلی تھی کہ سب ہی

اکابرین مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا دشمن کہہ رہے تھے۔ کبریا نے کہا۔ ''ان دونوں ممالک کے درمیان بہت ہی اہم معاہدہ ہونے والا تھا۔ اس طرح انڈیا پورے ایشیا میں سب سے بڑی ایٹمی طاقت بن جاتا اور امریکا کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ وہ انڈیا کو جمہوریہ چین کے خلاف ڈھال بنا کر رکھتا۔ وہ ابتدا سے ہی یہ چاہتا ہے کہ جمہوریہ چین اپنی سرحدوں سے آگے نہ بڑھے۔ ان حقائق کے پیش نظر ہمیں یہ رائے قائم نہیں کرنی چاہیے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے خود ہی اپنے منصوبوں کو خاک میں ملایا ہے.... ہرگز نہیں۔ وہ کبھی یہ غلطی نہیں کرسکتے۔ یہ کسی اور کی سازش ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہم تین عورتوں کے سوا اور کوئی خیال خوانی کرنے والی نہیں ہے۔ اگر کسی مرد نے عورت کی آواز بنائی ہے تو پھر وہ خیال خوانی کرنے والا شخص کون ہوسکتا ہے؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارا کوئی نیا دشمن پیدا ہوگیا ہے؟''

کبریا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''دو باتیں میرے دماغ میں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی نیا دشمن پیدا ہوگیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ سیارے والے واپس آگئے ہیں اور بڑی رازداری سے ہمارے خلاف ایسی حرکتیں کررہے ہیں۔''

اس کی اس بات نے سب ہی کو چونکا دیا۔ وہ سنجیدگی سے اس پہلو پر غور کرنے لگے۔ انہوں نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''مما! آپ تمام حالات سے واقف ہیں۔ یہ دیکھ رہی ہیں کہ کس طرح ہمیں بدنام کیا جارہا ہے؟ کبریا نے ابھی قیاس آرائی کی ہے کہ سیارے والے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ وہ بڑی رازداری سے ایسی حرکتیں کررہے ہیں۔ آپ اس سلسلے میں کیا کہیں گی؟''

سونیا نے کہا۔ ''میرے بیٹے کی قیاس آرائی دُرست ہوسکتی ہے۔ کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ ہمیں اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ سیارے والے ہمیشہ کے لیے شکست کھا کر جاچکے ہیں۔ وہ کبھی واپس نہیں آئیں گے.... نہیں۔ وہ کسی وقت بھی واپس آسکتے ہیں اور ہوسکتا ہے' وہ آگئے ہوں۔''

الپا نے کہا۔ ''مما! کیا انہیں یہ اندیشہ نہیں ہوگا کہ ہم اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے انہیں دیکھ لیں گے؟''

''فی الحال میں نہیں دیکھ سکتی۔ میری مشین تباہ ہوچکی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں جو مشینیں رکھی ہوئی ہیں' ان میں کوئی سیارے والا اسی وقت نظر آسکے گا' جب اس کی تصویر یا اس کے کوڈ نمبرز ہمارے پاس موجود ہوں گے۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''یہ بات یقینی ہے کہ گریٹ ایشورارا کبھی ہماری دنیا میں نہیں آئے گا لیکن اپنے خاص نمائندوں کو ضرور بھیجے گا اور جب تک ان نمائندوں کی صورتیں نظر نہیں آئیں گی۔ ان کی آوازیں سنائی نہیں دیں گی' تب تک ہمارے ادارے کی مشینیں انہیں کچھ نہیں کرسکیں گی۔''

کبریا نے کہا۔ ''اور جب تک ہم کسی سیارے والے کو یہاں ڈھونڈ نہ نکالیں' تب تک یہی کہا جائے گا کہ ہم قیاس آرائی کررہے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''اگر واقعی ایک بھی سیارے والا یہاں پہنچا ہوا ہے تو میں اسے ضرور ڈھونڈ نکالوں گی۔''

پھر وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ ''آہ.. فرہاد! تم کہاں ہو؟ تم میری آدھی ذہانت' آدھی طاقت ہو۔ تم ہوتے ہو تو میں چشم زدن میں منہ چھپانے والے دشمن تک پہنچ جاتی ہوں۔ آخر تم کہاں گم ہوگئے ہو؟''

☆☆☆

میری حالت عجیب سی ہوگئی تھی۔ شاہدرہ کا مکان میرے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ وہ رات جس کمرے میں گزاری تھی۔ وہ مجھے اپنا ہی کمرا لگتا تھا۔ یہی محسوس ہوتا رہا کہ میں پہلے بھی وہاں رہ چکا ہوں۔

پھر رات کے پچھلے پہر خواب میں دیکھا کہ کوئی اجنبی اس کمرے میں آیا اور میرے سرہانے رکھی ہوئی موم بتی کو روشن کرنے کے بعد اس کے سامنے پالتھی مار کر بیٹھ گیا تھا اور شمع بینی کی مشق کرتا رہا تھا۔ وہ اجنبی دھندلا دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ میرا ہمزاد ہو یا میں خود وہاں موجود ہوں اور فرش پر بیٹھا شمع کی لو کو تک رہا ہوں۔

اس خواب کے ذریعے شاید مجھے کچھ یاد آنے والا تھا لیکن اچانک ہی آنکھ کھل گئی تھی۔ محلے والے دروازہ پیٹ رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ چور میرے گھر میں داخل ہونا چاہتے تھے لیکن بروقت محلے والوں کے جاگنے کے باعث فرار ہوگئے ہیں۔

میری جان کو خطرہ تھا۔ میں اپنے ساتھ مسلح گارڈز رکھا کرتا تھا۔ دوسرے دن مجھے کاروباری سلسلے میں فیصل آباد جانا پڑا۔ سوچا کہ صبح جاؤں گا اور شام تک واپس شاہدرہ کے اسی مکان میں آجاؤں گا۔

میری منہ بولی بیٹی نہی نے کہا۔ ''پاپا! میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔''

اس نے پاپا کہا تو وہ مجھے بالکل اپنی ہی بیٹی لگی۔ اس وقت یہ یاد نہیں آسکتا تھا کہ میری بیٹی عالی ایسی ہی محبت سے مجھے پاپا کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ''تم میرے ساتھ کیوں جانا چاہتی ہو؟ کیا فیصل آباد میں کوئی کام ہے؟''

''نہیں' مجھے گورنس نے اور اسسٹنٹ منیجر نے بتایا ہے' آپ کے اپنے رشتے دار جان کے دشمن ہیں۔ میرا دل نہیں مانتا کہ میں آپ کو کہیں تنہا جانے دوں۔''

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ''تمہیں بندوق چلانی نہیں آتی۔ میری حفاظت کیسے کرو گی؟ میری بیٹی! میری جان! تمہارا کام میری حفاظت کرنا نہیں ہے بلکہ تعلیم حاصل کرنا ہے۔ تمہیں یہاں رہ کر بہت کچھ سیکھنا ہے۔'' پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''تعلیم کی طرف توجہ دو میں کل تک واپس آجاؤں گا۔''

میں کوٹھی سے باہر آیا۔ پورچ میں کار کھڑی ہوئی تھی۔ تین مسلح باڈی گارڈز موجود تھے۔ میں اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا تو ایک میرے برابر بیٹھ گیا۔ باقی دو پچھلی سیٹ پر چلے گئے۔ میں وہی فرہاد علی تیمور تھا جو اپنے پاس کبھی کوئی ہتھیار نہیں رکھتا تھا۔ ساری عمر ہتھیار کے بغیر خطرناک دشمنوں سے لڑتا آیا تھا۔ کاش مجھے یاد آجاتا کہ میں وہی فرہاد ہوں تو کبھی کسی مسلح گارڈ کو اپنے ساتھ نہ رکھتا تھا۔

میں ڈرائیو کرتا اور سوچتا جا رہا تھا۔ فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے مجھے وہاں کے تمام راستے یاد تھے۔ میں کاروباری الجھنوں کو سمجھ چکا تھا۔ بس ایک اپنی الجھی ہوئی زندگی کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ شاہ کوٹ میرا پیدائشی مقام تھا۔ جب اُدھر سے گزرنے لگا تو خود بخود کار کی رفتار سست کر دی۔

اب سے ستر برس پہلے جب میں پیدا ہوا تھا' اس وقت شاہ کوٹ ایک چھوٹا سا پنڈ ہوگا۔ اب تو بھرپور شہر لگ رہا تھا۔ مٹی کے کچے مکانات یا کچی اینٹوں کے نیم پختہ مکانات نہیں تھے بلکہ پکے مکانات اور بڑی بڑی کوٹھیاں تعمیر ہوگئی تھیں۔ مین روڈ پر دور تک بے شمار دکانیں تھیں۔ آبادی بھی خوب بڑھ گئی تھی۔

میں نے کار ایک طرف موڑ دی۔ سیکیورٹی افسر نے کہا۔ ''سر! آپ سیدھے راستے پر صحیح سمت جا رہے تھے۔ فیصل آباد اُدھر ہے۔ آپ اِدھر کیوں مڑ گئے؟''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ جس طرح شاہدرہ کے مکان کے سامنے پہنچ کر میرا دل اس طرف کھنچا جا رہا تھا۔ اسی طرح وہ چھوٹا سا قصبہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ یہ بات ذہن میں آرہی تھی کہ میں وہاں اچھا خاصا وقت گزار چکا ہوں۔ اس ٹاؤن کا نقشہ بدل گیا تھا مگر مٹی وہی تھی' خوشبو وہی تھی' کشش وہی تھی اور میں کشاں کشاں کبھی ادھر کبھی ادھر چلا جا رہا تھا۔ گویا بھٹک رہا۔

پھر ایک بڑی سی حویلی کے سامنے کار روک دی۔ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ میں نے کبھی خواب و خیال میں بھی اس حویلی کو نہیں دیکھا تھا مگر دل اُدھر کھنچا جا رہا تھا۔ فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے سوچ رہا تھا۔ ''میری عمر ستر برس ہے۔ اب سے ستر برس پہلے جب میں نے جنم لیا تھا' تب کیا میرا بچپن یہاں گزرا تھا؟ اگر یہ آدھی صدی سے بھی۔۔۔۔ پہلے کی بات ہے تو کوئی اسّی نوے برس کا بوڑھا ہی مجھے دیکھ کر پہچان سکے گا یا شاید اس کی باتوں سے معلوم ہو جائے گا کہ اس جگہ سے میرا کیا تعلق ہے؟''

میں ایک کروڑ دس لاکھ روپے کی گاڑی میں وہاں آیا تھا۔ آس پاس سے گزرنے والے پہلے گاڑی کو پھر مجھے دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ لوگ میری امارت سے متاثر تھے۔ ایک بوڑھے شخص نے قریب آکر پوچھا۔ ''کیا تمہیں یہاں کسی کی تلاش ہے؟''

میں نے کہا۔ ''میری یادداشت کچھ کمزور ہوگئی ہے۔ سوچ رہا ہوں' جب میں اور آپ ننھے سے بچے ہوں گے' تب یہ علاقہ کیا اسی طرح آباد تھا؟ کیا اس وقت بھی یہ حویلی یہاں تھی؟''

بوڑھے نے کہا۔ ''مجھے بچپن کی بہت سی باتیں یاد ہیں۔ ہمارا شاہ کوٹ ان دنوں ایک چھوٹے سے پنڈ کی طرح تھا۔ بہت کم آبادی تھی۔ آج یہ ہمارے سامنے نئے طرز کی شاندار کوٹھی ہے مگر ہمارے بچپن میں ایک پرانی سی حویلی ہوا کرتی تھی۔''

''کیا آپ کو اس حویلی کے پہلے مالک کا نام یاد ہے؟ کیا ان کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟''

اس نے انکار میں سر ہلایا پھر ایک ہاتھ سے حویلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ جو سامنے چبوترے پر ایک بابا جی بیٹھے ہوئے ہیں' وہ نوے برس کے ہیں۔ جب میں بچہ تھا' اس وقت وہ جوان تھے۔ وہ اس سلسلے میں بتا سکیں گے۔''

میں نے سیکیورٹی گارڈز کو وہیں رکنے کے لیے کہا پھر اس بوڑھے شخص کے پاس آگیا۔ سردی کا موسم تھا۔ اس لیے وہ دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ بہت ہی بوڑھا اور بیمار تھا۔ میں نے اسے سلام کرنے کے بعد کہا۔ ''بابا جی! میں نے سنا ہے

آپ اس علاقے کے پرانے باشندوں میں سے ہیں؟"

اس کا سر شانوں پر ہولے ہولے ہل رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا بول رہے ہو؟"

میں نے اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر اپنی بات دہرائی۔ وہ میری آواز سن کر چونک گیا۔ مجھے بڑے غور سے دیکھنے لگا۔ میرا چہرہ بہت بدل گیا تھا۔ ان دنوں میرے اپنے بھی مجھے دیکھتے تو شاید پہچان نہ پاتے۔ وہ نوے برس کا بوڑھا بھی پہچاننے کی ناکام کوشش کر رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "اپنا ہاتھ دکھاؤ۔"

میں نے اپنی دائیں ہتھیلی اس کی طرف بڑھا دی۔ اس نے اپنی دائیں ہتھیلی اس پر رکھ دی۔ وہ بڑھاپے اور کمزوری کے باعث ذرا ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔ کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ کچھ سوچ رہا تھا، کچھ سمجھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "ارے.... تُو تو فرہاد ہے۔"

میں نے کہا۔ "جی ہاں، میرا نام فرہاد انور شاہ ہے۔"

اس کا سر پہلے ہی شانوں پر ہل رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس وقت وہ انکار میں سر ہلا رہا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "نہیں۔ تیرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ تُو اس حویلی کے پہلے مالک کا بیٹا ہے...."

وہ میرے باپ دادا اور دوسرے قریبی رشتے داروں کے نام بتانے لگا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے چہرے سے پہچان رہے ہیں؟"

اس کا سر انکار میں ہل رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "آنکھوں کی روشنی بجھ رہی ہے۔ تُو مجھے سایہ سایہ سا دکھائی دے رہا ہے۔ میں اندھیرے میں جی رہا ہوں اور اندھیرے میں بجھے بجھے سے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔ تجھے چہرے سے پہچان نہیں سکتا مگر...."

وہ کھانستے ہوئے بولا۔ "تیری ہتھیلی پر میری ہتھیلی جو کہہ رہی ہے، وہ درست ہے۔ میں آنکھوں سے نہیں اپنے دماغ سے پہچان رہا ہوں اور تُو...."

اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "مجھے آخری عمر میں یہ علم حاصل ہوا کہ جب آنکھیں دیکھنے کے قابل نہیں رہتیں تو دماغ سے کس طرح دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے اور تُو بھی دماغ کا کھلاڑی ہے۔"

میں متاثر تو ہو رہا تھا لیکن اس کی باتوں کو درست نہیں مان رہا تھا کیونکہ وہ مجھے فرہاد علی تیمور کہہ رہا تھا پھر میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "دماغ کا کھلاڑی؟ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"تُو ٹیلی پیتھی جانتا ہے.... کسی کے بھی اندر گھس کر اس کے بھید چرا لیتا ہے۔"

اس کی یہ باتیں بڑی ہی دلچسپ مگر مضحکہ خیز تھیں۔ میں کبھی یقین کر ہی نہیں سکتا تھا کہ خیال خوانی کا علم مجھے آتا ہے۔ اگر آتا ہے تو میں اپنے دشمنوں کے دماغ تک کیوں نہیں پہنچ پاتا؟

میں نے کہا۔ "بابا جی! آپ جو کہہ رہے ہیں، وہ درست نہیں ہے کیونکہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔ یہ نہیں جانتا کہ کسی کے دماغ کے اندر کس طرح پہنچا جا سکتا ہے؟"

"تیرا دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ تو پچھلی باتیں بھول گیا ہے۔ اسی لیے یہاں آ کر اپنے باپ دادا کی حویلی کو پہچان نہیں پا رہا ہے.... جا۔ ابھی چلا جا۔ جب بھی خدا کو منظور ہو گا اور تجھے گزری ہوئی باتیں یاد آئیں گی تو تُو میری باتوں کو درست مانے گا۔"

میں وہاں سے اٹھ کر اپنی گاڑی میں آ گیا۔ فیصل آباد کی طرف جاتے ہوئے بوڑھے بابا کی باتیں دماغ میں گونج رہی تھیں۔ اگرچہ اس وقت وہ باتیں بے تکی معلوم ہو رہی تھیں پھر بھی انہیں دماغ سے نکال نہیں پا رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں اس کی بات پر یقین نہیں کر سکتا تھا مگر یہ بات دل کو لگ رہی تھی کہ میرے باپ دادا اس حویلی کے پہلے مالک تھے اور ایسا کہتے وقت بھی وہ نام میں فرق پیدا کر رہا تھا۔ میرا نام فرہاد انور شاہ تھا اور وہ مجھے فرہاد علی تیمور کہہ رہا تھا۔

فیصل آباد پہنچ کر میں کاروباری معاملات میں مصروف رہا۔ دوپہر کے دو بجے آفس کے ڈائننگ روم میں میرے لیے کھانا لگایا گیا۔ میں نے کہا۔ "سیکیورٹی افسر میرے ساتھ کھائے گا۔ باقی گارڈز کو کینٹین میں کھانے کے لیے کہہ دیا جائے۔"

وہاں بھی میرے لیے ایک ڈاکٹر مقرر تھا۔ اس نے کھانے پینے کی تمام چیزوں کا طبی معائنہ کرنے کے بعد انہیں میری میز پر پہنچایا تھا۔ ہم کھانے کے لیے بیٹھے تو فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ پرسنل سیکریٹری کہہ رہی تھی۔ "سہراب ٹیکسٹائل مل کا منیجر آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "تم جانتی ہو، یہ لنچ ٹائم ہے۔ اس سے کہو، ایک گھنٹے بعد باتیں ہوں گی۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا پھر اپنے سامنے پلیٹ سرکاتے ہوئے سیکیورٹی افسر سے کہا۔ "کھانا شروع کرو۔ میرا انتظار نہ کرو۔ ویسے اب کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا۔"

اس نے ایک ڈش میری طرف بڑھائی۔ میں نے اس میں سے کچھ سالن لیا پھر روٹی اٹھا کر کھانا چاہتا تھا۔ اسی وقت موبائل کا بزر بولنے لگا۔ میں نے ناگواری سے فون کی طرف دیکھا پھر اسے اٹھا کر اسکرین پر نمبر پڑھے تو مسکرانے لگا۔ میری منہ بولی بیٹی مجھے کال کر رہی تھی۔

میں نے سیکیورٹی افسر کو اشارے سے کھانا شروع کرنے کے لیے کہا پھر فون کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا اور کہا۔ "ہیلو.... میں جانتا ہوں، میری بیٹی کھانا شروع کرنے سے پہلے مجھے یاد کر رہی ہے۔"

وہ بولی۔ "یس پاپا! آپ کہاں ہیں؟ ابھی کیا کر رہے ہیں؟"

"میں فیصل آباد میں ہوں اور اس وقت کھانا شروع کرنے ہی والا تھا۔ آئی لو یو میری جان....!"

وہ بولی۔ "آئی لو یو ٹو۔ یہ بتائیں، کب واپس آ رہے ہیں؟"

"کل لنچ تمہارے ساتھ کروں گا۔"

"آج کیوں نہیں آ رہے ہیں؟ پلیز چلے آئیں۔"

"بیٹی! ضد نہ کرو۔ یہاں کام زیادہ ہے۔ میں کل ضرور آ جاؤں گا۔ رات کو کسی وقت فون کروں گا۔"

"او کے پاپا! میں آپ کو مس کر رہی ہوں مگر کل تک مجبوراً صبر کرنا ہی ہو گا۔ اللہ حافظ...."

میں نے اللہ حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ اسے یہ نہیں بتایا کہ آج کی رات شاہدرہ والے مکان میں گزاروں گا۔ اگر یہ کہتا تو وہ وہاں چلی آتی۔ جبکہ میں اس مکان میں بالکل تنہا رہنا چاہتا تھا۔ میں نے فون کو ایک طرف رکھ کر کھانا شروع کرنا چاہا تو میرے قریب بیٹھے ہوئے سیکیورٹی افسر نے ایک ابکائی سی لی۔

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس نے جھک کر دوسری بار ابکائی لی تو منہ سے ذرا سا خون نکل کر میز پر پھیل گیا۔ میں ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے قریب پہنچ کر پیٹھ سہلاتے ہوئے بولا۔ "کیا بات ہے؟ یہ اچانک تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے ہاتھ سے کھانے کی طرف اشارہ کیا۔ میں اسے سہارا دے کر وہاں سے ایک صوفے پر لے آیا۔ اسے لٹانے کے بعد پرسنل سیکریٹری اور جنرل منیجر کو آوازیں دیں۔ وہ سب دوڑے چلے آئے۔ میں نے کہا۔ "فوراً ڈاکٹر کو بلاؤ۔ وہ کہاں ہے؟"

فون کے ذریعے ڈاکٹر کو بلانے کی کوشش کی گئی۔ پتا چلا اس نے موبائل فون بند رکھا ہے۔ کئی ملازم اسے بلانے کے لیے گئے۔ میں نے کہا۔ "کسی دوسرے ڈاکٹر کو بلاؤ۔ وہ اس کا معائنہ کرے گا۔"

سیکیورٹی افسر کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔ جنرل منیجر نے کہا۔ "ڈاکٹر کے آنے میں دیر ہو سکتی ہے۔ اسے فوراً اسپتال پہنچانا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے یہی کرو۔ اسے فوڈ پوائزن ہو گیا ہے۔ فوراً اسپتال لے جاؤ۔"

ایسا کہتے ہوئے میں نے چونک کر کھانے کی طرف دیکھا، جو میز پر رکھا تھا۔ میرے ایک قابل اعتماد ڈاکٹر نے انہیں چیک کیا تھا۔ ملازموں نے آ کر کہا۔ "ڈاکٹر یہاں نہیں ہے۔ باہر کھڑے ہوئے چوکیدار نے بتایا ہے، وہ پندرہ منٹ پہلے اپنی کار میں بیٹھ کر کہیں گیا ہے۔"

مجھے یقین ہو گیا کہ اسی نے کوئی گڑبڑ کی ہے۔ میرے ملازم سیکیورٹی افسر کو اٹھا کر وہاں سے لے گئے۔ اسے جلد سے جلد اسپتال پہنچانا چاہتے تھے۔ جنرل منیجر بھی ان کے ساتھ گیا تھا۔ میں نے پرسنل سیکریٹری سے کہا۔ "اس دفتر میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اس کھانے کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔"

میں نے یہ حکم دے کر قریبی تھانے کے انچارج کو فون کیا۔ اسے تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ وہ بیس منٹ کے اندر ہی میرے آفس میں آ گیا۔ اس نے تمام کھانا اپنی تحویل میں لیا اور کہا۔ "میں ابھی اس کا معائنہ کراتا ہوں۔ وہ ڈاکٹر اگر اپنی گاڑی میں کہیں گیا ہے تو اسی شہر میں ہو گا یا فرار ہونے کوشش کر رہا ہو گا مگر کہیں نہ کہیں اس کا راستہ روکا جائے گا۔ دوسرے شہروں اور علاقوں تک جانے والے راستوں کی ناکا بندی کر دی جائے گی۔"

تھوڑی دیر بعد فون پر اطلاع ملی کہ وہ سیکیورٹی آفیسر چل بسا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہوا بعد میں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے بتایا کہ کھانے میں زہر ملایا گیا تھا۔ یقیناً مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ میں نے اپنے بیان میں لکھا۔ "میں فرہاد انور شاہ کہیں بھی جاتا ہوں تو کھانے پینے کی چیزوں کو میرا کوئی مقرر کردہ ڈاکٹر چیک کرتا ہے۔ یہاں فیصل آباد میں بھی میں نے ایک ڈاکٹر کو مقرر کیا تھا لیکن اس نے میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔"

مجھ سے کہا گیا تھا کہ اپنے بیان میں کسی پر شبہ ظاہر کروں۔ میں نے اپنے بھائی جواد انور شاہ پر شبہ کیا اور لکھا۔ "ماضی میں اس سے ہاتھا پائی ہو چکی ہے۔ وہ مجھ سے عداوت

رکھتا ہے۔ میرے بیٹے کو اپنا داماد بنانے کے بعد اسے میرے خلاف بغض کا تا رہتا ہے اور اب اس کا بھی دشمن بن گیا ہے۔ اس کے خلاف انکوائری ہونی چاہیے۔"

میں ان معاملات میں رات کا اندھیرا پھیلنے تک مصروف رہا۔ سیکیورٹی افسر کی لاش لاہور بھیج دی گئی۔ میں اپنے دو سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ شاہدرہ والے مکان میں آ گیا۔

یہ بات تشویش ناک تھی کہ رہ رہ کر مجھ پر جان لیوا حملے کیے جا رہے تھے۔ اب تو کسی ڈاکٹر پر بھی اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کس طرح اپنی حفاظت کرنی چاہیے؟

مجھے سیکیورٹی گارڈز پر بھی بھروسا نہیں رہا تھا۔ جو دشمن ڈاکٹر کو خرید سکتے تھے' وہ باڈی گارڈز کو بھی میرے خلاف استعمال کر سکتے تھے۔ یوں لگ رہا تھا' جیسے میں گہری تاریکی میں ہوں۔ روشنی کی ایک ہلکی سی کرن بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ دشمن کے آلۂ کار اس تاریکی میں کہیں سے بھی آ کر مجھ پر حملہ کر سکتے تھے۔

میں نے سیکیورٹی گارڈز سے کہا۔ "تم سب واپس جاؤ۔ کل میں کسی وقت فون کروں گا۔ تب واپس یہاں آ جانا۔ میری بیٹی کو بھی یہ نہ بتانا کہ میں شاہدرہ کے اس مکان میں ہوں۔"

ایک باڈی گارڈ نے کہا۔ "آپ کے لیے جان کا خطرہ ہے۔ ہمیں اسی مکان میں رات گزارنے دیں یا پھر ہم مکان کے سامنے کار کے اندر بیٹھے رہیں گے۔"

میں نے کہا۔ "میں ضروری نہیں سمجھتا۔ جو کہہ رہا ہوں اس کے مطابق عمل کرو۔ کل کسی وقت یہاں بلاؤں گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

وہ دونوں باڈی گارڈز میری گاڑی وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے باہر کھلنے والے دروازے کو مقفل کر دیا۔ یہ حفاظتی تدبیر ایک رات کے لیے تھی۔ دوسری صبح اور اس کے بعد کیا ہوگا؟ میں کب تک اپنے آپ کو بچاتا رہوں گا؟ اب تک تو یہ مانتا آیا ہوں کہ مقدر نے مجھے بچایا ہے لیکن یہ مقدر کب تک ساتھ دے گا؟ میں ایسی کیا تدبیر کروں کہ دشمنوں کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحفظ حاصل ہو جائے؟

ایسی کوئی تدبیر نہ تھی اور نہ ہی میں اس وقت مصائب پر قابو پانے والا فرہاد علی تیمور تھا۔ انتہائی دولت مند ہونے کے باوجود ایک بے بس اور مجبور انسان تھا۔

میں نے فون کے ذریعے بیٹی کو مخاطب کیا اور کہا۔

"بیٹی! بہت رات ہو چکی ہے۔ میں سونے جا رہا ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں' تم میرے فون کا انتظار کر رہی ہو گی۔ اس لیے تمہیں یاد کر رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "پاپا! آپ بہت اچھے ہیں۔ میرا کتنا خیال کرتے ہیں۔ سونے سے پہلے مجھے یاد کر رہے ہیں۔ ٹھیک ہے پاپا! تھکے ہوئے ہوں گے۔ آپ کو سو جانا چاہیے اور وعدہ کریں کہ کل صبح جب بھی آنکھ کھلے گی' مجھے فون کریں گے۔"

میں نے وعدہ کر کے فون بند کر دیا۔ اپنے کمرے میں آیا پھر تھکے ہوئے انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ چارپائی پر بستر بچھا ہوا تھا۔ سرہانے اسی طرح ماچس اور موم بتیوں کا بنڈل رکھا ہوا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ میں نے پچھلی رات خواب میں کسی اجنبی کو یا اپنے ہمزاد کو دیکھا تھا۔ اس نے میرے سرہانے سے موم بتی اٹھا کر روشن کی تھی۔ اسے اپنے آگے رکھ کر پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا اور شمع بینی کی مشق کر رہا تھا۔

وہ ایسا کیوں کر رہا تھا؟ میرے اندر یہ سوال گونجنے لگا۔

میں نے ایسا خواب کیوں دیکھا؟

اچانک مجھے بوڑھے بابا کی باتیں یاد آ گئیں کہ میں نیلی پیتھی جانتا ہوں اور کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر کے راز چرا لیتا ہوں۔

میرے اندر ایک عجیب سی بے چینی پیدا ہو گئی میں کرسی پر بیٹھے بیٹھے ادھر سے اُدھر پہلو بدلنے لگا۔ مٹھیاں بھینچنے لگا۔ میرے اندر آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اس بابا کی باتیں گونج رہی تھیں۔ "میں نیلی پیتھی جانتا ہوں... میں نیلی پیتھی جانتا ہوں..."

میں نے موم بتیوں کے بنڈل کی طرف دیکھا۔ یہ تو جانتا ہی تھا کہ خیال خوانی کا علم سیکھنے کے لیے شمع بینی کی جاتی ہے.... "کیا یہ خواب میں نے اسی لیے دیکھا تھا کہ مجھے اپنی شمع بینی کی کوئی بات یاد آ جائے؟ کیا میں شمع بینی کروں گا تو مجھے پچھلی باتیں یاد آ جائیں گی؟"

میں ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شدید بے چینی کے باعث ایک تڑپ سی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے بستر کے پاس پہنچ کر سرہانے سے ایک موم بتی اٹھائی پھر ماچس کے ذریعے اسے روشن کیا۔ اس موم بتی کو ایک تپائی پر رکھ دیا۔ شمال کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے دونوں پٹ پوری طرح کھول دیے پھر اس روشن موم بتی سے کچھ فاصلے پر آ گیا اور فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

میں نے خواب میں دیکھا تھا' جو شخص خواب میں نظر آیا تھا وہ مہاتما بدھ کے آسن کے مطابق بیٹھا ہوا شمع کی لو کو تک رہا تھا۔ میں نے بھی وہی آسن اختیار کیا اور شمع کی لو کو تکنے لگا۔ مجھے یہ بھی یاد تھا کہ وہ ایسا کرتے وقت پلکیں نہیں جھپکا رہا تھا۔ مجھے بہت کچھ یاد آرہا تھا اور میں اس پر عمل کرتا جا رہا تھا۔

''یا خدا! میرے حال پر رحم فرما۔ اے کاتبِ تقدیر! میں تدبیر کر رہا ہوں' تو تقدیر کے ذریعے آسانی فرما۔ اے شمال سے چلنے والی مقناطیسی ہواؤ! آؤ اور میرے دماغ کے ایک بند دروازے پر دستک دو۔ میرے دماغ کا کوئی حصہ اگر سو رہا ہے تو اسے جگاؤ۔ خدا کے لیے کچھ کرو کہ میری مشکل آسان ہو جائے۔''

مقناطیسی ہوائیں کھڑکی کے راستے سے گزرتی ہوئی آرہی تھیں اور میری پیشانی کو چھو رہی تھیں۔ میرے دماغ میں حرارت پیدا کر رہی تھیں۔

کالے بادل چھٹ رہے تھے۔ تاریکی دم توڑ رہی تھی۔ اچانک ہی روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا اور میں بیٹھے بیٹھے آہستہ آہستہ سجدے میں چلا گیا۔ ''اللہ اکبر.... اللہ اکبر....!''

بے شک اللہ بڑا ہے۔ میں اپنی موجودہ زندگی میں جس ہستی کو دل و جان سے چاہتا تھا' وہ میری بیٹی نہی تھی۔ کالج میں اس کا داخلہ ہو چکا تھا اور وہ اپنے کورس کی نئی کتاب کھولے پڑھ رہی تھی۔ میں ہڑبڑا کر سجدے سے اٹھ گیا۔ حیرانی سے شمع کی لو کو تکنے لگا۔ مجھے ایسا لگا تھا' جیسے میں نہی کے اندر پہنچ گیا تھا اور اسے ایک کتاب کی اسٹڈی کرتے دیکھ رہا تھا۔

میں نے پھر نہی پر اپنی ساری توجہ مرکوز کی۔ اپنے تصور میں اس کی آنکھیں دیکھیں تو ایک دم سے اس کے اندر پہنچ گیا پھر اسے کتاب پڑھتے ہوئے دیکھنے لگا۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اس کے دماغ میں پہنچا ہوا یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ یہی ٹیلی پیتھی ہے اسی کو خیال خوانی کہتے ہیں۔

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کبھی شمع کی لو کو اور کبھی شمال کی جانب کھلنے والی کھڑکی کو تکنے لگا۔ ایسے وقت بوڑھے بابا کی باتیں یاد آنے لگیں۔ ''تو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تو کسی کے بھی اندر پہنچ کر اس کے اندر کے راز چرا لیتا ہے۔''

میں بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ سوچنے لگا۔ ''میں نے نہی کو کب یاد کیا تھا؟ کیوں ایسا لگا تھا کہ میں اس کے اندر پہنچ گیا ہوں؟''

میں ٹہلتا ہوا میز کے پاس آیا۔ وہاں میرا موبائل فون رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر سوچا نہی کے نمبر پنچ کروں پھر اس سے پوچھوں، کیا وہ اس وقت جاگ رہی ہے اور کوئی کتاب پڑھ رہی ہے؟

میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ ذہن میں بات آئی۔ ''فون کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر میں اس کے اندر پہنچا ہوا تھا تو یہ آزمانا چاہیے کہ دوبارہ اس کے اندر پہنچ سکتا ہوں یا نہیں؟''

میں نے پھر اپنی ساری توجہ نہی پر مرکوز کی۔ اس بار اس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کیا تو فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ اسے دیکھنے لگا۔ وہ ٹیبل لیمپ کے سامنے جھکی ہوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ اس کی سوچ کی لہریں صاف طور پر سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''مجھے پاپا کو فون کرنا چاہیے۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں؟''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''نہیں' پاپا سو رہے ہوں گے تو یہ اچھی بات نہیں ہو گی۔''

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''پاپا اگر سو رہے ہوں گے تو انہوں نے فون بند رکھا ہو گا۔ اس طرح میں انہیں ڈسٹرب نہیں کروں گی۔ مجھے ایک بار اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے فون پر معلوم کرنا چاہیے۔''

میری یہ بات ختم ہوتے ہی اس نے کتاب کو بند کر دیا پھر سامنے رکھے ہوئے موبائل فون کو اٹھا کر میرے نمبر پنچ کرنے لگی۔ میں حیران ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میری سوچ کی لہریں سننے کے بعد وہ ایسا کر رہی ہے۔

تھوڑی دیر میں ہی تصدیق ہو گئی۔ میرے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے اس کی ننھی سی اسکرین پر دیکھا تو نہی کا فون نمبر دکھائی دیا۔ میں نے بٹن کو دبا کر اسے کان سے لگایا اور کہا۔ ''ہیلو نہی! کیا تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''آپ بھی تو جاگ رہے ہیں۔ کیا میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا ہے؟''

''نہیں، میں ابھی سونے ہی والا تھا۔''

''تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ تھکے ہوئے ہیں' اب سو جانا چاہیے۔ میں کل صبح آپ کے فون کا انتظار کروں گی۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں فون بند کرتے ہی خوشی سے اُچھل پڑا۔ ''میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ خیال خوانی کر سکتا ہوں۔ کسی کے بھی اندر پہنچ سکتا ہوں۔ یا خدا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اب میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پَر کے بغیر پرواز کر سکتا ہوں۔''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

فرہاد علی تیمور

دیوتا

ہنگاموں، رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ دونسلوں پر محیط وہ طلسمِ ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک وقوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم ونازک ہتھیار سے خاک وخون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

سسپنس کا مقبولِ عام سلسلہ جو تین سو اناسی ماہ سے جاری ہے

رات کا ایک بج چکا تھا۔ میں نے غسل کیا پھر جائے نماز بچھا کر تہجد کی نماز ادا کی۔ دُعا کے لیے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "بے شک تو قادرِ مطلق ہے۔ جسے چاہے ذلت دیتا ہے جسے چاہے عزت دیتا ہے۔ تو نے مجھے اس قدر آزمائشوں میں مبتلا کرنے کے بعد عزت دی ہے۔ میں تیرا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے دشمنوں سے نمٹنے، اپنی حفاظت کرنے اور دوسروں کے کام آنے کی توفیق عطا فرما... آمین۔ اگر میں اپنی زندگی کی پچھلی باتیں بھول گیا ہوں تو میری دماغی کمزوری کو دور فرما۔ میری یاد داشت بحال کردے میرے مالک... آمین"

میری ایک دُعا تو قبول ہو چکی تھی۔ اب میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا تحفظ کرسکتا تھا۔ دشمنوں سے نمٹ سکتا تھا اور دوسروں کے بھی کام آسکتا تھا لیکن میری یادداشت بحال نہیں ہوئی تھی۔ میں اپنی پچھلی زندگی بھولا ہوا تھا۔ مجھے بوڑھے بابا کی باتیں یاد آرہی تھیں کہ میرے باپ دادا شاہ کوٹ کی اس پرانی حویلی کے مالک تھے۔ بابا جی نے یہ بھی کہا تھا کہ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے....

افسوس مجھے کچھ یاد نہیں آرہا تھا۔ میں خود کو پہلے کی طرح بھولا ہوا تھا۔ اگر میں خود کو یاد کرنے کی کوششیں کرتا تو کیسے کرتا؟ کہاں سے یاد کرنا شروع کرتا... میں کون ہوں؟ اور میری ابتدا کہاں سے ہوئی ہے؟ لیکن بار بار یاد کرنے کے باوجود مجھے یاد نہیں آرہا تھا۔ سیدھی سی بات تھی، میری یاد داشت بحال ہو جائے، یہ ابھی تقدیر کو منظور نہیں تھا۔

پھر بھی یہ اُمید پیدا ہوگئی تھی کہ خیال خوانی کرتا رہوں گا تو مجھے رفتہ رفتہ پچھلی باتیں یاد آتی جائیں گی۔ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہو جانے اتنا خوش تھا کہ بار بار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کررہا تھا۔ خوشی کے مارے نیند نہیں آرہی تھی۔ سوچ رہا تھا، اب اپنے ایک ایک دشمن کے دماغ میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھوں!

میں نے سب سے پہلے اپنے بھائی جواد انور شاہ کا تصور کیا۔ اس کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح یاد کرتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی اور بڑی آسانی سے اس کے اندر پہنچ گیا۔ رات کے تین بج چکے تھے مگر وہ اپنے ایک دست راست کے ساتھ جاگ رہا تھا۔ اس کے اس خاص آدمی کا نام مرتضیٰ احمد تھا۔ جسے وہ نیتے کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔

اس وقت جواد پریشانی کی حالت میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ زیرِ لب بڑبڑا رہا تھا۔ "یہ سالا میرا بھائی کوئی بھوت ہے؟ جب بھی اس پر قاتلانہ حملہ کیا جاتا ہے یہ بچ جاتا ہے۔ اس کی جگہ دوسرے مارے جاتے ہیں۔"

نیتے نے کہا۔ "سوچو تو ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ بندہ قسمت کا دھنی ہے۔ آپ کے آدمیوں نے ہماری آنکھوں کے سامنے اسے قتل کیا تھا۔ گہرا گڑھا کھود کر دفن کیا تھا لیکن وہ زندہ ہو کر چلا آیا۔"

جواد نے کہا۔ "یہ کتنی عجیب اُلجھانے والی بات ہے کہ اگر ہم نے غلطی سے کسی دوسرے شخص کو قتل کیا تھا تو اس کی لاش اس گڑھے میں ہونی چاہیے تھی۔ یہ سوچ کر سر گھومنے لگتا ہے کہ آخر وہ لاش وہاں سے کہاں چلی گئی؟ دوسری بار شہناز آپا کی بیٹی اور اس کے داماد حماد نے اسے قتل کرنا چاہا تو وہ پھر بچ گیا اور اس کی جگہ وہ دونوں مارے گئے۔"

نیتے نے کہا۔ "وہ بہت چالباز ہے۔ اس نے بہن بھائیوں کو آپس میں لڑایا ہے۔ جس کے نتیجے میں بہن اور بھائی (شہناز اور دلشاد) مارے گئے ہیں۔ اب صرف آپ زندہ رہ گئے ہیں۔"

وہ بولا۔ "میں اچھی طرح جانتا ہوں شہناز آپا نے اپنی سلامتی کے لیے دلشاد کو قتل کرایا تھا۔ اس کے بعد میری باری تھی لیکن اس سے پہلے ہی میں نے شہناز آپا کو اس دنیا سے رُخصت کردیا ہے۔ اگر یہ چالاکی نہ کرتا تو بے موت مارا جاتا۔" وہ اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی اصل دشمن زندہ ہے۔ جب تک وہ زندہ رہے گا ہر لمحہ مجھے موت کا دھڑکا لگا رہے گا۔"

نیتے نے کہا۔ "اب ایک نئی بات سامنے آئی ہے کہ اس نے فہمیدہ عرف فہمی نامی کسی پرائی لڑکی کو اپنی منہ بولی بیٹی بنالیا ہے۔ اس کی ان حرکتوں سے پتا چلتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے مراد پر بھی بھروسا نہیں کرتا ہے اور آئندہ اس لڑکی کو اپنی تمام دولت جائیداد اور کاروبار کی وارث بنائے گا۔"

جواد نے ایک ہاتھ یوں ہلایا جیسے مکھی اُڑا رہا ہو پھر اس نے کہا۔ "اس لڑکی سے بعد میں نمٹا جائے گا۔ ابھی یہ سوچ کر غصہ آرہا ہے کہ فیصل آباد میں ہمارا زبردست حملہ تھا۔ وہ اس حملے سے بھی بچ گیا ہے۔ اس کی جگہ سیکیورٹی آفیسر مارا گیا ہے۔" وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "اب وہ ڈاکٹر ہمارے لیے مصیبت بن جائے گا۔ اسے دو لاکھ روپے میں خریدا گیا تھا۔ ایک تو دو لاکھ روپے ضائع ہوئے دوسرا یہ کہ وہ پکڑا جائے گا تو ہمارے خلاف ضرور بیان دے گا۔ ابھی تو فرہاد کے بیان کے مطابق پولیس انکوائری شروع ہوئی ہے لیکن اس بیان سے مجھ پر صرف شبہ کیا جائے گا۔" وہ صوفے کے ہتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "مگر اس ڈاکٹر کا کیا کیا جائے؟ اس نے آخری بار فون پر کہا تھا کہ وہ کل کسی وقت تک سرحد پار کرلے گا۔ پتا نہیں آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ اگر وہ ہمارے قریب ہوتا تو ہم اسے گولی مار کر اس کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کردیتے۔"

نیتے نے کہا۔ "اس وقت رات کے تین بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں اور وہ دوپہر کو دو بجے فیصل آباد سے فرار ہوا تھا۔ اسے اب تک پاکستان کی سرحد سے نکل جانا چاہیے۔ آپ اس سے رابطہ کریں۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہونا چاہیے۔"

جواد نے جھنجلا کر کہا۔ "کئی بار رابطہ کرچکا ہوں۔ اس کم بخت نے فون بند کر رکھا ہے۔"

وہ اپنا موبائل فون اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگا پھر اس کے بٹن کو دبا کر کان سے لگایا تو رابطہ ہوگیا۔ ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔ "جواد صاحب! میں نے آپ کا نمبر دیکھ لیا ہے۔ میں ایران پہنچ چکا ہوں۔ یہاں ایک قصبے میں میرے ایک عزیز رہتے ہیں۔ میں فی الحال کچھ روز وہاں رہوں گا۔"

جواد نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے تم یہاں سے نکل گئے ہو۔ اب قانون کی گرفت میں نہیں آؤ گے۔"

"لیکن میری مشکلیں بڑھ گئی ہیں۔ آپ کی وجہ سے میرا بڑا نقصان ہوا ہے۔ نہ میں کبھی واپس آسکوں گا، نہ ہی میری پریکٹس جاری رہے گی۔ میں یہاں کسی چھوٹے شہر میں ایک کلینک کھولوں گا پھر اسے اسپتال بنانے کے لیے کم از کم ایک کروڑ روپے کی ضرورت ہوگی اور یہ رقم آپ مجھے ادا کریں گے۔"

جواد نے غصے سے کہا۔ "کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟ مجھے جو معاوضہ دینا تھا، وہ دے چکا ہوں۔ زیادہ پھیلنے کی کوشش نہ کرو۔ تم میرے لیے مرچکے ہو۔"

"نہیں، اگر میرا مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو یہاں سے پاکستانی انٹیلی جنس والوں کو اپنا تحریری بیان ارسال کردوں گا اور یہ اقرار کروں گا کہ میں نے تم سے دو لاکھ روپے لے کر فرہاد انور شاہ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی جب کہ اس سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ذاتی دشمنی جواد انور شاہ کی ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ فرہاد انور شاہ پر قاتلانہ حملہ کرا چکا ہے۔"

جواد نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ "کیا تحریری بیان ارسال کرنے کے بعد تم وہاں محفوظ رہ سکو گے؟"

"میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔ یہ بیان ارسال کرنے کے بعد کسی دوسرے ملک چلا جاؤں گا یا کسی دوسرے شہر میں جا کر چھپ جاؤں گا۔ کوئی مجھے ڈھونڈ نہیں پائے گا۔ تم میری نہیں اپنی فکر کرو۔ میرا یہ تحریری بیان تمہیں پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتا ہے۔"

"میں جاگیردار ہوں۔ قانون سے کھیلنا جانتا ہوں۔ تم اپنا تحریری بیان دینے کے بعد اِدھر سے اُدھر بھاگتے پھرو گے اور میں یہاں آرام سے رہوں گا۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے فون بند کردیا۔ حقارت سے کہا۔ "اونہہ.... مجھے گیدڑ بھبکی دے رہا ہے۔ یہ خوب سمجھتا ہوں، وہ اپنا تحریری بیان کبھی ارسال نہیں کرے گا اور نہ ہی واپس آنے کی جرأت کرے گا۔ آئے گا تو بے موت مارا جائے گا۔"

اس کے اندر رہ کر مجھے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اب تک کیا کرتا آرہا ہے اور آئندہ کیا کرنے والا ہے؟ میں چاہتا تو اسی وقت اسے ہلاک کردیتا۔ اسے خودکشی پر مجبور کردیتا یا نیتے کے ذریعے قتل کرادیتا لیکن ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہوتے ہی مجھے اطمینان حاصل ہوگیا تھا۔ جب کسی کو بھرپور قوت حاصل ہو جائے اور یہ یقین ہو جائے کہ جب چاہے وہ کچھ بھی کرسکتا ہے تو پھر وہ دو میں سے کسی ایک راستے پر چلتا ہے۔ یا تو مغرور ہو کر فرعون بن جاتا ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور بڑی سنجیدگی سے جائز اور ناجائز باتوں کو سمجھتے ہوئے ان پر عمل کرتا ہے۔

جواد جیسے مجرم اور سفاک قاتل کو سزا ملنی ہی تھی لیکن وہ چند گھنٹوں کی اذیت برداشت کرکے مر جاتا تو اسے دنیا کے دکھ درد سے نجات مل جاتی۔ میں چاہتا تھا کہ اسے مجبور اور بے بس بنا کر ذلت آمیز زندگی گزارنے پر مجبور کروں۔ اسے دوسروں کے لیے عبرت ناک تماشا بنادوں۔

فی الحال یہ سوچا کہ ابتدائی طور پر اسے مالی نقصان پہنچایا جائے اور ذرا ابنارمل بنا دیا جائے۔ اس نے میری مرضی کے مطابق نیتے کو گھور کر دیکھا۔

وہ بولا۔ "حضور.... مائی باپ! مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

اس نے بدستور گھورتے ہوئے کہا۔ "اِدھر آ... فوراً آ...!"

وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ تیزی سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا تو جواد نے ایک طمانچہ اسے رسید کیا۔ وہ حیرانی سے بولا۔ "میرا قصور کیا ہے؟"

وہ غصے سے بولا۔ "تیرا سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ تو نے کوئی قصور نہیں کیا ہے۔"

وہ بولا۔ "یہ تو اچھی بات ہے۔"

اس نے دوسرا طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا۔
"میں جس پر ظلم کرنے کو کہتا ہوں' اس پر ظلم کرتا ہے۔ جسے قتل کرنے کو کہتا ہوں' اسے قتل کر دیتا ہے۔ تیرا یہ قصور کیا کم ہے کہ میرا غلام بن کر رہتا ہے؟"

"آپ کا غلام بن کر رہتا ہوں' آپ کی ہر بات مانتا ہوں۔ یہ تو اچھی بات ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا تُو آئندہ بھی میری ہر بات مانے گا؟" "میں تو اپنی جان کو داؤ پر لگا دیتا ہوں۔ مجھے حکم دیں۔"

"میں حکم دیتا ہوں' مجھے گالی دے۔"

نیتا حیرانی سے اس کا منہ تکنے لگا۔ میں نے جواد کے دماغ پر اس طرح قبضہ جمایا تھا کہ اسے ذرا سی ڈھیل بھی دی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جو کچھ کر رہا ہے' وہ غلط ہے لیکن وہ بے اختیار میری مرضی کے مطابق ویسا ہی کرتا جا رہا تھا۔ وہ نیتے سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ نارمل ہے مگر پہلے تو وہ اسے مارتا رہا تھا۔ اب گالی دینے کا حکم دے رہا تھا۔ نیتا بے چارہ حیران پریشان تھا۔

اس نے غصے سے کہا۔ "کتے کے بچے! میرا منہ کیا تک رہا ہے؟ مجھے گالی کیوں نہیں دیتا؟"

نیتا ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "حضور... مائی باپ! مسلسل ناکامیوں نے آپ کو پریشان کر دیا ہے۔ آپ دماغی طور پر بہت الجھ گئے ہیں۔ خدا کے لیے خود کو سنبھالیں۔"

جواد نے ایک گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا۔ وہ بری طرح جھنجلا گیا مگر اس کا دستِ راست تھا۔ بچپن سے اس کی تابع داری کرتا آیا تھا۔ اس لیے برداشت کر رہا تھا۔ جواد نے کہا۔ "اب میں تجھے ماں بہن کی گالیاں دوں گا' تب ہی تُو مجھے جواباً گالیاں دے گا اور مجھ پر ہاتھ اٹھائے گا۔"

وہ اسے بہت ہی غلیظ گالیاں دینے لگا۔ میں اسے چھوڑ کر نیتے کے اندر پہنچ گیا۔ میرے جاتے ہی وہ ہوش میں آ گیا پھر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر سوچنے لگا۔ "میں ابھی کیسی حرکتیں کر رہا تھا؟"

اُدھر نیتے میرے زیرِ اثر آ گیا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ایک زبردست گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا پھر اسے سڑی سڑی گالیاں دیتے ہوئے لاتیں اور گھونسے مارنے لگا۔ وہ جسمانی طور پر نیتے کے مقابلے میں کمزور تھا۔ اس کے حملوں سے بچنے کی کوششیں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "میں... میں نارمل ہو گیا ہوں رک جا۔ اب او کتے کے بچے! رک جا۔"

وہ مار کھاتے کھاتے فرش پر گر گیا تھا۔ میں نیتے کو چھوڑ کر پھر اس کے اندر آ گیا۔ وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "ابے او کتے کے بچے! تیرے ہاتھ کیوں رک گئے؟ تیری زبان کیوں نہیں چل رہی ہے؟ مجھے گالی دے۔"

اب نیتا نارمل ہو گیا تھا۔ وہ جواد کو گالی دینا یا مارنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "مجھے معاف کر دیں۔ ماں بہن کی گالی سن کر آپے سے باہر ہو گیا تھا۔ میں نے آپ کو گالی دی ہے۔ مارا ہے..... آپ اپنا جوتا اتاریں اور میرے سر پر ماریں۔"

جواد نے اپنے پاؤں سے جوتی اتار کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لے اسے پکڑ اور میرے سر پر مار۔"

نیتا اپنا سر اور اپنے ہاتھ انکار میں ہلانے لگا' کہنے لگا۔ "یا اللہ! پتا نہیں آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ کیوں ایسا کر رہے ہیں؟ مجھے جان سے بھی مارنا چاہیں گے تو میں آپ کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

جواد نے اپنی جیب سے تجوری کی چابیاں نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ میرے سیف کی چابیاں ہیں۔ چل اسے کھول اور اس کے اندر جتنا مال ہے سب اپنے ساتھ لے جا۔ اگر نہیں لے جائے گا تو تجھے اس جوتی سے مجھے مارنا ہو گا۔"

نیتا پریشانی سے کبھی جوتی کو' کبھی چابیوں کو اور کبھی اپنے آقا کو تکنے لگا۔ اس نے کہا۔ "تجھے دو میں سے ایک بات ماننی ہو گی یا تو مجھے مارے گا یا پھر سیف کھول کر سارا مال لے جانا ہو گا۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو میں تجھے گولی مار دوں گا۔"

اس نے چابیوں کو اور اپنی جوتی کو میز پر رکھا۔ نیتے کے شانے سے ریوالور لٹک رہا تھا۔ جواد نے اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "تُو اگر نمک حرام بنے گا تو اپنے ہی ہتھیار سے مارا جائے گا۔ چل.... جوتی اٹھا اور میرے سر پر مار... یا پھر تجوری کھول کر سارا مال لے جا۔"

وہ مرنا نہیں چاہتا تھا اور اپنے مالک کی تجوری پر ہاتھ بھی صاف کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ ابھی تجوری کھول کر سارا مال لے جائے گا۔ جب ان کا آقا نارمل ہو گا اور اپنے مال کا مطالبہ کرے گا تو وہ اسے واپس کر دے گا۔

اس نے آگے بڑھ کر میز سے چابیاں اٹھائیں پھر سیف کے پاس جا کر اسے کھولنے لگا۔ جواد اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ سیف کے اندر بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ تقریباً پچیس لاکھ روپے تھے۔ سونے کے ڈھیر سارے زیورات اور کچھ ہیرے جواہرات بھی رکھے ہوئے تھے۔ جواد نے پلاسٹک کا ایک بڑا سا تھیلا لا کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اس میں سارا مال رکھ لے۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ تجوری خالی کر دی۔ سارا مال اس تھیلے میں سما گیا۔ جواد نے اسے ریوالور واپس کرتے ہوئے کہا۔ "اسے اپنے پاس رکھ لے۔ تُو واقعی میرا وفادار اور نمک حلال ہے۔ اب یہاں سے جا اور یہ سب کچھ لے جا۔"

وہ تھیلا اٹھا کر بولا۔ "میں یہ نقدی اور زیورات لے جا رہا ہوں لیکن یہ میرے پاس آپ کی امانت ہیں۔ جب بھی مطالبہ کریں گے' میں انہیں واپس کر دوں گا۔"

وہ دھتکارنے کے انداز میں ہاتھ ہلا کر بولا۔ "اچھا..... اچھا..... اب زیادہ بکواس نہ کر۔ یہاں سے دفع ہو جا۔"

وہ تھیلا اٹھا کر حویلی سے باہر آ گیا۔ جیپ میں بیٹھ کر اپنے گھر کی طرف جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اسے بالکل غائب دماغ کر دیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ میں اس کے اندر رہ کر اسے شاہدرہ والے مکان کے سامنے لے آیا۔

اس نے وہاں جیپ روکی پھر اس تھیلے کو اٹھا کر تیزی سے میرے مکان کے دروازے پر آیا۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ اسے اپنے ساتھ لے کر ایک کمرے میں آ گیا۔ وہاں اس نے تھیلے کو خالی کر دیا پھر اس نے کچھ کچرا اور دو چار پتھر اس تھیلے میں رکھے اور وہاں سے چلا گیا۔ واپس جاتے وقت جب وہ دریائے راوی کے پل سے گزرنے لگا تو اس نے ایک جگہ جیپ روک دی۔

اس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ پل پر اِکا دُکا گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ وہ بیگ اٹھا کر جیپ سے اتر کر پل کی ریلنگ کے پاس آیا۔ راوی کی سیلابی کیفیت کم ہو گئی تھی پھر بھی اس کی منہ زور لہریں ٹھاٹھیں مارتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ وہ میری مرضی کے مطابق اس بیگ کو ان منہ زور لہروں کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میں نے اس کے دماغ کو

ذرا سی ڈھیل دی تو وہ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ ''میں یہاں کیسے آ گیا؟''

اس نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے بیگ کو دیکھا۔ ایسے ہی وقت میں نے اس پر گرفت ڈھیلی کی۔ بیگ اس کے ہاتھوں سے نکل کر نیچے پانی میں گر گیا۔ وہ چیخنے لگا۔ ''ارے ارے یہ میں نے کیا کیا؟ نہیں...... نہیں...... یہ نہیں ہو سکتا۔''

وہ تیزی سے دوڑتا ہوا دوسری ریلنگ کی طرف گیا پھر وہاں سے جھانک کر دیکھنے لگا۔ صبح کی دھیمی دھیمی سی روشنی میں وہ واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یقین کرنا چاہتا تھا کہ وہ ہاتھوں سے نکل چکا ہے یا نہیں...؟

ایسے ہی وقت کسی نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی پھر ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ ''ابے او کون ہے تُو...؟ اِدھر خودکشی کرنے آیا ہے...؟''

فیتے نے دیکھا کہ دو پولیس والے تھے۔ ایک نے پیچھے سے اس کے کالر کو پکڑا ہوا تھا۔ دوسرا اس کے سر پر اپنا ڈنڈا آہستہ آہستہ بجاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''ایک ایسا ماروں گا کہ ڈوبنے سے پہلے مر جائے گا۔ بول کیوں مرنا چاہتا تھا؟''

وہ بولا۔ ''میں یہاں مرنے نہیں آیا تھا۔ میرے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔ میں یہاں کھڑا صبح کے وقت بہتے ہوئے راوی کا نظارہ کر رہا تھا کہ بیگ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔ اس میں دس ہزار روپے اور بہت سے ضروری کاغذات تھے۔''

''تو پھر سمجھ لے کہ وہ گئے اور تو بھی یہاں سے جا...... ورنہ ہم تجھے تھانے لے جائیں گے۔''

وہ اپنا کالر چھڑا کر جیپ میں آ کر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''میں اِدھر کیسے آ گیا؟ میں تو اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔''

وہ وہاں سے کچھ دور جانے کے بعد سڑک کے کنارے جیپ روک کر کچھ سوچنے لگا۔ یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ ایسا کیوں ہو گیا؟ اور کیسے ہو گیا کہ اس نے خود ہی اتنی ساری دولت اپنے ہاتھوں سے لا کر راوی میں ڈبو دی؟

وہ دیواروں سے سر ٹکراتا رہتا اور سوچنے کی کوششیں کرتا رہتا' تب بھی یہ باتیں اس کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھیں۔ جب تک میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھا' تب تک اُدھر جواد انور شاہ میری گرفت سے آزاد رہا۔ نارمل ہوتے ہی وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ''ابھی میں کیسی حرکتیں کر رہا تھا؟ مجھے لگ رہا تھا کہ میں پاگل ہو گیا ہوں۔ میرا دماغ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میں اپنے دستِ راست وفادار فیتے کو گالیاں دے رہا تھا اور اسے مجبور کر رہا تھا کہ وہ بھی مجھے گالیاں دے' میری جوتی سے مجھے مارے اور میرے سیف سے ساری دولت...''

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا سر گھما کر سیف کی طرف دیکھا تو اس کا پٹ پوری طرح کھلا ہوا تھا۔ وہ خالی ہو چکا تھا۔ اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس میں پچیس لاکھ کے زیورات اور دو کروڑ کے ہیرے جواہرات تھے۔ وہ تقریباً ڈھائی کروڑ روپے کا نقصان اٹھا چکا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا اپنی حویلی سے باہر آیا۔ اس کا خیال تھا کہ فیتا ابھی نہیں گیا ہو گا لیکن وہ باہر کہیں دکھائی نہیں دیا۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا تو پتا چلا کہ فیتے کا فون بند ہے۔

جواد جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ غلام بن کر رہنے والا فیتا اچانک مالا مال ہو گیا ہے۔ وہ نمک حرام واپس نہیں آئے گا۔ اگر کبھی گرفت میں آئے گا تو اس کے پچیس لاکھ روپے' سونے کے زیورات اور ہیرے جواہرات کبھی واپس نہیں کرے گا۔

میں چاہتا تھا کہ اسے تھوڑی سی سزا دوں تاکہ وہ نیم پاگل ہو جائے۔ جلد ہی کنگال ہو کر ذلت آمیز زندگی گزارنے لگے پھر سڑکوں پر گھومتے ہوئے ہاتھ پھیلا پھیلا کر لوگوں سے کہے۔ ''برے کا انجام برا ہوتا ہے جیسا کہ میرا انجام تم لوگوں کے سامنے ہے۔ مجھے دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔''

صبح ہو چکی تھی۔ تمام رات جاگتے ہوئے گزری تھی مگر اس رات مجھے میری کھوئی ہوئی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت واپس مل گئی تھی۔ میں نے سوچا۔ ''اب کوٹھی میں جا کر نیند پوری کروں گا۔ تبھی مجھے اپنے قریب پا کر مطمئن ہو جائے گی۔''

میں کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنی کوٹھی کی طرف جانے لگا۔ میرا موجودہ بیٹا مراد انور شاہ اگرچہ میرے قدموں میں آ کر معافی مانگ چکا تھا اور ہمارے دشمنوں سے تعلقات ختم کر چکا تھا۔ تاہم میں اس پر مکمل بھروسا نہیں کر سکتا تھا۔ اب خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر کی تمام باتیں معلوم کر سکتا تھا اور کوٹھی میں پہنچنے کے بعد میں یہی کرنے والا تھا۔

☆☆☆

ترپالا کی حکمتِ عملی اس کے لیے خاطر خواہ نتائج پیدا کر رہی تھی۔ ہمارے اور اکابرین کے درمیان برسوں سے عداوتیں چلی آ رہی تھیں۔ ترپالا ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر رہا تھا۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ اکابرین اپنی کم ظرفی کا ثبوت دے رہے ہیں اور اکابرین ثبوت اور گواہوں کے ساتھ یہ ثابت کر رہے تھے کہ ہم ان کے اہم منصوبے کو خاک میں ملا چکے ہیں۔

ترپالا آئندہ بھی ایسے ہی طریقۂ کار کے مطابق ہمارے درمیان عداوتیں بڑھانے والا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے کہا جا رہا تھا۔ ''ہم نے تمہارے اور انڈیا کے درمیان ہونے والے معاہدے کو سبوتاژ نہیں کیا ہے۔ اگر ایسا کرتے تو ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتے۔ ہم جانتے ہیں کہ تم سب اس دنیا کے بڑے بڑے طاقتور ممالک کہلانے کے باوجود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔''

ادارے کی طرف سے کہا جا رہا تھا۔ ''تم نے بین الاقوامی تنازعات نمٹانے کے لیے جو عالمی عدالت بنائی ہے ہم اس عدالت کے فیصلوں کو بھی ٹھکرا سکتے ہیں۔ یہ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم اگر سیارے والوں کی طرح تمہاری کمزوریوں سے کھیلیں اور تمہارے فوجی رازوں سے فائدہ اٹھانا شروع کریں گے تو تم لوگ ہمارے غلام بن جاؤ گے مگر ہم نے نہ تو پہلے ایسا کیا ہے نہ اب کریں گے۔''

تمام اکابرین مانتے تھے کہ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کی بہت بڑی طاقت ہے ایک نہیں درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پاس ہیں پھر یہ کہ ہمارے پاس وہ غیر معمولی مشینیں بھی ہیں اور سب سے بنیادی بات یہ تھی کہ ہمارے پاس روحانی قوت تھی۔

اکابرین کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''ہم مانتے ہیں کہ اب سے پہلے تم لوگوں نے ہمارے سیاسی اور فوجی معاملات میں مداخلت نہیں کی مگر ہو سکتا ہے تمہاری بڑھتی ہوئی طاقت نے تمہیں مغرور بنا دیا ہو۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے اس معاہدے کو تم نے خاک میں نہیں ملایا ہے تو پھر کس نے ایسا کیا ہے؟ ہمارے اور انڈیا کے درمیان ہونے والے اس معاہدے کو فی الحال ملتوی کیا گیا ہے۔ اس کا فائدہ اسلامی جمہوریہ چین کو پہنچ رہا ہے لیکن ان کے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے جب کہ ہمارے نمائندے کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والی پہنچی ہوئی تھی اور اس نے اس نمائندے کو ابنارمل بنا دیا تھا۔ ہم اس سلسلے میں جمہوریہ چین پر شبہ نہیں کر سکتے۔''

ترپالا کی سازشوں کے باعث سب ہی الجھن میں تھے۔ تمام اکابرین نے پیرس کے ایک کانفرنس ہال میں بابا صاحب کے ادارے کے نمائندوں کو مدعو کیا۔ تاکہ اس سنگین معاملے پر غور کیا جائے اور کسی نتیجے پر پہنچا جائے۔ بابا صاحب کے ادارے سے پانچ افراد اس کانفرنس ہال میں پہنچے تھے۔ وہاں بحث مباحثہ شروع ہوا تو ابتدا میں ایک دوسرے پر الزامات عائد کیے پھر کہا گیا کہ یوں کسی پر الزام عائد کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ ہمیں یہ فرض کرنا ہو گا کہ کوئی تیسری ہستی ہے یا کون تیسری پارٹی ہے جو ہمیں ایک دوسرے سے لڑا رہی ہے اور شاید اپنا کوئی مفاد حاصل کر رہی ہے۔ جسے ہم ابھی سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔

بابا صاحب کے ادارے کے ایک عالم نے کہا۔ ''ہمارا ایک ہی دشمن ایسا ہے جسے اس لڑائی سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ہم ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہیں گے اور کمزور ہوتے جائیں گے تو وہ ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھائے گا۔''

ایک امریکی آرمی کے اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''وہ کون ہے؟ آپ اس کی نشاندہی کریں۔''

''وہ گریٹ اینشورا ہے...... ہم سے بُری طرح مات کھا کر گیا ہے۔ ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ شکست کھانے کے بعد وہ آرام سے بیٹھ جائے گا۔ وہ ہماری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب ضرور پورا کرے گا۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''بابا صاحب کے ادارے میں غیر معمولی مشین ہے۔ اگر اینشورا یہاں آئے گا تو آپ کی مشین کی اسکرین پر نظر آ جائے گا۔ اس خوف سے وہ یہاں نہیں آ سکتا۔''

''بے شک وہ یہاں نہیں آ سکے گا لیکن اپنے نمائندوں کو بھیجتا رہے گا اور شاید اس کے نمائندے ہماری دنیا میں پہنچ چکے ہیں۔ وہی ہمارے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ اگر ہم ان کے بارے میں نہیں سوچیں گے' انہیں نظرانداز کریں گے تو آئندہ بھی دھوکا کھاتے رہیں گے۔''

اس بات سے سب ہی قائل ہوئے کہ ایسا ممکن ہے۔ انہیں یہ دیکھنا اور سمجھنا چاہیے کہ سیارے والے پھر واپس آ گئے ہیں اور اس بار بہت ہی رازداری سے ان کے رازوں اور کمزوریوں تک پہنچ رہے ہیں اور انہیں آپس میں لڑا رہے ہیں۔

ترپالا اس کانفرنس ہال میں موجود تھا۔ اکابرین کے خیالات پڑھتا جا رہا تھا۔ ایک اعلیٰ عہدیدار نے اس کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''یہ سراسر بکواس ہے۔ میں نہیں مانتا کہ سیارے والے واپس آ گئے ہیں۔ یہ محض مفروضہ ہے حقیقت نہیں ہے۔''

ایک دوسرے آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''یہ بابا

صاحب کے ادارے والے ہمیں زبردست نقصان پہنچا چکے ہیں۔ انڈیا کے ساتھ جو معاہدہ ہو رہا تھا اسے خاک میں ملا چکے ہیں۔ اب اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے خیالی سیارے والوں کو یہاں پیش کر رہے ہیں جبکہ ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

ایک اور اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ سیارے والے یہاں موجود ہیں تب تک یہ باتیں تسلیم نہیں کرنی چاہیے۔"

ادارے کے ایک عالم نے کہا۔ "جب تک آپ حضرات سیارے والے کو تلاش نہیں کریں گے تب تک وہ روپوش رہیں گے۔ کبھی یہ ثابت نہیں ہو سکے گا کہ وہ یہاں موجود ہیں اور ہم سب دھوکا کھاتے رہیں گے۔ آپ تمام اکابرین کے پاس وسیع ذرائع ہیں۔ دنیا میں آپ کے سراغ رسانوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ آپ کے انٹرپول، ایف بی آئی اور دوسرے تمام انٹیلی جنس والے انہیں تلاش کر سکتے ہیں۔ ہم بھی اپنے ذرائع استعمال کریں گے اور انہیں ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔"

ایک امریکی عہدیدار نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک عالم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم لوگوں نے جس امریکی نمائندے کو انڈیا میں اپنا آلۂ کار بنایا تھا، وہ میرا چھوٹا بھائی تھا۔ تمہاری ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس بے چارے نے اس کے زیرِ اثر آکر انڈیا کے ایک اعلیٰ عہدیدار کو گولی ماردی اور خود گولی کھا کر زخمی ہو گیا۔ میں اپنے بھائی کا انتقام ضرور لوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے لباس سے ریوالور نکال کر عالم کا نشانہ لیتے ہوئے ان پر گولی چلا دی۔ وہ بے چارے اسی لمحے شہید ہو گئے۔

پورے کانفرنس ہال میں ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ آس پاس بیٹھے ہوئے عہدیداروں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور چھین لیا۔ ایسے وقت آرمی کے ایک افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسرے عالم پر گولی چلا دی۔ وہ بے چارے بھی شہید ہو گئے۔ سیکیورٹی گارڈز نے آکر باقی تینوں علما کے اطراف گھیرا ڈال دیا تاکہ کوئی کوئی کہیں سے ان کی طرف نہ آسکے۔

گولی چلانے والے اعلیٰ عہدیدار کو اور آرمی کے افسر کو پکڑ کر ایک طرف لے جا کر ان سے پوچھا جا رہا تھا کہ انہوں نے ایسی حرکت کیوں کی ہے؟

تربالا یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا بھید کھل جائے۔ اس نے عہدیدار کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اسی طرح چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میں نے اپنے بھائی کا انتقام لیا ہے۔

مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے گولی چلانے والے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے اچانک کیا ہو گیا تھا؟ بس ایسا لگا کہ میرا دماغ میرے قابو میں نہیں ہے۔ میری بات کا یقین کیا جائے۔ میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی گولی چلائی ہے۔"

تربالا اس اعلیٰ عہدیدار کو چھوڑ کر آرمی افسر کے دماغ کے اندر آیا پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ کہنے لگا۔ "نہیں نہیں..... میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے جان بوجھ کر گولی چلائی ہے۔ یہ مسلمان ہمارے دشمن ہیں۔ یہ ماضی میں بھی ہم سے بدترین دشمنی کرتے آئے ہیں۔ اس کانفرنس ہال سے جانے کے بعد بھی دشمنی کرتے رہیں گے۔"

تربالا اس آرمی افسر کے دماغ میں تھا۔ اُدھر اعلیٰ عہدیدار کا دماغ آزاد ہو گیا۔ ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر موجود تھا۔ وہ کہنے لگا۔ "میں نے اپنے بھائی کا انتقام نہیں لیا ہے۔ میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ بڑی کانفرنس میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتا۔ پتا نہیں کیسے اچانک غائب دماغ ہو گیا! گولی چلانے کے بعد پتا چلا کہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔"

تربالا سیارے سے تنہا آیا تھا۔ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا اس کے ساتھ نہیں تھا۔ اسی لیے وہ کبھی اعلیٰ عہدیدار کے اور کبھی اس آرمی افسر کے اندر جا رہا تھا۔ اس نے بیک وقت دو افراد کو آلۂ کار بنا کر بہت بڑی غلطی کی تھی۔ اب اس غلطی کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ ایک کے اندر جاتا تو دوسرا یہ بیان دیتا کہ کسی نے اس کے دماغ پر جبراً قبضہ جمایا ہے۔

احتیاطی تدابیر پر عمل کرنے کے باوجود تربالا سے آخر یہ حماقت ہو ہی گئی۔ یہ ثابت ہو گیا کہ کوئی اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے درمیان ہے۔ وہ کم از کم مسلمان نہیں ہے۔ یہ سب مان رہے تھے کہ کوئی مسلمان اپنے عالم پر گولی نہیں چلائے گا اور نہ ہی کسی مسلمان نے ایسا کیا ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کہہ رہے تھے۔ "ہم نے بھی ایسا نہیں کیا ہے۔ کوئی تیسرا خیال خوانی کرنے والا ہمارے درمیان موجود ہے۔"

اس طرح یہ ثابت ہو رہا تھا کہ کوئی تیسرا اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور وہ تیسرا یقیناً سیارے سے تعلق رکھتا ہوگا۔ انہوں نے دو شہیدوں کی لاشیں بابا صاحب کے ادارے تک پہنچا دیں۔ تین علما زندہ و سلامت ادارے میں واپس آگئے۔ بابا فرید واسطی اور اعلیٰ حضرت خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔ وہ معاملات کو سمجھ رہے تھے کہ جب دو علما شہید ہوں گے تب ہی جھوٹ کا پردہ چاک ہوگا اور فریب کرنے والا رفتہ رفتہ ظاہر ہوتا جائے گا۔

سب ہی اکابرین قائل ہو رہے تھے کہ سیارے سے کچھ لوگ اس دنیا میں آگئے ہیں۔ اب انہیں ڈھونڈنے کے بعد ہی پوری طرح یقین ہوگا اور ان کے خلاف کچھ کیا جا سکے گا۔

بابا صاحب کے ادارے سے تمام اکابرین کو وارننگ دی گئی۔ ان سے کہا گیا۔ "ہم اپنے دو علما کا خون معاف نہیں کریں گے۔ تمہیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ تمہارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہ شرارت نہیں کی ہے۔ اگر یہ الزام غلط ہے تو پھر اسے ثابت کیا جائے۔"

انہیں وارننگ دی گئی۔ "ہم ایک ہفتے کی مہلت دیتے ہیں یا تو اصل قاتل کو پیش کرو اور یہ ثابت کرو کہ تم نے ہمارے علما کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ ہمیں اُمید ہے جب اصل قاتل تک پہنچنے کی کوشش کرو گے تو کوئی سیارے والا ضرور سامنے آئے گا پھر ہم اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے اس کی اصلیت معلوم کرلیں گے۔"

تمام اکابرین کے لیے یہ ایک نیا چیلنج تھا۔ انہیں ایک ہفتے کے اندر ان علما کے قاتل کا سراغ لگانا تھا۔ اگر اسے گرفتار نہ کیا جاتا یا اس کی نشاندہی نہ کی جاتی تو تمام اکابرین خود ہی اس بات کے چشم دید گواہ تھے کہ ان کے اعلیٰ عہدیدار اور آرمی کے اعلیٰ افسر نے ان علما کو گولی ماری تھی اور وہ سب چشم دید حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے تھے۔

ان اکابرین نے کہا۔ "ہم مانتے ہیں کہ مسلمانوں نے ہمارے خلاف کوئی واردات نہیں کی تھی۔ یہ سب سیارے والوں کی شرارت ہے۔ وہ یقیناً ہماری دنیا میں پھر آگئے ہیں۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اور ان ہی شرپسندوں نے ہمارے کانفرنس ہال میں پہنچ کر آپ کے دو علما کو شہید کیا ہے۔"

جواباً کہا گیا۔ "صرف مان لینے سے بات نہیں بنے گی۔ آپ اپنے وسیع ذرائع سے ان سیارے والوں تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ ہم ایک ہفتے تک انتظار کریں گے۔"

کانفرنس ہال میں جو واردات ہوئی تھی، اس کے باعث اکابرین بری طرح پھنس گئے تھے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ ایک ہفتے کے اندر انہوں نے اصل قاتل کا سراغ نہ لگایا تو مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے خلاف زبردست کارروائی کریں گے۔ اب ان کے آگے دو ہی راستے تھے کہ ایک ہفتے کے اندر سیارے والوں کا سراغ لگائیں یا پھر مسلمانوں کے خلاف پہلے سے بہت زیادہ محتاط اور منظم ہو جائیں۔

تربالا ان سب کی باتیں سن رہا تھا اور ان کے ذہنوں میں یہ سوچ پیدا کر رہا تھا کہ وہ اکابرین مسلمانوں کے مقابلے میں کمزور ہیں کیونکہ مسلمانوں کے پاس صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہی نہیں بلکہ غیر معمولی مشین بھی ہے۔ اس مشین کے ذریعے وہ ان کے منصوبوں کو پہلے سے سمجھ لیتے تھے۔ وہ مشین انہیں آرمی کے ہیڈ کوارٹر کے ایک ایک خفیہ خانے تک پہنچائے گی۔ وہ ایسی جگہ بھی پہنچ سکتے ہیں جہاں ایٹم بم چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ وہ کسی وقت کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

اکابرین بہت سہمے ہوئے تھے۔ مسلمانوں سے نمٹنے کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایسے وقت تربالا نے ایک شخص کو آلۂ کار بنا کر اپنی کیمونیکیشن مشین کو یوگا جاننے والے آرمی کے پانچ افسران تک پہنچا دیا۔ انہیں یہ پیغام دیا۔ "تمہاری مشکلیں آسان ہونے والی ہیں۔ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات ملنے والی ہے۔ اس مشین کو آن رکھو۔ گریٹ ایشورارا ابھی تم سے بات کرے گا۔"

بابا فرید واسطی اور اعلیٰ حضرت سے کوئی بات چھپی نہیں تھی۔ وہ سب کچھ جانتے تھے مگر انجان بن کر خاموش رہتے تھے۔ جب کبھی ضروری ہوتا تو میری فیملی کے تمام افراد کو تحفظ فراہم کرتے تھے۔ انہوں نے پارس، پورس، الپا، ماورا، کبریا اور اعلیٰ بی بی سے کہا کہ وہ پہلی فلائٹ سے ادارے میں واپس آجائیں۔ سونیا سے کہا گیا کہ وہ روحانی عمل کے باعث نادیدہ بن کر رہے گی۔ مگر کسی ایسے مرحلے سے گزرتے وقت ان سیارے والوں کو نظر آئے گی تو ایسے وقت وہ اپنی ذہانت اور حاضر دماغی سے اپنی حفاظت کر سکتی ہے۔

سونیا نے پوچھا۔ "کیا سیارے والے فرہاد کو اپنی مشین کے ذریعے دیکھ سکیں گے؟"

"نہیں..... اس کی شخصیت بدل چکی ہے۔ فرہاد کی حیثیت سے دشمن اسے دیکھ نہیں پائیں گے۔"

اِدھر حفاظتی تدابیر پر عمل ہو رہا تھا۔ اُدھر گریٹ ایشورارا نے کیمونیکیشن مشین کے ذریعے ان آرمی کے پانچ

یوگا جاننے والوں سے رابطہ کیا۔ ان سے تحریر کے ذریعے کہا۔
''ہم سائنس اور ٹیکنالوجی میں تم لوگوں سے بہت آگے ہیں اور ہم ارادے کے بھی بہت پکے اور ضدی ہیں۔ تمہاری پوری دنیا پر اپنی حکومت قائم کر کے رہیں گے۔ تم سب بدترین حالات کی دلدل میں دھنس رہے ہو۔ کیا یہ بات تمہاری عقل میں آرہی ہے کہ اس دلدل سے صرف اور صرف ہم ہی تمہیں نکال سکیں گے؟''

ان افسران نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''ہم وضاحت چاہتے ہیں کہ تم کس طرح ہمارے کام آؤ گے؟'
اس نے پوچھا۔ ''کیا تم لوگ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات حاصل کرنا نہیں چاہتے؟''
''بے شک ہم یہی چاہتے ہیں۔''
اس نے پھر پوچھا۔ ''کیا تم ان مسلمانوں کے برابر ٹیلی پیتھی سائنس اور ٹیکنالوجی کی قوت رکھنا نہیں چاہتے؟''
''بے شک ہماری سب سے بڑی آرزو یہی ہے۔ جہاں تک ٹیلی پیتھی کا تعلق ہے تو ہمارے پاس پانچ خیال خوانی جاننے والے موجود ہیں لیکن ان کے مقابلے میں ہمارے پاس غیر معمولی مشین نہیں ہے۔''
''ایسی ہی ایک مشین تمہیں مل جائے گی۔''
آرمی کے پانچ یوگا جاننے والے افسران نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تم ایسی ہی ایک مشین ہمیں دے سکتے ہو؟''
گریٹ ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''یہ میرے لیے کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ ہمارے درمیان پہلے ہی لین دین کے معاملات طے ہو چکے تھے۔ ہم نے تمہارے تمام مطالبات تسلیم کر لیے تھے۔ ہم نے تمہارا سب سے اہم مطالبہ منظور کیا تھا کہ امریکا، انگلینڈ، فرانس اور جرمنی آزاد ممالک ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔ دنیا کے باقی حصّوں پر ہماری حکومت ہوگی۔''
''اگر تم ہمارا یہ مطالبہ تسلیم کر رہے ہو اور غیر معمولی مشین ہمیں دے رہے ہو تو پھر بے شک اس دنیا پر حکومت کرنے کے لیے چلے آؤ لیکن.....''
گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''کیا کوئی کانٹا کھٹک رہا ہے؟''
''ہاں، ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم ہماری دنیا میں کیسے آؤ گے؟ تمہاری تصویریں تمہارے کوڈ نمبرز مسلمانوں کی مشینوں میں محفوظ ہیں۔ جب بھی یہاں آؤ گے تو دیکھ لیے جاؤ گے۔ یہاں ہر لمحے موت تمہارے سر پر منڈلاتی رہے گی۔''

''میری فکر نہ کرو۔ میں سیارے میں بیٹھ کر ساری دنیا پر حکومت کرتا رہوں گا۔ میرے نمائندے میرے نائب ایشورارا قائم مقام حکمران بن کر رہیں گے۔ تم اپنا فائدہ دیکھو۔ ان مسلمانوں نے تمہیں ایک ہفتے کی مہلت دی ہے۔ اس سے پہلے ہی ایک غیر معمولی مشین تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔''
انہوں نے خوش ہو کر کہا۔ ''گریٹ ایشورارا زندہ باد..... ہم تمہارے نمائندوں کے لیے اور نائب ایشورارا کے لیے یہاں راہیں ہموار کرتے رہیں گے۔ بہت جلد تم اپنی حکومت یہاں قائم کر سکو گے۔''
وہ پانچ یوگا جاننے والے آرمی کے افسران یہ خوشخبری دوسرے اکابرین تک پہنچانے لگے۔ وہ سب خوش ہو رہے تھے۔ پھر یہ اُمید ہو چلی تھی کہ سیارے والے اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کے ساتھ اس دنیا میں آجائیں گے، ہم پھر سے متحد ہو جائیں گے تو ان کی طاقت بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔ وہ بڑے یقین اور فخر سے کہہ رہے تھے کہ سیارے والوں سے اتحاد قائم ہو جائے گا تو ان کی مقابلے میں مسلمان دنیا کے ایک گوشے میں سمٹ کر رہ جائیں گے۔

☆☆☆

میں شاہدرہ والے مکان سے نکل کر اپنی کوٹھی میں آگیا۔ نبی گہری نیند میں تھی۔ اس نے صبح آٹھ بجے کا الارم لگایا تھا۔ میں نے اسے جگایا نہیں۔ میرے دونوں باڈی گارڈز نے شکایتاً کہا۔ ''سر! آپ نے ہمیں کال نہیں کی۔ شاہدرہ سے یہاں اکیلے چلے آئے۔''
دوسرے باڈی گارڈ نے کہا۔ ''کل ہی آپ پر جان لیوا حملہ ہوا تھا۔ آپ کی جگہ ہمارا... سیکیورٹی افسر مارا گیا۔ آپ کو خود سے اس طرح بے پروا نہیں ہونا چاہیے۔''
میں نے مسکرا کر کہا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ تم سب میری اتنی فکر کرتے ہو۔ میں نے اپنے لیے خطرہ محسوس نہیں کیا تھا اسی لیے چلا آیا۔ آئندہ تم دونوں کو ساتھ رکھوں گا۔''
میں اپنے بیڈروم میں آگیا۔ میری آنکھوں سے نیند اُڑ چکی تھی۔ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں مجھے واپس مل گئی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے بہت بڑا خزانہ ہاتھ آگیا ہے اور میں دنیا کا سب سے طاقتور انسان بن چکا ہوں۔
یہ خوشی اور یہ اطمینان کچھ کم نہیں تھا کہ آئندہ میں اپنے دشمنوں سے بے خبر رہنے والا نہیں تھا۔ مجھے ان کے اندر گھس کر ان کی مکاری کو سمجھنے کا ہنر آگیا تھا۔ یہ ایسی مسرتیں تھیں جو مجھے سونے نہیں دے رہی تھیں۔ میں نے سوچا کہ جاگ رہا

ہوں تو خیال خوانی کرتے ہوئے وقت گزارنا چاہیے۔

پھر میرے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ یہ خیال خوانی کا علم میں نے کب حاصل کیا تھا؟ اور کیسے؟

میں ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگا کہ مجھے ماضی کی باتیں یاد نہیں آتی ہیں۔ میں فرہاد انور شاہ ہوں لیکن بعض اوقات خود کو اجنبی محسوس کرتا ہوں۔ آئینے کے روبرو خود کو دیکھتا ہوں تو دھند میں لپٹا ہوا دکھائی دیتا ہوں۔ میری بیوی نائلہ نے ماضی کے متعلق جو کچھ مجھے بتایا تھا بس وہی باتیں یاد رہ گئی تھیں۔ اس نے کبھی نیلی پیتھی کے سلسلے میں کوئی بات نہیں کہی تھی۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ میں ایسا کوئی غیر معمولی علم جانتا ہوں تو وہ اس کے متعلق ضرور کچھ نہ کچھ کہتی مگر وہ مجھے بہت کچھ بتانے والی اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی۔

پھر میں نے شاہ کوٹ کی اس حویلی کے بارے میں سوچا جہاں شاندار کوٹھی بن گئی تھی۔ بوڑھے بابا نے کہا تھا کہ میرے باپ اور دادا اس حویلی کے پہلے مالک تھے لیکن وہ مجھے فرہاد علی تیمور کہہ رہا تھا۔ کتنی عجیب بات تھی کہ میں یہ نام بھول چکا تھا۔

میں نے بوڑھے بابا کا تصور کیا ان کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کر کے ان کے اندر پہنچنا چاہا تو میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ میں نے دوسری بار تیسری بار خیال خوانی کی لیکن بوڑھے بابا کے دماغ کے اندر نہ پہنچ سکا۔ اس وقت یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

پھر مجھے وہ ادھیڑ عمر شخص یاد آیا۔ جس نے میری کار کے پاس آ کر پوچھا تھا کہ میں وہاں کسے تلاش کر رہا ہوں؟ پھر اس نے کہا تھا کہ میں جو کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں وہ بوڑھے بابا سے معلوم ہو سکے گا۔

میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھا تھا۔ میں نے پھر آنکھیں بند کر لیں اور اس ادھیڑ عمر شخص کو تصور میں دیکھنے لگا۔ جب وہ اچھی طرح سے نظر آنے لگا تو میں نے اس کے لب و لہجے کو اور اس کی آواز کو یاد کرنے کی کوشش کی۔ میرا خیال خوانی کرنے والا ذہن بہت قوی تھا۔ ذرا سی دیر میں سب کچھ یاد آ گیا۔

پھر میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ میرے علم نے مجھے اس کے اندر پہنچا دیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ پچھلی رات بوڑھے بابا کا انتقال ہو چکا ہے۔ تب یہ بات سمجھ میں آئی کہ میری سوچ کی لہریں ان کے مردہ دماغ سے کیوں واپس آ رہی تھیں؟

اس بوڑھے بابا کے انتقال کے بعد میری معلومات کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ کوئی میرے ماضی کے متعلق بتانے والا نہیں رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا سوچتا رہا...... کیا مجھے یہ بھی نہیں معلوم ہو سکے گا میں نے ٹیلی پیتھی کا علم کب اور کیسے سیکھا تھا؟

تھوڑی دیر بعد عقل نے سمجھایا' مجھے خوامخواہ ان باتوں میں الجھنا نہیں چاہیے جو میری معلومات کے احاطے سے باہر ہیں۔ میں خیال خوانی کرتا رہوں گا۔ تو کسی نہ کسی ایسی ہستی تک ضرور پہنچ جاؤں گا جس کے ذریعے مجھے ماضی کی تمام باتیں یاد آ جائیں گی۔ فی الحال مجھے اپنے موجودہ حالات پر توجہ دینی چاہیے۔

میں نے موجودہ حالات سے نمٹنے کے لیے اپنے بھائی جواد انور شاہ سے ابتدا کی تھی۔ اسے کسی حد تک سزا دے کر اطمینان حاصل ہوا تھا۔ آئندہ بھی میں اس کے خلاف بہت کچھ کرنے والا تھا۔ اس کے بعد میرا دشمن بیٹا مراد انور شاہ تھا۔ وہ اپنے سسر جواد انور شاہ کے ساتھ میرے خلاف کی جانے والی سازشوں میں شریک رہا تھا۔ بعد میں اس نے ماں کے قدموں میں گر کر معافی مانگی تھی اور ہم نے اسے معاف کر دیا تھا۔

اب میں اس کے اندر چھپی ہوئی مکاریوں کو بھی سمجھ سکتا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچا تو وہ اس وقت اپنی بیوی زرینہ کی کوٹھی میں تھا۔ زرینہ نے اپنے باپ کے پیسوں سے نہیں بلکہ میرے بیٹے مراد کو الو بنا کر دو دو کروڑ کی کوٹھی حاصل کی تھی۔ اس نے ماں سے کہا تھا کہ وہ اپنے سسر جواد کو اور اپنی بیوی زرینہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ آیا ہے۔ اگر ہم اسے پناہ دیں گے اس کی غلطیوں کو معاف کر دیں گے تو وہ زرینہ کو طلاق دے دے گا۔ نائلہ نے اسے سمجھایا تھا۔ "میری بہو کو ہرگز طلاق نہ دینا' اسے سمجھانے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کرنا۔ اگر وہ تم سے سچی محبت کرتی ہے تو راہ راست پر آ جائے گی۔"

مراد دن بھر دفتر میں میرے ساتھ ہی رہتا تھا مگر رات کو اپنی بیوی کے پاس چلا جاتا تھا۔ اس کی بیوی جو میری بہو تھی اور جواد کے رشتے سے میری بھتیجی تھی' مجھ سے سخت نفرت کرتی تھی۔

میں مراد کے اندر پہنچا تو وہ تولیے سے منہ ہاتھ پونچھتے ہوئے زرینہ سے کہہ رہا تھا۔ "تم بہت ضدی ہو۔ اگر ڈیڈی سے سمجھوتا نہیں کرو گی' ان کے پاس جا کر اپنی غلطیوں کی معافی نہیں مانگو گی تو جائیداد اور اتنا بڑا کاروبار سب ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

زرینہ نے کہا۔ "تمہارا باپ میرے خلاف تمہیں بھڑکاتا ہے کہ مجھے طلاق دے دو۔ مجھے اپنی زندگی سے نکال کر دوسری شادی کر لو۔ میں ایسے شخص کا منہ بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"ہاں، ڈیڈ بھی کہتے ہیں۔ اگر میں نے ان کی بات نہ مانی تو مجھے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں دیں گے۔"

زرینہ نے کہا۔ "میں دیکھ رہی وہ بڈھا بھی کرنے والا ہے۔ پتا نہیں کس لڑکی کو اپنی بیٹی بنا کر لے آیا ہے۔ ضرور اسی سے تمہاری شادی کرائے گا۔"

"اسی لیے کہتا ہوں اپنی ضد سے باز آ جاؤ اور میرے ڈیڈ کے قدموں میں گر کر معافی مانگ لو۔ حالات بدل جائیں تو گدھے کو بھی باپ کہنا پڑتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے میرے باپ کو بھی گدھا سمجھ لو۔"

وہ فخر سے سینہ تان کر بولی۔ "میں جواد انور شاہ کی بیٹی ہوں۔ جھکنا نہیں جانتی' دوسروں کو جھکانا جانتی ہوں۔ تم اپنے باپ سے جا کر یہ جھوٹ کہہ دو کہ مجھے طلاق دے چکے ہو۔ ایک کاغذ پر جھوٹا طلاق نامہ لکھ کر اس بڈھے کو دکھاؤ اس کی تسلی ہو جائے گی۔"

مراد نے پریشان ہو کر کہا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ طلاق کوئی مذاق نہیں ہے۔ میں کاغذ پر لکھوں گا تو سچ مچ طلاق ہو جائے گی۔"

"اونہہ...... میں یہ باتیں نہیں مانتی، جب تم دل سے طلاق نہیں دو گے تو یہ محض ایک ڈراما ہوگا۔ ہم میاں بیوی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔"

"تم یہ چاہتی ہو کہ میں دکھاوے کے لیے تمہیں طلاق دے کر تم سے دور ہو جاؤں۔ ڈیڈی کے ساتھ اس کوٹھی میں رہوں اور دوسری شادی کر لوں؟"

"ہاں، اس بڈھے کو خوش کرنے کے لیے میری سوکن لے آؤ۔ میں بعد میں اس سوکن کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکوں گی۔"

"ٹھیک ہے میں ایسا کروں گا۔ ملازم سے کہو ناشتا لگائے۔ ڈیڈ نے ہمارے رکھے ہوئے تمام اسٹاف کو آفس اور فیکٹری سے نکال دیا ہے۔ ان کا جنرل منیجر جب سے آیا ہے تب سے مجھے بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔"

یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ جھوٹا اور مکار ہے۔ اس نے بڑی مکاری سے ماں کے قدموں میں گر کر آنسو بہائے تھے۔ وہ اپنے آنسوؤں سے مجھے نہیں پگھلا سکا لیکن ماں کی ممتا پگھل گئی۔ وہ بیٹے کے ساتھ کراچی گئی تھی۔ اس کے بعد بیچاری واپس نہ آ سکی۔ ایک حادثہ پیش آیا تھا۔ ایک گاڑی اسے کچلتی ہوئی گزر گئی تھی۔

اب تک میں بھی یہی سمجھ رہا تھا مگر اب مراد کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ حادثہ نہیں تھا۔ بیوی اور سسر کی پلاننگ کے مطابق ماں کو ہلاک کرنے کی سازش کی گئی تھی جو کامیاب ہو گئی۔

جواد نے اپنے داماد کو سمجھایا تھا کہ ماں جذباتی طور پر بہت کمزور ہوتی ہے۔ اس کی ممتا سے فائدہ اٹھاؤ۔ اس کے اکاؤنٹ میں پانچ کروڑ روپے ہیں اور پچاس لاکھ کی وہ چھوٹی سی کوٹھی بھی ماں کے نام ہی ہے لہٰذا وہ اس کی ممتا سے کھیل کر یہ سب کچھ اپنے نام کر سکتا ہے۔

ان کا منصوبہ یہ تھا کہ مراد ہمارے پاس آ کر خوامخواہ اپنی بیوی اور سسر سے بیزاری اور نفرت ظاہر کرے گا اور یہ کہے گا کہ اس کا سسر اسے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اسے اپنی جان کا خطرہ ہے' اسی لیے ماں باپ کی پناہ میں آیا ہے۔

زرینہ نے کہا۔ "ایسے وقت ماں اپنی اولاد کو اپنے آنچل میں چھپا لیتی ہے۔ تمہاری ماں بھی تمہیں کہیں روپوش ہونے کے لیے کہے گی تو تم اسے لے کر کراچی چلے جاؤ اور ماں کو محبت سے مجبور کرو کہ وہ اپنا بینک بیلنس اور اپنی کوٹھی تمہارے نام لکھ دے۔ تم کوشش کرو گے تو اسے بہلا پھسلا کر یہ سب کچھ اپنے نام کر لو گے۔"

مراد نے اپنی بیوی اور سسر کی پلاننگ کے مطابق یہی کیا تھا۔ ماں کو اپنے ساتھ کراچی لے گیا تھا۔ میں یہاں کاروباری معاملات میں مصروف ہو گیا تھا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بیٹا اپنی ماں کے خلاف چالیں چل رہا ہے۔ اس نے ماں کی بڑی چاپلوسی کی۔ رات کو سونے سے پہلے اس کے پاؤں دباتا تھا۔ اس کے قدموں پر سر رکھ کر کہتا تھا کہ بس میری جنت یہی ہے۔ میں اپنی ماں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔

وہ باؤلی ماں اس کے فریب میں آ گئی۔ بیٹے نے گردن میں بانہیں ڈال کر بہلایا پھسلایا تو اس نے اپنا بینک بیلنس اور اپنی کوٹھی اس کے نام کر دی۔ اسی شہر میں کچے کاغذات پر تمام قانونی کارروائی مکمل ہو گئی۔ اس کے دوسرے ہی دن نائلہ نے مجھے فون پر کہا کہ وہ شام کی فلائٹ سے واپس آ رہی ہے۔

افسوس وہ بیچاری پھر میرا منہ نہ دیکھ سکی۔ دشمن نہیں چاہتے تھے کہ بیٹے کا فراڈ باپ پر کھلے۔ اسی شہر میں جواد بھی موجود تھا لیکن وہ نائلہ کے سامنے نہیں آیا' اس نے ایک کرائے

کے قاتل کو پچاس ہزار روپے دیے وہ بدبخت نائلہ کو اپنی کار سے کچلتا ہوا گزر گیا۔

میں مراد کے خیالات پڑھ رہا تھا اور غصے سے کھول رہا تھا۔ اگر مجھے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہ ہوتا تو ایسے زہریلے حقائق کبھی معلوم نہ ہوتے۔ میں اس کمینے اور ذلیل بیٹے کو صرف خودغرض اور لالچی سمجھ کر اس پر بھروسا نہ کرتا۔ اپنی نظروں سے دور رکھتا یا زیادہ سے زیادہ اپنی دولت اور جائیداد سے اسے محروم کر دیتا لیکن وہ تو صرف خودغرض اور لالچی ہی نہیں تھا اپنی پیدا کرنے والی ماں کا قاتل بھی تھا۔

اس نے براہ راست قتل نہیں کیا لیکن قتل کی سازش میں شریک تھا۔ بچپن سے جوانی تک ماں کو دیکھتا اور سمجھتا آیا تھا لیکن جوانی میں بیوی کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا تھا۔ اپنے سسر جواد کی یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ ماں کو آلو بنا کر اس کا بینک بیلنس اور کوٹھی حاصل نہیں کرے گا تو باپ یہ سب کچھ بھی اس کے نام نہیں ہونے دے گا بلکہ کاروبار سے جائیداد سے بھی اسے محروم رکھے گا۔ پہلے ماں سے نمٹا جائے اس کے بعد بوڑھا اور کمزور باپ تنہا رہ جائے گا۔ اس سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔

اس کے چور خیالات ایک ایک بات مجھے بتا رہے تھے۔ میں اپنی وفادار اور محبت کرنے والی بیوی کو یاد کر رہا تھا۔ صدمے سے نڈھال ہو رہا تھا۔ اس کے سسر جواد کو سزا دے ہی چکا تھا اور اس کی آخری سانس تک مزید سزائیں دینے کا ارادہ بھی تھا۔ اسی طرح میں مراد اور اس کی بیوی کے لیے سوچ رہا تھا۔ انہیں بھی ہلاک نہیں کروں گا وہ زندہ رہیں گے۔ میں انہیں ایسی اذیت میں مبتلا کروں گا کہ وہ ہر لمحہ موت کی بھیک مانگتے رہیں گے اور انہیں موت نہیں ملے گی۔

مراد ناشتا کرنے کے بعد مجھ سے ملنے کے لیے ہیڈ آفس کی طرف گیا تھا۔ اس کی بیوی زرینہ نے موبائل فون اٹھا کر نمبر پنچ کیے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ مراد سے کس طرح فراڈ کر رہی ہے۔ وہ ایک نکھٹو نوجوان کے ساتھ اپنی ہوس پوری کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ضروری سمجھتی ہے کہ ایک بیٹا ضرور پیدا کرنا چاہیے۔ پچھلے چار برس میں یہ یقین ہو گیا تھا کہ مراد کبھی نہ باپ بن سکے گا۔ وہ مکاری سے مجرمانہ زندگی گزار رہی تھی۔ اب اولاد پیدا کرنے کے لیے گناہ کا کھیل کھیل رہی تھی۔

رابطہ ہونے پر ایک نوجوان کی آواز سنائی دی۔ ”یس میڈم! آپ نے یہ موبائل دیا ہے۔ اس میں صرف آپ کا ہی نمبر سیف ہے۔ آپ ہی کی کال آتی ہے تو بندر کی آواز سنتے ہی خوشی سے دل دھڑکنے لگتا ہے۔“

زرینہ نے پوچھا۔ ”میرے دل میں جو دھڑکا لگا ہوا اس کا کیا ہوگا؟“

”آپ کو کس بات کا دھڑکا لگا ہے؟ میں سمجھا نہیں... آپ جیسی دولت مند حسینہ کو تو فکر و پریشانی چھو کر بھی نہیں گزرتی۔“

”ہمیں جو پریشانیاں ہوتی ہیں وہ بہت ہی پرائیویٹ ہوتی ہیں دوسروں پر ظاہر نہیں کی جاتیں۔ میں نے تم سے پہلے ہی دن کہا تھا کہ مجھے ایک بچہ چاہیے۔ چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ اگر اگلے دو ماہ میں میرا پاؤں بھاری نہ ہوا تو میں تمہاری چھٹی کر دوں گی۔“

وہ جلدی سے بولا۔ ”یہ... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ پلیز مجھ پر بھروسا کریں۔ آپ سے پہلے دو عورتیں مجھ سے فیض یاب ہو چکی ہیں۔ آج ان کی گود میں بچے کھیل رہے ہیں۔ میں آپ سے ایک التجا کرتا ہوں پلیز اپنا ڈاکٹری معائنہ کرائیں۔“

”شٹ اپ۔ میں یہ سب کر چکی ہوں۔ ماہر تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر نے میرا معائنہ کیا ہے اور یہ لکھ کر دیا ہے کہ میں بانجھ نہیں ہوں...... کبھی بھی ماں بن سکتی ہوں۔“

”تو پھر ذرا انتظار کریں دو ماہ کچھ نہیں ہوتے مجھے کم از کم ایک برس کا تو موقع دیں۔“

”میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ صرف دو ماہ کا وقت دے رہی ہوں۔ اس کے بعد تمہاری چھٹی کر دوں گی۔ تمہارے جیسے بکاؤ مرد بہت مل جاتے ہیں۔ کسی دوسرے کو نوکر رکھ لوں گی۔ مراد آج شام کو اسلام آباد جا رہا ہے۔ رات نو بجے چلے آنا۔“

اس نے فون بند کر دیا۔ خودغرض اور لالچی عورتیں اپنے شوہروں کو کس طرح دھوکا دیتی ہیں یہ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم ہو رہا تھا۔ وہ بیڈروم سے نکل کر باہر جانا چاہتی تھی۔ میں نے اسے بیڈ پر پہنچا کر لیٹنے پر مائل کیا۔ اس کے اندر کمزوری کا احساس پیدا کیا۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں لیٹ گئی۔ میری مرضی کے مطابق اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ میں نے اسے خیال خوانی کے ذریعے تھپک کر سلا دیا۔

اگرچہ میں پچھلی زندگی بھول چکا تھا لیکن ٹیلی پیتھی کے تمام طریقے یاد آ گئے تھے۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ میری سوچ کے مطابق عمل کرتی رہے گی، میری معمولہ اور تابع دار بن کر رہے گی۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ باتیں نقش کی تھیں...

وہ دو گھنٹے تک تنویمی نیند سوتی رہے گی پھر بیدار ہونے کے بعد اپنے وکیل کو بلا کر جائیداد کے کاغذات تیار کرائے گی۔ اس میں یہ لکھے گی کہ اس نے مجھ سے دو کروڑ روپے قرض لیے تھے۔ یہ لین دین زبانی ہوا تھا۔ میں نے بہو پر بھروسا کر کے اسے اتنی بڑی رقم دی تھی، اس رقم کی ادائیگی کا مقررہ وقت گزر چکا ہے اور وہ میری مقروض ہے۔

اسے یہ بھی لکھنا ہے کہ اپنا قرض ادا کرنے کے لیے وہ اپنی کوٹھی میرے نام کر رہی ہے اور وہ آسی لاکھ روپے نقد ادا کر رہی ہے۔ وکیل کے پاس بیٹھ کر یہ کاغذات لکھوانے سے پہلے وہ بینک جائے گی۔ وہاں میرے اکاؤنٹ میں اسی لاکھ روپے ٹرانسفر کرائے گی۔ میں نے اپنا اکاؤنٹ نمبر اس کے ذہن میں نقش کر دیا۔ ایسے طریقہ کار سے اطمینان ہو رہا تھا کہ میں انہیں جسمانی نہیں ذہنی اذیتوں سے گزارنے والا ہوں۔

میں نے ایک عامل کی حیثیت سے اسے حکم دیا کہ وہ اس سلسلے میں جو بھی قانونی کارروائی کرے گی اس کا ذکر مراد سے اور اپنے باپ جواد سے نہیں کرے گی۔ جب تک اس کی کوٹھی میرے نام نہیں ہو جاتی، اس وقت تک لین دین کے اس سلسلے کو راز میں رکھے گی۔ اب وہ دو گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہونے والی تھی۔ اس لیے میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

نمی نیند سے بیدار ہو گئی تھی۔ گورنس نے اسے بتایا کہ میں آ چکا ہوں۔ وہ دوڑتی ہوئی میرے پاس چلی آئی۔ ”ہائے پاپا! میں تو سمجھ رہی تھی آپ دس گیارہ بجے آئیں گے۔ اچھا ہوا آپ جلدی آ گئے۔ میں آپ کے لیے بہت پریشان تھی۔“

میں نے اس کی پیشانی چوم کر کہا۔ ”کیوں پریشان ہوتی ہو؟ میں کوئی نادان بچہ تو نہیں ہوں کہ کہیں جا کر گم ہو جاؤں؟“

”آپ مجھ سے بہت کچھ چھپاتے ہیں لیکن مجھے معلوم ہوتا رہتا ہے۔ یہ جو آپ کے پاس اتنی ساری دولت ہے ناں یہ آپ کی دشمن بن گئی ہے۔ آپ ایک بار بہت بیمار ہو گئے تھے۔ دشمنوں نے آپ کو اغوا کیا تھا پھر آپ داتا دربار میں پائے گئے تھے۔ آپ کو سیکیورٹی گارڈز کے بغیر گھر سے باہر نہیں جانا چاہیے۔“

میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ”نہیں جاؤں گا۔ میری بیٹی جو کہے گی وہی کروں گا۔ یہ بتاؤ کہ تم نے ناشتا کیا ہے؟“

”ابھی تو اٹھ کر آ رہی ہوں۔ ابھی جاتی ہوں شاور لینے تک ناشتا تیار ہو جائے گا۔ ہم ناشتے کی میز پر ملیں گے۔ جائیں آپ بھی شاور لیں۔“

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ میں بڑے پیار سے اسے دیکھتا رہا۔ اس وقت نہیں جان سکتا تھا کہ میری ساری محبتیں اس کے لیے کیوں مخصوص ہو گئی ہیں؟ حقیقت یہ تھی کہ میں اپنے تمام خون کے رشتوں کو بھلا چکا تھا۔ میری بیٹی میرے تین بیٹے مجھ پر جان دینے والی شریک حیات سونیا سب ہی گم ہو گئے تھے۔ ان سے محروم ہونے والی وہ تمام محبتیں سمٹ کر نمی کے نام ہو گئی تھیں۔ اس لیے میں بے اختیار ہو کر اسے بے انتہا چاہنے لگا تھا۔

ہم ناشتا کرنے اور چائے پینے کے دوران خوب ہنستے بولتے رہے پھر وہ کالج چلی گئی۔

اُدھر جواد انور شاہ کی نیند اڑی ہوئی تھی۔ وہ پچھلی رات پاگل کیوں ہو گیا تھا؟ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اپنے وفادار اور جاں نثار دست راست کی پٹائی کی تھی اور اسے حکم دیا کہ تجوری سے سارا مال نکال کر لے جائے اور وہ لے گیا تھا۔

میری خیال خوانی کی شکنجے سے نکلنے کے بعد وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ بار بار خالی تجوری کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس میں پچیس لاکھ روپے اور ہیرے جواہرات اور سونے کے زیورات تھے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ”سوچتے سوچتے پاگل ہو جاؤں گا مگر سمجھ میں نہیں آئے گا کہ میرا دماغ میرے اپنے قابو میں کیوں نہیں رہا؟ اگر میں کسی سے کہوں گا کہ اس وقت میں عارضی طور پاگل ہو گیا تھا۔ تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔ اگر میں یہ کہوں گا کہ میں نے پاگل پن میں نبیے کو تجوری کی دولت لے جانے کا حکم دیا تھا تو کوئی نہیں مانے گا۔“

وہ اِدھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ ”آہ...! اسی دولت کے لیے ہم فرہاد کو ہلاک کرنے کی کوششیں کرتے آ رہے ہیں مگر اس کی جگہ دوسرے ہلاک ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر نبیے نے میری تجوری کا مال واپس نہیں کیا تو وہ بھی بے موت مارا جائے گا۔“

وہ جھنجلاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ ”اور وہ ہمارا بڑا بھائی اس نے قیامت تک زندہ رہنے کی جیسے قسم کھا رکھی ہے۔ کم بخت مرتا ہی نہیں ہے۔ اگر وہ اسی طرح زندہ رہا تو میرا کیا ہوگا؟ کل رات میں نیم پاگل ہوا تھا۔ کسی دن پوری طرح پاگل ہو جاؤں گا۔ اس پاگل پن میں کچھ پتا نہیں چلے گا کہ کب مجھے موت آئی اور میں کب اس دنیا سے رخصت ہو گیا؟“

ایسے ہی وقت نبیا دروازے پر نظر آیا۔ اسے دیکھتے ہی

جواد نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ ”تو کہاں چلا گیا تھا؟ وہ تھیلا کہاں ہے جس میں تو تجوری کا سارا مال لے گیا تھا؟“

وہ فرش پر گھٹنے ٹیک کر اس کے آگے جھکتے ہوئے بولا۔ ”میں کیا بتاؤں حضور...! پچھلی رات سے ہمارے ساتھ ایسی باتیں ہو رہی ہیں جیسے ہم پاگل ہو گئے ہوں۔“

”یہ تو میں جانتا ہوں تو پہلے یہ بتا کہ خالی ہاتھ کیوں آیا ہے؟“

”مجھ پر بھی پاگل پن کا دورہ پڑا تھا۔ میں بھی جیسے اپنے آپ میں نہیں تھا۔ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ یہاں سے راوی کے پل پر کیسے پہنچ گیا تھا؟ پھر میں نے اس تھیلے کو دریا میں پھینک دیا تھا۔“

جواد نے گرجتے ہوئے اسے ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ ”نہیں، تو اتنا نادان نہیں ہے کہ لاکھوں روپے نقد اور سونے کے زیورات دریا میں پھینک دے۔ مجھے اُلو بناتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ میں کل رات کی طرح پاگل رہوں گا اور تو میرا سارا مال ہضم کر کے عیاشی کرتا رہے گا؟“

وہ گرج گرج کر بول رہا تھا اور اسے ٹھوکریں مار رہا تھا۔ وہ فرش پر پڑا گڑگڑا رہا تھا اور قسمیں کھا رہا تھا کہ وہ نمک حرام نہیں ہے۔ اپنے مالک سے دغا نہیں کر رہا ہے۔ جھوٹ نہیں بول رہا ہے لیکن وہ یقین کرنے والا نہیں تھا۔ اسے ٹھوکریں مارتا جا رہا تھا پھر اس نے اپنے مسلح ماتحتوں کو بلا کر حکم دیا کہ اسے رسیوں سے باندھ کر فارم ہاؤس لے جائیں۔ اگر اس نے شام تک سچ بات نہ اگلی اور سارا مال واپس کرنے سے انکار کیا تو اسے گولی ماردی جائے۔

میں اس وقت ان کے درمیان موجود نہیں تھا۔ اپنے بیڈ روم میں تھا، اب مجھے نیند آرہی تھی۔ میں نے سوچا کہ زرینہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد میرے احکامات کی تعمیل کرے گی۔

میں نے سوچا کہ تین گھنٹے سو کر بیدار ہو جاؤں گا لیکن میں چھ گھنٹے تک سوتا رہا۔

میں نے بستر سے اٹھ کر ایک ملازم کو چائے لانے کے لیے کہا پھر واش روم میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو میز پر چائے موجود تھی۔ میں خیال خوانی میں مصروف ہو گیا۔ مجھے اپنے ایک ایک دشمن تک پہنچنے کے لیے یہ غیر معمولی علم حاصل ہو گیا تھا اور اب میں کسی کی طرف سے بھی غافل رہنا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے سب سے پہلے جواد کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پتا چلا کہ اس نے اپنے دستِ راست فیتے کی بری طرح پٹائی کی ہے۔ اسے اپنے حواریوں کے حوالے کر دیا ہے۔ انہیں حکم دیا ہے کہ اسے فارم ہاؤس میں لے جائیں، اگر اس نے تجوری سے حاصل کیا ہوا تمام مال واپس نہ کیا تو اسے گولی مار دیں۔

وہ لوگ آدھے گھنٹے پہلے اسے فارم ہاؤس لے گئے تھے۔ میں فیتے کے اندر پہنچ گیا۔ تمام حواری اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ جواد انور شاہ کا دستِ راست ہے، جاں نثار اور قابلِ اعتماد ہے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ ”فیتے! ہم جانتے ہیں، تم اپنے مالک سے دھوکا نہیں کرو گے۔ آخر سچ کیا ہے؟ کیا واقعی تم نے تجوری کا مال لے جا کر کہیں چھپا دیا ہے؟“

فیتے نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ”میں سچ کہتا ہوں، میں نے تجوری کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ پچھلی رات سے ہمارے مالک کا دماغ چل گیا ہے۔ کبھی وہ مجھے غصہ دکھاتے ہیں، مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں بھی جواباً انہیں گالیاں دوں اور ان کی جوتی اٹھا کر ان کے سر پر ماروں۔“

دوسرے حواری نے کہا۔ ”یہ تو تم کیسی فضول باتیں کر رہے ہو۔ ہمارے مالک پاگل نہیں ہیں کہ وہ ایسی حرکتیں کریں۔ تمہارا دماغ کچھ بہک گیا ہے۔ تمہارے دل میں بے ایمانی آ گئی ہے۔ سیدھی طرح بتاؤ کہ تجوری کا مال کہاں چھپا کر رکھا ہے۔ اگر نہیں بتاؤ گے تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔“

فیتے نے کہا۔ ”تم سب مجھے پچھلے بیس برسوں سے جانتے ہو۔ میں نے پہلے کبھی بے ایمانی نہیں کی۔ مالک کے لیے ہمیشہ جان کی بازی لگائی۔ مجھے گولی مارنے سے پہلے میری ایک بات مان لو۔“

”بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”مالک کو فون کر کے پوچھو' کیا واقعی مجھے گولی مار دی جائے اور کیا واقعی میں نے ان کی تجوری کا مال چرا لیا ہے؟“

تیسرے حواری نے کہا۔ ”تم نے چرایا ہے' تب ہی تو انہوں نے تمہیں ہمارے حوالے کیا ہے۔ اگر ہم نے تمہیں زندہ چھوڑا تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

فیتے نے کہا۔ ”میں کب کہتا ہوں کہ مجھے گولی نہ مارو لیکن مارنے سے پہلے ایک بار فون پر ان سے بات کر لو۔“

فیتے نے اپنا موبائل فون نکال کر جواد انور شاہ کے نمبر پنچ کیے پھر ایک حواری کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”لو...... بات کر لو۔“

حواری نے رابطہ ہوتے ہی کہا۔ ”مائی باپ! ہم فیتے کو پکڑ کر یہاں فارم ہاؤس میں لے آئے ہیں۔ یہ بضد ہے کہ اس نے تجوری کا مال نہیں چرایا ہے۔ کیا ہم اسے گولی مار دیں؟“

میں اسی وقت جواد کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق تعجب سے پوچھا۔ ”اسے فارم ہاؤس کیوں لے گئے ہو؟ کس اُلو کے پٹھے نے کہا ہے کہ اس نے میری تجوری کا مال چرایا ہے؟ کیا تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے؟ اسے فوراً یہاں واپس لاؤ۔“

اس حواری نے حیرانی سے یہ باتیں سن کر کہا۔ ”جو حکم مالک! ہم ابھی فیتے کے ساتھ آ رہے ہیں۔“ اس نے فون بند کر دیا۔

دوسرے حواری نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟“

اس نے کہا۔ ”فیتا ٹھیک کہتا ہے۔ مالک کا دماغ چل گیا ہے۔ ابھی ہمیں حکم دیا تھا کہ اسے یہاں لا کر گولی ماریں اور اب کہہ رہے ہیں کہ فیتے نے تجوری سے مال نہیں چرایا ہے اور نہ ہی انہوں نے اسے گولی مارنے کا حکم دیا ہے۔ اب فیتے کو فوراً واپس لانے کا حکم دے رہے ہیں۔“

فیتے نے اطمینان کی ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”دیکھا...... میں نہ کہتا تھا' پچھلی رات سے ان کا دماغ چل گیا ہے۔ وہ کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ...... اب تو میری رسیاں کھول دو۔ میں نمک حرام نہیں ہوں۔“

اُدھر جواد نے فون کے ذریعے تھانے میں اطلاع دی تھی کہ اس کا ایک ملازم فیتا تجوری کا مال چرا کر کہیں بھاگ گیا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ فیتے کو گولی مارنے کے بعد اس کی لاش چھپا دی جائے گی۔ اور وہ یہی سمجھیں گے کہ وہ ڈکیتی کا مال لے کر کہیں فرار ہو گیا ہے۔ پولیس والے اسے تلاش کرتے پھریں گے لیکن وہ کبھی نہیں ملے گا۔

تھانیدار نے کہا تھا کہ وہ ابھی وہاں آ رہا ہے۔ جواد اس کے انتظار میں ٹہل رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ”فیتے کو ٹھکانے لگانے کے بعد اس کے قتل کا الزام ہم پر نہیں آئے گا لیکن تجوری کا مال...... ہائے میں تو بری طرح لٹ گیا۔“

وہ ٹہل رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ”کیا فیتے کی اس بات کا یقین کر لیا جائے کہ وہ سارا مال و زر راوی میں بہ گیا ہے؟ فیتے میرا نمک حلال اور جاں نثار ملازم ہے۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا' کبھی مجھے دھوکا نہیں دے گا۔ میں پچھلی رات سے پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہا ہوں۔ شاید فیتا بھی پاگل ہو گیا تھا۔ اس نے مال و زر سے بھرا ہوا تھیلا راوی میں پھینک دیا ہے۔ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہوگا۔ میری طرح اس کا بھی دماغ چل گیا ہوگا۔“

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ وہ تھک ہار کر بیٹھ گیا۔

ملازم نے کہا۔ ”تھانیدار ملنے آیا ہے۔“

اس نے پوچھا۔ ”وہ کیوں آیا ہے؟“

پھر اسے یاد آیا کہ اس نے ڈکیتی کے سلسلے میں تھانیدار کو فون کیا تھا۔ میں اس کے اندر تھا۔ تھانیدار وہاں آیا تو اس نے ناگواری سے پوچھا۔ ”یہاں کیوں آئے ہو؟“

وہ حیرانی سے بولا۔ ”شاہ صاحب! ابھی آپ سے فون پر بات ہو چکی ہے۔ آپ کے گھر میں ڈکیتی ہوئی ہے۔ میں اسی سلسلے میں ملنے آیا ہوں۔“

وہ پھر ناگواری سے بولا۔ ”آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میرے گھر میں ڈکیتی ہوئی ہے؟“

”تھوڑی دیر پہلے آپ نے کہا تھا کہ آپ کا ملازم فیتا سارا مال چرا کر کہیں بھاگ گیا ہے۔“

”وہ تو میرا وفادار ملازم ہے۔ اس نے چوری نہیں کی ہے۔“

ایسے وقت فیتا حواریوں کے ساتھ وہاں آ گیا۔ میں نے جواد کی کھوپڑی گھما دی۔ وہ میری مرضی کے مطابق فیتے اور حواریوں کو دیکھ کر غصے سے بولا۔ ”تم لوگ اسے یہاں کیوں لے آئے ہو؟ میں نے حکم دیا تھا کہ اس کم بخت چور' نمک حرام کو فارم ہاؤس لے جا کر گولی مار دو۔“

ایک حواری نے کہا۔ ”مائی باپ! ابھی آپ نے فون پر کہا ہے کہ فیتے نے چوری نہیں کی ہے۔ اسے واپس لایا جائے۔ اس لیے ہم اسے آپ کے پاس لے آئے ہیں۔“

تھانیدار حیرانی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”شاہ صاحب! ابھی آپ مجھ سے بھی یہی کہہ رہے تھے کہ فیتے نے چوری نہیں کی ہے اور اب بات بدل رہے ہیں۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟“

وہ جھنجلا کر بولا۔ ”میری طبیعت کو کیا ہوا ہے؟ کیا آپ مجھے پاگل سمجھ رہے ہیں؟ میں پاگل نہیں ہوں۔ ہوش مند ہوں۔ سب سمجھ رہا ہوں۔ آپ تھانیدار ہیں' یہ میرے حواری ہیں' یہ میرا وفادار ملازم فیتا ہے۔ میرے دو ہاتھ ہیں' دو پاؤں ہیں' دو سر ہیں۔ میں ایک سر سے کچھ سوچتا ہوں' کچھ بولتا ہوں۔ دوسرے سر سے کچھ اور سوچتا ہوں' کچھ اور بولتا ہوں۔ کیا تم سب نے مجھے پاگل کا بچہ سمجھ رکھا ہے؟“

تھانیدار حیرانی سے اور تمام حواری اسے پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ تھانیدار نے فیتے سے کہا۔ ”شاہ صاحب بھی

ہوش مندی سے بولتے ہیں اور کبھی بہک جاتے ہیں۔ تم ان کے گھر والوں کو اطلاع دو۔ ان سے کہو فوراً کسی ذہنی امراض کے ماہر سے رجوع کریں۔"

جواد نے کہا۔ "یوشٹ اپ، تم مجھے پاگل کہہ رہے ہو۔ یہاں سے نکل جاؤ۔"

"میں آپ کی یہ بدتمیزی برداشت کر رہا ہوں۔ صرف اس وجہ سے کہ آپ پاگل ہو چکے ہیں۔ ورنہ کوئی مجھ سے اس لہجے میں بات کرے تو اسے گردن سے پکڑ کر سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیتا ہوں۔ میں آپ کی جاگیرداری کے دبدبے میں آنے والا نہیں ہوں۔"

وہ غصے سے پلٹ کر چلا گیا۔ یہ خبر حویلی کے اندر عورتوں اور دوسرے رشتے داروں تک پہنچ گئی کہ جواد انور شاہ پچھلی رات سے پاگل ہو گیا ہے۔ اس نے تھانیدار اور اپنے حواریوں کو غصہ دکھایا تھا لیکن اب سر جھکائے بیٹھا سوچ رہا تھا۔ "واقعی میں پاگل ہو چکا ہوں۔ مجھے کسی ماہر نفسیات سے کنسلٹ کرنا ہوگا۔ معلوم کرنا ہوگا کہ میں اچانک پاگل کیوں ہو جاتا ہوں؟ پھر خود بخود نارمل باتیں کرنے لگتا ہوں۔ الٹی سیدھی باتیں کرتے وقت اور بے تکی حرکتیں کرتے وقت یہ سمجھتا ہوں کہ غلط کر رہا ہوں لیکن سب کچھ سمجھنے کے باوجود خود پر قابو پانے میں ناکام رہتا ہوں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ واقعی ذہنی امراض کے اسپیشلسٹ ہی بتا سکیں گے۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ فی الحال اتنا تو ہوا کہ جواد انور شاہ مجھے بھول گیا۔ اپنے مسئلے میں بری طرح الجھ گیا تھا اور آئندہ بھی مسائل کی دلدل میں دھنسنے والا تھا۔ یہ سزائیں پانے کی ابتدا تھی۔ انتہا بہت ہی عبرت ناک ہونے والی تھی۔

میں زرینہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ میرے احکامات کے مطابق عمل کر رہی تھی۔ اپنی کوٹھی اور اپنا بینک اکاؤنٹ میرے نام منتقل کرنے کے سلسلے میں کاغذات تیار کرا رہی تھی۔ اس کی طرف سے اطمینان تھا۔ تنویمی عمل کے باعث وہ میرے زیر اثر تھی۔ اپنے وکیل کے پاس جانے سے پہلے اسی لاکھ روپے اپنے اکاؤنٹ سے میرے اکاؤنٹ میں منتقل کر چکی تھی۔ آئندہ بھی اسی طرح تابع داری کا مظاہرہ کرنے والی تھی۔

میں نے فون کے ذریعے اپنے جنرل منیجر سے رابطہ کر کے کہا۔ "آج میں اپنے بنگلے میں آرام کروں گا۔ اگر کوئی اہم معاملہ ہو اور آپ میری ضرورت محسوس کریں تو فون پر رابطہ کر لیں۔"

اس نے کہا۔ "سر! آپ فکر نہ کریں۔ میں یہاں کے تمام معاملات سنبھال لوں گا۔ کوئی اہم معاملہ درپیش ہوا تو آپ سے ضرور رابطہ کروں گا۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ جیسا کہ بیان کر چکا ہوں۔ میری شریکِ حیات نائلہ کی موت کے بعد کتنی ہی رشتے دار خواتین اور نوجوان لڑکیاں میرے قریب آنا چاہتی تھیں۔ وہ سب ہی میری شریکِ حیات بننا چاہتی تھیں۔ ان میں سے ایک لڑکی ندا بھی تھی۔ وہ عمر میں مجھ سے تقریباً چالیس برس چھوٹی ہوگی مگر وہ اور اس کی ماں میری بزرگی کو نظر انداز کر رہی تھیں۔ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ سب ہی میری دولت اور جائیداد کے لالچی ہیں۔

اگر سنہری موقع ہاتھ آئے تو کوئی اسے گنوانا نہیں چاہتا۔ ان حسین لڑکیوں کی سوچ یہی تھی کہ میرا بڑھاپا ان کے ساتھ زیادہ دنوں تک نہیں چل پائے گا۔ میں دو چار یا چھ برس میں ہی چل بسوں گا۔ اس کے بعد میرا تمام کاروبار اور دولت جائیداد بیٹھے بٹھائے ان کے ہاتھ آ جائے گی۔

ندا ذہین تھی۔ اس نے کامرس اور بزنس کے شعبے سے تعلق رکھنے والی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس نے میرے قریب ہونے کے لیے کہا تھا۔ "مجھے ایک سیکریٹری کی حیثیت سے جاب دے دو۔ تم ایک بزنس مین ہو۔ میں تمہیں اپنی صلاحیتوں سے ضرور متاثر کروں گی۔"

میں نے کہا تھا۔ "تمہیں جاب ضرور ملے گی لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کہ دفتر میں تم رشتے دار کی حیثیت سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرو گی۔"

اب وہ میری پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے جاب کر رہی تھی۔ میرے قابلِ اعتماد جنرل منیجر نے ایک ہفتے بعد مجھ سے کہا۔ "سر! ندا غیر معمولی طور پر ذہین ہے۔ اسے بزنس کے اہم معاملات میں جو بات سمجھائی جائے، اسے فوراً ہی سمجھ لیتی ہے۔ آفس کا ہر کام بڑی ترتیب اور تنظیم سے کرتی ہے۔ اسے آزمایا جا سکتا ہے کہ یہ کس حد تک قابلِ اعتماد ہے؟"

ان دنوں میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے محروم تھا۔ میں نے کہا۔ "اصل بات یہی ہے کہ ہم کسی کے اندر کا بھید معلوم نہیں کر سکتے۔ لوگ اوپر سے خود کو وفادار اور جاں نثار ثابت کرتے ہیں مگر اندر سے میٹھی چھری بن کر رہتے ہیں۔"

جنرل منیجر نے کہا۔ "سر! آپ دیکھ رہے ہیں، میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میری زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ میں اب زیادہ دنوں تک اتنی بڑی ذمے داری سنبھال نہیں پاؤں گا۔ کسی پر تو بھروسا کرنا ہی ہوگا۔ میں چاہتا ہوں، ندا کو اچھی طرح سمجھایا جائے۔ یہ بہت کام آنے والی لڑکی

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ آپ اسے باقاعدہ [ٹریننگ] دیتے رہیں۔ ہم دونوں اسے مختلف مرحلوں میں [آزم]اتے رہیں گے۔"

اب اسے آزمانے کے لیے لمبی مدت کی ضرورت نہیں [تھ]ی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میرے آفس کے [کم]رے میں تھی۔ ایک فارن کمپنی سے بہت بڑی رقم کی [ادائ]یگی ہونے والی تھی۔ اس سلسلے میں وہ جنرل منیجر سے [با]تیں کر رہی تھی۔ میں چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے [لگ]ا۔ جب اس سے پہلی ملاقات ہوئی تھی تب دشمنوں نے اچانک ہی مجھ پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔ میں وہاں سے جان بچا کر فرار ہوا تو اس نے کئی بار فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کرنا چاہا تھا۔ میری جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ میں شاہدرہ کی طرف جا رہا تھا۔ دشمنوں سے عارضی طور پر نجات مل گئی تھی اور تقدیر نے مجھے شاہدرہ کے اس مکان میں پہنچا دیا تھا، جہاں سے میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔

بہرحال بعد میں فون کے ذریعے ندا کو تسلی دی کہ میں [خ]یریت سے ہوں اور وہ دوسرے دن سے دفتر آ سکتی ہے۔ [ت]ب سے وہ میری پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے ہیڈ کوارٹر [م]یں فرائض انجام دے رہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کی ماں جائز یا ناجائز طریقے سے اسے میری شریکِ حیات بنا[نا] چاہتی ہے۔ ایک بار اس کی ماں نے کہا تھا۔ "تم اس سے دور ہی دور رہو گی تو بات نہیں بنے گی۔ اس کے سیکڑوں رشتے دار پھیلے ہوئے ہیں۔ کتنی ہی نوجوان اور حسین لڑکیاں ہیں۔ کوئی [ن]ہ کوئی اس بوڑھے کو اڑا کر لے جائے گی اور تم دیکھتی رہ جاؤ گی۔"

ندا نے جواب دیا تھا۔ "میں جانتی ہوں، مجھ سے بھی [ز]یادہ حسین اور پرکشش لڑکیاں فرہاد سے قریب ہونا چاہتی [ہ]یں لیکن میں ان کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ چکی ہوں۔ میں [ان]ہیں متاثر کرنے کے لیے سستے بازاری ہتھکنڈے استعمال [ن]ہیں کروں گی۔ اپنی ذہانت اور اپنی صلاحیت سے انہیں متاثر [ک]روں گی۔"

میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ دماغ کے چور [خ]انے میں جو خیالات چھپے رہتے ہیں، وہ کبھی جھوٹ نہیں [ب]ولتے۔ جب سے میں نے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے نئی [ز]ندگی شروع کی تھی، تب سے پہلی بار مجھے وہ دیانتدار لڑکی [د]کھائی دے رہی تھی۔ جنرل منیجر چاہتا تھا کہ ہمیں کوئی قابلِ [اعت]ماد پرسنل سیکریٹری ملے جو ہمارے بزنس سیکریٹس کو اپنے سینے میں محفوظ رکھ سکے۔ میں بڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھنے کے بعد اس پہلو سے مطمئن ہو گیا تھا کہ ندا میری قابلِ اعتماد پرسنل سیکریٹری بن کر رہے گی۔

لیکن دوسرا پہلو ذرا تشویش ناک تھا۔ وہ میرے مقابلے میں کم سن دوشیزہ تھی۔ مجھ سے اس قدر متاثر تھی کہ اپنی عمر کو بھی فراموش کر رہی تھی۔ آئندہ ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے مجھے اپنا آئیڈیل بنا چکی تھی۔

میں فرہاد انور شاہ کے برتھ سرٹیفکیٹ کے حساب سے باسٹھ برس کا تھا اور وہ بائیس برس کی تھی۔ مجھے شادی خانہ آبادی کا کوئی شوق نہیں تھا اور نہ ہی میرے اندر جذباتی و رومانوی احساسات کبھی ابھرتے تھے۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ نئی زندگی شروع کرتے ہی میں طرح طرح کے مسائل سے دوچار ہوتا رہا تھا۔ کبھی مجھے دوسرے پہلوؤں سے رومانی اور تفریحی زندگی گزارنے کا خیال تک نہیں آیا تھا۔

ان لمحات میں محسوس ہوا کہ ندا کے چور خیالات نے میرے اندر چھپے ہوئے چور کو آواز دی ہے۔ میں نے بے اختیار اس کی شخصیت کے متعلق سوچنا شروع کیا تو وہ تصور میں دکھائی دینے لگی مگر میں فوراً ہی چونک گیا۔ اسی لمحے اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا... میں اس عمر میں تماشا بننا نہیں چاہتا تھا۔ بہتر یہی ہوتا کہ کوئی چور جذبہ ابھر رہا ہے تو اسے سختی سے کچل دیا جائے۔ مجھے یقین تھا، میں ایسا ہی کروں گا۔ یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ میں نے نبیلہ جیسی جوان لڑکی کو اپنی بیٹی بنایا تھا۔ وہ ندا سے دو یا چار برس چھوٹی تھی مگر دونوں ہی جوان تھیں۔ میں ایک کو بیٹی بنا چکا تھا مگر دوسری سے ایسا کوئی رشتہ قائم کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ اس کے چور خیالات نے مجھے الجھا کر رکھ دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد احساس ہوا کہ میں ندا کے متعلق سوچتا چلا جا رہا ہوں۔ میں نے اسی وقت اپنا دھیان اپنے دشمنوں کی طرف کیا۔ میرا موجودہ بیٹا کہلانے والا امراد انور شاہ میرا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اس کم بخت نے اپنی پیدا کرنے والی ماں کو ہلاک کروایا تھا۔ میں اسے اس بدترین جرم کی بدترین سزائیں دینا چاہتا تھا۔

میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ ہمارے ہیڈ آفس میں اس کے لیے بھی ایک آفس مخصوص تھا۔ وہ لنچ کے بعد وہیں ایک گھنٹے کے لیے سو جاتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے وقت سے کچھ پہلے ہی سلا دیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے زرینہ کی طرح اسے بھی اپنا تابع دار بنا لیا۔

وہ شام کی فلائٹ سے اسلام آباد جانے والا تھا اور دوسرے دن اس کی واپسی ہوئی۔ اس کی غیر موجودگی میں زرینہ نے اپنے ایک یار کو رات گزارنے کے لیے بلایا تھا۔ میں نے مراد کو حکم دیا کہ وہ آئندہ زرینہ سے اپنے اہم معاملات چھپایا کرے گا۔

اس نے ایک معمول کی حیثیت سے جواب دیا۔ ''میں زرینہ سے اپنے اہم معاملات چھپایا کروں گا۔ اسلام آباد میں میری ایک داشتہ ہے۔ میں یہ بات زرینہ سے چھپاتا ہوں۔ آئندہ اور بہت سی باتیں چھپایا کروں گا۔''

میں نے حکم دیا۔ ''آج تم اسلام آباد نہیں جاؤ گے لیکن زرینہ کو یہی معلوم ہوگا کہ تم یہاں سے جا چکے ہو۔''

میں نے اس کے ذہن میں یہ باتیں نقش کیں کہ وہ اسی شہر میں چھپ کر رہے گا اور پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ ایسے وقت فون کی گھنٹی نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو....؟''

دوسری طرف سے ندا کی آواز سنائی دی۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں پریشان ہو گیا کہ یا خدا اس بڑھاپے میں یہ کیا ہو رہا ہے؟

ندا کی آواز سنائی دی۔ ''سر! مجھے ابھی معلوم ہوا ہے' کل آپ فیصل آباد میں تھے۔ وہاں ایک سکیورٹی افسر مارا گیا ہے۔ وہی زہریلا کھانا آپ بھی کھانے والے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟''

''ابھی جنرل منیجر صاحب نے پے منٹ لسٹ دی ہے۔ اس کے مطابق آپ پر قربان ہونے والے مقتول سکیورٹی افسر کی بیوی بچوں کو دس لاکھ روپے دینے کے لیے ایک چیک لکھا گیا ہے۔ جب معلوم کیا تو پتا چلا کہ مقتول کے لواحقین کو اتنی بڑی پے منٹ کیوں کی جا رہی ہے؟ سر! آپ کانٹوں میں رہ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ خطرات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ پلیز میری ایک بات مان لیں۔''

میں نے کہا۔ ''اگر بات ماننے کی ہوگی تو انکار نہیں کروں گا۔''

''بالکل جائز بات کہہ رہی ہوں۔ آپ کچھ عرصے کے لیے کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں۔ دشمن آپ کو ڈھونڈتے ہی رہ جائیں۔''

اس کا یہ مشورہ سنتے ہی میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ دشمنوں سے تو دور رہنا ہی ہے لیکن ندا سے بھی دور رہنا بہت ضروری ہو گیا ہے کیونکہ یہ دل بے ایمان ہوتا جا رہا ہے۔

میں نے کہا۔ ''تمہارا یہ مشورہ مناسب ہے۔ میں اس پر غور کر رہا ہوں۔ کل تک کوئی فیصلہ کروں گا۔''

''کل نہیں...... ابھی فیصلہ کریں۔ آپ کا پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات یہاں دفتر میں رکھے ہوئے ہیں۔ میں ابھی ٹریول ایجنٹ سے رابطہ کرتی ہوں۔ وہ آج ہی رات کی یا کل صبح کی کسی فلائٹ میں آپ کے لیے ایک سیٹ او کے کرا لے گا۔ آپ بتائیں' کس ملک میں جانا چاہتے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''ندا! تم بزنس ورلڈ میں ایک عملی زندگی گزار رہی ہو۔ یاد رکھو! کوئی بھی فیصلہ فوراً نہیں کیا جاتا۔ معمولی سی بات پر بھی اچھی طرح غور کرنے کے بعد کسی نتیجے تک پہنچا جاتا ہے۔ پلیز.... ایسی عجلت سے کام نہ لو۔ میں تمہارے جذبات کو سمجھ رہا ہوں۔ مجھے ذرا سوچنے کا موقع دو۔''

''آل رائٹ سر! یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے کہ آپ میرے مشورے پر غور کر رہے ہیں۔ تھینک یو سو فار۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایسے وقت ایک سکیورٹی گارڈ نے اطلاع دی۔ ''سر! میڈم زرینہ اپنے وکیل کے ساتھ آئی ہیں۔ آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے...... انہیں اندر آنے دو۔''

تھوڑی دیر بعد وہ سر جھکائے ڈرائنگ روم میں آئی۔ اس کے ساتھ ایک وکیل بریف کیس اٹھائے ہوئے تھا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا پھر کہا۔ ''جناب! میڈم زرینہ اپنی تمام پراپرٹی آپ کے نام کر چکی ہیں اور اس سلسلے میں کاغذات بھی تیار ہو چکے ہیں۔ اگر آپ ان پر دستخط کریں گے تو عدالتی کارروائی کے بعد ان کا سب کچھ آپ کے نام ہو جائے گا۔''

میں نے انہیں بیٹھنے کے لیے کہا۔ وکیل نے بریف کیس کھول کر ضروری کاغذات نکال کر میرے سامنے رکھ دیے۔ میں نے ان پر دستخط کرنے کے بعد زرینہ کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔ نظریں اٹھا کر مجھے نہیں دیکھ رہی تھی۔

میں نے اس کے وکیل سے کہا۔ ''یہ میری بہت ہی تابع دار بہو ہے۔ اس نے مجھ سے بہت بڑی رقم قرض لی تھی۔ اس کے عوض یہ سب کچھ میرے نام لکھ چکی ہے۔ میں اس سے بہت خوش ہوں۔ آئندہ بھی اسے رقم کی ضرورت ہوگی تو میں مایوس نہیں کروں گا۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ میں بہت مصروف ہوں۔''

وکیل کاغذات سمیٹ کر زرینہ کے ساتھ چلا گیا۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر

...ں۔ میں نے جو احکامات صادر کیے تھے۔ ان پر عمل کر رہی تھی لیکن اندر سے پریشان تھی کہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟ وہ ...بھی میری دشمن تھی لیکن تنویمی عمل ابھی اس پر حاوی تھا اور ...اس سلسلے میں اپنے باپ سے اور اپنے شوہر مراد سے کچھ ...نہیں پا رہی تھی۔ چپ چاپ اپنا سب کچھ میرے نام منتقل ...کر چکی تھی۔ جب قانونی کارروائی مکمل ہو جاتی اور ...کاغذات میرے ہاتھوں میں آ جاتے تب میں اسے ...تنویمی عمل سے آزاد کر دیتا۔ اس کے بعد وہ چیختی چلاتی رہ ...جاتی۔

اس وقت وہ میرے پاس سے رخصت ہو کر اپنی کوٹھی ...میں گئی تھی۔ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ ایسا کیوں کر رہی ...ہے؟ دماغ میں ایک دھیمی سی کمزوری سوچ تھی کہ یہ سب ...کچھ نہیں کرنا چاہیے لیکن تنویمی عمل اس قدر استحکام سے اس پر ...حاوی تھا کہ وہ بس سوچ کر رہ جاتی تھی۔

رات ہوئی تو اس نے غسل کیا۔ اپنے یار کے استقبال ...کے لیے اچھا سا لباس پہنا۔ اس لباس پر پرفیوم اسپرے کیا۔ ...یوں بدبودار زندگی گزارنے والی خوشبو میں نہا گئی۔

وہ رات دس بجے اس کے بیڈ روم میں آیا۔ اگرچہ مردانگی دکھانے آیا تھا لیکن ایک غلام تھا۔ اس نے جھک کر سلام کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ مجھ سے خوانخواہ ناراض ہو رہی ہیں۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں' چھ ماہ کے اندر آپ کے ...پاؤں بھاری ہو جائیں گے۔ آپ کے من کی مرادیں پوری ہوں گی۔''

وہ ناگواری سے بولی۔ ''مجھے سبز باغ نہ دکھاؤ۔ ہمیشہ یہی کہتے ہو کہ جلد ہی ایک بچے کی ماں بن جاؤں گی لیکن تم ...بھی مراد کی طرح اندر سے کھوکھلے ہو۔ میں صاف صاف کہہ ...رہی ہوں' دو ماہ کے اندر اگر ماں بننے کے آثار پیدا نہ ہوئے تو میری کوٹھی اور میرے بیڈ روم کا راستہ بھول جانا۔ کبھی ادھر کا رخ کرو گے تو جوتے کھاؤ گے۔''

وہ عاجزی سے بولا۔ ''اگر ادھر رخ نہیں کروں گا تو کیا کروں گا؟''

''فکر نہ کرو۔ تمہیں بھوکا نہیں مرنے دوں گی۔ تمہیں ماہانہ دس ہزار روپے ملتے رہیں گے۔ جب بھی ضروری سمجھوں گی' تمہیں بلا لیا کروں گی۔''

وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گئی پھر اسے حکم دیا۔ ''دروازہ اندر سے بند کر دو۔''

وہ دروازہ بند کرنے گیا۔ ایسے وقت میں نے اسے نائب دماغ بنا دیا۔ اس نے دروازے کو بند کیا اور یہی سمجھا کہ اسے لاک کر چکا ہے۔ وہ پلٹ کر زرینہ کے پاس چلا آیا۔

میں مراد کے اندر پہنچ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس کوٹھی میں آیا۔ زرینہ کی رازدار ملازمہ اسے دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ میں نے اس کے ذریعے ملازمہ کو دھمکی دی۔ ''خبردار! اپنی مالکن کو میری آمد کی اطلاع نہ دینا۔ چپ چاپ سرونٹ کوارٹر میں چلی جاؤ۔''

وہ سر جھکا کر وہاں سے چلی گئی۔ مراد نے اندر آ کر اپنے بیڈ روم کا رخ کیا۔ وہ اس کا اور زرینہ کا مشترکہ کمرا تھا۔ کتنے ہی مرد اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ ان کی محبت کرنے والی بیویاں کسی اور کو شریک نہیں بناتیں۔ بے شک بیویاں نیک چلن اور پارسا ہوتی ہیں لیکن پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ یہ سمجھنا مشکل ہوتا ہے کہ ان میں کون کھری ہے اور کون کھوٹی....؟

یہ ٹیلی پیتھی میرے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت' بہت بڑی رحمت تھی۔ میں گھر بیٹھے دشمنوں اور بدکاروں کے بھید معلوم کر رہا تھا۔ مراد نے دروازے کے پاس پہنچتے ہی میری مرضی کے مطابق ایک زور کی لات ماری تو وہ ایک دھڑ سے کھل گیا۔ اسی لمحے زرینہ کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ اپنے یار کے ساتھ ایسی حالت میں تھی کہ کہیں بھاگنے اور چھپنے کا موقع نہ ملا۔ ادھر مراد اور ادھر وہ دونوں ہکا بکا سے رہ گئے تھے پھر دوسرے ہی لمحے میں زرینہ اپنا لباس سمیٹتی ہوئی دوڑتی ہوئی واش روم میں چلی گئی۔

مراد نے اپنے رقیب کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے پوچھا۔ ''تو کون ہے؟ سچ سچ بتا' یہ سلسلہ کب سے چل رہا ہے؟''

وہ اس سے پوچھ رہا تھا اور اس کی پٹائی کر رہا تھا۔ کرائے پر آنے والے رقیب کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے؟ وہ تو ایسے سہما ہوا تھا' جیسے مارنے والے کی بیوی کو قتل کرتے ہوئے پکڑا گیا ہو۔ جلد ہی زرینہ نے باتھ روم سے باہر آ کر چیختے ہوئے کہا۔ ''رک جاؤ۔ مراد! رک جاؤ...''

مراد نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ''ذلیل عورت! تو میرے اعتماد کو دھوکا دیتی رہی ہے۔ جس رات میں نہیں آتا' اس رات اپنے یار کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی ہے۔''

وہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ ''خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔''

اس نے کہا۔ ''تجھ سے برا تو کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے ایک ہاتھ رسید کیا۔ وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی الماری کے پاس گئی۔ اسے کھول کر ایک پستول نکال کر مراد کا نشانہ لیتے ہوئے بولی۔ ”اب ایک قدم بھی میری طرف بڑھو گے یا مجھ پر ہاتھ اٹھاؤ گے تو میں گولی مار دوں گی۔“

وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا پھر بولا۔ ”ہاں، تم میرے اعتماد کو دھوکا دے سکتی ہو تو مجھے گولی بھی مار سکتی ہو۔ تم نے مجھ سے کہا تھا‘ میں ایک جھوٹا طلاق نامہ لکھ کر اپنے ڈیڈی کو دکھاؤں اور یقین دلاؤں کہ میں نے تمہیں طلاق دے کر تم سے پیچھا چھڑا لیا ہے۔ اب تو میں سچ مچ تمہیں طلاق دوں گا۔“

وہ حقارت سے منہ بنا کر بولی۔ ”تم کیا تمہارا باپ بھی مجھے طلاق نہیں دے سکتا۔ جب تک میں تمہارے باپ کی پوری دولت اور جائیداد اپنے نام نہیں کرا لوں گی۔ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔“

وہ بھی حقارت سے بولا۔ ”جب میں اپنی پیدا کرنے والی ماں سے پیچھا چھڑا سکتا ہوں تو تو کس گنتی میں ہے؟ اب دیکھ‘ میں کیا کرتا ہوں؟“

وہ پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ زرینہ نے میری مرضی کے مطابق اس کے ایک پاؤں میں گولی ماری۔ گولی ٹخنے سے اوپر پاؤں کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے زرینہ کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بدستور اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی۔ ”اب یہاں سے اٹھو گے اور جانا چاہو گے تو دوسری گولی سینے میں اتار دوں گی۔“

پھر اس نے اپنے پرس سے کہا۔ ”اُدھر میرا پرس رکھا ہوا ہے۔ اسے کھولو اس میں تیس ہزار کی ایک گڈی رکھی ہوئی ہے۔ میرے مشوروں پر عمل کرو گے تو یہ تیس ہزار تمہارے ہوں گے۔“

وہ جلدی سے بولا۔ ”میں ہمیشہ تمہاری ہر بات ماننا چاہتا ہوں۔“

وہ بولی۔ ”میں پولیس میں رپورٹ درج کراؤں گی کہ تم یہاں چوری کی نیت سے آئے تھے مگر ہماری نظروں میں آ گئے تو میرے شوہر کو گولی مار کر فرار ہو گئے ہو۔“

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”پولیس والے مار مار کر میری ہڈی پسلی توڑ دیں گے۔“

”پولیس والے تم تک نہیں پہنچ پائیں گے۔ ہم تمہارا حلیہ غلط بیان کریں گے۔ تم کبھی پکڑے نہیں جاؤ گے۔ کچھ عرصے کے لیے کسی دوسرے شہر میں چلے جانا۔ حالات سازگار ہوں گے تو میں تمہیں واپس بلا لوں گی۔ بس اب دیر نہ کرو۔ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔“

وہ پرس سے تیس ہزار روپے کی گڈی نکال کر وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ مراد فرش پر بیٹھا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ زرینہ کے ہاتھ میں پستول کو دیکھ کر سوچ رہا تھا۔ ”یہ کم بخت مجھے گولی مار دے گی۔ میں فی الحال اسے غصہ نہیں دکھاؤں گا‘ یہ جو کہے گی‘ چپ چاپ اسے مان لوں گا۔ بعد میں اس سے اچھی طرح نمٹ لوں گا۔“

میں نے اس کے خیالات پڑھے پھر زرینہ میری مرضی کے مطابق بولی۔ ”جب تک یہ پستول میرے ہاتھ میں ہے‘ اس وقت تک تم میری ہر بات مانو گے۔ میں اتنی نادان نہیں ہوں۔ تمہیں زنجیریں پہنا کر غلام بنا کر رکھنا جانتی ہوں۔“

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ”تم بعد میں باتیں کر سکتی ہو۔ میرے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ تکلیف سے برا حال ہے۔ فوراً کسی ڈاکٹر کو بلاؤ۔ فرسٹ ایڈ کا سامان لے کر آؤ۔“

اس نے کمرے کی کھڑکی کھول کر باہر کی طرف دیکھا پھر ملازموں کو آواز دی۔ الماری سے فرسٹ ایڈ بکس نکال کر مراد کے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔ ”ابھی مرہم پٹی ہو جائے گی۔ پہلے میری بات سنو۔ تمہاری بہت سی کمزوریاں میرے ہاتھوں میں ہیں۔“

اس نے زرینہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ ”تمہاری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ تم اسلام آباد میں جس داشتہ کے پاس جاتے ہو‘ وہ پہلے میرے ڈیڈی کی داشتہ رہ چکی ہے۔ ہماری رازدار ہے۔ تمہیں الو بنا رہی ہے۔ تمہارے ساتھ اس کی ایسی شرمناک تصاویر اور ویڈیو فلمیں ہمارے پاس ہیں کہ تمہارا باپ دیکھے گا تو فوراً تمہیں دولت اور جائیداد سے عاق کر دے گا۔ وہ شرمناک تصویریں عدالت میں دکھائی جائیں تو تمہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا جا سکتا ہے۔“

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”نہیں...... تم جھوٹ کہہ رہی ہو۔ میری ایسی شرمناک تصاویر تمہارے پاس نہیں ہیں۔“

”ابھی وہ تصاویر اور ویڈیو فلمیں میں تمہیں دکھاؤں گی۔“

اس کی رازدار ملازمہ آئی تو اس نے کہا۔

”زیتون! ذرا میرے میاں کا پاؤں دیکھو کیا ہڈی ٹوٹ گئی ہے؟“

زیتون نے فرش پر بیٹھ کر اس کے پیر کو چھو کر دیکھا۔ اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد کہا۔ ”ہڈیاں سلامت ہیں۔ صاحب صرف زخمی ہوئے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ جاؤ ہمارے لیے چائے بنا کر لے آؤ۔“

وہ وہاں سے چلی گئی۔ زرینہ نے الماری کی دراز سے ایک آڈیو کیسٹ نکال کر اسے ریکارڈر میں رکھا پھر اسے آن کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ ریکارڈر تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔ ذرا توجہ سے سنو۔“

اس ریکارڈر سے مراد کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ فون پر کسی سے کہہ رہا تھا۔ ”ہیلو! ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔ میں نے اپنی ممی کو شیشے میں اتار لیا ہے۔ وہ اپنی کوٹھی اور بینک بیلنس میرے نام لکھ چکی ہیں۔“

پھر ذرا دیر خاموشی رہی۔ مراد کی ”ہوں ہاں“ کی آواز سنائی دیتی رہی۔ پھر اس کی آواز ابھری۔ ”میں بالکل مطمئن ہوں۔ آپ یہاں آئیں گے تو میں کوٹھی کے کاغذات دکھاؤں گا اور وہ رسید دکھاؤں گا جس کے ذریعے ممی نے اپنے پانچ کروڑ روپے میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کیے ہیں۔“

پھر وہ ”ہوں ہاں“ کرنے کے بعد بولا۔ ”ٹھیک ہے۔ جب تک ڈیڈی بھی موت کے گھاٹ نہیں اتریں گے‘ اس وقت تک یہ بات راز میں رہے گی۔ میں ممی کے کاغذات اور بینک اکاؤنٹ کا ذکر ڈیڈی کے سامنے نہیں کروں گا۔“

ذرا دیر کے لیے خاموشی چھائی رہی پھر اس کی آواز ابھری۔ ”جی ہاں، آپ درست کہہ رہے ہیں۔ ممی کو کراچی سے زندہ سلامت لاہور نہیں پہنچنا چاہیے۔ آپ انہیں وہیں ٹھکانے لگا دیں۔ ہماری پلاننگ کے مطابق ان کی موت ایک حادثے میں ہو گی‘ میں ان کی لاش لے کر لاہور پہنچوں گا۔“

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ریکارڈر کو دیکھ رہا تھا اور بے چینی سے اپنی آواز سن رہا تھا۔ زرینہ نے ریکارڈر کو بند کرتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں پھانسی کے پھندے تک پہنچانے کے لیے یہ ثبوت کافی ہے۔ دوسرا ثبوت یہ ہو گا کہ تمہاری ماں کراچی میں حادثے کے ذریعے ماری گئی اور وہیں تمہاری ماں نے اپنا سب کچھ تمہارے نام ٹرانسفر کیا تھا۔ یہ ساری باتیں تمہارے خلاف جا رہی ہیں۔“

ملازمہ چائے بنا کر لے آئی۔ وہ اب تک فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ زرینہ نے کہا۔ ”زیتون! ایک پیالی اس کے آگے رکھ دو اور یہاں سے جاؤ۔“

زیتون نے ایک پیالی فرش پر مراد کے سامنے رکھی اور وہاں سے چلی گئی۔ زرینہ نے اپنی پیالی سے چائے کی چسکی لی پھر الماری کے سیف کو چابی سے کھولا۔ وہاں سے ایک موٹا سا لفافہ نکال کر مراد کے آگے فرش پر پھینکتے ہوئے کہا۔ ”دیکھو! اس میں کیا ہے؟“

اس نے لفافے کو کھولا تو اس کی اور اسلام آباد والی داشتہ کی تصویریں برآمد ہونے لگیں۔ وہ ایسی شرمناک تھیں کہ لفافے کی باقی تصاویر ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑیں۔ زرینہ اس وقت ٹی وی آن کرنے کے بعد سی ڈی پلیئر آن کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہاں بھی اسے جو مناظر دکھائی دیے۔ ان میں بھی وہی دو کردار تھے۔ ایک وہی داشتہ تھی اور دوسرا مراد تھا۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ بری طرح جکڑا گیا ہے۔ اپنی مکار بیوی کے شکنجے سے کبھی نکل نہیں پائے گا۔

زرینہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ”ارے! تم تو گولی کا زخم بھول گئے۔ کیا تکلیف نہیں ہو رہی ہے؟ اس سے زیادہ تکلیف ان تصاویر اور اس بلیو فلم سے ہو رہی ہے اور اس آڈیو کیسٹ کو بھی نہیں بھولے۔ جس کے ذریعے تم نے اپنی ماں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا اقرار کیا ہے۔“

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔ ”میں نہ کہتی تھی‘ ان دیکھی زنجیریں پہنا کر تمہیں غلام بنا کر رکھنا جانتی ہوں۔“

وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔ ”اب اپنے زخم کی مرہم پٹی کرو اور یہاں سے دفع جاؤ۔ یاد رکھو! اپنے باپ کے پاس جا کر یہی کہو گے کہ مجھے طلاق دے کر آئے ہو اور اب کبھی اِدھر نہیں آؤ گے۔ میں تمہارے لیے اس کوٹھی کا دروازہ اس وقت تک نہیں کھولوں گی‘ جب تک تم اپنے باپ کی تمام دولت اور جائیداد میرے نام نہیں کراؤ گے۔“

وہ اپنے زخموں کی مرہم پٹی کرنے کے بعد وہاں سے اٹھ گیا پھر لنگڑاتا ہوا کوٹھی سے باہر آ گیا۔ اگر وہ میرا سعادت مند فرمانبردار بیٹا ہوتا تو میں چٹکی بجاتے ہی اسے تمام مصیبتوں سے نکال لاتا اور اس سے دشمنی کرنے والوں کو سزا دیتا لیکن میں خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔ ان سب کی تباہی و بربادی کا تماشا اور دلچسپ ہوتا جا رہا تھا۔

میں نے تمام سیکیورٹی گارڈز کو حکم دیا تھا کہ مراد رات کو جب بھی یہاں آئے تو مجھے اطلاع دی جائے۔ وہ رات کے

ایک بجے آیا۔ مجھے اطلاع ملی تو میں نے گارڈ سے کہا کہ اسے اندر آنے دیا جائے۔

وہ لنگڑاتا ہوا ڈرائنگ میں آیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ صوفے پر بیٹھنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "رک جاؤ..... کھڑے ہو کر بات کرو۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "ڈیڈ! آپ دیکھ رہے ہیں، میں زخمی ہوں۔ آپ سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں مگر کھڑے رہ کر بات نہیں کر سکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں...... فرش پر بیٹھ جاؤ، یہی تمہاری اوقات ہے۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، وہ روتا ہوا فرش پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ "اب سے کچھ عرصہ پہلے تم اپنی ماں کے پاس اسی طرح روتے ہوئے آئے تھے اور ہم سے کہا تھا کہ تم نے اپنی بیوی اور سسر وغیرہ کو چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے پاس پناہ لینے آئے ہو۔ تمہارے ان مگر مچھ کے آنسوؤں کو تمہاری ماں نہ سمجھ سکی لیکن میں سمجھ گیا تھا اور آج بھی سمجھ رہا ہوں۔ جو کہنا ہے، جلدی کہو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

وہ بولا۔ "میں یہاں سے کہاں جاؤں گا؟ میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ زرینہ سے بہت بری طرح جھگڑا ہو چکا ہے۔ اس نے مجھ پر گولی چلائی تھی۔ یہ دیکھیں! میری ایک ٹانگ زخمی ہو گئی ہے۔ میں اسے طلاق دے کر چلا آیا ہوں۔ اب نہ وہ میری بیوی ہے اور نہ آپ کی بہو ہے۔ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ آپ یہی چاہتے تھے ناں کہ میں اسے طلاق دے دوں؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "تم ان مردوں میں سے ہو جو بیوی کے تلوے چاٹتے ہیں۔ تم جلتی آگ پر بیٹھ کر کہو گے کہ اسے طلاق دے چکے ہو تب بھی میں یقین نہیں کروں گا۔ یہ بھول جاؤ کہ تمہیں اس کوٹھی میں رہنے کی اجازت دوں گا۔ کل سے تم میرے آفس اور فیکٹری میں بھی قدم نہیں رکھو گے۔"

"آپ مجھے یہاں نہیں رہنے دیں گے تو میں کہاں جاؤں؟"

میں نے آگے بڑھ کر اسے ایک لات مارتے ہوئے کہا۔ "ذلیل کمینے! نائلہ کی موت کے بعد مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ تو نے اس کی کوٹھی اپنے نام کرائی ہے اور اس کے اکاؤنٹ میں جو پانچ کروڑ روپے تھے وہ تیرے اکاؤنٹ میں منتقل ہو چکے ہیں۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟"

وہ بڑی ڈھٹائی سے بولا۔ "ہاں ڈیڈ! میں آپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، یہ جھوٹ ہے۔ کسی نے آپ کو غلط اطلاع دی ہے۔ ممی نے اپنی کوٹھی اور بینک اکاؤنٹ میرے نام نہیں کیا تھا۔"

میں نے اسے دوسری بار لات مارتے ہوئے کہا۔ "تو جانتا ہے، میں کتنے وسیع ذرائع کا مالک ہوں۔ جائیداد کے کاغذات نکلوا کر دیکھ سکتا ہوں، نائلہ کی کوٹھی آج کل کس کے نام پر ہے اور یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ نائلہ کے پانچ کروڑ روپے تیرے اکاؤنٹ میں موجود ہیں۔"

وہ تکلیف سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر لنگڑاتا ہوا جانے لگا۔ میں نے کہا۔ "جانے سے پہلے کان کھول کر سن لے، میں اپنی بیوی کی کوٹھی اور اس کا بینک اکاؤنٹ تیرے نام نہیں رہنے دوں گا۔ کل تُو اپنے وکیل سے کورٹ پیپر تیار کرائے گا۔ جن کی رو سے وہ کوٹھی میرے نام منتقل ہو جائے گی اور کل ہی تو اپنے بینک اکاؤنٹ کے پانچ کروڑ بھی میرے اکاؤنٹ میں منتقل کرے گا۔"

وہ ذرا تن کر بولا۔ "میں اتنا بھی کمزور نہیں ہوں کہ تم جیسے بوڑھے باپ کے آگے پتلی کا ناچ ناچتا رہوں گا۔ ہاں، میں اقرار کرتا ہوں کہ میری ماں کی کوٹھی میرے نام ہے اور اس کا سارا پیسا بھی میرے پاس ہے۔ میں اس میں سے ایک پیسا بھی تمہیں نہیں دوں گا۔"

وہ لنگڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ جاؤ بیٹے! کل تم خود ہی زرینہ کی طرح اپنا سب کچھ میرے نام کرو گے اور کچے کاغذ پر کرو گے۔

اے ٹیلی پیتھی! تجھے میرا سلام۔ تو میری مشکلیں آسان کر رہی ہے۔ لوگوں کے چھپے ہوئے چہرے دکھا رہی ہے۔ ہماری دنیا میں کتنے لوگ پیدائشی شیطان ہوتے ہیں۔ جنہیں نہ تو آسمانی کتابیں راہِ راست پر لاتی ہیں اور نہ ہی قانون کے ڈنڈے انہیں شیطان سے انسان بنا پاتے ہیں۔ ان کے مقدر میں انجام کار بدترین سزا اور حرام موت لکھی ہوتی ہے۔"

زرینہ کے پاس مراد کے خلاف بہت سے ٹھوس ثبوت تھے۔ میں چاہتا تو زرینہ سحر زدہ ہو کر وہ تمام ثبوت میرے پاس پہنچا دیتی اور خود خالی ہاتھ رہ جاتی پھر مراد کے خلاف کچھ نہ کر پاتی لیکن میں نے ایسا کچھ نہ کیا۔ جس بیوی کی خاطر اس نے پیدا کرنے والی کو ہلاک کر لیا تھا، اب میں اسی بیوی کے ہاتھوں اسے تباہ ہوتا دیکھنا چاہتا تھا۔

☆☆☆

طویل عرصے کے بعد گریٹ ایشو را را نے زمین

والوں سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ٹیلی پیتھی مشین کے ذریعے اکابرین سے اس کی اچھی خاصی گفتگو ہوئی تھی۔ ان کے درمیان بڑے اہم معاملات طے ہوئے تھے۔ گریٹ ایشورارا نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ایک غیر معمولی مشین سیارے سے امریکی اکابرین کے پاس پہنچا دی جائے گی۔

یہ سیارے والوں کی طرف سے دوستی اور اتحاد قائم کرنے کا ایک بڑا اور نایاب تحفہ تھا کہ امریکی اکابرین خوشی سے ناچنے لگے تھے، ہواؤں میں اُڑنے لگے تھے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی خوشی یہ تھی کہ اس مشین کے ذریعے وہ آئندہ اپنے مطلوبہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمانوں کو دیکھ سکیں گے اور ان کے اہم اندرونی رازوں تک پہنچ سکیں گے۔

گریٹ ایشورارا نے کہا تھا کہ وہ مشین انہیں یہ بھی بتائے گی کہ مسلمانوں نے اور خاص طور پر ادارے والوں نے اس مشین کے ذریعے کن کن ممالک کے اہم راز چرائے ہیں اور آئندہ اپنے اہم رازوں کو کس طرح مسلمانوں کی مشینوں سے چھپا کر رکھا جا سکتا ہے؟

انہیں بہت ہی کارآمد مشین ملنے والی تھی۔ اس کے ذریعے صرف ان اکابرین کو ہی نہیں، ان کے رازوں کو بھی تحفظ حاصل ہو سکتا تھا پھر سیارے والوں سے یہ بھی معاہدہ ہوا تھا کہ اگر اس دنیا میں گریٹ ایشورارا کو حکومت قائم کرنے کا موقع دیا جائے گا تو امریکا، برطانیہ، فرانس اور جرمنی آزاد ممالک کی حیثیت سے اپنی ایک الگ شناخت رکھیں گے۔ گریٹ ایشورارا کی حکومت کی طرف سے انہیں کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ ان کے درمیان ہمیشہ اتحاد قائم رہے گا۔

تمام اکابرین نے گریٹ ایشورارا سے کہا۔ "تم یہاں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہو۔ اس کا آغاز ایشیا سے کرو۔ اپنے نائب ایشورارا اور دیگر اہم ماتحتوں کو امریکا اور یورپ کی طرف نہ آنے دو کیونکہ یہاں کے تمام ممالک سائنسی ٹیکنالوجی اور دیگر وسائل سے مالا مال ہیں۔ انہیں اپنے آگے جھکانے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ ایشیا میں صرف چین اور جاپان طاقتور ممالک ہیں۔ انہیں زیر کرنے میں ذرا دشواری پیش آئے گی مگر ہم زیر کر لیں گے۔ باقی تمام ایشیائی ممالک کے باشندے موم کے مجسموں کی طرح ہمارے آگے جھک جائیں گے۔"

گریٹ ایشورارا نے اپنے سیکڑوں ماتحتوں کو تربیت دی تھی۔ وہ اس دنیا کے تمام براعظموں، تمام چھوٹے بڑے ممالک کے بارے میں معلومات رکھتے تھے۔ ان کے دماغوں میں انگریزی، عربی، اردو اور چینی زبانیں نقش کی گئی تھیں۔ وہ یہ تمام زبانیں روانی سے بول سکتے تھے۔

اس نے پانچ پانچ ماتحتوں کی ٹیمیں بنائی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک غیر معمولی مشین تھی۔ وہ تمام ٹیمیں جمہوریہ چین، تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، انڈونیشیا، ہندوستان، پاکستان، ایران، دبئی اور ترکی میں پہنچ رہی تھیں۔

وہ جس ملک میں پہنچ رہے تھے۔ وہاں کا لباس وہاں کی تہذیب اپنا رہے تھے۔ پاکستان کے متعلق یہ رائے قائم کی گئی تھی کہ یہ ملک قرضوں میں ڈوبا ہوا معاشی بدحالی کا مارا ہوا ایک کمزور ملک ہے۔ یہاں کے حکمران امریکا کے زیر اثر رہتے ہیں اور یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں کی کارکردگی انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ یہاں بڑے سے بڑا کام رشوت دے کر ہو جاتا ہے۔ ان تمام کمزوریوں کے پیش نظر نائب ایشورارا نے پاکستان میں پہنچ کر رہائش اختیار کی تھی۔

گریٹ ایشورارا نے ان اکابرین کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ایشیائی ممالک میں کیا کر رہا ہے؟ اس نے اپنے ایک انتہائی قابل ماتحت کو سفیر بنا کر امریکا بھیجا تھا۔ وہ سفیر غیر معمولی مشین کا تحفہ لے کر ان کے پاس آ گیا تھا۔ انہوں نے بڑی گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا تھا اور اس کے ذریعے ایک ہی دن میں اس مشین کو اچھی طرح آپریٹ کرنا سیکھ لیا تھا۔

وہ اس مشین کو آپریٹ کرنے کے دوران ہمیں تلاش کرتے رہے۔ ہم سب کی تصاویر اور کوڈ نمبرز ان کے پاس محفوظ تھے لیکن انہیں مایوسی ہو رہی تھی۔ نہ میں کہیں دکھائی دے رہا تھا، نہ ہی میری بچی اور بیٹے نظر آ رہے تھے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی کہ ہم سب نے بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لی ہے۔ اسی لیے ان کی غیر معمولی مشین ہمیں کیچ نہیں کر رہی ہے۔

میں اور سونیا ادارے سے باہر تھے۔ میری شخصیت قدرتی طور پر تبدیل ہو گئی تھی۔ اس لیے میں مشین کی زد میں نہیں آ رہا تھا۔ سونیا پر یہ روحانی عمل کیا گیا تھا کہ جب تک وہ پاک صاف رہتی، تب تک کوئی اسے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ نہیں پاتا۔

یوگا جاننے والے ایک امریکی افسر نے کہا۔ "سونیا بھی بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ اسی لیے نظر نہیں آ رہی ہے۔"

سیارے کے سفیر نے کہا۔ "یہ تمہارے لیے اور

ہمارے لیے اچھا ہی ہے۔ کوئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا اس ادارے کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلے گا اور نہ ہی ہمارے کسی سیارے والے تک پہنچ کر اسے نقصان پہنچائے گا۔"

ایک آرمی افسر نے کہا۔ "فی الحال ہمیں ان کی طرف سے کوئی نقصان پہنچنے والا نہیں ہے۔ اب ہمیں اس مشین کے ذریعے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ہمارے کتنے راز اب تک بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ چکے ہیں اور جو پہنچ نہیں پائے ہیں، انہیں ہم کس طرح اس مشین کے ذریعے چھپا سکتے ہیں؟"

وہ سب اس مشین کے ذریعے اپنے اپنے اہم معاملات میں مصروف ہو گئے تھے۔ نائب ایشورارا اسلام آباد میں تھا۔ اس نے تقریباً بیس گھنٹوں کے بعد اپنی مشین کو آپریٹ کیا تو اسکرین پر سونیا کو دیکھ کر ٹھٹک گیا اور پریشان ہو کر بڑبڑایا۔ "آ گئی وہ بلا... جس نے ہمارے ایک نائب ایشورارا کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ یہ وہی بلا ہے جو ہماری غیر معمولی مشین چھین کر لے گئی تھی۔ سب ہی کہتے ہیں کہ ناگ اور ناگن اگر حملہ کرنے آئیں تو سب سے پہلے ناگن کا سر کچلنا چاہیے۔ اس حوالے سے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کہا جاتا ہے کہ سونیا فرہاد سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔"

اس نے فوراً ہی مشین سے دریافت کیا۔ "یہ مصیبت جہاں نظر آ رہی ہے، وہ کون سی جگہ ہے؟"

مشین نے معلومات فراہم کیں۔ "ہانگ کانگ کے جنوب میں کئی جزیرے ہیں۔ ایک جزیرے کا نام پی ٹوئی ہے۔ اسکرین پر وہی جزیرہ دکھائی دے رہا ہے۔"

اس کے اندر اضطراب سا...... ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ ان سیارے والوں کے وہاں پہنچتے ہی وہ دکھائی دے رہی تھی، جو سب سے زیادہ خطرناک تھی۔ جس کے لیے یہ طے کیا جا چکا تھا کہ وہ جب بھی دکھائی دے گی، اسی لمحے اسے گولی مار دی جائے۔ اس سے کوئی بات نہیں کی جائے...... بچ کر نکلنے کا کوئی موقع نہیں دیا جائے گا۔

سیارے والوں کی ایک ٹیم ہانگ کانگ میں تھی۔ نائب ایشورارا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس ٹیم کے سربراہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے بولا۔ "فوراً مشین آپریٹ کرو۔ سونیا دکھائی دے رہی ہے۔ وہ تم لوگوں سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر ایک جزیرے میں ہے۔"

پھر اس نے تریالا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ایشیائی ممالک میں ہماری جتنی ٹیمیں ہیں، انہیں فوراً اطلاع دو کہ اسکرین پر سونیا دکھائی دے رہی ہے۔ وہ سب اپنی مشینیں آن رکھیں۔ سونیا کو مسلسل دیکھتے رہیں۔ اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے۔"

انہوں نے امریکی اکابرین کو بھی اس سلسلے میں اطلاع دی، وہ بھی سونیا کو اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھنے لگے۔ اس وقت بے شمار آنکھیں پی ٹوئی جزیرے میں اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس جزیرے کے باشندے بہت ہی پسماندہ تھے۔ سونیا وہاں ایک چھوٹے سے سرائے نما ہوٹل میں تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ مجھے خوبصورت مناظر سے بہت دلچسپی ہے۔ میں اپنا ماضی اور اپنے خون کے رشتوں کو بھولنے کے باوجود شاید ایسے خوبصورت مناظر سے محظوظ ہونے کے لیے اس جزیرے میں آ سکتا ہوں۔ اس خیال سے وہ وہاں آئی تھی۔

سیارے سے آنے والے پانچ افراد ہانگ کانگ کے ساحلی علاقے میں تھے۔ ان میں سے دو افراد اسپیڈ بوٹ کے ذریعے اس جزیرے کی طرف جا رہے تھے۔ وہ دونوں اپنی غیر معمولی مشین ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ تاکہ سونیا کو ہر لمحہ اسکرین پر دیکھتے رہیں لیکن گریٹ ایشورارا نے ان سب کو سختی سے کہا تھا، سونیا سے جب بھی سامنا ہو یا اس سے مقابلہ کرنے کی نوبت آئے تو وہ غیر معمولی مشین اپنے ساتھ نہ رکھیں۔ وہ کم بخت چھین کر لے جاتی ہے۔

اس کے حکم کے مطابق وہ مشین ان دو افراد کے پاس نہیں تھی لیکن وہ ہتھیاروں سے لیس تھے۔ سونیا کی موت بن کر جا رہے تھے۔ باقی افراد مشین کی اسکرین پر کبھی اپنے ساتھیوں کو اور کبھی سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ ایسے ہی وقت ایک نے چونک کر کہا۔ "وہ دیکھو! سونیا نے اپنے دونوں ہاتھوں میں کوئی چیز پکڑی ہے اور... وہ کچھ پہن رہی ہے۔"

پھر دوسرے ہی لمحے ان تینوں نے چونک کر اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا۔ "اوہ گاڈ! یہ تو آدھی غائب ہو چکی ہے۔ صرف اس کا اوپری جسم نظر آ رہا ہے۔"

ایک نے کہا۔ "وہ اپنا بچاؤ کرنا جانتی ہے۔ اس وقت وہ زرد رنگ کا لباس پہن رہی ہے اور ہماری نظروں سے اوجھل ہونے والی ہے۔"

انہوں نے اسکرین پر اپنے دو ساتھیوں کو دیکھا۔ ان کی اسپیڈ بوٹ جزیرے کے ساحل پر پہنچ گئی تھی۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ان سے کہا۔ "فوراً اس ہوٹل میں پہنچو۔ وہ زرد لباس پہن کر نظروں سے اوجھل ہو رہی ہے۔ دنیا والوں کو تو نظر آئے گی مگر تم اسے نہیں دیکھ سکو گے۔ اس کے روپوش ہونے سے پہلے وہاں پہنچو۔"

اسلام آباد سے نائب ایشورارا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "وہ گردن تک غائب ہو چکی ہے۔ صرف اس کا سر اور چہرہ دکھائی دے رہا ہے۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا پھر جھنجلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "وہ غائب ہو چکی ہے۔ اس جزیرے میں تم لوگ وہاں زیادہ سے زیادہ آلۂ کار بناؤ۔ اسے کسی بھی طرح جزیرے سے باہر نہ نکلنے دو۔ میں ابھی اکابرین سے امداد حاصل کرتا ہوں۔"

امریکی آرمی کے وہ پانچ یوگا جاننے والے افسران اسکرین پر بھی دیکھ رہے تھے اور پریشان ہو رہے تھے کہ وہ ہاتھ آتے آتے پھر کہیں گم ہو گئی ہے۔ نائب ایشورارا نے مشین کے ذریعے انہیں مخاطب کیا اور کہا۔ "اس وقت تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ جتنے ہیلی کاپٹر دے سکتے ہو' اس جزیرے کی طرف روانہ کر دو۔ ہانگ کانگ میں اور اس کے جزائر میں جتنے انٹیلی جنس والے ہیں' ان سے کہہ دو کہ اس جزیرے کی ناکا بندی کریں۔ وہاں جتنے اسٹیمرز' لانچ اور اسپیڈ بوٹس وغیرہ ہیں' ان پر پابندیاں عائد کر دو کہ وہ وہاں سے ایک سواری بھی لے کر کہیں نہ جائیں۔ ساحلی ڈیک پر جتنے مسافر ہیں' انہیں حکم دو کہ وہ جزیرے میں واپس جائیں۔ اپنے گھروں یا ہوٹلوں میں رہیں۔"

نائب ایشورارا کی فرمائش کے مطابق ایسا ہو رہا تھا۔ ہانگ کانگ کے ساحل سے کتنے ہی امریکی سی آئی اے والے اور دیگر انٹیلی جنس والے اسپیڈ بوٹس اور ہیلی کاپٹرز کے ذریعے اس ساحل کی طرف جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اگرچہ وہ سب بہت تیز رفتاری دکھا رہے تھے لیکن ان کے پاس یہ تمام احکامات پہنچنے تک اور ہیلی کاپٹرز کے ذریعے پرواز کرنے تک اچھا خاصا وقت گزر چکا تھا۔

جزیرے کی ساحلی انتظامیہ سے معلوم کیا گیا تو پتا چلا کہ اتنی دیر میں تین اسپیڈ بوٹس تین مختلف جزیروں کی طرف اور ہانگ کانگ کے ساحل کی طرف جا چکی ہیں۔ اسی طرح ایک لانچ ہانگ کانگ کی طرف اور دوسری کولون کی طرف گئی ہے۔

سیارے کے وہ دونوں افراد جزیرے کے اس ہوٹل میں پہنچے تھے مگر ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نظروں سے اوجھل ہونے والی کو کس طرح تلاش کریں؟ وہ دوسروں سے پوچھتے پھر رہے تھے "کیا یہاں زرد رنگ کے لباس میں انہوں نے کسی خاتون کو دیکھا ہے؟"

کسی نے انکار کیا اور کسی نے کہا۔ "میں نے زرد رنگ کے لباس میں چار خواتین کو دیکھا ہے۔ یہاں تو رنگ برنگے ملبوسات میں کتنے ہی سیاح آتے جاتے رہتے ہیں۔"

پھر پوچھا گیا۔ "کسی ایسی خاتون کو دیکھا ہے جو سر سے پاؤں تک زرد رنگ کے لباس میں چھپی ہوئی ہو؟"

"ہاں، ہم نے ایک خاتون کو دیکھا تھا۔ اس نے زرد رنگ کی ایک عبا پہنی ہوئی تھی۔ وہ کوئی مسلمان تھی۔ اس کا چہرہ بھی اسی رنگ کے نقاب میں چھپا ہوا تھا اور وہ ساحل کی طرف جا رہی تھی۔"

وہ دونوں ساحل کی طرف مختلف سمتوں میں دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ جب وہ ایک دوسرے کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو ایک نے دوڑتے وقت اچانک ہی ٹھوکر کھائی۔ گرنے کے بعد پتا چلا کہ ٹھوکر نہیں کھائی تھی۔ کسی نے ٹانگ اڑائی تھی۔ وہ زمین سے اٹھ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت منہ پر ایک اور ٹھوکر پڑی۔ وہ پھر گر پڑا۔ اس نے چاہا کہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے ساتھی کو بلائے۔ ایسے ہی وقت اس کی گردن دو ہاتھوں کے شکنجے میں آ گئی۔ اس کی سانسیں رکنے لگیں۔ وہ گردن چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگا۔

چونکہ سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی لہٰذا ایسے وقت وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے باوجود سانس نہیں روک سکا۔ الپا نے اس کے اندر پہنچتے ہی ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے مختصر سے چور خیالات پڑھے پھر سونیا سے کہا۔ "ماما! اس کے تین ساتھی ہانگ کانگ کے ساحل پر ایک ہوٹل میں موجود ہیں۔ اپنی مشین کے ذریعے آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ یہاں سے جائیں۔ میں اس سے نمٹ رہی ہوں۔"

جزیرے کی فضا میں چاروں طرف ہیلی کاپٹر پرواز کر رہے تھے۔ دو چار ہیلی کاپٹر جزیرے میں اتر رہے تھے۔ سونیا چھپتی چھپاتی ایک ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھی۔ اس وقت عالی اور کبریا اس کے اندر موجود تھے۔ اس نے دور سے جھک کر دیکھا۔ ایک ہیلی کاپٹر سے کئی مسلح سپاہی اتر کر ساحل کی طرف جا رہے تھے۔ وہاں صرف پائلٹ رہ گیا تھا۔ جب وہ سپاہی بہت دور نکل گئے تو سونیا دوڑتی ہوئی پائلٹ کے پاس آئی پھر بولی۔ "تم یہ زرد رنگ کا لباس دیکھ رہے ہو؟ میں وہی ہوں' جسے تلاش کیا جا رہا ہے۔ اب تم مجھے یہاں سے لے جاؤ گے۔"

اس نے فوراً ہی ریوالور نکال کر اسے نشانے پر لیتے ہوئے کہا۔ "ہاں، تمہاری لاش یہاں سے لے جاؤں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر

[گ]ر گیا۔ عالی اور کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ [اس] نے بڑی تابع داری سے کہا۔ "یس میڈم! آپ جہاں [کہیں] گی میں وہاں پہنچا دوں گا۔"

سونیا نے کہا۔ "پہلے ہیلی کاپٹر کی ٹنکی خالی کرو۔ صرف [ات]نا ایندھن رکھو کہ تم ہانگ کانگ تک جا سکو۔"

وہ اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ دوسرے لفظوں میں [ع]الی اور کبریا اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔ وہ تقریباً [غ]ائب دماغ ہو چکا تھا۔ جب تھوڑی دیر کے بعد وہ ہیلی کاپٹر [و]ہاں سے اڑا تو وائرلیس کے ذریعے پوچھا گیا۔ "تم ہماری [اج]ازت کے بغیر کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "ہیلی کاپٹر کی ٹنکی لیک ہو رہی [ہے]۔ ایندھن بہہ رہا ہے۔ میں ہانگ کانگ جا رہا ہوں۔ [وہ]اں اسے چیک کیا جائے گا۔"

ہیلی کاپٹرز کو کمانڈ کرنے والا افسر اس جواب سے [م]طمئن ہو گیا۔ اُدھر الپا نے جس سیارے والے کے دماغ میں [زلز]لہ پیدا کیا تھا۔ اب اسے اٹھا کر دوڑاتی ہوئی اس کے [س]اتھی کی طرف لے جا رہی تھی۔ دوسرے ساتھی نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا تو پوچھا۔ "کیا وہ کہیں نظر آ رہی ہے؟"

اس نے قریب پہنچتے ہی اپنے لباس سے ریوالور نکال [کر] اسے گولی ماردی پھر دوسرے لمحے خود بھی خودکشی کر لی۔

ان کے تین ساتھی ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے اکابرین [ک]ی طرف سے پہنچنے والی امداد کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس [جزی]رے کی ناکا بندی کر دی گئی تھی۔ ساحلی علاقوں میں تمام لوگوں کو اپنے گھروں اور ہوٹلوں میں رہنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ اس ساحل سے اب کوئی اسٹیمر، لانچ یا اسپیڈ بوٹ سمندر [می]ں نہیں جا رہی تھی۔ وہ مطمئن ہو گئے تھے کہ سونیا اب [جزی]رے سے نکل نہیں پائے گی۔

جب انہیں پتا چلا کہ جزیرے سے ایک ہیلی کاپٹر [ہان]گ کانگ کی طرف واپس آ رہا ہے تو انہوں نے اس ہیلی [کاپٹر] کے پائلٹ کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ واقعی ایندھن [کی ٹن]کی لیک ہو رہی ہے لہٰذا اسے ہانگ کانگ کی طرف واپس [آن]ا ضروری تھا۔

عالی اور کبریا نے اس پائلٹ کے دماغ پر اس طرح [قبضہ] جمایا کہ وہ لوگ خیال خوانی کے ذریعے بھی حقیقت [مع]لوم نہیں کر سکتے تھے لیکن وہ مطمئن ہونے والے نہیں تھے۔ [انہ]وں نے پائلٹ کی آواز اور لب و لہجے کو مشین کے آڈیو سسٹم [کے] ذریعے اور پھر اسے اپنی مشین میں فیچ کر کے اسکرین پر [دیکھ]ا' وہ ہانگ کانگ کی طرف واپس آ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ پائلٹ کے پیچھے سونیا بیٹھی تھی لیکن انہیں نظر نہیں آ رہی تھی کیونکہ سیارے والے زرد رنگ میں چھپی سونیا کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔

ایک نے کہا۔ "وہ ابھی تک جزیرے میں کہیں چھپتی پھر رہی ہوگی۔ ہمیں اپنے ساتھیوں سے کچھ معلوم کرنا چاہیے۔"

انہوں نے اسکرین پر اپنے ساتھیوں کو دیکھا تو چونک گئے۔ دو ساتھی ایسے وقت دکھائی دیے جب ایک نے دوسرے کو گولی ماری تھی۔ وہ تینوں گولی مارنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اس حماقت کی وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے ہی اس نے خود کو بھی گولی مار کر اپنے دماغ کو ہمیشہ کے لیے مردہ کر لیا۔ وہ تینوں پریشان ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

ایک نے کہا۔ "سونیا اسی جزیرے میں موجود ہے۔"

انہوں نے نائب ایشورارا کو اسی وقت بتایا کہ دو ساتھی کس طرح مارے گئے ہیں؟ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا' وہ بلا آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گی۔ پتا نہیں کتنا خون خرابہ کرے گی؟ ہمیں کتنا نقصان پہنچائے گی؟ لیکن یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ ابھی اسی جزیرے میں ہے اور ہم اسے وہاں سے نکلنے نہیں دیں گے۔"

وہ امریکی آرمی کے افسران سے رابطہ کر کے انہیں بتانے لگا کہ کس طرح ان کے دو سیارے والے مارے جا چکے ہیں۔ وہ خوفناک بلا ابھی تک اسی جزیرے میں چھپتی پھر رہی ہے۔ اسے وہاں سے نکلنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اگر اسے ہلاک نہ کیا گیا تو پتا نہیں وہ انہیں اور کتنا نقصان پہنچائے گی۔

ایک افسر نے کہا۔ "صرف تمہیں ہی نہیں ہمیں بھی نقصان پہنچائے گی کیونکہ اب یہ بات کھل کر سامنے آ جائے گی کہ ہم سیارے والوں سے اتحاد کر چکے ہیں اور ان کی بھرپور مدد کر رہے ہیں۔"

نائب ایشورارا نے کہا۔ "ہم زرد رنگ کے لباس کے باعث سونیا کو اسکرین پر نہیں دیکھ سکتے لیکن تم تو دیکھ سکتے ہو۔"

ایک افسر نے کہا۔ "بے شک۔ سونیا اگر زرد رنگ کے لباس میں چھپتی پھر رہی ہے تو ہم لوگوں سے نہیں چھپے گی مگر ہم حیران ہیں کہ وہ ہمیں بھی نظر نہیں آ رہی ہے۔"

نائب ایشورارا نے حیرانی سے کہا۔ "تعجب ہے۔ کیا تم لوگ بھی یلو کلر بلائنڈ ہو چکے ہو؟"

ایک اور افسر نے کہا۔ "اس کی دو وجوہات سمجھ آتی

ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہوگی کہ سونیا کو روحانی عمل کے ذریعے روپوش رکھا جارہا ہے۔ دوسرا یہ کہ سیارے سے جو مشینیں تیار ہو کر آئی ہیں ان کی اسکرین پر زرد رنگ دکھائی نہیں دیتا اور یہی بات قرین القیاس ہے۔ جب تک وہ اس رنگ کے لباس میں رہے گی ہمیں دکھائی نہیں دے گی۔''

دوسرے افسر نے نائب ایشورارا سے کہا۔ ''تم فکر نہ کرو۔ ہمارے بہترین تجربہ کار جاسوس اس جزیرے میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں سے سونیا کسی بھی طرح فرار نہیں ہو سکے گی۔ صبر سے دیکھتے رہو وہ اسی جزیرے میں حرام موت ماری جائے گی۔''

سونیا نے عالی اور کبریا سے کہا۔ ''یہاں کوئی ایسا مکان تلاش کرو جہاں میں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہ سکوں۔ اس مکان کا مالک تنہا رہتا ہو۔ اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابع دار بناؤ اور اس کے ذہن میں یہ نقش کردو کہ اس کے پاس پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے جو رہنے آئی ہے اس کا وہ باہر کسی سے ذکر نہیں کرے گا۔''

عالی نے کہا۔ ''مما! ہم جلد ہی کوئی ایسا مکان تلاش کرلیں گے جہاں آپ کسی کی نظروں میں آئے بغیر آرام سے چھپ کر رہ سکیں گی۔''

ایسے وقت الپا نے کہا۔ ''مما! میں بھی آگئی ہوں۔ وہ دونوں سیارے والے اس جزیرے میں اپنی آخری سانسیں پوری کر چکے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، تم میرے ساتھ رہو۔ میں ہیلی کاپٹر سے اتر کر پرنس ہوٹل کی طرف جاؤں گی۔ جتنی جلدی ہو سکے کسی ایسے شخص کو ٹریپ کرو جو عربی لباس میں ہو۔ میں اس کے ساتھ اس عبا اور نقاب میں رہوں گی تو کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا۔''

اس جزیرے میں کرفیو لگا دیا گیا تھا۔ سب ہی کو اپنے گھروں اور ہوٹلوں میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ سختی سے کہا جا رہا تھا کہ جو بھی باہر نکلے گا' اسے گولی ماردی جائے گی۔

وہ لوگ ہر جگہ کسی زرد رنگ کے لباس والی کو تلاش کر رہے تھے۔ انہوں نے تھک ہار کر اپنے متعلقہ افسران کو خبر دی کہ زرد لباس والی کسی گھر میں' کسی ہوٹل کے کسی کمرے میں یا کسی آفس میں چھپی ہوئی کہیں ہے۔ اسے ہر جگہ تلاش کیا جا چکا ہے اور یہ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ مشین کی اسکرین پر دیکھنے والے بھی الجھ گئے تھے۔ اگر وہاں کوئی زرد رنگ کا لباس پہننے والی نہیں ہے تو پھر سونیا کہاں گئی ہے؟

وہ تینوں سیارے والے ہوٹل پرنس کے ایک کمرے میں موجود تھے۔ ان میں سے ایک مشین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرا بیڈ پر لیٹا ہوا تھا اور تیسرا ٹیلی پیتھی کے ذریعے نائب ایشورارا سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے رابطہ ختم ہونے کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''ہمارا نائب کہہ رہا ہے' ہمیں یہ ہوٹل چھوڑ دینا چاہیے۔''

ایک نے پوچھا۔ ''کیوں چھوڑ دینا چاہیے؟''

''اس کا خیال ہے' اگر سونیا نے یا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے دو ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے تو ان کے دماغ میں پہنچ کر یہ بھی معلوم کیا ہوگا کہ ہم کس ہوٹل میں قیام پذیر ہیں؟''

دونوں ساتھیوں نے چونک کر کہا۔ ''واقعی ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا۔ بے شک، ہمیں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر یہاں سے چلے جانا چاہیے۔''

وہ بریف کیس نما مشین کو بند کر کے اپنا سامان سفری بیگ میں رکھنے لگے۔ انہوں نے وہاں سے دور جانے کے سلسلے میں بڑی پھرتی دکھائی۔ دروازہ کھول کر جیسے ہی باہر جانا چاہتے تھے' ویسے ہی دروازہ ایک کے منہ پر آکر لگا۔

وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے اپنے ساتھیوں پر آگرا۔ سونیا دروازے پر لات مار کر اندر آئی تھی لیکن انہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ دو ساتھی تیسرے کو سنبھال رہے تھے مگر یہ سمجھ گئے تھے کہ زرد رنگ کے لباس والی بلا آگئی ہے۔

انہوں نے فوراً ہی اپنے اپنے ریوالور نکال لیے۔ اسی وقت ایک کے ہاتھ پر ٹھوکر لگی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں اچھلا پھر اسے کسی نے کیچ کرلیا۔ اب وہ ریوالور دکھائی دے رہا تھا مگر اسے پکڑنے والی نظر نہیں آرہی تھی۔ اس سے پہلے ہی سونیا کی آواز سنائی دی۔ ''گولی چلانے سے پہلے سن لو۔ میں تمہارے ساتھی کے پیچھے کھڑی ہوئی ہوں۔ پہلے یہ مرے گا۔ ہو سکتا ہے' اس سے پہلے تم دونوں مر جاؤ کیونکہ میرے نشانے پر ہو۔ میں کسی وقت بھی گولی چلا سکتی ہوں۔ اگر مرنا نہیں چاہتے تو اپنے ریوالور پھینک دو۔''

ایک نے کہا۔ ''ہم موت سے ڈرتے۔'' وہ آگے بھی کچھ کہنا چاہتا تھا۔

سونیا نے کہا۔ ''بس میں اتنی ہی آواز سننا چاہتی تھی۔'' یہ کہہ کر اس نے گولی چلائی تو الپا اس کے اندر پہنچ گئی۔

وہ جواباً گولی نہ چلا سکا۔ اس کا دماغ الپا کے شکنجے میں آگیا تھا۔ اس کی مرضی کے مطابق اس نے پیچھے کی طرف پلٹ کر اپنے ساتھی کو ایک الٹا ہاتھ رسید کیا پھر اس سے ریوالور چھینتے ہوئے کہا۔ ''اسے پھینک دو۔ ہمیں اپنے ساتھی کی جان بچانا چاہیے۔ یہ عورت مجھے زخمی کر سکتی ہے تو تمہیں بھی ہلاک کر سکتی ہے۔''

تیسرے نے کہا۔ ''کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ اپنی جان بچانے کی خاطر اس عورت کو زندہ چھوڑ دینا چاہتے ہو۔ ...بھی اسی کمرے میں ہے مگر.... کہاں ہے؟''

سونیا نے ریوالور پھینک دیا تھا۔ اب اس ریوالور کے ...ریعے سمجھا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ کمرے کے کس حصے میں ...ہے؟ جب تیسرے شخص کے پیٹ پر ایک لات پڑی پھر ...سری ٹھوکر منہ پر تب پتا چلا کہ سونیا اس کے قریب ہی ہے۔ ...س نے اس کے اندر آکر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی شدت ...سے چیخیں مارتا ہوا فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔

جس کا بازو زخمی ہوا تھا' الپا نے اس کے اندر ہلکا سا ...زلزلہ پیدا کیا۔ تیسرا صحیح سلامت تھا۔ سونیا اس کی پٹائی کرنے ...ی۔ وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ...نے والی کہاں ہے؟ جہاں وہ حملہ کرتا تھا' اُدھر وہ نہیں ہوتی ...تھی۔ وہ اِدھر اُدھر فضا میں ہاتھ چلا رہا تھا اور مار کھا رہا تھا۔ ...ایسے وقت الپا نے اس کے اندر پہنچ کر اسے بھی ناکارہ بنا دیا۔

سونیا نے اس غیر معمولی بریف کیس کو اٹھاتے ہوئے ...کہا۔ ''میں جارہی ہوں۔ تم ان تینوں کو ختم کرنے کے بعد ...ے پاس چلی آؤ۔''

وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ وہ کیا تھی؟ ...چھونے سے جزیرے میں نمودار ہوئی اور گم ہوگئی۔ سارے ...تر اکابرین اور سیارے والے اسے دیکھتے رہ گئے۔ وہ ...نگ کانگ کے ایک ہوٹل میں نمودار ہوئی پھر وہاں سے بھی ...گم ہوگئی۔ وہ ایسی ہی تھی.... آتی تھی' گزر جاتی تھی۔ ایک لمحاتی ...ک سے آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی پھر لرزہ اندام کرتی ہوئی ...گزر جاتی تھی.... اے تھنڈر بولٹ....!

☆☆☆

''سونیا ابتدا ہی سے تیز رفتار تھی اور آخری دم تک اس تیز ...رفتار زندگی کو کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ ہائے ری میری قسمت ...مجھے کہاں لاکر پھینکا تھا؟ ساری تیز رفتاری بھول کر بڑی ...ست رفتاری سے سماجی معاشرتی زندگی گزار رہا تھا۔ جب ...پچھلی زندگی بھول ہی چکا تھا تو مجھے اپنی موجودہ زندگی اور ...حالات سے مطمئن ہونا چاہیے تھا مگر میرے اندر ایک نامعلوم ...سی بے چینی رہتی تھی اور وہ بے چینی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات تھی کہ میں جو ...تھا، دراصل وہ نہیں ہوں اور جو نہیں ہوں' دراصل وہی ...ہوں۔ موجودہ زندگی میں خود کو فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے پہچان رہا تھا۔ دیکھا جائے تو میں نے خود کو نہیں پہچانا تھا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ میں فرہاد انور شاہ ہوں۔ تب سے یہ بات کھٹکتی تھی۔ میں آئینے کے سامنے کبھی کبھی اپنے آپ کو بالکل ہی اجنبی محسوس کرنے لگتا تھا۔ خود کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتا تھا مگر خود کو ڈھونڈ نہیں پا رہا تھا۔

میں نہیں جانتا تھا کہ مقدر کو کیا منظور ہے؟ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ میرے حالات یکسر بدلنے والے ہیں۔ آج نہیں تو کل سیارے والوں سے ٹکرانے والا ہوں۔ میں خود کو بھول چکا تھا' میری یادداشت گم ہو چکی تھی۔ تقدیر کسی وقت بھی کوئی موڑ لے سکتی تھی۔

ابھی میں اپنے موجودہ حالات سے نمٹ رہا تھا۔ جتنے دشمن ڈھکی چھپی سازشوں کے ذریعے مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے' میری دولت' جائیداد اور میرے کاروبار پر قبضہ جمانا چاہتے تھے۔ میں ان سے اچھی طرح نمٹ رہا تھا۔ ان میں سے کتنے ہی دشمن رشتے دار ختم ہو چکے تھے۔ باقی رفتہ رفتہ اپنے بدترین انجام کو پہنچنے والے تھے۔

ایک مشہور و معروف تجربہ کار ماہرِ نفسیات نے جواد انور شاہ کا معائنہ کیا تھا اور یہ کہا کہ وہ نیم پاگل ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی اس کی ذہنی رو بہکتی رہے گی۔

میں نے اس کی تجوری خالی کرادی تھی۔ آئندہ اسے زمین جائیداد سے بھی محروم کرنے والا تھا۔ اس کی بیٹی زرینہ نے اپنی کوٹھی اور زمینیں میرے نام کردی تھیں۔ اپنے بینک اکاؤنٹ کی ساری رقم بھی میرے اکاؤنٹ میں منتقل کرچکی تھی۔

دوسرے دن مراد نے بھی یہی کیا تھا۔ اس نے ماں بیوقوف بنا کر اس کی کوٹھی اور پانچ کروڑ روپے حاصل کیے تھے۔ اب وہ سب کچھ میرے نام لکھ چکا تھا۔ میں نے ان دونوں کو بری طرح کنگال کر کے اپنے تنویمی عمل سے آزاد کردیا۔

زرینہ کا دماغ تنویمی عمل کی گرفت سے نکلا تو وہ حیرانی اور پریشانی سے چیخ پڑی۔ اسے ایک ایک بات یاد آرہی تھی کہ وہ اپنے وکیل کے پاس جا کر اپنا سب کچھ میرے نام لکھوا کر بالکل کنگال ہو چکی ہے۔ پہلے اس نے وکیل کے پاس جا کر جھگڑا کیا۔ اسے الزام دیا کہ وہ فرہاد انور شاہ سے مل کر اس کے خلاف سازش کر رہا ہے۔ اس پر جادو ٹونا کیا گیا تھا' اسے سحر زدہ کر کے اس کا سب کچھ چھین لیا گیا ہے۔

یہی شکایت مراد کو بھی تھی کہ اس پر جادو ٹونا کیا گیا ہے لیکن وہ کس سے شکایت کرتا؟ میرے پاس آنا چاہتا تھا مگر میرے

سیکیورٹی گارڈز نے اسے کوٹھی کے احاطے میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ ہیڈ آفس اور فیکٹری میں بھی اس شیطان کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

زرینہ نے چھاتی پیٹتے ہوئے ماتم کرتے ہوئے اپنے باپ کو آواز دی۔ ''ڈیڈی! میں لٹ گئی ہوں۔ دشمن نے مجھے بری طرح تباہ و برباد کردیا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔''

جواد انور شاہ بیٹی کے غم میں شریک ہونے کے لیے وہاں آیا۔ اس نے مراد کو بھی اسی کوٹھی میں بلالیا۔ ان کی تمام باتیں سننے کے بعد حیرانی سے بولا۔ ''پتا نہیں ہمارے ساتھ یہ کیا ہورہا ہے؟ اتنی تیزی سے ہمارے حالات بدلتے جارہے ہیں۔ تم دونوں کنگال ہوچکے ہو۔ میری تجوری بھی خالی ہوچکی ہے۔ میں نیم پاگل ہوگیا ہوں۔ اب تو یہی کہنا پڑ رہا ہے کہ بھائی جان کسی خطرناک جادوگر کے ذریعے ہم پر جادو کرا رہے ہیں۔''

میں اس کے اندر تھا اور ان تینوں کی باتیں سن رہا تھا۔ جواد نے میری مرضی کے مطابق ایک پولیس افسر کو فون پر کہا۔ ''آپ فوراً یہاں آجائیں۔ میں ایک بہت بڑے مجرم کی نشاندہی کرنے والا ہوں۔''

وہ پولیس افسر چند سپاہیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا۔ ''آپ کس مجرم کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''سب سے بڑا مجرم میں ہوں کیونکہ میں اپنے بھائی فرہاد انور شاہ کو قتل کرنا چاہتا تھا مگر آج تک اس کا بال بھی بیکا نہ کرسکا۔''

پھر اس نے زرینہ اور مراد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ میری بیٹی اور داماد ہیں۔ یہ دونوں بھی میری طرح کمینے اور کم ظرف ہیں۔ انہوں نے فرہاد انور شاہ کو۔''

زرینہ نے چیخ کر کہا۔ ''ڈیڈی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہوش میں تو ہیں؟''

مراد نے کہا۔ ''یہ تو ہمارے ملک کے بہت ہی مشہور اور تجربہ کار ماہر نفسیات نے کہہ دیا ہے کہ تمہارا یہ باپ پاگل ہوچکا ہے۔ اسے آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے۔''

یہ سنتے ہی جواد نے اپنے لباس سے ریوالور نکال کر مراد کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ''کتے کمینے! تو مجھے پاگل کہہ رہا ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

یہ کہتے ہی اس نے مراد کو گولی ماردی۔

پولیس افسر اور سپاہی اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے صوفے اور الماری کی آڑ میں پناہ لینے لگے۔ افسر نے کہا۔ ''مسٹر جواد! ریوالور پھینک دو۔ تم قانون کی گرفت سے بچ نہیں سکو گے۔''

جواد نے کہا۔ ''ہاں، مجھے خود کو قانون کے حوالے کرنا چاہیے لیکن اس سے پہلے میں اس کم ظرف بیٹی کو بھی سزا دوں گا۔ یہ دونوں ٹانگوں سے اپاہج ہوکر زندگی گزارے گی۔''

یہ کہہ کر اس نے زرینہ کی ٹانگوں پر دو گولیاں ماریں۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ پولیس افسر نے اپنا ریوالور نکال کر دھمکی دی۔ ''مسٹر جواد! اپنا ریوالور پھینک دو۔ ورنہ میں تمہیں گولی ماردوں گا۔''

جواد نے ریوالور اس کے آگے پھینکتے ہوئے کہا۔ ''تم سب پاگل کے بچے ہو۔ جب ایک بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر نے کہہ دیا تھا کہ مجھے آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے تو زنجیروں سے باندھ کر کیوں نہیں رکھا؟ مجھے پکڑ کر لے جاؤ اور پاگل خانے میں ڈال دو۔ ورنہ تم سب کی خیر نہیں ہے۔''

جیسے ہی اس نے ریوالور پھینکا۔ تمام سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا۔ پولیس افسر نے اسے ہتھکڑیاں لگا کر اپنے اعلیٰ افسر کو اطلاع دی کہ جواد انور شاہ پاگل ہوگیا ہے۔ اس نے پاگل پن میں اپنے داماد کو گولی ماردی ہے اور بیٹی کو دونوں ٹانگوں سے اپاہج بنادیا ہے۔

مجھے بھی یہی اطلاع دی گئی۔ میں، منیجر جمی اور ندا کے ساتھ اس اسپتال میں آیا' جہاں مراد کی لاش پوسٹ مارٹم کے لیے لائی گئی تھی۔ وہیں زرینہ کی دونوں ٹانگوں کا آپریشن کرکے گولیاں نکالی جارہی تھیں۔ میں پولیس افسر اور دیگر رشتے داروں کے سامنے افسوس کا اظہار کرنے لگا۔

میں نے سب کے سامنے کہا۔ ''مراد اگرچہ اپنی بیوی زرینہ اور سسر کی وجہ سے میری مخالفت کیا کرتا تھا لیکن آخری دنوں میں اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا۔ وہ اپنی ماں کے پاس معافی مانگنے آیا تھا۔ اس نے ماں سے حاصل کی ہوئی کوٹھی اور پانچ کروڑ روپے میرے نام منتقل کردیے تھے۔ وہ ثابت کررہا تھا کہ اب وہ سعادت مند اور فرمانبردار بیٹا بن چکا ہے۔ مجھے اس کی موت کا بے حد افسوس ہے۔''

اسپتال میں کتنے ہی رشتے دار آچکے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ ''آپ زرینہ کے متعلق کچھ نہیں کہہ رہے ہیں؟''

''میں اس کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں؟ یہ تو سب ہی

...ہتے ہیں کہ اس نے ہمارا گھر توڑنے اور بیٹے کو ماں باپ ...دشمن کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ خدا کی لاٹھی ...بے آواز ہوتی ہے۔ ان بیٹی اور باپ نے ہمارے ساتھ جو کیا ...وہ ان کے سامنے آرہا ہے۔ زرینہ اب دونوں ٹانگوں سے ...ہوگئی ہے اور اس کا باپ پاگل خانے میں خطرناک پاگل ...کی حیثیت سے زنجیروں میں بندھا رہے گا۔''

...بھی مراد کو اپنا بڑا بھائی سمجھتی تھی، اس لیے اس کی ...موت پر آنسو بہا رہی تھی۔ پوسٹ مارٹم کے بعد مراد کی لاش ...آخری رسومات کے لیے مل گئی۔ شام تک اس کی تدفین ...ہوگئی۔ ہماری کوٹھی کے اندر اور باہر بے شمار رشتے دار تھے اور ...وہ سب دیکھ رہے تھے کہ ندا ہر معاملے میں ہر جگہ میرے ساتھ ...تھی۔ مجھ سے توقعات رکھنے والی عورتیں جل بھن کر ندا کے ...خلاف سرگوشیاں کررہی تھیں۔

ان کی یہی سرگوشیاں ندا کو میری نظروں میں اور زیادہ ...اہم بنا رہی تھیں۔ جب بھی ساتھ نہ ہوتی تو وہ میرے ساتھ کار ...کی اگلی سیٹ پر بیٹھی تھی اور بڑی ہی سنجیدگی سے نپی تلی باتیں ...کرتی تھی۔ مراد کی آخری رسومات ادا کرنے کے دوران وہ ...میرے ساتھ رہی تھی اور مجھے ایسا لگ رہا تھا' جیسے میری ایک ...ضرورت بڑی کی پوری ہورہی ہے۔ میں اب تک تنہا رہا مگر مجھے ...زندگی گزارنے کے لیے ایسی ہی ذہین اور باوقار شریک ...حیات کی ضرورت تھی۔

میں نے صرف اپنی ضرورت کو محسوس نہیں کیا تھا۔ ندا ...بھی چور خیالات پڑھ رہے تھے۔ وہ اپنے مستقبل کے متعلق ...فیصلہ کرچکی تھی کہ مجھ سے شادی نہ ہوئی تو کبھی شادی نہیں ...کرے گی۔ ساری زندگی میری یاد میں گزار دے گی۔

اس نے کبھی ایسی باتوں کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یہ اس ...کے چور خیالات کہہ رہے تھے۔ ایسی باتوں نے مجھے اور زیادہ ...متاثر کیا۔ ایک تو وہ صرف مجھ سے ہی منسوب رہنا چاہتی تھی۔ ...دوسرا یہ کہ میرے بزنس کے معاملات میں پوری ذمے ...داریوں کے ساتھ دلچسپی لے رہی تھی۔ میں اسے شادی کے ...لیے کہتا تو وہ کبھی انکار نہ کرتی لیکن مجھے اپنی عمر کی وجہ سے ...جھجک سی محسوس ہوتی تھی۔

ایک ہفتے بعد میں جواد انور شاہ کو دیکھنے کے لیے پاگل ...خانے گیا۔ ندا بھی میرے ساتھ تھی۔ پاگل خانے کے جس ...حصے میں خطرناک پاگلوں کو رکھا جاتا تھا' وہیں ایک تنگ سی ...کوٹھڑی میں وہ زنجیروں سے بندھا بیٹھا سر جھکائے سوچ میں ...ڈوبا ہوا تھا۔

مجھے دیکھتے ہی رونے اور گڑگڑانے لگا۔ ''بھائی

جان! آپ دیکھ رہے ہیں' میرا کیا حال ہورہا ہے؟ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کبھی کبھی پاگلوں جیسی حرکتیں کیوں کرنے لگتا ہوں؟''

میں نے کہا۔ ''ہم سب اپنی زندگی میں نارمل بھی ہوتے ہیں اور ابنارمل بھی ہوتے ہیں۔ جب ابنارمل ہوتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں' مجرمانہ وارداتیں کرتے ہیں۔ اپنی ذات سے دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں مگر خود کو نارمل ظاہر کرکے ایک معزز شہری کہلاتے ہیں۔''

وہ روتے ہوئے بولا۔ ''بے شک، میں نے مجرمانہ وارداتیں کی ہیں۔ مجھے میرے کیے کی سزا مل رہی ہے مگر جب سے یہاں آیا ہوں' تب سے بالکل نارمل ہوں۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا ہے' وہ میرا معائنہ کریں۔ اب میں پہلے جیسا پاگل نہیں رہا۔ آئندہ کبھی پاگلوں جیسی حرکتیں نہیں کروں گا مگر کوئی میری بات کا یقین نہیں کررہا ہے۔ خدا کے لیے آپ انہیں یقین دلائیں۔ آپ چاہیں تو مجھے ان زنجیروں سے نجات دلا سکتے ہیں۔ ان آہنی سلاخوں سے باہر نکال سکتے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''مگر میں ایسا کیوں کروں؟''

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ ''ہم دونوں ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ ہماری رگوں میں ایک ہی باپ کا خون دوڑ رہا ہے۔ میں آپ کو ابا جان کا واسطہ دیتا ہوں۔''

''میرا خون بہاتے وقت تمہیں ابا جان یاد نہیں آئے تھے؟ تمہارے آدمیوں نے تمہاری آنکھوں کے سامنے مجھے قتل کیا۔ ایک بڑا سا گڑھا کھود کر اس میں میری لاش دبا دی .... تمہیں یاد ہے ناں... تم مجھے قتل کرا چکے ہو ناں....؟''

وہ ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''میں نے ایسی غلطی کی ہے لیکن.....''

میں نے پوچھا۔ ''لیکن کیا.....؟ جب میں قتل ہوچکا ہوں۔ گڑھے میں دفن کیا جاچکا ہوں تو پھر تمہارا بھائی کیسے ہوا؟ کیا مرنے کے بعد کوئی دنیا میں واپس آتا ہے؟''

ندا میری باتیں حیرانی سے سن رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''تم یہ ساری باتیں سن کر حیران ہورہی ہو لیکن حقیقت یہی ہے کہ میں مرنے کے بعد اس دنیا میں واپس آیا ہوں۔''

ندا نے کہا۔ ''ہوسکتا ہے' اس پاگل کے بچے جواد نے آپ کے دھوکے میں کسی اور کو قتل کیا ہو؟''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ اپنا ماضی بھول چکا ہوں۔ چونکہ یہاں کوئی اور سننے والا نہیں ہے۔ اس لیے اپنے اندر کی بات بتاتا ہوں کہ خود کو موجودہ زندگی میں اجنبی محسوس کرتا رہتا

ہوں۔ ایسا لگتا ہے، میں جو کچھ ہوں، وہ نہیں ہوں۔ فرہاد انور شاہ کوئی اور تھا۔ اس کی جگہ میں زندگی گزار رہا ہوں۔"

ندا کبھی مجھے اور کبھی جواد کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"یہ پاگل ہے۔ میری سچ باتیں سننے کے بعد دنیا والوں سے کہے گا تو کوئی اس کی بات پر یقین نہیں کرے گا۔ ساری دنیا مجھے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے جانتی ہے، پہچانتی ہے۔ یہ پاگل ہے، پاگل ہی رہے گا۔ کوئی اس کی بات کا یقین نہیں کرے گا۔ آؤ یہاں سے چلیں۔"

میں اس کے ساتھ واپس جانے لگا۔ وہ چیخ چیخ کر آوازیں دے رہا تھا۔ اپنی زنجیروں سے لڑ رہا تھا۔ انہیں توڑ کر میرے قدموں میں گر کر رحم کی بھیک مانگنا چاہتا تھا لیکن میں ندا کے ساتھ وہاں سے چلا آیا۔

اس نے کہا۔ "یہ تو سارے رشتے دار جانتے ہیں کہ آپ کی یادداشت کمزور ہو گئی تھی۔ اب رفتہ رفتہ بحال ہو رہی ہے۔ کیا پھر بھی خود کو اجنبی محسوس کر رہے ہیں؟ میرا مطلب ہے، کیا آپ خود کو پوری طرح فرہاد انور شاہ نہیں سمجھ رہے ہیں؟"

میں نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں، موجودہ زندگی میں تمام رشتے دار انجانے سے لگتے ہیں۔ میری مرحوم بیوی نائلہ نے میرے ماضی کے متعلق جو کچھ بتایا تھا میں اتنا ہی جانتا ہوں۔"

"آپ نے جواد سے کہا تھا کہ اس نے آپ کو اپنے آدمیوں سے قتل کرایا تھا اور لاش ایک گڑھے میں چھپا دی تھی۔ وہاں پاگل خانے میں ان باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ آپ اس بات کو درست سمجھ رہے ہیں؟"

میں نے کن انکھیوں سے ندا کو دیکھا اور بات بناتے ہوئے کہا۔ "ہاں، انہوں نے اپنے آدمیوں کے سامنے مجھے قتل کرایا تھا۔ میری لاش کو ایک گڑھے میں دفن کر دیا تھا۔ میں نے چھپ کر ان کی یہ ساری باتیں سن لی تھیں۔ اس لیے مجھے یقین ہو گیا کہ انہوں نے ضرور فرہاد انور شاہ کے ساتھ ایسا ہی کیا ہوگا اور جب اس کے ساتھ ایسا کیا ہوگا تو پھر میں فرہاد انور شاہ نہیں ہوں۔ اس بیچارے کو تو قتل کر دیا گیا ہے۔"

ندا مجھے محبت اور عقیدت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "آپ کی زندگی بہت ہی الجھی ہوئی ہے۔ آپ بے انتہا دولتمند ہیں۔ زندگی میں کسی بات کی کمی نہیں ہے پھر بھی آپ کو ذہنی سکون حاصل نہیں۔ پلیز..... مجھے بتائیں، میں آپ کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

میں نے پوچھا۔ "تم میرے لیے کیا کرنا چاہتی ہو؟ کیا میں فرہاد انور شاہ ہوں تو اس لیے ہمدردی ہے؟ یا میں کوئی اجنبی ہوں اور تقدیر نے مجھے اس کی جگہ لا پھینکا ہے تو تم مجھ سے اس لیے ہمدردی کر رہی ہو؟"

"آپ فرہاد انور شاہ ہوں یا نہ ہوں۔ مجھے آپ کے بزنس سے محض اس لیے دلچسپی ہے کہ اسے آپ سنبھال رہے ہیں۔ آپ یہ دولت، یہ کاروبار چھوڑ کر جہاں بھی جائیں گے میں آپ کے پیچھے آؤں گی۔ آپ کو تنہا پریشان ہونے کے لیے نہیں چھوڑوں گی۔ یہ ضرور معلوم کروں گی کہ آپ کو کس طرح ذہنی سکون حاصل ہو سکتا ہے؟"

کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ ایسی ہی تیز رفتاری سے ندا نے میرا دل جیت لیا تھا۔ میں نے بے اختیار کہا۔ "ندا! آئی لو یو۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ وہ خوشی سے کھل گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جواباً کیا کہنا چاہیے؟ مارے خوشی کے اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ میں نے کار کی رفتار سست کر کے اسے سڑک کے کنارے روک دیا پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ "میں تمہارے دل کی بات جانتا ہوں۔ اس لیے تم سے کچھ پوچھے بغیر کہہ رہا ہوں، میں تمہیں اپنی دلہن بناؤں گا۔"

اس نے جھک کر اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ میں نے کہا۔ "ابھی یہ بات کسی سے نہ کہنا۔ میں مراد کے چالیسویں کے بعد تم سے شادی کا اعلان کروں گا۔"

اس وقت میں اس کے اندر تھا۔ اس کے دل کی دھڑکنوں کو سمجھ رہا تھا۔ اپنے بڑھاپے کو بالائے طاق رکھ کر یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ مجھے ندا جیسی ایک شریک حیات کی ضرورت ہے۔ میں ایک اجنبی شخص بن کر اس انجانی زندگی میں تنہا نہیں رہ سکوں گا۔

میں نے کار آگے بڑھا دی۔ ہم اس روز دفتر میں مصروف رہے اور ایک دوسرے کے لیے بہت ہی کشش محسوس کرتے رہے۔ میں نے فون پر تہمی سے کہا۔ "آج رات میں گھر نہیں آؤں گا۔ تم پریشان نہ ہونا اور رات کا کھانا کھا کر سو جانا۔ میں صبح تک شاہدرہ والے مکان میں رہوں گا۔"

میرے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ جس طرح مجھے گمشدہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہوا ہے۔ اسی طرح مجھے میری گمشدہ زندگی بھی اسی مکان سے ملے گی۔ آج نہیں تو کل مجھے میرا ماضی ضرور یاد آئے گا۔ رات کی تاریکی پھیلتے ہی میں اس مکان میں آ گیا۔ اندر کی ساری لائٹس آن کر دیں۔ تاکہ

وہاں کا گوشہ گوشہ نظر آئے اور مجھے کوئی بھولی بسری بات یاد آ جائے۔

میں ایک ایک کمرے میں جا رہا تھا۔ ہر طرف گھوم گھوم کر دیکھ رہا تھا۔ کیا بتاؤں کہ وہاں کے در و دیوار سے کیسی اپنائیت کا اظہار ہوتا تھا۔ ایسا لگتا تھا، جیسے میں اپنی کوئی چیز وہاں رکھ کر بھول گیا ہوں اور وہ تلاش کرنے کے باوجود مجھے نہیں مل رہی ہے مگر وہیں کہیں چھپی مجھے پکار رہی ہے۔

تب ہی میں چونک گیا۔ بیرونی دروازے پر دستک سنائی دے رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی۔ وہ پچاس یا ساٹھ برس کی ہوگی۔ صاف ستھرا لباس پہنے تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ایک گہری سانس لی۔ جیسے اسے کوئی گمشدہ چیز مل گئی ہو۔ اس نے ہائے کے انداز میں سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔ "ہائے فرہاد! جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے واپس آ کر اپنی پھوپھی کا یہ مکان خرید لیا ہے، تب سے میں یہاں کئی بار آ چکی ہوں مگر دروازے پر تالا پڑا رہتا ہے۔"

وہ مجھے فرہاد کہہ رہی تھی۔ ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ وہ مجھے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے فرہاد کہہ رہی ہے یا فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے.....؟ لیکن ابھی اس نے یہ کہا تھا کہ میں نے واپس آ کر اپنی پھوپھی کا مکان خرید لیا ہے..... اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ میرے ماضی کے متعلق کچھ جانتی ہے۔

میں نے پوچھا۔ "آپ کون ہیں؟ مجھے کیسے پہچانتی ہیں؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "کیا بتاؤں، کیسے پہچانتی ہوں؟ تمہارا چہرہ، میری رگ رگ میں سمایا ہوا ہے۔ کیا مجھے اندر آنے کو نہیں کہو گے؟"

میں نے فوراً ہی ایک طرف ہٹ کر کہا۔ "ہاں، ہاں آئیں۔ مجھے آپ سے بات کر کے خوشی ہوگی۔"

وہ اندر آ گئی۔ میں نے بیٹھک والے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "آئیں۔ یہاں بیٹھیں۔"

وہ میرے پیچھے دوسرے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "نہیں، میں تمہارے کمرے میں بیٹھوں گی۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "میرا کمرا.....؟"

میں نے سر گھما کر اس کمرے کی طرف دیکھا۔ جہاں پہلے ہی دن اپنائیت کا احساس ہوا تھا۔ مجھے ایسا لگا تھا، جیسے میں اس کمرے میں اچھا خاصا وقت گزار چکا ہوں اور اسی کمرے سے مجھے ٹیلی پیتھی کا علم دوبارہ حاصل ہوا تھا۔

وہ میرے کچھ کہنے سے پہلے اسی کمرے میں چلی گئی۔

میں اس کے پیچھے وہاں آیا تو وہ کمرے کے اندر پہنچ کر ہر طرف گھوم کر دیکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "ارے! یہ کمرا تو پہلے کی طرح ہو چکا ہے۔ یہ وہی بستر، یہ کرسی میز اور دوسری چیزیں بالکل وہیں رکھی ہوئی ہیں، جیسے پہلے رکھی رہتی تھیں۔"

پھر وہ میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ "سمجھ گئی، تم نے ماضی کی یادیں تازہ کرنے کے لیے اس مکان کے ہر کمرے میں وہی پہلے والا سامان رکھوایا ہے۔ یہاں کا ہر کمرا وہی پچاس برس پہلے والا لگ رہا ہے۔"

میں نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "پچاس برس.....؟"

"ہاں، ان دنوں میں گیارہ برس کی تھی، تم بیس برس کے تھے۔ اب میں پورے اکسٹھ برس کی ہوں۔ اس حساب سے تم ستر برس کے ہو۔"

میں نے کہا۔ "تم اپنی اور میری عمر کا حساب تک جانتی ہو پھر تو میرا پورا نام بھی جانتی ہو گی؟"

وہ ہاتھ نچا کر بولی۔ "یہ لو..... تمہارا نام اور میں نہیں جانوں گی۔ یہ نام تو میرے دل پر لکھا ہے۔"

میں نے ٹھٹک کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔ "اور وہ نام کیا ہے؟"

وہ ایسے تن کر بولی۔ جیسے یاد کیا ہوا سبق فخر سے سنا رہی ہو۔ "فرہاد علی تیمور....."

میں دھپ سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ شاہ کوٹ کے بوڑھے بابا نے بھی یہی نام بتایا تھا۔ میں ہکا بکا سا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟ کیا اپنا نام بھول گئے ہو؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم جانتی ہو، میں کہاں پیدا ہوا تھا؟"

"ہاں، تمہاری پھوپھی نے بتایا تھا، تم شاہ کوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔"

"شاہ کوٹ کے ایک بوڑھے بابا نے بھی یہی نام بتایا ہے لیکن میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں۔ میرا نام فرہاد انور شاہ ہے۔"

"اس بوڑھے بابا نے بھی تمہیں قریب سے دیکھا ہوگا۔ میں نے بھی تمہیں قریب سے دیکھا ہے۔ ہم تمہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ کیا تم خود کو بھول گئے ہو؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میری شکل فرہاد علی تیمور سے ملتی ہو؟ اس مشابہت کے باعث بوڑھے بابا نے بھی مجھے فرہاد علی تیمور کہا ہے جبکہ اپنے تمام

رشتے داروں میں اور پوری تاجر برادری میں سب ہی مجھے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ آج سے نہیں برسوں سے جانتے ہیں۔ کیا اس سے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ میں فرہاد علی تیمور سے مشابہت رکھتا ہوں؟ اس لیے تم بھی دھوکا کھا رہی ہو۔"

"میری آنکھیں' میرا دل' میرا دماغ کبھی دھوکا نہیں کھائے گا۔ جب میں گیارہ برس کی تھی' تب سے تم میری دھڑکنوں میں بسے ہوئے ہو۔ میں گیارہ برس کی عمر سے تمہاری تمنا کرتے کرتے جوان ہوئی تھی۔ تم ان دنوں اپنی پھوپی کی بیٹی کے عشق میں مبتلا تھے اور بہت ہی بدحال تھے۔ تمہارے بال بکھرے رہتے تھے۔ داڑھی بڑھی رہتی تھی اور تم کسی مست قلندر بابا کی طرح پتا نہیں کہاں کہاں بھٹکتے پھرتے تھے؟ کبھی پھوپی کے پاس آکر ایک وقت کا کھانا کھا لیتے تھے پھر کہیں گم ہو جاتے تھے۔"

وہ کہتے کہتے ذرا چپ ہوئی پھر گہری سانس لے کر بولی۔ "پھر تمہارے حالات بدلنے لگے۔ تم نہانے دھونے' صاف ستھرے کپڑے پہننے اور شیو کرنے لگے۔ ایسے قد آور جوان تھے کہ میں دیکھتی تھی تو دیکھتی ہی رہ جاتی تھی۔ جب نظروں سے اوجھل ہو جاتے' تب بھی میری آنکھیں تمہیں دیکھتی تھیں۔ ان دنوں تم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک گیارہ برس کی لڑکی تم سے کس طرح متاثر ہوئی ہے؟ تمہیں تو میرا نام بھی یاد نہیں ہوگا؟"

اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ "میرا نام زبیدہ ہے۔ تم مجھے زیبی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ جب میں چودہ برس کی ہوئی تو تمہارے حالات بہت بہتر ہو گئے تھے۔ پتا نہیں کس طرح دولت تمہارے ہاتھ آئی تھی؟ تم نے لاہور میں بہت بڑی کوٹھی خریدی تھی۔ تمہارے پاس کار بھی تھی پھر تم نے پھوپی اور ان کی بیٹی کے لیے لاہور میں ایک علیحدہ کوٹھی خریدی تھی۔ میں وہاں بھی آتی جاتی تھی۔"

وہ بول رہی تھی اور میں یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں کیسے اچانک دولت مند ہو گیا تھا؟ دراصل انہی دنوں مجھے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہوا تھا اور میں خیال خوانی کے ذریعے اپنی قسمت بدلتا جا رہا تھا۔

اس روز یہ باتیں مجھے یاد نہیں آ ئیں۔ ہر پہلو سے سوچنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ میں کسی فرہاد علی تیمور کا ہم شکل ہوں۔ اسی لیے بوڑھے بابا کی طرح یہ زبیدہ عرف زیبی بھی مجھے فرہاد علی تیمور سمجھ رہی ہے۔

میں نے کہا۔ "زیبی! تم اپنی معلومات کے مطابق ماضی کی ایک ایک بات بیان کر رہی ہو۔ اگر میری یادداشت گم ہوتی اور میں فرہاد علی تیمور ہوتا تو مجھے کوئی تو بات یاد آتی۔ یہ مان لو کہ تم مجھے پہچاننے میں غلطی کر رہی ہو۔"

وہ بڑے ہی اعتماد سے مستحکم لہجے میں بولی۔ "ہرگز نہیں...... تمہاری آواز' تمہارا لہجہ میرے دماغ میں نقش ہے۔ تمہاری آنکھیں گیارہ برس کی عمر سے لے کر اب تک میرے دل میں جھانک رہی ہیں۔ کیا تم یقین کرو گے کہ میں نے تمہارے انتظار میں آج تک شادی نہیں کی؟ شاہدرہ کے سب ہی لوگ جانتے ہیں' میں بوڑھی کنواری ہوں۔ سولہ برس کی عمر سے تیس برس کی عمر تک کتنے ہی رشتے آئے' میں نے سب کو ٹھکرا دیا۔ رشتے داروں سے دشمنی مول لی۔ بڑی مخالفتوں کا سامنا کیا۔ بڑے دکھ جھیلے مگر میرا دل کہتا تھا' ایک دن تم میرے لیے ضرور واپس آؤ گے۔"

وہ چارپائی سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے سامنے آئی پھر بولی۔ "میرا اعتماد اور میرے پیار کی سچائی دیکھو تم واپس آ گئے ٹھیک ہے کہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں۔ اس وقت پورے اکسٹھ برس کی ہوں لیکن میرا دل اور میرے ارادے آج بھی سولہ برس کے ہیں۔"

اس نے اپنا ایک ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے چھو کر دیکھو اگرچہ مجھ میں کوئی کشش نہیں ہے لیکن نزاکت اور ملائمت آج بھی ہے۔ میں نے بڑی مصیبتیں جھیل کر خود کو تمہارے لیے محفوظ رکھا ہے...... لو مجھے چھو لو۔"

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے... ٹھیک ہے' میں مانتا ہوں' تم نے فرہاد علی تیمور کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اس سے سچا پیار کیا ہے مگر میں وہ نہیں ہوں صرف فرہاد علی تیمور کو تمہیں چھونا چاہیے۔"

اس نے مایوس ہو کر اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ آہستہ آہستہ قدم پیچھے ہٹتے ہوئے مجھے دیکھتی رہی۔ دلبرداشتہ سے لہجے میں بولی۔ "جب میں سولہ برس کی تھی تو ان دنوں بھی تم مجھے نظر انداز کرتے تھے۔ تم بہت ہی گمبھیر اور خوبصورت جوان تھے۔ کتنی ہی امیر زادیاں تم پر مرتی تھیں لیکن تم مجھے گیارہ برس کی بچی سمجھ کر کترا جاتے تھے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "تم نے جوانی میں مجھے نہیں پوچھا۔ اب بڑھاپے میں بھلا میرا ہاتھ کیوں پکڑو گے؟"

میں نے کہا۔ "یہ بات نہیں ہے زیبی! تمہارا پیار اتنا سچا' اتنا گہرا اور اتنا کڑا امتحان ہے کہ میں فرہاد علی تیمور ہوتا تو فوراً ہی تمہارا ہاتھ تھام لیتا۔ پیار اور عاشقی میں عمر کا حساب نہیں کیا جاتا۔ میری بات کا یقین کرو میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں۔"

اس نے بڑی حسرت سے مجھے دیکھا پھر سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اس کی باتوں اور اس کے سچے پیار نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا لیکن میں خود کو فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے پہچانے بغیر اس کے پیار کو داغدار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ہاتھ تھامنے کا حق صرف فرہاد علی تیمور کو تھا۔ اکسٹھ برس کی مدت کے طویل انتظار کے بعد میں اس کے محبوب کی صورت میں آیا تھا مگر قریب آنے پر ایک سراب ثابت ہو رہا تھا۔ بے چاری زیبی....

میں نے ہمدردی سے سوچا۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنا چاہیے کہ اس کے دل پر کیا گزر رہی ہے؟ وہ کیا سوچ رہی ہے؟ ایسا نہ ہو کہ اکسٹھ برس کے طویل انتظار کے بعد مایوس ہو کر خودکشی کر لے۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ایسا کرنے سے باز رکھوں گا۔

میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ باہر جانے کے بعد ایک گھنے درخت کے نیچے میں چبوترے پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ منہ ڈھانپ کر انہیں پونچھ رہی تھی۔ قریبی مکان سے ایک عورت نے دروازہ کھول کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا ہوا زیبو! کیوں رو رہی ہے؟ اری باؤلی! جس کے انتظار میں ساری جوانی غارت کر دی۔ پتا نہیں وہ زندہ بھی ہے یا کہیں مر کھپ گیا ہے؟"

وہ چیخ کر بولی۔ "چپ ہو جا... اپنی کالی زبان بند کر... میں نے کبھی تیرے سہاگ کو کوسا ہے؟ کیا میں نے کبھی کسی کا دل دکھایا ہے؟ اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو تم سب کیوں میرا دل دکھاتے ہو؟ ٹھیک ہے کہ میں اب تک شادی نہیں کی۔ اپنا گھر نہیں بسایا لیکن کبھی کسی کے گھر میں جا کر سر چھپانے کی جگہ تو نہیں مانگی پھر تو کیوں میرے پیار کو کوس رہی ہے؟"

اس عورت نے ندامت سے کہا۔ "مجھ سے غلطی ہو گئی زیبو! میں نے تیرے فرہاد کے متعلق غلط بات کہہ دی۔ مجھے معاف کر دے۔ جب تو جوان تھی' تب میرے ماں باپ نے اور محلے کے کتنے ہی بزرگوں نے تجھے سمجھایا تھا کہ شادی کی عمر ہو تو شادی کر لینی چاہیے۔ عمر گزرنے کے بعد کوئی نہیں پوچھتا مگر تو نے کسی کی بات نہیں مانی۔ اب خود ہی اپنی عمر بتاتی ہے کہ تو نے اکسٹھ برس گزار دیے ہیں۔ خدا کی پناہ... سب ہی تیری سچائی اور پارسائی کو تسلیم کرتے ہیں اور تیری عزت کرتے ہیں مگر یہ دعا نہیں دے سکتے کہ تیرا محبوب واپس آ جائے۔ اس لیے کہ اگر دعا قبول ہو گئی اور وہ آ بھی گیا تو تیرے بڑھاپے کو دیکھ کر منہ پھیر لے گا۔"

یہ آخری بات زیبی کے دل پر پتھر کی طرح لگی کیونکہ میں نے اس کا ہاتھ پکڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ جسے وہ اپنا فرہاد علی تیمور سمجھ رہی تھی۔ وہ اس سے کترا رہا تھا۔ اس کا عشق واقعی بے مثال تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس بے چاری کے لیے کیا کروں؟ لیکن اس سے پہلے میں کچھ سوچتا ایکدم سے چونک گیا۔ اس کے دماغ میں کسی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "زیبی....!"

زیبی بھی یہ آواز سن کر چونک گئی تھی۔ دوسری بار پھر کسی نے اسے آواز دی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی۔ "یہ کس کی آواز میرے اندر ابھر رہی ہے؟ کوئی میرا نام لے رہا ہے۔ مجھے مخاطب کر رہا ہے۔"

اس کے دماغ میں کسی نے کہا۔ "ہاں، میں تمہارا خیر خواہ' تمہارا ہمدرد ہوں۔ تمہاری قدر کرتا ہوں۔ تمہاری جیسی بے مثال محبت کرنے والیاں اس دنیا میں اب پیدا نہیں ہوتیں۔ میں تمہیں فرہاد تک پہنچانا چاہتا ہوں۔"

میں اس کی باتیں سن رہا تھا۔ پتا نہیں وہ خیال خوانی کرنے والا کون تھا اور مجھے کیسے جانتا تھا؟ مگر اس وقت وہ کہہ رہا تھا۔ "زیبی! میں نے پہلے اس علاقے کے ایک اسٹیٹ ایجنٹ کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ کسی فرہاد انور شاہ نے یہ مکان خریدا ہے پھر اس کے خیالات نے بتایا کہ ایک بوڑھی عورت فرہاد علی تیمور کی دیوانی ہے اور اس کے انتظار میں اب تک کنواری بیٹھی ہے۔ میں نے اس کے ذریعے تمہارے دماغ میں جگہ بنائی۔ تم میری مرضی کے مطابق اس دروازے پر کئی بار جا چکی ہو اور اسے مقفل دیکھ کر مایوس ہو چکی ہو۔"

زیبی نے میری مرضی کے مطابق پوچھا۔ "مگر تم کون ہو؟ تمہیں میرے فرہاد سے کیا دلچسپی ہے؟"

"میری دلچسپی کو نہ تم سمجھو گی اور نہ ہی میں سمجھانا چاہتا ہوں۔ تم آم کھاؤ پیڑ نہ گنو۔ ابھی فرہاد انور شاہ سے باتیں کر رہی تھیں تو میں تمہارے اندر موجود تھا اور اس کی باتیں سن رہا تھا۔ تمہاری طرح مجھے بھی یقین نہیں کہ وہ فرہاد انور شاہ ہے۔ وہ بہت ہی چالاک ہے۔ اس نے اپنی اصلیت چھپا رکھی ہے۔ اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن اس علم کو بھی چھپائے رکھتا ہے۔"

زیبی یہ باتیں سن رہی اور سوچ رہی تھی۔" اس نے کہا تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ میں ایک بات جانتی ہوں' میرا فرہاد اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔ اگر تمہیں اس

سے ہمدردی ہے تو کسی طرح اس کی یادداشت واپس لے آؤ۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

"اس کی یادداشت واپس لانے کی ایک ہی صورت ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ اور اسے قائل کرو' اگر وہ یوگا کا ماہر ہے تو میرے آنے پر سانس نہ روکے۔ مجھے اپنے اندر آنے کی اجازت دے۔ میں اس کا علاج کروں گا۔ اگر وہ اپنے ماضی کو بھول چکا ہے تو میں وہ ساری باتیں اسے یاد دلاؤں گا۔"

وہ بولی۔"میں بہت سی باتیں اسے یاد دلاتی رہی لیکن اسے کچھ یاد نہیں آیا پھر تم اس کا علاج کیسے کرو گے؟"

"میں ٹیلی پیتھی کے تنویمی عمل کے ذریعے اس کا علاج کروں گا۔ یہ طریقۂ کار تم نہیں سمجھو گی لیکن یہ دیکھو گی کہ چند گھنٹوں میں اس کی یادداشت بحال ہو جائے گی۔ پچھلی زندگی یاد آتے ہی وہ تمہیں پہچان لے گا۔ اپنے من کی مراد پوری کرنا چاہتی ہو تو ابھی جاؤ اور اسے سمجھاؤ کہ میرے آنے پر اعتراض نہ کرے۔ میں اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔"

میں اس کی باتیں سن کر پریشان ہو گیا۔ پتا نہیں وہ کون تھا؟ اگر واقعی اسے زیبی سے ہمدردی تھی اور وہ اس کی محبت کا قدردان تھا تو پھر میری بھی بھلائی چاہتا ہوگا مگر وہ خیال خوانی کرنے والا کوئی دشمن بھی ہو سکتا تھا۔ ایسا دشمن جسے میں ماضی کے بہت سے کرداروں کی طرح بھلا چکا تھا۔

زیبی اس چبوترے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میرے مکان کی طرف آنے لگی۔ میں تذبذب میں تھا' کیا کروں کیا نہ کروں؟ اگر میں اسے اپنے اندر نہ آنے دیتا تو وہ سمجھ لیتا کہ میں ضرور ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد علی تیمور ہوں۔

اہمیت اس بات کی نہیں تھی کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں یا نہیں....اہمیت اس بات کی تھی کہ فی الحال اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو سب سے چھپانا چاہتا تھا۔ اس اجنبی سے بھی جو میرے دماغ میں آنے والا تھا۔

تنویمی عمل کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ میرے اندر کے بہت سے راز معلوم کر لیتا۔ مجھے معمول بنانے کے بعد اپنا تابع دار بنا لیتا۔ اس کے بعد میں اس کا غلام بن کر رہ جاتا اور میں ایسی غلامی کبھی منظور نہیں کر سکتا تھا۔

دروازے پر دستک سنائی دی۔ زیبی آ گئی تھی۔ میں نے اپنے کمرے سے نکل کر دروازے کو کھولا۔ وہ بولی۔"میں پھر پریشان کرنے آ گئی ہوں لیکن تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ تمہارے فائدے کے لیے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے اسے اندر آنے کے لیے کہا۔ وہ سیدھی میرے کمرے میں جا کر بیٹھ گئی پھر بولی۔"کیا تم جانتے ہو' ٹیلی پیتھی کیا ہوتی ہے؟"

میں نے کہا۔"ہاں، جانتا ہوں۔ یہ ایک علم ہے۔ جس کے ذریعے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر کے خیالات پڑھے جا سکتے ہیں مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس وقت میرے دماغ میں موجود ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ تمہاری کھوئی ہوئی یادداشت واپس لے آئے گا۔ وہ تمہارا علاج کرے گا تو چند گھنٹوں کے بعد ہی تمہیں اپنی پچھلی زندگی کی تمام باتیں آ جائیں گی۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا۔"وہ میرا علاج کس طرح کرے گا؟"

"جس طرح میرے اندر آ کر بولتا ہے۔ اسی طرح تمہارے دماغ میں بولے گا اور کوئی عمل کرے گا۔ جس کے نتیجے میں تم اپنی گمشدہ شخصیت کو پا لو گے۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔"میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں اور تنویمی عمل کے بارے میں اتنا جانتا ہوں کہ ایک عامل کسی کو بھی معمول بنا کر اپنا تابع دار اور غلام بنا لیتا ہے اور میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا۔"

زیبی نے اس کی مرضی کے مطابق پوچھا۔"کیا تم یوگا میں مہارت رکھتے ہو؟" مجھے یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں نے کبھی دیر تک سانس روکے رکھنے کی مشقیں کی ہوں۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا زیبی کے ذریعے مجھے تذبذب میں مبتلا دیکھ رہا تھا۔ اس نے اندازہ کیا کہ میں یوگا میں مہارت نہیں رکھتا ہوں۔ اس لیے جواب دینے سے کترا رہا ہوں۔ اس نے جبراً میرے اندر گھس آنے کا فیصلہ کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے واقعی وہ میرے اندر پہنچ گیا۔ اگر میں ماضی میں یوگا کی مہارت رکھتا تھا تو مجھے سانس روک لینی چاہیے تھی۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنا چاہیے تھا لیکن میں نے اسے محسوس نہیں کیا۔

ایک بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ میرا دوست نہیں ہو سکتا۔ جبراً گھر میں گھس آنے والے دوست نہیں' دشمن ہوتے ہیں۔ پتا نہیں اس کی موجودہ دشمنی مجھے کس جہنم میں پہنچانے والی تھی...؟

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

میں کشمکش میں مبتلا ہو گیا کہ اگر اس اجنبی کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دیتا تو وہ فوراً ہی معلوم کر لیتا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں جبکہ یہ بات میں ابھی دنیا والوں سے چھپا کر رکھنا چاہتا تھا۔ پتا نہیں وہ اجنبی زبی کے دماغ میں کیسے پہنچ گیا تھا؟ اس کے ذریعے اب میرے دماغ کے اندر آنا چاہتا تھا۔

اس وقت زبی میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس کے ذریعے اس اجنبی سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ میرے دماغ میں نہ آئے۔ جو کہنا چاہتا ہے زبی کے ذریعے مجھ سے کہتا رہے۔ میں سنتا رہوں گا اور جواب دیتا رہوں گا۔

وہ اجنبی شخص زبی کے اندر رہ کر میری کشمکش کو بھانپ رہا تھا۔ پھر اچانک ہی میرے اندر پہنچ گیا۔

سسپنس کا مقبول عالم سلسلہ جو تین سو ماہ سے جاری ہے

دیوتا

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں چاہتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

اس وقت میں زیبی سے کہہ رہا تھا۔ ''پتا نہیں تم کس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں لے آئی ہو؟ کوئی بھی شخص اپنے اندر کی باتیں اپنے کسی سگے کو بھی نہیں بتانا چاہتا کجا یہ کہ تم ایک غیر شخص کو یہاں لے آئی ہو اور مجھ سے توقع کرتی ہو کہ میں اسے اپنے اندر آنے کی اجازت دوں گا۔''

اس اجنبی نے میرے اندر سوال پیدا کیا۔ ''کیا واقعی میری یادداشت گم ہو چکی ہے۔ میں پہلے کوئی اور تھا اور اب فرہاد انور شاہ بن چکا ہوں؟''

میرے چور خیالات کے خانے سے جواب ملا۔ ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے زندگی گزار رہا ہوں۔ میری کوئی دوسری حیثیت نہ پہلے تھی' نہ آئندہ کبھی ہو سکتی ہے۔''

اس نے سوال کیا۔ ''یہ زیبی تمہیں پچھلے پچاس برسوں سے پہچانتی ہے۔ تمہارا چہرہ' تمہاری آواز اور لب ولہجہ اس کے ذہن کی گہرائیوں میں نقش ہے۔ وہ تمہیں آج تک بھلا نہیں سکی۔ پورے یقین سے کہتی ہے کہ تم فرہاد علی تیمور ہو۔''

میرے چور خیالات کے خانے سے جواب ابھرا۔ ''وہ شاہ کوٹ کا بوڑھا بابا بھی مجھے فرہاد علی تیمور کہہ رہا تھا۔ کیا ان کی باتوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ میں فرہاد علی تیمور سے مشابہت رکھتا ہوں؟ اگر ان کی شناخت کے مطابق میں ان کا فرہاد ہوں تو پچھلے پچاس برسوں سے کہاں گم تھا؟''

ایسے وقت مجھے خیال آیا کہ میں سوچ کے ذریعے کسی سے باتیں کر رہا ہوں۔ کوئی سوال کر رہا ہے اور میں جواب دے رہا ہوں۔ اس نے کہا۔ ''تم درست سوچ رہے ہو۔ اس وقت میں تمہارے اندر موجود ہوں۔ چور خیالات کو اچھی طرح کھنگال رہا ہوں۔ تمہارے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر رہا ہوں لیکن یہ دیکھ کر مایوسی ہو رہی ہے کہ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہو جبکہ ہماری معلومات کے مطابق تم اس علم میں ایک ماہر استاد کا درجہ رکھتے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''جب تک یہ غلط فہمی رہے گی کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں' تب تک تم خواہ مخواہ الجھتے رہو گے۔ اس وقت مجھے اپنی بے بسی پر افسوس ہو رہا ہے کہ تمہیں اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکتا۔ پتا نہیں تم نے میری زندگی کے کون کون سے راز معلوم کر لیے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''میں بھی تمہاری طرح مایوس ہوں۔ جو چاہتا ہوں' وہ معلومات حاصل نہیں ہو رہی ہیں۔''

''گندم کے کھیت میں گنا چبانے آؤ گے تو مٹھاس کا ایک قطرہ بھی نہیں ملے گا۔ اسی طرح مایوس ہوتے رہو گے اور خواہ مخواہ میرا بھی وقت ضائع کرتے رہو گے۔ فار گاڈ سیک' میرے دماغ سے چلے جاؤ۔''

''جب تک اطمینان حاصل نہیں ہو گا' میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ میرے ذہن میں کئی سوالات چبھ رہے ہیں۔ میں ان کے جوابات چاہتا ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ سوالات کیا ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''تم نے اپنے دشمن بھائیوں سے اور بیٹوں سے انتقام لیا ہے۔ جو مارے جا چکے ہیں' میں ان کا ذکر نہیں کروں گا۔ جو زندہ ہیں' ان کے بارے میں پوچھتا ہوں۔ تمہارا بھائی جواد انور شاہ ایک نارمل شخص تھا۔ اچانک ابنارمل کیسے ہو گیا؟ پھر وہ خطرناک پاگل ہو گیا اور اب پاگل خانے میں زنجیروں سے بندھا رہتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''انہوں نے میرے ساتھ جو کچھ کیا' میں اس پر صبر کرتا رہا۔ میرا ایمان ہے' برے کا انجام برا ہوتا ہے۔ اس نے پاگل پن میں اپنے داماد یعنی میرے بیٹے مراد کا قتل کیا اور اپنی بیٹی کو بھی اپاہج بنا دیا ہے پھر خود پاگل خانے پہنچ گیا ہے' یہ تو مکافات عمل ہے۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں؟''

اس اجنبی نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ ''کیا یہ بھی مکافات عمل ہے کہ تمہاری بہو زرینہ جو اس وقت اپاہج ہے' اس نے اپنی تمام دولت جائیداد' کوٹھی سب تمہارے نام لکھ دی؟ جبکہ وہ تم سے شدید نفرت کرتی ہے اور ایسا کرنے کے بعد وہ پریشان ہوتی ہے کہ اس کا دماغ کیوں پھر گیا تھا؟ اس نے اپنا سب کچھ تمہارے نام کیوں لکھ دیا ہے؟'' اس نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''مسٹر فرہاد...! تم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ زرینہ نے جو بھی کیا' ٹیلی پیتھی کے زیر اثر رہ کر کیا۔ صرف اتنا ہی نہیں' تمہارے بیٹے مراد نے بھی اپنی ماں سے حاصل کی ہوئی کوٹھی اور پانچ کروڑ روپے تمہارے نام لکھ دیے۔ بعد میں وہ بھی حیران ہو رہا اور پچھتا رہا کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اب تو وہ مر چکا ہے لیکن میں اس کی زندگی میں اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ یہ سارے حقائق چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔''

میں نے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''یا خدا! میں کہاں آ کر پھنس گیا ہوں؟ اے بھائی! اگر تم چاہتے ہو' مجھے ٹیلی پیتھی کا علم آ جائے تو خدا کے لیے مجھے یہ علم سکھا دو پھر میں فخر سے کہہ سکوں گا کہ خیال خوانی جانتا ہوں۔'' پھر میں نے کچھ سوچنے کے انداز میں کہا۔ ''کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی اور خیال خوانی کرنے والا میرے دشمنوں سے انتقام لے رہا ہو اور تم جیسوں کو یہ تاثر دے رہا ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ ہو سکتا ہے' وہ تم لوگوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے تمہاری توجہ میری طرف مبذول کر رہا ہو؟''

اس بار وہ قائل ہوتے ہوئے بولا۔ ''ہاں' ایسا ممکن ہے۔ ہمیں جس فرہاد علی تیمور کی تلاش ہے' وہ دھوکا دینے کے لیے ایسا کر سکتا ہے۔ تمہارے دشمنوں سے انتقام لے کر تمہیں فائدہ پہنچا رہا ہے اور ہمیں بھٹکا رہا ہے۔ میں اس پہلو پر غور کروں گا۔ ضرورت ہوئی تو پھر تمہارے پاس آؤں گا۔ فی الحال جا رہا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''جسٹ آ منٹ۔ تم پھر آنے کی بات کر رہے ہو۔ مجھے یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''میرا نام سراج سکسینا ہے۔ اگر تم فرہاد علی تیمور ثابت ہو جاؤ گے تو میں اپنے بارے میں پوری معلومات فراہم کر دوں گا اور تم سے دوستی کر دوں گا۔ تمہیں میری ذات سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ یہ بات ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ فرہاد علی تیمور ہم سے کیوں کترا رہا ہے؟ یا تو وہ ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے اور تمہارے نقطۂ نظر کے مطابق وہ تمہارے دشمنوں سے انتقام لے کر ہمیں یہ تاثر دے رہا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اس طرح وہ ہمیں گمراہ کر رہا ہے اور اگر ایسی بات نہیں ہے تو وہ کہاں گم ہو گیا ہے؟ ہماری معلومات کے احاطے میں کیوں نہیں آ رہا ہے؟... کوئی بات نہیں' ہم بھی اسے تلاش کر کے ہی دم لیں گے۔ ابھی تو میں جا رہا ہوں۔ بھگوان حافظ۔''

وہ چلا گیا۔ میں سر تھام کر سوچنے لگا' یہ بندہ کون تھا؟ سراج سکسینا آدھا مسلمان اور آدھا ہندو... اس نے جاتے وقت اللہ حافظ کے بجائے بھگوان حافظ کہا تھا۔ انڈیا میں ایسی ملی نسل کے لوگ رہتے ہیں' جن کی ماں مسلمان اور باپ ہندو ہوتا ہے۔ ماں کے حوالے سے ان کا نام اسلامی ہوتا اور باپ کے حوالے سے ان کی پہچان ہندوانا ہوتی ہے۔ ہندوستان میں کوئی بھگوان حافظ یا خدا رکھشک جیسے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ پتا نہیں وہ بندہ کیسی بولی بول گیا تھا؟

شاہ کوٹ کے بوڑھے بابا اور میرے سامنے بیٹھی ہوئی زیبی کے بعد وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تیسرا شخص تھا جو پورے یقین سے فرہاد علی تیمور کہہ رہا تھا۔ ان سب نے متاثر کیا اور میں سوچنے لگا۔ ''شاید میں فرہاد علی تیمور ہی ہوں۔ پتا نہیں مقدر نے کیسی ہیرا پھیری دکھائی ہے کہ مجھے فرہاد سے موجودہ فرہاد انور شاہ بنا دیا ہے؟''

میں نے زیبی کو دیکھا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا اس سے باتیں ہو رہی ہیں؟''

''نہیں۔ وہ جا چکا ہے۔ مجھے بتاؤ' تم اسے کہاں سے پکڑ لائی تھیں؟ کیوں اسے میرے پیچھے لگا دیا ہے؟''

وہ میرے قریب آتے ہوئے بولی۔ ''میں قسم کھا کر کہتی ہوں' اسے بالکل نہیں جانتی۔ یہ اچانک ہی میرے اندر آ کر بولنے لگا تھا۔ تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں اسے تمہارے پاس لے آئی تھی۔ کیا تمہیں اس سے کوئی نقصان پہنچ رہا ہے؟''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''ابھی تو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے مگر آگے کچھ بھی ہو سکتا ہے؟ تمہاری طرح وہ بھی مجھے فرہاد علی تیمور کہہ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' اگر میں فرہاد علی تیمور ہوں تو مجھے پچھلی تمام باتیں یاد کیوں نہیں آ رہی ہیں؟ جبکہ میری صلاحیتیں...''

میں بولتے بولتے رک گیا۔ یہ کہنا چاہتا تھا کہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت واپس آ گئی ہے لیکن میں یہ بات زیبی کو نہیں بتانا چاہتا تھا۔ ویسے بھی اب محتاط رہتا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی وقت بھی اچانک میرے اندر آ کر مجھے خیال خوانی کرتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔

آخر یہ میری پُرسکون زندگی میں کہاں سے آ گیا ہے؟ مجھے اس کے متعلق معلوم کرنا چاہیے لیکن معلومات کیسے حاصل کی جائیں؟ وہ تو آ کر جا چکا تھا۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ آئندہ وہ چپ چاپ دماغ میں آیا کرے گا۔ خیالات پڑھا کرے گا جب اسے معلوم ہو گا کہ میں واقعی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں تو دو میں سے کوئی ایک بات ہو گی یا تو وہ مجھے اپنے زیر اثر لے آئے گا' یا میں اس پر حاوی ہو جاؤں گا۔

آئندہ مجھے اس پر حاوی ہونے کے لیے کیا کرنا چاہیے...؟ میں اس پہلو پر غور کرنے لگا۔ اب تک کی اپنی زندگی میں ٹیلی پیتھی کے کمالات دکھاتا آیا تھا۔ طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے دشمنوں کو زیر کرتا رہا تھا لیکن اب میں وہ ساری باتیں بھول چکا تھا۔ پتا نہیں آئندہ کیا ہونے والا تھا؟

☆☆☆

میری لاعلمی میں جو ہو رہا تھا' اس کا ذکر کرنا لازمی ہے۔ سونیا اور سارے والوں کا ذکر پہلے کر چکا ہوں۔ اس سے پہلے سراج سکسینا کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ مجھ سے رخصت ہو کر دماغی طور پر اپنے تین ساتھیوں کے درمیان حاضر ہو گیا تھا۔

وہ چاروں ساتھی... فور فرینڈز... یعنی چار یار کہلاتے تھے۔ یہ چار یار اس دنیا میں تہلکہ مچانے والے تھے۔ اب تک پردۂ راز میں تھے۔ بڑی ذہانت سے سائنس اور ٹیکنالوجی کے تمام شعبوں میں کام کرتے رہے تھے۔ جاپان، جرمنی، انگلینڈ اور امریکا کے بڑے بڑے سائنسی اداروں میں اپنے لیے جگہ بناتے رہے تھے۔ زندگی کا ایک ایک پل گہرے مطالعے اور مشاہدے میں گزارتے رہے تھے۔ انتہائی غیر معمولی تجربات حاصل کرتے رہے تھے۔

وہ چاروں مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے تھے لیکن ہم مزاج اور ہم خیال تھے۔ مذہب کو ثانوی حیثیت دیتے تھے۔ کہتے تھے۔ ''پہلے انسانیت ہے اگر لوگوں میں انسانیت نہ ہو تو مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔''

ان میں سے ایک نام سراج سکسینا تھا جو خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے گفتگو کر چکا تھا۔ اس کا باپ ہندو اور ماں مسلمان تھی۔ اس کا دوسرا ساتھی نجیب خان تھا۔ اس کا باپ مسلمان اور ماں ہندو تھی۔ ان کا تیسرا ساتھی اسٹین روبن ایک یہودی تھا اور چوتھا ساتھی جوزف ہارڈی ایک عیسائی تھا۔ ان چاروں نے اپنے اپنے مذہب سے قطع نظر انسانیت کی خدمت کرنے کا عزم کیا تھا۔ انہوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس دنیا میں انسانیت کا ایک بہت ہی مضبوط پلیٹ فارم قائم کریں گے۔

ان کے ارادے نیک تھے۔ وہ مذہب و ملت کی تفریق کے بغیر انسان کو دکھ درد سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ انہوں نے مختلف پہلوؤں سے سوچا۔ ''اگر ہمیں پہلے سے معلوم ہو جائے کہ کس بندے پر کس طرح کی مصیبت آنے والی ہے تو ہم وہ وقت آنے سے پہلے ہی اس بندے کو مصیبت سے نجات دلا سکتے ہیں۔''

ان فور فرینڈز نے دست شناسی، علم نجوم، سائنس اور ٹیکنالوجی کی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے اپنے ایک مخصوص کمپیوٹر میں ایسی حیرت انگیز تکنیک کا اضافہ کیا، جس کے متعلق کبھی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ صدیوں سے انسان جو بھی ناممکن بات سوچتا ہے، اسے پورا کر دکھاتا ہے۔ ہوا میں اڑنے کا خواب بہت پرانا تھا۔ اب وہ ہوا میں آرام سے اڑتا ہوا دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتا ہے۔ ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے رشتے دار کو پہلے نہ دیکھ سکتا تھا، نہ اس کی آواز سن سکتا تھا۔ آج گھر بیٹھے انٹرنیٹ کے ذریعے اپنے کسی بھی چاہنے والے کی آواز بھی سنتا ہے اور اسے جیتے بولتے ہوئے دیکھ بھی سکتا ہے۔ انسانوں کی اس دنیا میں اب کوئی بات ناممکن نہیں رہی ہے۔ ان چاروں نے ناممکن کو ممکن بنا دیا تھا۔

انہوں نے اپنے اس جدید کمپیوٹر کو پہلے اپنی ذات پر آزمایا۔ اپنی تصویریں، اپنی ہسٹری کے ساتھ کمپیوٹر میں فیڈ کیں۔ دست شناسی، علم نجوم، سائنس اور ٹیکنالوجی کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق معلومات حاصل کرنے لگے کہ مستقبل میں ان کے ساتھ کیسے حالات پیش آئیں گے؟

انہوں نے سب سے پہلے سراج سکسینا کو کمپیوٹر کی اسکرین پر دیکھا۔ سراج سکسینا اپنے کام میں اور دوسرے معاملات میں مصروف دکھائی دے رہا تھا۔

جو کچھ وہ اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ اس کی آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ بھی کرتے جا رہے تھے۔ تاکہ وقتِ ضرورت اسے ریوائنڈ کر کے دیکھا جا سکے، یہ معلوم کیا جا سکے کہ جو کچھ سراج سکسینا کے ساتھ پیش آ رہا ہے۔ کیا وہی باتیں ان ہی تاریخوں میں اسی طرح پیش آتی رہی تھیں؟

وہ حیران تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ ان کا تجربہ کامیاب رہا تھا۔ آنے والے دنوں میں سراج سکسینا اسی طرح اپنے معاملات میں مصروف رہا جیسا کہ وہ کمپیوٹر پیش گوئی کرتا رہا۔ یہ ان کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اس کمپیوٹر نے یہ بھی اسکرین پر دکھایا تھا کہ وہ زینی نامی ایک بوڑھی عورت کے دماغ میں اتفاقاً پہنچے گا تو اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوگا کہ وہ فرہاد علی تیمور کی دیوانی ہے اور فرہاد طویل مدت کے بعد اسی مکان میں واپس آ گیا ہے۔ جہاں وہ تقریباً پچاس برس پہلے رہا کرتا تھا۔

وہ چاروں میرے متعلق بہت کچھ جانتے تھے۔ مجھ سے ملنے کے خواہش مند تھے۔ میرے سامنے اپنے نظریات پیش کر کے مجھے اپنی طرف مائل کر کے اپنی ٹیم میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ فی الحال تو ان کے ارادے نیک تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مشین کے ذریعے جب بھی وہ کسی پر مصیبت آتی دیکھیں گے۔ تو اسے پہلے ہی تحفظ دے دیں گے۔ بے شک وہ اپنے کمپیوٹر کے ذریعے مثبت تعمیری کام کرنے والے تھے۔

سراج سکسینا بوڑھی زینی کے ذریعے مجھ تک پہنچ گیا تھا۔ اب وہ اپنے تینوں ساتھیوں کے درمیان بیٹھا حیرانی سے کہہ رہا تھا۔ ''ہمارے کمپیوٹر میں کوئی نقص ہے۔ اس کی پیش گوئی کے مطابق بوڑھی زینی کے ذریعے میں اس کے اندر گیا تھا۔ اس سے باتیں بھی کرتا رہا تھا لیکن وہ کسی طور فرہاد علی تیمور ثابت نہیں ہو رہا ہے۔''

اس کے ساتھی اسٹین روبن نے کہا۔ ''اس کا مطلب ... ہے کہ ہمارے کمپیوٹر میں کوئی نقص رہ گیا ہے۔ تم جس ... انور شاہ کے پاس پہنچے تھے، وہی اصل فرہاد علی تیمور ہے۔ ... یہ ابھی ثابت نہیں ہوا ہے اور ثابت کیسے ہوگا جبکہ وہ خود ... پہچان نہیں رہا ہے۔''

... دوسرے ساتھی نجیب خان نے کہا۔ ''اگر وہ واقعی فرہاد ... تیمور ہے تو ہمارا یہ کمپیوٹر آگے چل کر بتائے گا کہ ہم میں ... کوئی اسے دوست بنا پائے گا یا نہیں؟ فی الحال میرے ... میں دیکھو... کمپیوٹر کیا کہتا ہے؟''

کمپیوٹر نے ان چاروں کے متعلق پیش گوئی کی تھی۔ ... کی پیش گوئی کے مطابق نجیب خان اگلے دن ایک حادثے ... سے دوچار ہونے والا تھا۔ انہوں نے کمپیوٹر کی اسکرین پر ... طور پر دیکھا تھا کہ وہ ایک عمارت سے نکل کر اپنی کار کی ... جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک موٹر سائیکل سوار فائرنگ ... کرتے ہوئے اس کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ نجیب خان ... فائرنگ سے بچنے کے لیے بھاگتے ہوئے سڑک پار ... کرنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک بھاری بھرکم ٹرک کی زد ... میں آ گیا پھر وہ ٹرک اسے کچلتا ہوا گزر گیا۔

ان کے اپنے ہی ایجاد کردہ کمپیوٹر نے پہلی بار انہیں ... صدمہ پہنچانے والی پیش گوئی کی تھی۔ وہ تینوں نجیب خان کو ... اور ہمدردی سے دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''تھینکس ... ہمیں پیش آنے والی مصیبتوں کا علم ہو جاتا ہے۔ اب ہم ... مرنے نہیں دیں گے۔''

... جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''پیش آنے والے حالات کا ... ہو جائے تو انسان تقدیر سے لڑ سکتا ہے اور اپنی تدبیر سے ... سکتا ہے۔ ہم نجیب خان کو اس کی موت کی طرف جانے ... دیں گے۔''

اسٹین روبن نے کہا۔ ''ہمیں یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ ... نجیب خان کا وہ دشمن کون ہے۔ جو موٹر سائیکل پر فائر کرتا ہوا گزرے ...''

نجیب خان نے کہا۔ ''یارو! یہ تو سوچو، ہم نے آج تک ... کبھی کسی کا برا نہیں چاہا، کسی کو دشمن نہیں بنایا پھر یہ دشمن کہاں سے ... آ گیا ہے؟''

... دوسرے نے کہا۔ ''جانے انجانے میں کوئی غلطی ... ہو گئی ہے۔ شاید ہم نہ چاہتے ہوئے بھی کسی کو اپنا دشمن ... بنا چکے ہیں اور ہمیں پتا نہیں چلا۔''

انہوں نے پلاننگ کی کہ نجیب خان دوسرے دن گھر کی ... چار دیواری سے باہر نہیں نکلے گا۔ جو بھی ضروری کام ہوگا، اسے ملتوی کیا جائے گا۔ نجیب خان نے کہا۔ ''ابھی ہم نے کمپیوٹر کی اسکرین پر جو عمارت دیکھی ہے، وہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کا دفتر ہے۔ وہاں جاپان سے ہمارے منگوائے کمپیوٹر کے اہم پارٹس آ چکے ہیں۔ کل مجھے ڈیلیوری لینی تھی۔''

اسٹین روبن نے کہا۔ ''کل تم ڈیلیوری لینے اس عمارت میں جاؤ گے اور وہاں سے باہر نکلو گے تو وہی سب کچھ ہوگا جو اس کمپیوٹر کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے۔ تمہاری موت کا تماشا ہم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔''

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''کل صبح ہم تمہیں ایک کمرے میں لاک کر دیں گے۔ تم اس کمرے کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلو گے۔ ڈیلیوری لینے کے لیے میں روبن کے ساتھ جاؤں گا اور اس موٹر سائیکل سوار کو ٹریپ کروں گا۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے، آخر وہ دشمن کون ہے؟''

نجیب خان نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ تم دونوں وہاں چلے جانا۔ میں باہر نہیں نکلوں گا لیکن مجھے کمرے میں لاک کرنا کیا ضروری ہے؟''

''بہت ضروری ہے۔ موت اپنی طرف کھینچتی ہے۔ انسان پیدائش کے پہلے لمحے سے اپنی موت کی طرف بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ جب زندگی کا اختتام ہوتا ہے تب سمجھ میں آتا ہے کہ وہ ساری زندگی ان راستوں پر چلتا رہا تھا، جہاں سے گزر کر موت کی طرف جانا تھا۔ بہرحال، ہم کوئی رسک نہیں لیں گے۔ تمہیں ایک کمرے میں اس وقت تک قیدی بنا کر رکھیں گے، جب تک حادثے کا وقت ٹل نہیں جائے گا۔''

انہوں نے فور کاسٹ کرنے والا جو کمپیوٹر ایجاد کیا تھا۔ اب اسے لیپ ٹاپ کی صورت میں تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ وہ سائز میں چھوٹا ہو اور اسے بہ آسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جا سکے پھر وہ چاروں ساتھی ایک جگہ نہیں رہتے تھے۔ ان کی مختلف ممالک میں رہائش تھی۔ کبھی کبھی وہ دو چار ہفتوں کے لیے یکجا ہو جایا کرتے تھے۔

ان میں سے ہر ایک کے لیے فور کاسٹ کرنے والا کمپیوٹر ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے وہ لیپ ٹاپ کی صورت میں کم از کم چھ کمپیوٹر تیار کرنا چاہتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک کمپیوٹر ہوتا۔ باقی دو کمپیوٹرز ہنگامی ضرورت کے لیے محفوظ رکھے جاتے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے جاپان سے کچھ اہم پارٹس منگوائے تھے۔

اس کمپنی کے ایک افسر نے فون پر نجیب خان سے کہا تھا۔ ''آپ کے مطلوبہ اہم پارٹس کی ڈیلیوری کی کل آخری تاریخ ہے۔ اگر آپ نے ڈیلیوری نہیں لی تو مال واپس چلا

جائے گا پھر اس سلسلے کی پیشگی رقم واپس نہیں کی جائے گی۔"

موت فون پر بنجے خان نے کہہ ہی تھی کہ کل اسے وہ اسپیئر پارٹس لینے کے لیے اس عمارت میں جانا ہی ہوگا۔

جوزف ہارڈی نے کہا۔" کوئی ضروری نہیں ہے' ہم تمہارے شناختی کاغذات لے کر وہاں جائیں گے اور مال کی ڈلیوری لے لیں گے تم فکر نہ کرو۔"

دوسری صبح ان تینوں ساتھیوں نے یہ طے کیا کہ بنجے خان کو اس کی خوابگاہ میں مقفل کر دیا جائے گا۔ اس خوابگاہ کا ایک ہی دروازہ تھا۔ کھڑکیوں میں آہنی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ جنہیں توڑا نہیں جاسکتا تھا۔

یہ طے پایا کہ بنجے خان اپنی خوابگاہ میں مقفل رہے گا اور باہر سراج سکسینا پہرے دار کے طور پر موجود رہے گا۔ جوزف ہارڈی اور اسٹین روبن مال کی ڈلیوری لے کر ایک آدھ گھنٹے میں واپس آجائیں گے۔

بنجے خان کو اس کی خوابگاہ میں لے جاکر دروازے کو بند کیا گیا تو پتا چلا کہ اس دروازے کی چابی نہیں ہے۔ وہ چابی تلاش کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔" یہاں نہ سہی' میرے کمرے میں اسے لاک کیا جاسکتا ہے۔"

اسے دوسرے کمرے میں لایا گیا تو پتا چلا کہ اس کمرے کی چابیاں بھی گم ہوچکی ہیں۔ وہ چاروں حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

جوزف ہارڈی نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ "میرے کمرے کی چابی موجود ہے۔ اسے میرے بیڈ روم میں لے چلو۔"

وہ چاروں اس بیڈ روم میں آئے۔ بنجے خان ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ تینوں باہر جاتے ہوئے بولے۔" یارا مائنڈ نہ کرنا... تمہاری سلامتی کے لیے یہ سب کچھ کیا جارہا ہے۔"

وہ باہر آگئے۔ جوزف نے دروازے کو بند کرکے چابی کی ہول میں ڈالی پھر اسے گھمایا تو پتا چلا کہ لاک ناکارہ ہوچکا ہے۔ وہ تینوں پھر حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

وہ تقدیر سے ہار ماننے والے نہیں تھے۔ جوزف ہارڈی اسٹور روم سے ایک مضبوط رسا لے آیا پھر ان تینوں نے اس مضبوط رسّے کے ذریعے بنجے خان کو صوفے سے اچھی طرح باندھ دیا۔

ایک نے کہا۔" یہ رسّا اس قدر مضبوط ہے کہ ہمارا یار اسے موت کے تعاون سے بھی نہیں توڑ پائے گا۔"

اسٹین روبن اور جوزف ہارڈی وہاں سے باہر آگئے۔ اپنی کار میں بیٹھ کر اسی عمارت کی طرف جانے لگے۔ ہارڈی اور روبن نے گیارہ بجے تک اس عمارت میں پہنچ کر مال کی ڈلیوری لے لی پھر عمارت کے باہر آئے۔

ہارڈی اور روبن جہاں کھڑے تھے، وہاں سے وہ منظر بالکل ویسا ہی دکھائی دے رہا تھا جیسا کہ فورکاسٹ کرنے والے کمپیوٹر کی اسکرین پر دیکھا جاچکا تھا۔ وہ چاروں خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے باتیں کررہے تھے۔

سراج نے کہا۔" ہماری فکر نہ کرو۔ یہاں بنجے خان آرام سے بندھا ہوا بیٹھا ہے۔"

ٹھیک بارہ بج کر دس منٹ پر وہ موٹر سائیکل سوار نظر آیا۔ اس کا چہرہ ہیلمٹ میں چھپا ہوا تھا۔ اس روڈ پر ٹریفک کا ہجوم نہیں تھا۔ وقفے وقفے سے دو دو چار چار گاڑیاں گزرتی تھیں۔ موٹر سائیکل سوار کو دیکھتے ہی ہارڈی اور روبن ایک دیوار کی آڑ میں ہوگئے۔

انہوں نے فورکاسٹ کرنے والے کمپیوٹر کی اسکرین پر جو دیکھا تھا، وہی ہورہا تھا لیکن حالات مختلف تھے۔ وہ موٹر سائیکل سوار دراصل بنجے خان کا دشمن نہیں تھا۔ اسے کسی اور سے دشمنی تھی۔ وہ ایک کار کی طرف فائر کرتا ہوا گزرا، گاڑی کے شیشے چھناکے سے ٹوٹے پھر کسی عورت کی چیخ سنائی دی۔

پھر ہارڈی نے دیکھا' پیش گوئی کے مطابق واقعی ایک بھاری بھرکم ٹرک سڑک پر چلا آرہا تھا۔ ہارڈی کے تصور میں اس کا اپنا یار بنجے خان تھا۔ وہ بھاگ کر سڑک کراس کررہا تھا اور ٹرک کی زد میں آکر کچلا گیا تھا۔

ہارڈی نے اطمینان کی سانس لی۔ فورکاسٹ کرنے والے کمپیوٹر کی بدولت ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ وہ بھاری بھرکم ٹرک وہاں سے جاچکا تھا اور بنجے اپنے کمرے میں بہ حفاظت بندھا بیٹھا تھا۔

یہ ان چار یاروں کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ انہوں نے ایسا فورکاسٹ کرنے والا کمپیوٹر ایجاد کیا تھا' جس کے ذریعے وہ آئندہ بھی ناممکن کو ممکن بنانے والے تھے۔ آنے والے مصائب کو ٹالنے اور تقدیر کا لکھا بدلنے والے تھے۔

یہ آثار نظر آرہے تھے کہ وہ چار یار ہماری دنیا میں زبردست تہلکہ مچانے والے ہیں۔ آئندہ نت نئی پیچیدگیوں اور تجسس سے بھرپور ہنگامے جنم لینے والے ہیں۔ واضح الفاظ میں یہ کہنا چاہیے کہ وہ چار یار قدرت سے مسلسل جنگ لڑنے کے لیے میدان عمل میں آرہے تھے۔

اشین روبن نے کہا۔ "جھینکس گاڈ! ایک جان لیوا حادثہ ٹل گیا۔ بلکہ ہم نے ٹال دیا۔ ہمارا یار بجے خان محفوظ ہے۔ ہمارے اس کمپیوٹر نے میرے متعلق پیش گوئی کی ہے کہ آئندہ میں تم تینوں کے ساتھ ایک کامیاب زندگی گزارتا رہوں گا' کامیاب تجربے کرتا رہوں گا۔ بس ایک صدمہ پہنچنے والا ہے۔ آج سے ایک ہفتے بعد میری ممی کو ہاسپٹل پہنچایا جائے گا۔ وہاں سے وہ زندہ واپس نہیں آئیں گی۔"

اشین روبن کے ساتھیوں نے بھی اس کی ماں کی موت کا منظر تل ابیب کے ایک ہاسپٹل میں دیکھا تھا۔ وہ سب جانتے تھے' ایک ہفتے بعد ان کا دوست اشین روبن ماں کی محبت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہونے والا ہے لیکن اس موت کو ٹالنے کی کوئی تدبیر ان کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

اشین اپنی ماں کی تیمارداری کے لیے تل ابیب گیا تھا پھر اسی طرح وہ ماں کے پاس پہنچا ہوا ہے اور اسی طرح اس نے ماں کی ناقابلِ علاج بیماری سے مجبور ہو کر اسے ہاسپٹل میں داخل کرایا ہے لیکن ڈاکٹروں کا علاج اور ان کی تدبیریں بھی اس کی ماں کو زندگی کی طرف واپس نہیں لائیں۔ آخر وہ اسی وقت موت کی نیند سو گئی جو وقت فورکاسٹ کرنے والے کمپیوٹر نے بتایا تھا۔

وہ چار یار اس حقیقت کو سمجھ گئے کہ جہاں طبعی موت ہو اور جہاں بیماریوں کے زیرِ اثر رہ کر انسان دم توڑ رہا ہو' وہاں ان کی کوئی تدبیر کام نہیں آئے گی لیکن جہاں ایک انسان کی موت کسی انتقام یا کسی سازش کے نتیجے میں ہو تو ایسی انتقامی کارروائیوں کو اور سازشوں کو روکا جاسکتا ہے۔

وہ چار یار نیکی کرنا چاہتے تھے۔ مظلوموں اور بے گناہوں کو بے موت مرنے سے بچانا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انہیں مجھ جیسے غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے افراد کی ضرورت تھی۔ جو ذہین بھی ہوں' باصلاحیت اور خاص طور پر نیک نیت بھی ہوں۔ کسی بھی تفریق کے بغیر بے گناہوں کو جانے انجانے دشمنوں کے شکنجے سے نکال کر لاسکیں۔

ان کے سامنے میرا پورا ریکارڈ موجود تھا۔ وہ میری فیملی کی ہسٹری سے بھی واقف تھے' یہ چاہتے تھے کہ میں اپنی پوری فیملی سمیت ان کی ٹیم میں شامل ہو جاؤں۔

بجے خان نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "فرہاد کو ڈھونڈ نکالنے کی ایک تدبیر ہے..."

وہ تینوں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ "اگر ہم سونیا تک رسائی حاصل کریں گے' اسے اپنے نظریات کے مطابق قائل کریں گے تو وہ ہماری طرف مائل ہو جائے گی۔ اس طرح فرہاد بھی ہماری طرف کھنچا چلا آئے گا۔"

یہ ایک سیدھی سے تدبیر تھی جس پر بہ آسانی عمل کیا جاسکتا تھا۔ وہ چاروں اس بات پر متفق ہوئے اور سونیا تک رسائی حاصل کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔

☆☆☆

گریٹ اِیشورارا نے طویل عرصے تک بڑی زبردست تیاریاں کی تھیں۔ پانچ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے افراد کی ایک ٹیم بنا کر انہیں دنیا کے مختلف ملکوں کے مختلف شہروں میں بھیجا تھا۔ ان پانچ پانچ افراد کے ساتھ ٹیلی پیتھی کے علاوہ غیر معمولی مشین کی قوت بھی تھی۔ اس کے ذریعے وہ کسی کو بھی زیر کرسکتے تھے۔ وہ تمام افراد دنیا کی مختلف ملکوں میں بڑی رازداری سے پہنچے تھے۔ ان کے دوست اور اتحادی بننے والے اکابرین بھی نہیں جانتے تھے کہ ان سیارے والوں نے کہاں کہاں اپنے خفیہ اڈے بنا رکھے ہیں؟

وہ اکابرین اس بات سے خوش تھے کہ انہیں بھی ایک غیر معمولی مشین تحفے کے طور پر مل گئی ہے مگر ان کی یہ خوشیاں بہت ہی مختصر تھیں۔ بڑی رازداری سے آنے والے سیارے کے پانچ افراد سونیا کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ اس سے پہلے بھی اس نے نائب اِیشورارا کو ہلاک کرکے اس کی غیر معمولی مشین چھین لی تھی۔ اس بار بھی ان کے پانچ افراد کو ہلاک کرنے کے بعد پھر غیر معمولی مشین چھین کر لے گئی تھی۔

گویا اس کے لیے یہ ایک کھیل ہو گیا تھا۔ بچے سیارے سے اپنا کھلونا لے کر آتے تھے اور وہ ان سے کھلونے چھین لیا کرتی تھی۔

تمام اکابرین اور سیارے والے اس بات پر حیران تھے کہ سونیا ایک بہت ہی چھوٹے سے جزیرے میں تھی۔ اس جزیرے کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ ہاتھ نہیں آئی۔ سیارے کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں مارے گئے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد معلوم ہوا کہ وہ ہانگ کانگ پہنچ گئی ہے اور اس نے ایک ہوٹل میں سیارے کے تین افراد کو ہلاک کردیا ہے۔

گریٹ اِیشورارا کی ہانگ کانگ کی ٹیم جو پانچ افراد مشتمل تھی اور اب جہنم میں پہنچ گئی تھی۔ اس ٹیم سے جن لوگوں نے رابطہ قائم کیا تھا' وہ سب سہمے ہوئے تھے۔ کیونکہ غیر معمولی مشین میں ان کے نام اور تصویریں محفوظ ہو گئی تھیں۔ اب وہ غیر معمولی مشین سونیا کے ہاتھوں میں تھی۔ وہ اس کی اسکرین پر اس نائب اِیشورارا کو دیکھ سکتی تھی جو اسلام آباد میں تھا۔ ان امریکی اکابرین کو بھی دیکھ سکتی تھی جو یوگا کے ماہر تھے اور جنہوں نے اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے اس ٹیم سے رابطہ کیا تھا۔

نائب اِیشورارا تو بری طرح سہما ہوا تھا۔ جیسے ہی اسے معلوم ہوا کہ غیر معمولی مشین سونیا کے ہاتھ لگ گئی ہے تو اس نے فوراً ہی اسلام آباد چھوڑ دیا تھا۔ اپنا نیا چہرہ اور نئی شناخت بنالی تھی' لب و لہجہ بھی تبدیل کرلیا تھا۔

وہ نقلی نام اور نقلی چہرے کے ساتھ نائب اِیشورارا بن کر اس دنیا میں آیا تھا۔ سونیا نے اپنی مشین کی اسکرین پر اس چہرے والے نائب اِیشورارا کو تلاش کیا تو اس کا سراغ نہ مل سکا۔

سونیا ہانگ کانگ کے ایک علاقے میں پےانگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنے لگی تھی۔

الپا' عالی اور کبریا خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس آتے رہتے تھے۔ انہوں نے مشین کی اسکرین پر نائب اِیشورارا کا نقلی چہرہ دیکھا تھا۔ اس کی آواز اور لب و لہجہ کو سنا اور پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تو ناکام ہوئے۔

پھر انہوں نے سونیا کے اندر رہ کر اس مشین کے ذریعے ان پانچ اکابرین کو دیکھا تھا۔ جن کے پاس ایک غیر معمولی مشین تھی۔ اب وہ مشین ان کے سائنس دانوں کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ وہ لوگ ویسی ہی دوسری مشین بنانے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ اس سلسلے میں اس قدر رازداری برتی گئی تھی کہ الپا' عالی اور کبریا خیال خوانی کے ذریعے ان سائنسدانوں اور انجینئروں تک پہنچ نہیں پارہے تھے۔

لیکن وہ پانچ امریکی یوگا جاننے والے افسران سونیا کی مشین میں فیڈ ہوچکے تھے۔ وہ پانچوں اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے۔

ایک دن سونیا نے اس مشین کے ذریعے اپنی آواز ایک آرمی افسر کے گھر میں پہنچائی۔ "ہیلو میجر میکی...! میں بول رہی ہوں۔"

وہ ایکدم سے گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "تم غیر معمولی مشین کا فنکشن اچھی طرح سمجھتے ہو۔ اس کے ذریعے اپنی آواز کسی بھی مطلوبہ شخص تک پہنچائی جاسکتی ہے۔ اس وقت میں غیر معمولی مشین کے ذریعے بول رہی ہوں۔"

وہ ایک ذرا پریشان ہو کر بولا۔ "ہاں' میں سمجھ رہا ہوں مگر تم دیکھ رہی ہو جو مشین گریٹ اِیشورارا نے ہمیں تحفے کے طور پر دی تھی' وہ میرے پاس نہیں ہے۔ تم یہاں سے کچھ حاصل نہیں کرسکو گی۔"

سونیا نے کہا۔ "مجھے تمہاری جان بہت پیاری ہے۔ اسے تو ابھی حاصل کرسکتی ہوں۔"

وہ گھبرا کر بولا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"وہی جو تم سن رہے ہو۔ تم نے اور تمہارے چار افسران ساتھیوں نے ہانگ کانگ سے بے شمار ہیلی کاپٹر اس جزیرے میں بھیجے تھے' جہاں میں چھپی ہوئی تھی۔ وہاں کے ساحلوں کی ناکا بندی کردی تھی۔ تاکہ میں کسی اسٹیمر یا اسپیڈ بوٹ کے ذریعے فرار نہ ہوسکوں۔ تم لوگوں نے وہاں میرے خلاف مسلح آرمی بھیجنے میں ایک ذرا دیر نہیں کی تھی۔ میں بھی دیر نہیں کررہی ہوں۔ حساب برابر کرنے آگئی ہوں۔"

وہ فون اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "ہاں' اپنے باقی چار یوگا جاننے والے ساتھیوں کو فون کرو۔ ان سے کہو کہ نہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں اور نہ ہی تم لوگ کسی کو اپنے دماغ میں آنے دیتے ہو۔ اس کے باوجود میں تمہارے پاس آگئی ہوں۔ ان چاروں کے پاس بھی پہنچوں گی۔ انہیں پہلے سے اطلاع دے دو تاکہ وہ اپنا تابوت تیار رکھیں۔"

وہ رابطہ ہوتے ہی فون پر بات کرنے لگا۔ "ہیلو میں بول رہا ہوں۔ سونیا اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے میرے پاس پہنچی ہوئی ہے۔ میرا آخری وقت آچکا ہے۔ مجھے کوئی بچا نہیں پائے گا۔ تم لوگوں کو اطلاع دے رہا ہوں فوراً ہی اپنے لیے احتیاطی تدابیر کرو۔ ویسے ہم سب جانتے ہیں' جب تک وہ مشین سونیا کے پاس ہے' ہم اس کی نظروں سے کہیں بھی چھپ نہیں پائیں گے۔ وہ ہمیں قبروں میں پہنچا کر ہی دم لے گی۔"

اس دوران الپا نے وہاں کے ایک خانساماں کو اپنا آلۂ کار بنالیا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق یوگا جاننے والے افسر کے بیڈ روم میں گیا اور اس کا ریوالور اٹھا کر ڈرائنگ روم میں آگیا تھا۔ اس وقت وہ اپنے یوگا جاننے والے ساتھیوں کو سونیا کے متعلق اطلاع دے رہا تھا۔ ایسے ہی وقت خانساماں نے گولی چلا دی۔ گولی پیشانی میں پیوست ہوئی تھی اور وہ وہیں بیٹھے بیٹھے ایک طرف ڈھلک گیا۔

سونیا نے اسکرین پر دوسرے چار افسران کو دیکھا۔ ان سب کو یکے بعد دیگرے اطلاع مل رہی تھی کہ ایک افسر اپنے ہی خانساماں کے ہاتھوں مارا گیا ہے اور اس ہلاکت کے پیچھے اس بلا کا ہاتھ ہے۔

سونیا نے باری باری ان چار افسران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''تم سب کے پاس وقت بہت کم ہے۔ تم میں سے ہر افسر ایک کے بعد ایک ہر چھ گھنٹے بعد مارا جائے گا۔ جب تک زندگی ہے تب تک گھڑی دیکھتے رہو۔ اگلے چھ گھنٹے بعد تم میں سے کسی ایک کی باری آئے گی۔''

ان چاروں نے کہا۔ ''ہم فوجی ہیں۔ موت سے نہیں ڈرتے۔ ہم نے اپنی طاقت استعمال کی مگر تمہیں ہلاک کرنے میں ناکام رہے۔ اب تم اپنی طاقت استعمال کر رہی ہو۔ اگر تم چاہو تو ہمارے درمیان سمجھوتا ہوسکتا ہے۔''

وہ بولی۔ ''یہی سمجھوتا کافی ہے کہ میں تمہیں چھ چھ گھنٹے کی مہلت دے رہی ہوں۔ تم نے جتنے بجلی کا پٹر اس چھوٹے سے جزیرے کے چاروں طرف اڑائے تھے اور جتنے مسلح فوجی وہاں پہنچائے تھے۔ وہ بہت کم تھے۔ یہاں تو تمہاری بہت بڑی آرمی ہے۔ جدید ایٹمی ہتھیار ہیں۔ ایٹم بم ہیں۔ ان سب کو اپنے تحفظ کے لیے استعمال کرو۔ میں اپنے وقت پر آؤں گی۔''

نائب ایشورارا کے ساتھ صورتِ حال کچھ عجیب سی ہوگئی تھی۔ وہ اسلام آباد سے فرار ہوکر لاہور آگیا تھا۔ بالفاظ دیگر میری گود میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ اس شہر میں کسی دن کسی وقت بھی میرا اور اس کا آمنا سامنا ہوسکتا تھا۔

نائب ایشورارا اسلام آباد سے کسی دوسرے شہر یا کسی دوسرے ملک کی طرف بھی جاسکتا تھا لیکن میری طرف چلا آیا تھا۔ یقیناً تقدیر کوئی تماشا دکھانے والی تھی۔ نائب ایشورارا کو گریٹ ایشورارا نے حکم دیا تھا کہ اسے پاکستان کے کسی شہر میں رہنا ہے کیونکہ وہ اپنی حکومت سب سے پہلے ایشیا میں قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے پاکستان اور انڈیا کو اہمیت دے رہا تھا۔

اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے کہا۔ ''سونیا پھر بلائے جان بن گئی ہے۔ اس نے ہانگ کانگ میں ہمارے پانچ افراد کو خاک میں ملا دیا ہے اور غیر معمولی مشین لے کر کہیں گم ہوگئی ہے۔''

گریٹ ایشورارا کو پہلے یہ بتایا جاچکا تھا کہ کس طرح سونیا کو ایک جزیرے میں گھیرنے کی ناکام کوشش کی جاچکی ہے۔ اس نے نائب ایشورارا سے پوچھا۔ ''اس وقت تم کہاں ہو؟''

''میں پاکستان میں ہوں۔ اسلام آباد سے نکل کر لاہور آیا ہوں۔ اپنی شخصیت' اپنی شناخت بدل چکا ہوں۔ سونیا اب مشین کے ذریعے مجھے ڈھونڈ نہیں پائے گی۔''

''تم محفوظ ہو' مطمئن ہو مگر میرے دوسرے ماتحتوں کا کیا ہوگا؟ وہ اس غیر معمولی مشین کے ذریعے میرے دوسرے وفاداروں تک پہنچ سکتی ہے۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''ہمارے جن آدمیوں نے ہانگ کانگ والی ٹیم سے رابطے کیے تھے' وہی سونیا کی نظروں میں آئے ہوں گے لیکن ابھی وہ کچھ روز انتظار کریں گے' آزمائیں گے کہ سونیا ان تک پہنچ پاتی ہے یا نہیں؟ ہمارے لوگ جوابی کارروائی کے لیے بہت محتاط اور مستعد ہیں۔ دیکھیں... آئندہ کیا ہوتا ہے؟''

''آئندہ جو بھی ہو' ہمارے آدمیوں کو نہیں مرنا چاہیے۔ وہاں میرے جو بھی اہم ماتحت پہنچے ہیں' مارے جاتے ہیں۔ ہانگ کانگ میں میرے پانچ بہت اہم ماتحت مارے گئے۔ مشین چھین لی گئی۔ یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ تم سب کو بہت محتاط رہنا چاہیے۔''

گریٹ ایشورارا نے رابطہ ختم کیا تو اس کیمونیکیشن مشین پر سگنل موصول ہوا۔ اکابرین اس سے رابطہ کرنا چاہتے تھے۔ اس نے مشین کو آن کرکے ان کا تحریری پیغام پڑھا۔ انہوں نے لکھا تھا۔ ''ہم بڑی مصیبت میں ہیں۔ سونیا انتقامی کارروائی کے طور پر پانچ یوگا جاننے والے آرمی افسران میں سے ایک کو ہلاک کرچکی ہے۔ آئندہ ہر چھ گھنٹے بعد باقی چار افسران کو بھی اسی طرح ہلاک کرے گی۔ وہ دوسرے چھ گھنٹے بھی پورے ہو رہے ہیں اور ہم اپنے آرمی افسران کو تحفظ دینے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی ٹیکنالوجی ہے' کوئی ایسا طریقۂ کار ہے یا کوئی ایسی تدبیر ہے جس کے ذریعے ہم سونیا کی مشین کو ناکارہ بنادیں اور وہ ہم تک پہنچ نہ پائے؟ ٹھیک پندرہ منٹ بعد ہمارا دوسرا آرمی افسر بھی مارا جائے گا۔ اگرچہ ہم نے اپنے آرمی افسران ایک ایسے کمرے میں بند کردیے ہیں۔ جہاں ان کا اپنا سایہ بھی پہنچ نہیں پائے گا۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''فی الحال ہمارے پاس ایسی کوئی ٹیکنالوجی نہیں ہے' جس کے ذریعے ہم سونیا کی مشین کو ناکارہ بنادیں۔ میں ابھی اپنے نائب ایشورارا کو حکم دیتا ہوں۔ وہ اور اس کے ماتحت اپنی اپنی مشینوں کے ذریعے تمہارے یوگا جاننے والے افسران کو دیکھتے رہیں گے۔ اگر ان افسران کو ذہنی طور پر کمزور کیا جائے گا تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر پہنچ کر انہیں دماغی توانائی پہنچاتے رہیں گے۔''

ان اکابرین نے رابطہ ختم کردیا۔ اپنے چار یوگا جاننے والے افسران کی طرف توجہ دینے لگے۔ ان چاروں کو مختلف مقامات پر مختلف کمروں میں بند کیا گیا تھا۔ ان بند کمروں کے آس پاس یوگا جاننے والے مسلح گارڈز متعین کیے گئے تھے۔

سونیا نے یہ نہیں بتایا تھا کہ باقی چار یوگا جاننے والے افسران میں سے پہلے کسے ہلاک کرنا چاہے گی؟ اسی لیے ان چاروں کو بیک وقت تحفظ دیا جارہا تھا۔ جن کمروں میں انہیں بند کیا گیا تھا۔ وہاں کوئی سامان نہیں تھا صرف ایک ہلکی پھلکی سی پلاسٹک کی کرسی تھی۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر ان چاروں کو باری باری دیکھ رہے تھے۔ اگر ان کو دماغی طور پر کمزور بنایا جاتا تو وہ فوراً ہی ان کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں توانائی فراہم کرتے۔

انہیں اس بات سے حوصلہ مل رہا تھا کہ سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اپنی مشینوں کے ذریعے ان چاروں کو دیکھ رہے ہیں۔

سونیا نے مقررہ وقت پر اپنی مشین کی اسکرین پر ایک یوگا جاننے والے افسر کو خالی کمرے میں کرسی پر بیٹھے ہوئے پایا۔ اس کے بعد اس نے دوسرے تیسرے اور چوتھے افسر کو بھی اسکرین پر دیکھا۔ ان کے لیے جو حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے' انہیں اچھی طرح سمجھنے کے بعد ایک یوگا جاننے والے افسر سے کہا۔ ''بے شک بڑے زبردست حفاظتی انتظامات ہیں۔ میں اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکوں گی۔ میرا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔ کسی کو آلۂ کار بنا کر اس کمرے تک نہیں لایا جاسکے گا۔ کب تک اس طرح اپنی زندگی کی سانسیں بچاتے رہو گے؟''

اس نے کہا۔ ''ہم تمہیں اس جزیرے میں ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بدلے تم نے ہمارے ایک یوگا جاننے والے افسر کو مار ڈالا۔ خون کا بدلہ خون ہوتا ہے۔ اگرچہ ہم تمہارا خون بہانے میں ناکام رہے۔ اس کے باوجود تم نے بدلہ لے لیا ہے۔ ہماری التجا ہے' اب سمجھوتے کی کوئی راہ نکالو۔ ہم سے جو غلطیاں ہوئیں' ان کے عوض ہمارا ایک افسر مارا جاچکا ہے۔ ہم تم سے سمجھوتا کرسکتے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''تمہارا ایک اعلیٰ افسر مارا گیا۔ کوئی بات نہیں' میدانِ جنگ میں فوجی مارے ہی جاتے ہیں لیکن جب تک اس سے بڑا نقصان تم لوگوں کو نہیں پہنچے گا' اس وقت تک تمہیں عقل نہیں آئے گی۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''میں چاہوں تو ابھی ان بند کمروں کے دروازے کھلوا سکتی ہوں۔ جس طرح تم لوگ مجھے مارنے کے بعد میری اولاد کو ماں سے محروم کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح میں تمہارے بچوں کو ماں سے اور ماں کو بچوں سے محروم کرسکتی ہوں۔ تمہارے خاندان کے ایک ایک فرد کو چن چن کر قتل کرسکتی ہوں۔ تم کتنوں کو بند کمروں میں چھپا کر رکھو گے؟''

اس نے کہا۔ ''ہم یہ ساری باتیں اچھی طرح سمجھ رہے ہیں' تم ہمیں اس کمرے سے باہر نکالنے کے لیے کیا کرسکتی ہو؟ مگر یاد رکھو... ویسے ہی مسلمان دہشت گرد کہلا رہے ہیں۔ تم اس دہشت گردی میں اضافہ کروگی۔ یہ ثابت کروگی کہ واقعی تم لوگ ظالم اور جابر ہو۔ ہمیشہ بے گناہوں کا خون بہاتے رہتے ہو۔''

''ہاں، تم لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا ہے۔ اسلامی ممالک میں اپنی فوجیں بھیج کر آگ اور خون کی ہولی کھیلتے ہو اور دوسری طرف خود کو منصف مزاج' امن پسند کہتے ہو۔ مسلمان تمہارے خلاف جوابی کارروائی کریں تو تم انہیں دہشت گرد ثابت کرتے ہو۔ کوئی بات نہیں' کہتے رہو۔ دنیا والے نہ تو اندھے ہیں' نہ بہرے ہیں اور نہ ہی نادان ہیں۔ وہ تمہارے ہتھکنڈوں کو خوب سمجھ رہے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''یعنی تم ہمیں ہلاک نہ کرسکیں تو ہماری بیویوں اور بچوں سے انتقام لوگی؟ انہیں موت کے گھاٹ اتار دوگی؟''

''ہمارا دین معصوم بچوں اور بے گناہ عورتوں کو قتل کرنا نہیں سکھاتا۔ ہم اپنے لیے اور دوسروں کے لیے ہمیشہ امان چاہتے ہیں۔ تم سب کی بیویاں اور بچے محفوظ رہیں گے لیکن...''

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''لیکن کیا... ؟''

''اگر میں انتقام نہ لے سکی تو تمہارے ملک کو سیاسی اور عسکری نقصان پہنچاؤں گی۔ تمہارے اکابرین مارے جائیں گے۔ سیاسی راز منکشف ہوں گے اور تم کبھی یہ نہیں چاہو گے کہ کوئی بھی فوجی راز تمہارے آرمی ہیڈکوارٹر سے باہر جائے۔''

وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے شکست خوردہ انداز میں ذرا ڈھیلا پڑگیا پھر بولا۔ ''بے شک، تم بہت کچھ کرسکتی ہو۔ تم کہتی ہو کہ تمہارا مذہب تمہیں امن و امان سکھاتا ہے تو خدارا ڈیک امن و امان کی کوئی راہ نکالو، کوئی سمجھوتا کرو۔''

''تم سمجھوتا نہیں کرسکو گے۔ جو شرائط میں پیش کروں

گی اوّل تو انہیں تسلیم نہیں کرو گے اگر بہ حالت مجبوری تسلیم کرو گے بعد میں ان شرائط پر قائم نہیں رہ سکو گے اور مُکر جاؤ گے۔“

اس نے کہا۔ ”ہمارے پاس جو غیر معمولی مشین ہے اس کے ذریعے ہماری باتیں سنی جارہی ہیں۔ ابھی تم سے جو سمجھوتا کررہا ہوں‘ اسے تمام اکابرین تسلیم کریں گے۔ تم چاہو تو تحریری معاہدہ بھی ہوسکتا ہے۔ تم اپنی شرائط بتاؤ۔“

سونیا نے کہا۔ ”سیارے والے ہماری دنیا کے دشمن ہیں۔ میری پہلی شرط یہ ہے کہ ان دشمنوں سے دوستی نہ کرو۔“

”اس حد تک تمہاری شرط منظور ہے کہ ہم ان سے دوستی تو نہیں کریں گے لیکن دشمنی بھی نہیں کریں گے اور کسی سے دشمنی کرنا دانشمندی نہیں ہے۔“

”جس سے دوستی نہیں کی جاتی‘ اسے اپنے گھر میں پناہ نہیں دی جاتی لہٰذا تم انہیں کسی ملک میں‘ کسی علاقے میں پناہ نہیں دو گے۔ وہ اپنے طور پر جہاں رہنا چاہیں‘ رہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ ہم انہیں اپنے طور پر پناہ نہیں دیں گے۔ وہ اپنے رسک پر جہاں رہنا چاہیں‘ رہیں۔“

سونیا نے کہا۔ ”جو دوست نہیں ہوتے‘ ان سے رابطے نہیں کیے جاتے لہٰذا تم سیارے والوں سے کسی طرح کا رابطہ نہیں رکھو گے۔“

”ہم آخری بار الوداع کہنے کے لیے ان سے رابطہ کریں گے۔ اس کے بعد تمہیں کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“

”اگر مجھے کوئی شکایت ہوگی، ان کے ساتھ مل کر تم ہمارے خلاف سازش کرو گے تو آئندہ سمجھوتے کے سارے دروازے بند ہوجائیں گے۔“

”ہمیں یہ تمام شرائط منظور ہیں۔ اس بار ہم اپنے وعدے پر اور اس معاہدے پر سختی سے قائم رہیں گے۔ ہم نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ تمہیں بہت زیادہ طاقت حاصل ہوچکی ہے۔ تم تنہا تمام اکابرین کو اور تمام سیارے والوں کو بے بس اور مجبور کررہی ہو۔ اگر فرہاد تمہارا ساتھ دے گا اور بابا صاحب کے ادارے والے بھی ہمارے خلاف کارروائیاں کریں گے تو ہم بالکل ہی بے دست و پا ہوجائیں گے اور ہم ایسا وقت نہیں آنے دیں گے۔“

سونیا نے کہا۔ ”میں بھی وعدہ کرتی ہوں‘ جب تک معاہدے پر قائم رہو گے‘ میں تم میں سے کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گی۔ تم سب اپنے بند کمروں سے باہر جاسکتے ہو۔ یاد رکھو! جب تک نیک نیت رہو گے تب تک کسی فکر و تردد کے بغیر زندگی کی سانسیں لیتے رہو گے۔ اب میں جارہی ہوں۔ گڈبائے...“

ان تمام اکابرین نے اطمینان کی گہری سانسیں لیں۔ اپنے بند کمروں سے باہر نکل آئے۔ سب نے سر جوڑ کر سوچا‘ سنجیدگی سے یہ طے کیا کہ ابھی سیارے والوں سے آخری بار رابطہ کریں گے۔ آئندہ مسلمانوں اور سیارے والوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ سیارے والے اپنی قوت اور اپنے بل پر حکومت قائم کرنے کے قابل ہوں گے تو ہی یہاں قدم جما سکیں گے۔ ورنہ پہلے کی طرح واپس بھاگ جائیں گے۔

تمام اکابرین سائنس اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے گریٹ اینشورارا کے ذریعے بہت کچھ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس سے مخالفت مول لینا منظور نہیں تھا لیکن حالات نے مجبور کردیا تھا پھر بھی یہ فیصلہ کیا گیا کہ میانہ روی اختیار کریں گے۔

انہوں نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے رابطہ کیا۔ گریٹ اینشورارا نے کہا۔ ”میں تمہارا انتظار کررہا تھا۔ مجھے بتاؤ‘ کیا وہ تمہارے یوگا جاننے والے چاروں افسران خیریت سے ہیں؟“

”ہاں، ابھی تو زندہ سلامت ہیں۔ پتا نہیں‘ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ ہم نے بڑی مشکل سے سونیا کو سمجھوتا کرنے پر راضی کیا ہے۔ اس نے ایسی شرائط پیش کی ہیں‘ جن پر عمل کرنے سے ہمارے اور تمہارے درمیان بہت وسیع فاصلہ قائم ہوجائے گا۔“

گریٹ اینشورارا نے پوچھا۔ ”اس کی شرائط کیا ہیں؟“

”اس کی پہلی اور آخری شرط یہی ہے کہ ہم تم سے دوستی اور اتحاد نہ رکھیں۔“

اس نے پوچھا۔ ”اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم مسلمانوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف اتحاد قائم کرو گے۔ ہمیں اپنی دنیا میں رہنے نہیں دو گے؟“

”نہیں ... ہم تمام اکابرین تمہارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ تمہارے اور مسلمانوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ نہ ان کی حمایت کریں گے‘ نہ تمہاری حمایت کریں گے۔ ہم غیر جانب دار بن کر تمہارے جھگڑوں سے دور رہیں گے۔“

”مگر ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہوچکا ہے کہ تم اس دنیا پر حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں ہمارا بھرپور ساتھ دو گے۔“

”ہاں، مگر... ہم بری طرح پھنس گئے ہیں۔ سونیا نے ہمیں ہر طرف سے شکنجے میں جکڑ لیا ہے۔ آج ہمارے چار یوگا جاننے والے افسران کی زندگی خطرے میں ہے۔ کل تمام اکابرین کی جان کے لالے پڑ جائیں گے۔“

گریٹ اینشورارا نے کہا۔ ”اگر تم لوگوں کا جانی نقصان ہوا ہے تو میرے بھی۔ کئی ماتحت جانی نقصان اٹھا چکے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے‘ اس دنیا میں حکومت قائم کرنے کے لیے ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ ہم ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اگر ہمارا ساتھ چھوڑو گے تو ہماری طرف سے ہونے والے حملے تمہارے لیے ناقابلِ برداشت ہوجائیں گے۔ اگر یہ سمجھتے ہو کہ مسلمان تمہیں تحفظ فراہم کریں گے تو پھر آزما کر دیکھ لو...“

اکابرین پریشان ہورہے تھے اور اس کی جوابی تحریر پڑھ رہے تھے۔ وہ تحریر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ ”جس طرح سونیا نے غیر معمولی مشین کے ذریعے تمہیں بے بس کردیا تھا‘ اسی طرح ہم بھی اس مشین کے ذریعے یہی کریں گے۔ ذرا سوچو... غور کرو... کیا ایسے وقت سونیا یا بابا صاحب کے ادارے والے ہمیں تمہارے دفتروں میں‘ گھروں میں‘ شاہی محلوں میں اور فوجی کیمپوں میں آنے سے روک سکیں گے؟“

”ہم تو بری طرح دلدل میں دھنس رہے ہیں۔ نہ کسی سے دوستی کرسکتے ہیں‘ نہ کسی سے دشمنی کرسکتے ہیں۔ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم یہاں حکومت کرنا چاہو گے تو ہم تمہاری مخالفت نہیں کریں گے؟ تمہارے راستے کی رکاوٹ نہیں بنیں گے؟ یہ بات ہم نے سونیا سے صاف طور پر کہہ دی ہے‘ اگر تم سے دوستی نہیں کریں گے تو دشمنی بھی نہیں کریں گے۔ اس پہلو سے تمہیں ہماری قدر کرنی چاہیے۔ سائنس اور جدید ٹیکنالوجی میں تم لوگ بہت آگے ہو‘ بہت طاقتور ہو۔ کیا تنہا ان مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کرسکو گے؟“

”ہم ان سے مقابلہ کرسکتے ہیں۔ بشرطیکہ تم درپردہ ہماری مدد کرو۔ ہمارے لیے کام کرتے رہو۔ ان کی کمزوریاں معلوم کرکے ہمیں بتاؤ۔ ہمارے لیے مخبری کرو۔ انہیں کبھی معلوم نہیں ہوگا کہ تم ہمارے لیے درپردہ کیا کررہے ہو؟“

”ہم انہیں بارہا آزما چکے ہیں۔ ہماری تمہاری کوئی بات ان سے چھپی نہیں ہے۔ ایک تو وہ روحانی قوتوں کے ذریعے ڈھکی چھپی باتیں معلوم کرلیتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان کے پاس غیر معمولی مشینیں جمع ہوگئی ہیں۔ وہ ان کے ذریعے یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین کو دیکھتے رہتے ہیں۔ ہم اس وقت کمیونیکیشن مشین کے ذریعے تم سے گفتگو

کر رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے' اس وقت بھی وہ اپنی مشین کی اسکرین پر ہمیں دیکھ رہے ہوں اور ہماری تحریری باتیں پڑھ رہے ہوں۔ گریٹ ایشورارا...! پلیز۔ ہماری مجبوریوں کو سمجھو۔ اس دنیا میں آکر ضرور حکومت کرو مگر ہم سے کسی طرح کا تعاون حاصل کرنے کی توقع نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ تمہاری طرف سے صاف جواب مل رہا ہے تو ہماری طرف سے بھی صاف بات سن لو۔ ہم نے جو غیر معمولی مشین تمہیں تحفے کے طور پر دی ہے۔ وہ ابھی چند منٹ کے اندر ناکارہ ہو جائے گی۔"

اکابرین نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"ہم سے معاہدہ کرنے کے بعد تم مکر رہے ہو۔ ہمیں اپنے بھرپور تعاون سے محروم کر رہے ہو' اس لیے میں تمہیں مشین سے محروم کرنے جا رہا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا پھر اپنے نائب ایشورارا کو اسی مشین کے ذریعے تحریری طور پر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ان اکابرین کے پاس جو غیر معمولی مشین ہے۔ اسے تمہاری مشین کے ساتھ منسلک کیا گیا تھا۔ بارہ گھنٹوں کے اندر تمہارے پاس ایک نئی مشین پہنچ جائے گی۔ تم اپنی مشین تباہ کر دو۔ اس کے ساتھ ہی ان کی مشین بھی تباہ ہو جائے گی۔ میرے اس حکم پر فوراً عمل کرو۔"

نائب ایشورارا نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ اپنی مشین کو مختلف انداز میں آپریٹ کرنے لگا پھر اس مشین سے ہاتھ ہٹا کر چپ چاپ بیٹھ گیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی اس کے پرزے آہستہ آہستہ گلنے لگے۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے نادیدہ تیزاب کے ذریعے انہیں گلایا جا رہا ہے۔ دوسری طرف ان اکابرین نے چونک کر اپنی مشین کو دیکھا۔ اس کے پرزے بھی اسی انداز میں گلتے جا رہے تھے۔

ایک نے چیخ کر کہا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ مشین تقریباً ناکارہ ہو چکی تھی۔ وہ سب حیران پریشان ہو کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس نایاب اور غیر معمولی مشین کو دیکھ رہے تھے۔ جو اب کسی کام کی نہیں رہی تھی۔

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ "ہمارے برے دن آ چکے ہیں۔ ہم نے سونیا کی بدترین دشمنی سے نجات حاصل کی ہے تو گریٹ ایشورارا کی دشمنی مہنگی پڑ رہی ہے۔ ہم فخر کر رہے تھے کہ ایک غیر معمولی مشین مل گئی ہے مگر یہ تو ایک خواب تھا۔ اس کی بری تعبیر ہمارے سامنے ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے وہاں بیٹھے ہوئے سائنس والوں اور انجینئروں سے پوچھا۔ "آپ حضرات نے اس مشین کی تصاویر لی تھیں۔ ہر زاویے سے اس کا نقشہ بنایا تھا۔ کیا آپ ایسی دوسری مشین تیار نہیں کر سکیں گے؟"

ایک سائنس داں نے کہا۔ "ہم نے سطحی طور پر اس کا مطالعہ کیا تھا۔ آپ حضرات نے اسے کھولنے اور اس کے پرزے الگ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ اس مشین کے ذریعے ضروری معلومات حاصل کرنی ہیں۔ ضروری رابطے کرنے ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہاں، ہم نے مشین کو کھولنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ ہمیں کیا معلوم تھا' یہ اچانک ہی تباہ کر دی جائے گی۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔ "میں اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہی ہوں۔ تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔ وہ مشین بری طرح تباہ ہو چکی ہے۔ نہ وہ تمہارے کام آئے گی' نہ ہی تم ایسی کوئی دوسری مشین تیار کر سکو گے۔ فی الحال میں تمہارے اس نقصان پر افسوس ہی کر سکتی ہوں۔"

"میڈم! یہ دیکھیں کہ آپ سے دوستی اور سمجھوتا ہمیں کتنا مہنگا پڑ رہا ہے۔ ہم نے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا تھا۔ اس سے جو گفتگو ہوتی رہی' آپ نے یقیناً اپنی مشین کے ذریعے سنی ہوگی؟"

"ہاں، میں نے سب کچھ سنا ہے۔ تمہارے تمام حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ یہ مانتی ہوں' گریٹ ایشورارا تمہیں کئی طرح کے خطرات سے دوچار کرتا رہے گا۔ ایسے وقت تم سب کو تحفظ فراہم کرنے کے سلسلے میں مجھ سے جو بن پڑے گا' وہ میں کروں گی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "گریٹ ایشورارا ہمارا بہت بڑا محاتی تھا۔ اس نے ہمیں غیر معمولی مشین دی۔ تم لوگوں کے خلاف ہمارا بھرپور ساتھ دیتا رہا لیکن ہماری وفاداری تبدیل ہوتے ہی وہ بدترین دشمن بن چکا ہے۔ ایسے وقت تمہارا فرض ہے کہ تم ہمیں گریٹ ایشورارا کے خلاف اسی طرح تحفظ فراہم کرو' جس طرح وہ تمہارے خلاف ہمیں تحفظ دیتا رہا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ غلط کہہ رہے ہو۔ اگر وہ بھرپور تحفظ فراہم کرتا تو میں تم لوگوں پر غالب نہ آتی اور نہ ہی تم میرے زیر اثر آتے۔ اس سے مایوس ہونے کے بعد ہی تم نے مجھ سے سمجھوتا کیا ہے۔" وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ "ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ سمجھو کہ نائب ایشورارا اور اس کے ماتحت جب بھی غیر معمولی مشین کے ذریعے تم پر حملے کریں گے تو میں بھی ایسے وقت بے بس اور مجبور ہو جاؤں گی۔ انہیں فوراً ہی روک نہیں پاؤں گی۔ اگر یہ مشین تمہارے پاس ہو اور تمہاری بیوی بچوں پر ایشورارا حملہ کرے تو تم بھی مجبور اور بے بس ہو جاؤ گے۔ اس کے حملے کو روک نہیں پاؤ گے۔ اس وقت تمہاری غیر معمولی مشین تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔"

ایک نے پوچھا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم گریٹ ایشورارا کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوتے رہیں گے؟"

سونیا نے کہا۔ "ایسی بھی بات نہیں ہے۔ کیا تم لوگ پریشانی اور بدحواسی میں عقل سے کام لینا بھول گئے ہو؟ ایسے وقت دشمن کی کمزوریوں کا حساب کرو۔ اس نے ہر ملک کے بڑے شہروں میں پانچ پانچ افراد کی ٹیم بھیجی ہے۔ ہر ٹیم کے سربراہ کے پاس ایک غیر معمولی مشین ہے۔ انٹرپول' ایف بی آئی اور سی آئی اے میں تمہارے بہت ہی ذہین اور تجربہ کار جاسوس ہیں۔ انہیں حکم دو' وہ ہر ملک کے بڑے بڑے شہروں میں پھیل جائیں۔ انہیں تلاش کرنے میں کچھ زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ بڑے شہروں کی آبادی لاکھوں اور کروڑوں تک ہے۔ اتنی بھیڑ میں وہ پانچ دشمنوں کی ٹیم کس طرح دکھائی دے گی؟ ہمارے جاسوس کس طرح ان کے ٹھکانے تک پہنچیں گے؟"

سونیا نے کہا۔ "بڑی آسانی سے پہنچیں گے۔ جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے' وہ کسی سے ادھار لے لیا کرو۔ تمہارے پاس عقل نہیں ہے' میں تمہیں ادھار دے رہی ہوں۔ اپنے خاص تجربہ کار سراغ رسانوں سے کہو' وہ سر سے پاؤں تک زرد رنگ کے لباس میں رہیں۔ لباس کے باہر ان کا ایک ناخن بھی نظر نہ آئے۔ شہر کے جس حصے میں شبہ ہو کہ وہاں کوئی سیارے والا پایا جا سکتا ہے تو وہ اسی لباس میں وہاں جائیں۔"

تمام اکابرین نے قائل ہو کر ایک دوسرے سے کہا۔ "یہ تو ہمارے سامنے کی بات ہے۔ سونیا جب زرد رنگ کے لباس میں تھی تو سیارے والے اسے غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھ نہیں پا رہے تھے۔ اتنی سی بات ہم بھول گئے۔ بے شک ایسے طریقۂ کار سے ان دشمنوں تک پہنچا جا سکتا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "اگر تم نے ایک ٹیم کو بھی گرفتار کر لیا تو سمجھو تمہارے ہاتھ ایک غیر معمولی مشین لگ جائے گی اور یہ تمہاری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔"

اُدھر نائب ایشورارا نے تریالا سے کہا تھا کہ وہ اپنی مشین میں ان اکابرین کو دیکھے اور سونیا سے ہونے والے معاملات کو سمجھتا رہے۔ وہ یہی کر رہا تھا اور اپنے نائب ایشورارا تک ان کی باتیں پہنچا رہا تھا۔ تریالا نے کئی بار اسے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہ نظر نہیں آئی۔ نائب ایشورارا نے جھنجلا کر کہا۔ "یہ بہت ہی خطرناک بلا ہے۔ ہوا کی طرح ہے۔ نہ دکھائی دیتی ہے' نہ مٹھی میں آتی ہے۔ کم بخت کتنی ذہین اور حاضر دماغ ہے۔ ان اکابرین کو ہم تک پہنچنے کا کتنا آسان راستہ دکھا رہی ہے۔ یہ تو ہمارے لیے مصیبت بنتی چلی جا رہی ہے۔"

اس وقت نائب ایشورارا لاہور کے ہوٹل کے ایک کمرے میں بیٹھا تھا۔ موجودہ پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے مطابق وہ ایک سیاح تھا۔ برما کے شہر رنگون سے آیا تھا۔ لاہور کے تاریخی مقامات کو گھوم پھر کر دیکھنا اور ان پر ایک کتاب لکھنا چاہتا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے تریالا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "سیارے سے آنے والی ہماری جتنی ٹیمیں ہیں' ان سب کو خبردار کرو۔ اس دنیا کے تمام نامی گرامی جاسوس زرد لباس میں چھپ کر ہمیں تلاش کرنے آ رہے ہیں۔ موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ وہ سب اپنی اپنی پناہ گاہ کی چار دیواری سے باہر نہ نکلیں۔ ضروریات زندگی کی تمام چیزیں دو چار گھنٹوں کے اندر خرید کر اپنے گھروں میں رکھ لیں اور اپنی اپنی مشین کے ذریعے معلوم کرنے کی کوششیں کرتے رہیں کہ وہ سراغ رساں کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟"

ترباالا نے کہا۔ "جب وہ زرد رنگ کے لباس میں ہوں گے اور نظر نہیں آئیں گے تو ہم ان کے بارے میں کیسے معلوم کریں گے؟"

نائب ایشورارا نے کہا۔ "ذرا عقل سے سوچو! جو لوگ سر سے پاؤں تک زرد لباس میں ہوں گے انہیں دوسرے لوگ ذرا حیرانی سے اور توجہ سے دیکھیں گے۔ ایسے وقت یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے سامنے سے کوئی زرد رنگ کے لباس میں گزر رہا ہے۔"

ترباالا نے کہا۔ "بے شک، ایسے وقت معلوم ہو سکے گا کہ نادیدہ بن کر رہنے والے جاسوس ہمارے آس پاس ہیں۔"

ترباالا اس کے حکم کے مطابق دوسری تمام ٹیموں کو انفارم کیا۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا تھا۔ کھلی فضا میں جانا چاہتا تھا لیکن اب محتاط رہنا ضروری تھا۔ اگلے ایک آدھ گھنٹے میں ہر ملک کے جاسوس زرد رنگ کے لباس میں چھپ کر ان میں سے کسی کے بھی قریب پہنچ سکتے تھے۔ وہ ہوٹل کے کمرے سے نکل کر کچھ کھانا پینا اور اچھا وقت گزارنا چاہتا تھا۔ وہاں جانے سے پہلے یہ اچھی طرح یقین کر لینا چاہتا تھا کہ آس پاس کہیں کوئی زرد پوش تو نہیں ہے۔

اگر کوئی ہوتا تو آس پاس کے لوگ واقعی اسے حیرانی سے دیکھتے کہ وہ سر سے پاؤں تک اس رنگ کے لباس میں کیوں چھپا ہوا ہے؟ سونیا کے مشورے کے مطابق دنیا کے تمام جاسوس تمام ممالک اور شہروں میں ایسے لباس میں چھپ کر انہیں تلاش کرنے والے تھے لیکن اس طرح تماشا بننے والے بھی تھے۔ بڑے تو بڑے بچے بھی حیرانی سے ایسے کسی زرد پوش کو دیکھتے تو فوراً ہی بلو کلر بلائنڈ سیارے والوں کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگتی۔

اس نے ڈائننگ ہال میں آکر ایک جوان عورت کو دیکھا۔ وہ گردن سے لے کر اپنی پنڈلیوں تک دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ صرف اس کا سر گردن تک، دونوں ہاتھ اور دونوں ٹانگیں دکھائی دے رہی تھیں کیونکہ وہ زرد رنگ کے اسکرٹ اور بلاؤز میں تھی۔ اسی طرح زرد رنگ کا رومال، زرد رنگ کا کوئی مشروب، کاغذ یا سائن بورڈ انہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ ان باتوں کے عادی تھے۔ سمجھ لیتے تھے کہ ان کے سامنے زرد رنگ کی کوئی چیز رکھی ہوئی ہے۔ وہ ایسی چیزوں سے کترا کر نکل جاتے تھے۔

وہ ایک چھوٹی سی میز پر آگیا۔ ویٹر نے اس کے آگے مینو بک رکھی۔ اس نے کھانوں کا انتخاب کیا پھر آرڈر دے کر وہیں بیٹھے بیٹھے ڈائننگ ہال کا جائزہ لینے لگا۔

اس کے پاس دولت تھی۔ زندگی کا تمام عیش و آرام تھا۔ صرف ایک لائف پارٹنر نہیں تھی۔ اس نے اسلام آباد میں رہنے کے دوران ایک حسینہ کے ساتھ دو چار دن گزارے تھے پھر اسے مجبوراً چھوڑنا پڑا تھا۔ سونیا کسی وقت بھی بلائے ناگہانی کی طرح اس کی طرف آ سکتی تھی۔ وہ اپنا نام، اپنا لب و لہجہ، اپنی شخصیت بدل کر لاہور چلا آیا تھا۔

ایک ویٹر نے اس کے آرڈر کے مطابق تمام ڈشیں لاکر میز پر رکھ دیں۔ ایسے وقت ایک نوجوان جوڑا اس کے قریب سے گزرتا ہوا سامنے والی میز کی طرف بڑھا۔ نوجوان کہہ رہا تھا۔ "پورا ہال بھرا ہوا ہے۔ یہی ایک میز خالی ہے۔"

نائب ایشورارا نے اس حسین لڑکی کو دیکھا تو جیسے سحر زدہ سا ہو کر اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ سیدھی دل میں اتر رہی تھی۔ اس نوجوان کے ساتھ وہ سامنے والی میز پر بیٹھ گئی تھی۔ نائب ایشورارا اس نوجوان کے دماغ میں گھس کر اس حسینہ کو دیکھنے لگا۔

وہ جوان کہہ رہا تھا۔ "تم اسی لاکھ روپے کی کار میں گھومتی ہو۔ میں تم سے کمتر نہیں ہوں میرے ڈیڈ نے مجھے جو کار دلائی، اس کی قیمت ایک کروڑ دس لاکھ روپے ہے۔"

وہ بولی۔ "تم ہمیشہ میرے پاپا کی اور اپنے ڈیڈ کی دولت مندی کا موازنہ کرتے رہتے ہو۔ اگر تمہاری کار میری کار سے زیادہ قیمتی ہے تو میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"میرے لیے فرق پڑتا ہے۔ میں تمہیں چاہتا ہوں۔ آئندہ تم ہی میری لائف پارٹنر بنو گی۔"

"تم بہت دور تک سوچتے ہو۔ شادی تو بعد کی بات ہے۔ ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے پوری زندگی گزر جاتی ہے اور ہماری ملاقات تو دو دن کی ہے۔ میں کسی کو بھی اچھی طرح دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کے بعد ہی اپنا لائف پارٹنر بناؤں گی۔"

وہ بڑے فخر سے بولا۔ "دیکھنے اور سمجھنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ میں خوبرو ہوں، اسمارٹ ہوں، دولت مند ہوں، میرے پرسنل بینک اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ روپے ہیں۔"

وہ بولی۔ "اور میرے پرسنل اکاؤنٹ میں کروڑوں روپے ہیں۔"

وہ چونکتے ہوئے بولا۔ "تمہارے بینک اکاؤنٹ میں اور کروڑوں روپے...!"

وہ بولی۔ "صرف اتنا ہی نہیں، دو کروڑ کی ایک کوٹھی بھی میرے نام ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "تم خوامخواہ ڈینگیں مار رہی ہو۔"

وہ اپنے پرس سے کاغذ قلم نکال کر کچھ لکھنے لگی۔ اس کا رخ نائب ایشورارا کی طرف تھا۔ اب وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ رہا تھا تو پتا چلا کہ وہ اس نوجوان سے متاثر نہیں ہے۔ وہ اس کے ساتھ نہیں آئی تھی۔ ہوٹل میں داخل ہو رہی تھی تو وہ اچانک ہی سامنے آگیا تھا اور اب اس کے ساتھ آکر اس میز پر بیٹھ گیا تھا۔

نائب ایشورارا نے اسے اپنی دیکھنے پر مائل کیا تو اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ان کے درمیان تھوڑا فاصلہ تھا مگر نگاہیں چار ہوئیں تو اس نے لڑکی کو نظریں ہٹانے نہیں دیں۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے متاثر کرنے لگا۔ یہ خیال پیدا کرنے لگا۔ "وہ جو سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ بہت ہی چند هم اور اسمارٹ ہے۔ اس نام نہاد دولت مند ہیرو سے لاکھ درجے بہتر ہے۔"

وہ دوبارہ سر جھکا کر لکھنے لگی پھر وہ پرچی اس نوجوان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ "یہ میرا بینک اکاؤنٹ نمبر ہے۔ تم معلوم کر سکتے ہو کہ کتنے کروڑ روپے میرے ذاتی اکاؤنٹ میں ہیں اور یہ میرے وکیل کا فون نمبر ہے۔ وہ بتائے گا کہ کروڑوں کی جائیداد میرے نام لکھی جا چکی ہے۔ میرے پاپا مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں، کتنے فراخ دل ہیں... یہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

اس نے اس پرچی کو پڑھا پھر اسے مٹھی میں جکڑتے ہوئے کہا۔ "تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو چیز مجھے حاصل نہیں ہوتی، میں اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہوں۔ کم از کم تمہارا یہ خوبصورت چہرہ تیزاب سے بگاڑ سکتا ہوں۔"

وہ لڑکی سہم کر کہنے لگی۔ "آخر تم مجھ سے دشمنی کیوں کر رہے ہو؟ خوامخواہ میرے گلے پڑ گئے اور اب مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ کیا میں پولیس کو کال کروں؟"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر چیلنج کرتے ہوئے بولا۔ "اچھی بات ہے، میں تم سے نمٹ لوں گا۔"

لڑکی نے دل ہی دل میں کہا۔ "اللہ کرے یہ شیطان مر ہی جائے۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی نائب ایشورارا نے اس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ پیدا کی۔ وہ چلتے چلتے اوندھے منہ گر گیا پھر جلدی سے اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑنے لگا۔ نائب ایشورارا نے اس لڑکی کے اندر سوال پیدا کیا۔ "میں اسے اور کیا سزا دینا چاہتی ہوں؟"

اس کی سوچ نے جواباً کہا۔ "کوئی اس کی پٹائی کرے تو میرے دل کو ٹھنڈک پہنچے گی۔"

ایک میز پر بہت ہی ہٹا کٹا باڈی بلڈر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مغرور جوان نائب ایشورارا کی مرضی کے مطابق تیزی سے اس کے پاس گیا پھر اس کے گریبان کو پکڑ کر بولا۔ "تم نے ٹانگ اڑائی تھی اور میں اوندھے منہ گر پڑا تھا۔"

باڈی بلڈر نے اپنا گریبان چھڑاتے ہوئے اس کے منہ پر ایک گھونسا جڑ دیا پھر اس کی پٹائی کرنے لگا۔ وہاں میں افراتفری پیدا ہو گئی۔ ہوٹل کا اسٹاف دوڑتا ہوا آیا۔ سیکیورٹی گارڈز بھی آگئے۔ انہوں نے ان دونوں کو پکڑ لیا اور انہیں باہر لے گئے۔ وہ لڑکی حیرانی سے سوچ رہی تھی۔ "یہ کیسے ہو گیا؟ میں نے جو سوچا، اسی کے مطابق اسے سزا ملتی گئی؟"

وہ سوچتی ہوئی بے خیالی میں اپنی جگہ سے اٹھ کر نائب الشورارا کے سامنے والی کرسی پر آکر بیٹھ گئی پھر چونک کر بولی۔ ''اوہ!... سوری، میں یہاں کے ہنگامے سے گھبرا کر اِدھر آگئی ہوں۔ ابھی چلی جاؤں گی۔''

نائب الشورارا نے کہا۔ ''تمہیں یہیں بیٹھنا چاہیے۔ تم تنہا ہو۔ اگر مجھ پر بھروسا کرو گی تو وہ تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

اس نے لڑکی کو پھر اپنی طرف دیکھنے اور اپنے لیے سوچنے پر مائل کیا۔ وہ اسے چور نظروں سے دیکھنے اور سوچنے لگی۔ ''پتا نہیں کیوں' یہ آدمی مجھے پہلی نظر میں اچھا لگ رہا ہے۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے مگر نہیں... مجھے کسی مرد پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔''

وہ اس کی سوچ میں بولا۔ ''یہ میں کیا سوچ رہی ہوں؟ زندگی میں کسی ایک پر تو بھروسا کرنا ہی پڑتا ہے اور یہ تو میں نے سوچ رکھا ہے' پہلے کسی کو اچھی طرح دیکھوں گی' سمجھوں گی' پرکھوں گی پھر اس پر اعتماد کروں گی۔ یہ شخص پہلی ملاقات میں اچھا لگا ہے۔ اس کے ساتھ کچھ وقت گزاروں گی۔ تب ہی اس کے بارے میں صحیح معلومات حاصل ہو سکیں گی۔''

نائب الشورارا نے کہا۔ ''میرا نام جمال احمد ہے۔ برما کے شہر رنگون سے آیا ہوں۔ تم مجھے بہت اچھی لگی ہو۔ میں چاہتا ہوں میرے ساتھ کچھ وقت گزارو۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمہارے معیار پر پورا اتر کر تمہارا دل جیت لوں۔''

ایسا کہتے ہوئے وہ محسوس کر رہا تھا کہ دل کی گہرائیوں سے اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ اس نے سیارے میں رہ کر ہی یہ طے کر لیا تھا کہ جب بھی زمین پر جائے گا تو ہوس کو غالب نہیں آنے دے گا۔ کسی بہت ہی خوبصورت لڑکی کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارے گا۔ اس نے جیسا سوچا تھا' اس سے زیادہ حسین لڑکی سامنے بیٹھی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اس پر نثار ہو رہا تھا۔

وہ اگرچہ مسلمان نہیں تھا۔ سیارے والوں کا کوئی دین دھرم نہیں ہوتا۔ اس نے پاکستان میں رہنے کے لیے اسلامی نام جمال احمد رکھ لیا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا۔ ''اگر یہ لڑکی راضی ہو جائے گی۔ مجھے اپنی محبتیں دے گی تو میں سچ مچ مسلمان بن جاؤں گا۔''

وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''گریٹ الشورارا نے کہا تھا' تم جس دنیا میں جا رہے ہو' وہ ایک جادو نگری ہے۔ اس دنیا کی حسین عورتیں سحر پھونکنا جانتی ہیں۔ پہلی ہی ملاقات میں نادیدہ زنجیریں پہنا کر اپنا اسیر بنا لیتی ہیں۔''

اور یہی ہو رہا تھا۔ اگرچہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس حسینہ کو اسیر کر رہا تھا لیکن خود اس کے زیرِ اثر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کا نام معلوم کر چکا تھا پھر بھی انجان بن کر بولا۔ ''میں نے اپنا نام بتایا ہے۔ کیا تم اپنا نام نہیں بتاؤ گی؟''

وہ بولی۔ ''میرا نام فہمیدہ ہے۔ میرے پاپا بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ ان کی اولادیں مر چکی ہیں۔ انہوں نے مجھے بیٹی بنایا ہے۔ کیا تم بھی بزنس مین ہو؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''مجھے تاریخ کے شعبے سے دلچسپی ہے۔ میں یہاں بادشاہی مسجد' شاہی قلعہ اور مقبرہ جہانگیر وغیرہ پر کچھ ریسرچ کرنے آیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں' تم میری گائیڈ بن جاؤ اور ایسے تمام تاریخی مقامات کی مجھے سیر کراؤ۔''

''تم ہمارے مہمان ہو۔ میں بخوشی تمہیں ایسی تمام جگہوں کی سیر کراؤں گی لیکن پہلے اپنے پاپا سے اجازت لوں گی۔ ان کی اجازت کے بغیر میں کوئی کام نہیں کرتی۔''

اس نے پوچھا۔ ''تمہارے پاپا کا نام کیا ہے؟''

وہ بڑے فخر سے سینہ تان کر بولی۔ ''فرہاد...!''

نائب الشورارا جمال احمد کو زبردست ذہنی جھٹکا پہنچا۔ وہ ایکدم سے چکرا کر رہ گیا۔ ایک لمحے کے لیے یوں لگا جیسے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ہے اور میں اس اندھیرے میں اس کی گردن دبوچنے آگیا ہوں۔ اس کے ہاتھ سے چمچ اور فورک چھوٹ گیا۔

فہمی نے تعجب سے پوچھا۔ ''کیا ہوا...؟''

وہ سنبھلتے ہوئے بولا۔ ''کچھ نہیں وہ... میں باتوں میں الجھا ہوا ہوں۔ اب تک تم سے کچھ کھانے کے لیے نہیں کہا۔ مجھے بتاؤ' کیا کھانا پسند کرو گی؟''

''کچھ نہیں۔ میں گھر جا کر پاپا کے ساتھ لنچ کروں گی۔ ابھی یہاں صرف کافی پینے آئی تھی۔''

اس نے ویٹر کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا۔ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ ''کیا میں فرہاد علی تیمور کی بیٹی کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہوں؟'' سیارے سے آنے والوں کو ہماری تمام ہسٹری معلوم تھی۔ وہ میرے متعلق سوچنے لگا۔ ''میں نے فرہاد کا جو ریکارڈ پڑھا ہے۔ اس کے مطابق اس کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بیٹی کا نام اعلیٰ بی بی عرف عالی ہے مگر یہ تو اپنا نام

فہمیدہ عرف فہمی بتا رہی ہے۔" وہ چور نظروں سے فہمی کو دیکھ کر سوچ رہا تھا۔ دل کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔ پتا نہیں کیوں اس کے لیے دیوانگی بڑھتی جا رہی تھی؟

وہ یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اپنی موت کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ دماغ کہہ رہا تھا کہ اسے فوراً وہاں سے اٹھ کر جانا چاہیے۔ اس ہوٹل کو چھوڑ دینا چاہیے بلکہ اس شہر سے کہیں دوسری جگہ چلے جانا چاہیے۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عشق سچا ہو تو پھر پیش آنے والے خطرات اپنی اہمیت کھو دیتے ہیں۔ کانٹوں پر چلنا بہت اچھا لگتا ہے۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ فہمی سے دور نہیں جا سکے گا۔ اس کے قریب رہنے کا کوئی تو بہانہ ڈھونڈنا ہی ہوگا۔

اسے خیال آیا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے فہمی نے کہا تھا کہ اس کے پاپا کی تمام اولادیں مر چکی ہیں اور انھوں نے اسے اپنی بیٹی بنایا ہے..." یہ باتیں یاد آئیں تو اس کے اندر ایک نیا حوصلہ پیدا ہوا۔ وہ میرا موجودہ ریکارڈ جانتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میری تمام اولادیں زندہ ہیں جبکہ فہمی کے بیان کے مطابق میری تمام اولادیں مر چکی تھیں اور میں نے اسے بیٹی بنایا تھا۔

تب اس کے ذہن میں یہ بات آئی۔ "فرہاد نام کے بہت سے لوگ ہو سکتے ہیں۔ مجھے اس کا پورا نام معلوم کرنا چاہیے۔"

فہمی کی کافی آ گئی تھی۔ وہ پیالی اٹھا کر کافی کی چسکی لے رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "تمہارے پاپا کا پورا نام کیا ہے؟"

اس نے کہا۔ "فرہاد انور شاہ ... ان کا بزنس یورپ تک پھیلا ہوا ہے۔"

اس نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "مجھے ایسا لگتا ہے جیسے یہ نام سن چکا ہوں۔"

وہ پرس کھولتے ہوئے بولی۔ "ان کی ایک تصویر میرے پاس رکھی ہے۔ ذرا دیکھو! میرے پاپا اس عمر میں بھی کتنے ہینڈسم اور اسمارٹ ہیں۔"

اس نے فوراً ہی تصویر دیکھی تو پھر ایک بار ذہن کو جھٹکا سا پہنچا۔ ٹھیک اسی صورت شکل کے ساتھ میری پوری ہسٹری اس کی غیر معمولی مشین میں فیڈ کی گئی تھی۔ وہ اندر ہی اندر جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

فہمی نے کہا۔ "تم کچھ پریشان ہو کر میرے پاپا کو دیکھ رہے ہو؟"

اس نے چونک کر سر اٹھایا پھر جلدی سے کہا۔ "نہیں، دراصل میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میری یادداشت اتنی کمزور کیوں ہو گئی ہے؟ تمہارے پاپا واقعی خوبرو اور اسمارٹ ہیں۔"

وہ اس سے میری تصویر لیتے ہوئے بولی۔ "میرے پاپا ساری دنیا میں بس ایک ہی ہیں۔ ان کے جیسا نہ کوئی ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔"

وہ اندر سے ڈوب رہا تھا۔ اوپر سے ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "بے شک، تم بہت خوش نصیب ہو۔ اتنے بڑے باپ کی بیٹی ہو جس کی مثال ساری دنیا میں نہ ملتی ہے' نہ ملے گی۔"

وہ میری تعریفیں سن کر خوش ہو رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں اپنے پاپا سے تمہیں ضرور ملاؤں گی۔"

وہ گھبرا کر بولا۔ "نن... نہیں... میرا مطلب ہے' ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ پہلے ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ تم مجھے اچھی طرح پرکھ لو۔ جب تمہارا دل یہ کہے کہ میں تمہارے قابل ہوں اور تمہارے پاپا سے مل سکتا ہوں تب ان سے ضرور ملاقات کروں گا۔"

اس نے کافی کا آخری گھونٹ پینے کے بعد کہا۔ "اچھی بات ہے۔ اب میں چلتی ہوں۔ تم نے کہا تھا' مجھے گائیڈ بن کر تمہیں تاریخی مقامات کی سیر کرانی چاہیے۔ کیا آج شام چلو گے؟"

ابھی وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آئندہ اسے کیا کرنا چاہیے؟

اس نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں سوچ رہا تھا' شام کو میری مصروفیات کیا ہیں؟ ایسا کرو، اپنا فون نمبر دو۔ میں تم سے بعد میں رابطہ کروں گا۔"

دونوں نے فون نمبرز کا تبادلہ کیا پھر وہ فہمی کے ساتھ باہر آ گیا۔ جب وہ اپنی کار میں نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔ ایسے وقت تربالا ہاتھ میں بریف کیس نما مشین اٹھائے ہوئے آیا۔ اسے نائب ایشورارا کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔ "گریٹ ایشورارا نے حکم دیا ہے کہ میں اپنی مشین تمہارے حوالے کر دوں۔ بارہ گھنٹے بعد مجھے دوسری مشین مل جائے گی۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "زبردست ... مجھے اس کی سخت ضرورت تھی۔ اس کے بغیر میں خود کو خالی محسوس کر رہا تھا۔ تھینکس اے لاٹ... کیا پیو گے؟"

اس نے کہا۔ "شکریہ... گریٹ ایشورارا کا حکم ہے' ہم

جیسے اہم افراد کو زیادہ دیر ایک جگہ نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ دوسری کوئی بات کیے بغیر چلا گیا۔ نہ اس نے یہ بتایا کہ کہاں سے آیا تھا اور نہ ہی یہ بتایا کہ اب کہاں جانے والا ہے؟ اس کے جاتے ہی نائب ایشورارا نے دروازے کو اندر سے بند کر کے غیر معمولی مشین کو آن کر کے میرے کوڈ نمبرز پنچ کیے تو اسکرین پر میری تصویر دکھائی دینے لگی۔ وہ ایک ساکت تصویر تھی۔ میں اسکرین پر اس لیے متحرک نہیں تھا کہ فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے گم ہو چکا تھا۔ سیارے والوں کی کوئی مشین میری موجودہ زندگی کو پنچ نہیں کر سکتی تھی اور نہ ہی میرے موجودہ حالات معلوم کر سکتی تھی۔

اسکرین پر میری تصویر کے ساتھ تحریری معلومات ابھر رہی تھیں۔ "فرہاد علی تیمور کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔ وہ اس دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مر چکا ہے۔"

پھر اس نے فہمیدہ عرف فہمی کا نام اس مشین میں پنچ کیا۔ ایسے وقت مشین کے آڈیو سسٹم سے اس کی آواز سنائی دی۔ وہ فون پر مجھ سے پوچھ رہی تھی۔ "ہیلو پاپا! کیا آپ گھر پر ہیں؟"

نائب ایشورارا جمال احمد نے اس کے ذریعے میری آواز سنی۔ "بیٹی...! میں اس وقت ہیڈ آفس میں ہوں۔ مجھے یاد ہے' آج تم میرے ساتھ لنچ کرنا چاہتی ہو۔ میں ایک گھنٹے کے اندر گھر پہنچ جاؤں گا۔"

جمال احمد ہماری باتیں سن رہا تھا اور مشین کو آپریٹ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "فہمیدہ عرف فہمی اور فرہاد انور شاہ کی آواز کے حوالے سے ان کی متحرک تصاویر پیش کی جائیں۔"

اس وقت فہمی کہہ رہی تھی۔ "پاپا! میں راستے میں ہوں۔ کیا ہیڈ آفس چلی آؤں؟"

میں نے کہا۔ "اگر یہ تمہارے لیے ایزی ہے تو چلی آؤ۔ ہم ساتھ گھر جائیں گے۔"

ایسے ہی وقت میں اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ اپنے ہیڈ آفس میں بیٹھا فون پر بول رہا تھا پھر فہمی دکھائی دی۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی فون کان سے لگائے کہہ رہی تھی۔ "آل رائٹ پاپا! میں ابھی پہنچ رہی ہوں۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ جمال احمد مجھے اسکرین پر دیکھنے لگا۔ اس وقت میرے سامنے ایک کلائنٹ بیٹھا تھا اور میں اس سے کاروباری گفتگو کر رہا تھا۔ میرے ریکارڈ میں یہ بات درج نہیں تھا کہ میں ایک بزنس مین ہوں۔ میں عارضی

طور پر بھی کبھی کسی بزنس میں ملوث نہیں رہا اور نہ ہی ایسی بزنس ڈیلنگ جانتا تھا۔ جیسی کہ اس وقت میری باتوں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ میں اپنے سامنے بیٹھے ہوئے کلائنٹ سے بہت ہی ٹھوس اور مدلل انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔

یوں جمال احمد کے اندر حوصلہ اور امید پیدا ہو رہی تھی کہ وہ فہمی سے محبت کر کے کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوگا۔ اس نے سوچا۔ "یہ فرہاد علی تیمور نہیں... فرہاد انور شاہ ہے۔ نہ ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا' نہ ہی اسے یوگا میں مہارت حاصل ہوگی۔ میں اس کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھ کر پوری طرح مطمئن ہو سکتا ہوں۔"

مگر وہ تذبذب کا شکار تھا۔ یہ اندیشہ بھی تھا کہ میرے دماغ میں آئے گا تو میں کہیں پلٹ کر اسے اپنی گرفت میں نہ لے لوں۔ اس کی اصلیت کو نہ پہچان لوں کہ وہ سیارے سے آنے والا شخص ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ میں اپنی سوچ کا لب و لہجہ بدل کر اس کے اندر جاؤں گا۔ بس تھوڑے سے خیالات پڑھوں گا پھر خطرہ محسوس کرتے ہی واپس چلا آؤں گا۔

فہمی رہ رہ کر اسے تصور میں دکھائی دے رہی تھی۔ دل بے اختیار اس کی سمت کھنچا جا رہا تھا۔ آخر اس نے حوصلہ کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا میرے اندر پہنچ گیا پھر پہنچتے ہی اطمینان کی سانس لی۔ کیونکہ میں نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ میری حیثیت فرہاد علی تیمور کی نہیں تھی۔ میں تو ایک سیدھا سادہ سا بزنس مین فرہاد انور شاہ تھا۔

میں نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ سانس نہیں روکی تھی۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ میں نے کبھی یوگا کی مشقیں نہیں کیں۔ میرے چور خیالات کہہ رہے تھے' میں خیال خوانی کی دنیا سے دور رہنے والا محض ایک بزنس مین ہوں۔ اسے پورا یقین ہو گیا کہ میں ایک بے ضرر بزنس مین فرہاد انور شاہ ہوں اور میری ذات سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

تب اس نے فون کے ذریعے فہمی سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "تم سے پہلی ملاقات ہوئی اور یہ ملاقات بہت مختصر سی رہی۔ میں تمہیں مس کر رہا ہوں۔ کیا آج شام چار بجے شاہی قلعے کی سیر کراؤ گی؟"

وہ بولی۔ "ہاں کیوں نہیں، میں چار بجے سے پہلے ہی تمہیں ہوٹل سے پک کر لوں گی۔ ابھی فون پر زیادہ بات نہیں کر سکتی۔ اس وقت اپنے پاپا کے پاس جا رہی ہوں۔ او کے بائی......" اس نے رابطہ ختم کر دیا۔

اس نے بھی فون بند کردیا لیکن اسکرین پر بڑی لگن سے اسے دیکھتا رہا۔ عشق کی آگ میں جلنے والے جانتے ہیں کہ یہ آگ کس طرح جلاتی ہے؟ وہ اب پوری سچائی سے اسے حاصل کرلینا چاہتا تھا۔ ان لمحات میں اس نے فیصلہ کیا کہ آئندہ گریٹ ایشور ارا اسے پیار سے میں واپس بلائے گا تو وہ اپنی فہمی کو چھوڑ کر کبھی نہیں جائے گا۔

عشق کی یہی پہچان ہے وہ عاشق کو ساری دنیا سے باغی بنا کر اسے اپنے در پر جھکاتا ہے۔

☆☆☆

چار یار سونیا تک پہنچنے کا عزم کر چکے تھے اور اس کا پتا بابا صاحب کے ادارے سے ہی مل سکتا تھا۔ اسٹین روبن نے نجیب خان سے کہا۔ ”تم باپ کے حوالے سے مسلمان ہو۔ اس لیے تم بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرو گے تاکہ ہمیں سونیا کا کچھ پتا ٹھکانا معلوم ہوسکے۔ اگر وہ ملاقات نہ کرنا چاہے تو کم از کم اس کا ٹیلی فون نمبر ہی معلوم ہوجائے۔“

باقی دو ساتھیوں نے بھی اس کی تائید کی۔ نجیب خان نے فون کے ذریعے ادارے کے انچارج کو مخاطب کیا۔ اپنا نام اور مختصر سا تعارف پیش کرنے کے بعد کہا۔ ”ہم میڈم سونیا سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ ملاقات کے لیے ہمیں وقت دے سکتی ہیں؟“

انچارج نے کہا۔ ”میڈم بہت مصروف ہیں۔ ملاقات نہیں کرسکیں گی۔ فون پر باتیں ہوسکتی ہیں۔ آپ نمبر نوٹ کریں مگر پلیز، طویل گفتگو میں وقت ضائع نہ کریں۔“

نجیب خان نے فون نمبر نوٹ کیا۔ ان کے ایک ساتھی جوزف ہارڈی نے اپنے فون پر نمبر پچ کیے۔ رابطہ ہونے پر سونیا کی آواز سنائی دی۔ ”ہیلو کون...؟“

ہارڈی نے پوچھا۔ ”کیا آپ میڈم سونیا بول رہی ہیں؟“

سونیا نے جواب دیا۔ ”ہاں، میں بول رہی ہوں۔ تم کون ہو؟ مجھ سے رابطہ کیوں کیا ہے؟“

”میڈم...! ہم نے ایک حیرت انگیز مشین ایجاد کی ہے۔ یہ ایک فورکاسٹ کرنے والی مشین ہے۔ آنے والے ہر دن اور ہر لمحے کی سچی پیش گوئی کرتی ہے۔ اگر آپ ہمیں تھوڑا سا وقت دیں تو ہم اس مشین کی کارکردگی آپ کو دکھائیں گے۔ اس کے بعد اپنا مقصد بیان کریں گے کہ ہم آپ کی اور فرہاد صاحب کی سرپرستی کیوں چاہتے ہیں؟“

سونیا نے کہا۔ ”فون بند کرو۔ میں ابھی کال بیک کروں گی۔“

رابطہ ختم ہوگیا۔ سونیا اپنی غیر معمولی مشین کے سامنے بیٹھی تھی اور ہارڈی کی آواز کو اپنی مشین میں فیڈ کرچکی تھی۔ اب اسے آپریٹ کرتے ہوئے مشین سے پوچھ رہی تھی۔ ”اس آواز کو کیچ کرکے بتایا جائے کہ کس ملک، کس شہر اور کس عمارت کی چار دیواری سے فون کیا گیا ہے؟“

تھوڑی دیر بعد ہی اسکرین پر ایک شہر کا نقشہ ابھرا۔ اس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔ ”یہ انڈیا کا ایک شہر بیکانیر ہے۔“

اب اسکرین پر ایک خوبصورت سا بنگلا دکھائی دے رہا تھا۔ ایک تحریر ابھر رہی تھی۔ ”اس عمارت کی چار دیواری سے فون کیا گیا ہے۔“

سونیا نے کہا۔ ”فون کرنے والے کو اس کی آواز کے ذریعے کیچ کیا جائے اور اسکرین پر پیش کیا جائے۔“

چند سیکنڈ بعد ہی جوزف ہارڈی اسکرین پر دکھائی دیا۔ اس کے پاس اس کے تین ساتھی سراج سکسینا، نجیب خان اور اسٹین روبن بھی بیٹھے نظر آرہے تھے۔ ان کے سامنے دیوار پر ایک چار فٹ چوڑی اور چھ فٹ لمبی ٹی وی اسکرین تھی۔ اس کے آگے کتنے ہی آلات بکھرے ہوئے تھے۔ سونیا نے فوراً پہچان لیا کہ جس مشین کا ذکر کیا گیا ہے یہ وہی ہے اور ان آلات کے ذریعے اس مشین کو آپریٹ کیا جاتا ہے۔

وہ چاروں آپس میں باتیں کررہے تھے۔ ایک نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میڈم نے وعدہ کیا ہے تو وہ ضرور کال بیک کریں گی۔“

نجیب خان نے کہا۔ ”خدا کرے میڈم کا تعاون ہمیں حاصل ہوجائے پھر تو ہم فرہاد صاحب تک بھی پہنچ جائیں گے۔“

سونیا نے مشین کے ذریعے الپا کو دیکھا پھر اس سے کہا۔ ”مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ ابھی میرے پاس آؤ اور کبریا کو ساتھ لے آؤ۔“

وہ چند سیکنڈ کے اندر ہی اس کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے کہا۔ ”میں مشین کی اسکرین پر ان چار افراد کو دیکھ رہی ہوں۔ جنہوں نے ایک حیرت انگیز فورکاسٹ کرنے والی مشین ایجاد کی ہے۔ میں ان سے باتیں کروں گی۔ اس دوران تم دونوں ان چاروں کے خیالات پڑھتے رہو اور ان کی اصلیت معلوم کرو۔“

سونیا نے انہیں ہدایت دینے کے بعد فون کے ذریعے جوزف ہارڈی سے رابطہ کیا۔ ”میں سونیا بول رہی ہوں۔ اپنی مشین کو آپریٹ کرو۔ میں اس کی کارکردگی دیکھنا چاہتی ہوں۔“

”میڈم! جب تک آپ یہاں نہیں آئیں گی، اس مشین کو دیکھیں گی نہیں تب تک اس کے فنکشن کو کیسے سمجھیں گی؟“

وہ بولی۔ ”میں کہیں بھی بیٹھ کر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کسی کو بھی دیکھ سکتی ہوں۔ تمہیں بھی دیکھ رہی ہوں۔ اس وقت تم تنہا نہیں ہو، تمہارے ساتھ تین ساتھی ہیں۔ ان میں سے دو مشین کے آلات کا معائنہ کررہے ہیں۔ ایک تمہارے دائیں طرف بیٹھا ہے اور تم اس وقت حیرانی سے سر کھجاتے ہوئے میرے متعلق سوچ رہے ہو۔“

ہارڈی نے شدید حیرانی سے کہا۔ ”یس میڈم! آپ درست فرما رہی ہیں۔ ہم حیران ہیں، آپ ہمیں کیسے دیکھ رہی ہیں؟ کہاں سے دیکھ رہی ہیں؟ کیا ہمارے قریب ہیں؟“

”میں تم لوگوں سے ہزاروں میل دور ہوں۔ تم نے ایک حیرت انگیز مشین ایجاد کی ہے اور میرے پاس بھی ایک حیرت انگیز مشین ہے۔ تم اپنی مشین کے ذریعے مستقبل میں پیش آنے والے حالات معلوم کرتے ہو۔ میں اپنے مطلوبہ افراد کے موجودہ حالات اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہوں اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتی ہوں۔“

”مائی گاڈ! آپ واقعی حیران کردینے والی خاتون ہیں۔“

”حیران ہونے میں وقت ضائع نہ کرو۔ فون بند کرو۔ فون کے بغیر میری آواز سن سکو گے اور میں تم چاروں کی آوازیں سنوں گی۔“

وہ فون بند کرکے دیوار پر لگی ہوئی بڑی سی اسکرین کے سامنے آگیا پھر اس کے آگے پھیلے ہوئے آلات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ”ہم ان آلات کے ذریعے اس مشین کو آپریٹ کرتے ہیں۔“

سونیا نے پوچھا۔ ”مطلوبہ شخص کے مستقبل کے حالات کس طرح معلوم کرتے ہو؟“

”پہلے اس کا نام اور اس کی تصویر اس مشین میں فیڈ کرتے ہیں۔ ہم نے سب سے پہلے خود پر اس مشین کو آزمایا تھا۔ ہم چاروں ساتھیوں نے اپنے نام اور تصویریں اس میں فیڈ کی تھیں۔ اب ہمیں ہر روز ہر آنے والے ایک ایک پل کی رپورٹ ملتی ہے کہ آئندہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟“

سونیا نے پوچھا۔ ”اس رپورٹ میں کتنی سچائی ہوتی ہے؟ پیش گوئی کس حد تک درست ہوتی ہے؟“

”آپ یقین کریں، اس کی پیش گوئی سو فیصد درست ہوتی ہے۔“

نجیب خان نے کہا۔ ”مجھے ایک زبردست حادثہ پیش آنے والا تھا جس کے نتیجے میں میری موت ہوجاتی لیکن معلوم کرنے پر اس مشین نے پیش گوئی کی اور میں نے حفاظتی اقدامات کے ذریعے خود کو مرنے سے بچالیا۔“

اسٹین روبن نے کہا۔ ”ہم نے نجیب خان کو اس روز گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنے نہیں دیا۔ اس حادثے کو اور اس کی موت کو ٹال دیا۔“

اس دوران الپا اور کبریا ان کے چور خیالات بڑی حد تک پڑھ چکے تھے اور سونیا سے کہہ رہے تھے۔ ”یہ بالکل درست کہہ رہے ہیں۔ ان کے اندر جھوٹ، فریب، کوئی کینہ کپٹ نہیں ہے۔ یہ نیک مقاصد کے حصول کے لیے آپ کی سرپرستی چاہتے ہیں۔“

سونیا نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”کیا اس طرح تم لوگ تقدیر کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے خدائی دعویٰ نہیں کررہے ہو؟“

سراج سکسینا نے کہا۔ ”ہرگز نہیں۔ قدرت کی منشا ضرور پوری ہوتی ہے۔ جیسا کہ طبعی موت اٹل ہے۔ ہم میں سے کوئی اسے روک نہیں سکتا لیکن وہ موت جو ایک انسان کو دوسرے انسان کے ذریعے ملتی ہے۔ اسے ہم روک سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف جو سازشیں ہوتی ہیں، ان کا علم ہمیں اس فورکاسٹ مشین کے ذریعے ہوجاتا ہے۔ ہم ان سازشوں کو روک سکتے ہیں اور سازشیں کرنے والوں کو بے نقاب کرسکتے ہیں۔“

اسٹین روبن نے کہا۔ ”اس کائنات میں ایک بہت بڑی ناقابلِ تسخیر نادیدہ قوت ہے۔ خدا، بھگوان یا گاڈ... اسے جو بھی نام دے دو، ہم اس قوت کو چیلنج نہیں کررہے ہیں۔“

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ”میڈم! آپ ذرا غور فرمائیں۔ ہم تو اس فورکاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے اپنی دنیا سے جرائم کو کم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہماری راہ نمائی کریں۔ ہم سب آپ کی اور فرہاد صاحب کی ذہانت اور حاضر دماغی کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپ کی تدابیر ہماری قوت بڑھا سکیں گی۔“

سونیا نے قائل ہوکر کہا۔ ”بے شک، تمہارے ارادے نیک ہیں اور میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ کیا تم لوگوں نے اس سلسلے میں فرہاد سے رابطہ کیا ہے؟“

”ہم انہیں تلاش کرلیا ہے۔ پاکستان کے شہر لاہور میں زبیی نامی ایک بوڑھی عورت ہے۔ وہ فرہاد صاحب کی

دیوانی ہے۔ پچھلے پچاس برس سے ان کا انتظار کررہی ہے۔

سراج سکسینا اتفاقاً اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس کے ذریعے پتا چلا کہ فرہاد علی تیمور نے شاہدرہ کے علاقے میں ایک مکان خریدا ہے۔"

یہ سن کر سونیا کا دل دھڑکنے لگا۔ اس نے جلدی سے پوچھا۔ "کیا خیال خوانی کے ذریعے فرہاد سے رابطہ ہوا تھا؟"

سراج نے کہا۔ "اس مکان کو جس نے خریدا ہے' اس کا نام فرہاد علی تیمور نہیں بلکہ فرہاد انور شاہ ہے۔ وہ وہاں کا ایک بہت بڑا بزنس مین ہے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا تم نے اس کے چور خیالات اچھی طرح پڑھے تھے؟"

"میں نے اس کے چور خیالات کو پوری طرح کھنگال ڈالا تھا۔ وہ نہ تو یوگا کا ماہر ہے نہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

سونیا نے سراج سے کہا۔ "تم ابھی اس کے دماغ میں جاؤ۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تمہارے ذریعے اس کے اندر پہنچیں گے۔ میں اپنی تسلی کرنا چاہتی ہوں۔"

الپا اور کبریا دونوں ہی سراج کے اندر آگئے۔ وہ ان کے ساتھ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا میرے اندر پہنچ گیا۔ اس وقت میں اپنی کوٹھی کے ڈائننگ روم میں نہی کے ساتھ لنچ میں مصروف تھا۔ اس سے پوچھ رہا تھا۔ "تمہارا آج شام کا پروگرام کیا ہے؟"

اس کے جواب دینے سے پہلے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں اسے اٹینڈ کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی نہی نے اٹھا کر نمبر پڑھتے ہوئے کہا۔ "ہیڈ آفس سے آپ کی پی اے ندا کال کررہی ہے۔ یقیناً یہ بزنس کال ہے۔"

میں نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "لاؤ مجھے دو۔"

وہ ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے بولی۔ "نہیں۔ آپ نے پر اسں کیا ہے' لنچ کے وقت کوئی کاروباری بات نہیں کریں گے۔ یہ وقت صرف میرے لیے ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ اس سے کہہ دو لنچ کے بعد کال کرے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "مگر پاپا یہ تو میری ممی بننے والی ہیں۔ ہوسکتا ہے' کوئی پرسنل بات کرنا چاہتی ہوں۔ میں بات کرتی ہوں۔"

اس نے فون کا بٹن دبا کر کان سے لگایا پھر کہا۔ "ہیلو ہائی ووڈبی مام! آپ میرے پاپا کے ساتھ پوری زندگی کیسے گزاریں گی؟ جبکہ انہیں سکون سے لنچ کرنے نہیں دیتی ہیں۔ سچ سچ بتائیں' کیا یہ بزنس کال ہے؟"

دوسری طرف سے ندا نے کہا۔ "نہیں۔ میری دادی اماں! تم نے اپنے پاپا پر بڑا سخت پہرا بٹھا رکھا ہے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ وقت پر لنچ کررہے ہیں یا نہیں۔ اگر تمہارے ساتھ ہیں تو پھر میں مطمئن ہوں۔"

نہی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب زیادہ باتیں نہ بنائیں۔ دل میں تو کھد بد ہورہی ہوگی۔ پاپا سے بات کیے بغیر یہ فون بند ہوجائے گا تو آپ بھی لنچ نہیں کریں گی اور میں آپ کو بھوکا نہیں رکھنا چاہتی۔ یہ لیں.. باتیں کریں۔"

میں نے فون لے کر کان سے لگایا پھر ہنستے ہوئے کہا۔ "میری کوٹھی میں دلہن بن کر آنے سے پہلے سنبھل جاؤ۔ تم مجھے بزنس کے معاملات میں اُلجھانا چاہوگی اور یہ مجھے اُلجھنے نہیں دے گی۔"

ندا نے کہا۔ "اس کا ایک ہی راستہ ہے' اس کی جلدی شادی کریں اور سسرال بھیج دیں۔"

میں نے نہی کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ تو کبھی ہونہیں سکتا۔ یہ شادی کے بعد بھی میرے ساتھ ہی رہے گی۔ جو بھی داماد بنے گا' میں اسے اپنے گھر میں رکھوں گا۔"

ان تینوں کے درمیان بہت ہی گھریلو باتیں ہورہی تھیں۔ ادھر الپا اور کبریا چپ چاپ میرے چور خیالات پڑھ رہے تھے پھر انہوں نے سونیا کے پاس آکر کہا۔ "نو مما! وہ ہمارے پاپا نہیں ہیں۔"

وہ سب مجھے تلاش کررہے تھے اور میں ان کی نظروں میں نہیں آرہا تھا۔ اس کے باوجود سونیا مایوس نہیں تھی۔ وہ دل سے چاہتی تھی کہ میری اور اس کی ملاقات نہ ہو۔ حضرت بابا فرید واسطی کی پیش گوئی کے مطابق وہ ہماری آخری ملاقات ثابت ہوتی لہٰذا وہ مطمئن تھی کہ میں جہاں بھی ہوں' سلامتی سے ہوں۔

پھر بھی یہ بات اٹل تھی کہ زندگی کے کسی موڑ پر کبھی نہ کبھی زندگی ہمارا سامنا ہوگا۔ پتا نہیں کب اور کہاں؟

سونیا نے چار یار سے کہا۔ "میں اپنے مستقبل کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔ میرے بہت سے مخالفین ہیں۔ میں جاننا چاہوں گی کہ وہ کس طرح میرے خلاف سازشیں کررہے ہیں اور آئندہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟"

جوزف ہارڈی نے کہا۔ "پلیز۔ آپ اپنی تصویر بھیج دیں۔ ہم ابھی اسی اسکرین پر بہت کچھ دکھادیں گے۔ آپ اپنے ساتھ پیش آنے والے حالات کو واضح طور پر دیکھتی رہیں گی۔"

سونیا نے کہا۔ "اپنی مشین آن رکھو۔ میں اپنی مشین

کے ذریعے ابھی تصویر ٹرانسفر...... کرتی ہوں۔"

اس نے ایک منٹ کے اندر ہی اپنی تصویر ان کے پاس پہنچادی۔ وہ اپنی اسکرین پر پیش آنے والے لمحات سے منسلک کرنے لگے۔ اسکرین پر اس روز کی تاریخ مہینا اور سال درج تھا۔ وقت دس بج کر دس منٹ لکھا ہوا تھا۔

سراج نے کہا۔ "میڈم! ابھی نو بج کر دس منٹ ہوئے ہیں۔ یہ ایک گھنٹے بعد کا وقت ہے۔ ابھی آپ اسکرین پر دیکھیں گی کہ اب سے ایک گھنٹے بعد والا آپ وقت کیسے گزرے گا؟"

ان میں سے ایک نے مشین آپریٹ کی۔ اب اسکرین پر گیارہ بجے کا وقت دکھائی دیا۔ سونیا اپنے بیڈروم میں دکھائی دے رہی تھی۔ الپا سے خیال خوانی کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ "میں غسل کرنے جارہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ کرو۔"

وہ باتھ روم کی طرف جانے لگی۔ اسٹین روبن نے مشین کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ "میڈم! کیونکہ آپ غسل کرنے جارہی ہیں لہٰذا ہم پھر وقت کی چھلانگ لگاتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ دو گھنٹے بعد آئندہ آپ کس طرح وقت گزارنے والی ہیں؟"

فورکاسٹ کرنے والی اسکرین پر سونیا نے خود کو ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر دیکھا۔ وہ کہیں جارہی تھی۔ ان دنوں وہ تائیوان کے ایک شہر تے پی میں تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے الپا کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "آپ ٹریولنگ ایجنسی کے کاؤنٹر پر پہنچیں گی تو ٹکٹ مل جائے گا۔ بنکاک کی فلائٹ ٹھیک دو بجے یہاں سے روانہ ہوگی۔"

سونیا حیرانی سے خود کو ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر الپا سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس نے چار یار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یہ کیسے ہوسکتا ہے' میں اچانک بنکاک کیوں جارہی ہوں؟ جب کہ میرا تائیوان سے باہر جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔"

جوزف نے کہا۔ "ہم کیا کہہ سکتے ہیں میڈم! آج جن حالات سے گزرنے والی ہیں' یہ فورکاسٹ کرنے والی مشین وہی حالات آپ کو دکھارہی ہے۔"

مجیے خان نے کہا۔ "یہ جو کچھ آپ دیکھ رہی ہیں' ایسا ہی ہوگا۔"

سونیا نے کہا۔ "مگر مجھے معلوم تو ہونا چاہیے' میں اچانک بنکاک کیوں جانے والی ہوں؟"

"یہ تو ہم نہیں جانتے میڈم الپا آپ کے دماغ میں

کہہ رہی تھیں کہ ٹریولنگ ایجنسی کے کاؤنٹر پر آپ کو فلائٹ کا ٹکٹ مل جائے گا لہٰذا وہ میڈم جانتی ہوں گی۔ آپ ان سے دریافت کریں۔"

سونیا نے فوراً ہی فون کے ذریعے الپا کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "فوراً میرے اندر آؤ۔"

وہ پلک جھپکتے ہی وہاں آکر بولی۔ "یس مما! کیا بات ہے؟"

"کیا آج مجھے دو بجے کی فلائٹ سے بنکاک جانا ہے؟ کیا تم نے میرے لیے کوئی ٹکٹ او کے کرایا ہے؟"

الپا نے حیرانی سے کہا۔ "نو مما! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔"

جوزف نے کہا۔ "میڈم! اگر میڈم الپا نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے تو آئندہ دو گھنٹے کے اندر ایسا ہی کرنے والی ہیں۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں باتھ روم میں جارہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد رابطہ کروں گی۔ مجھے اپنی اسکرین سے آف کردو۔"

انہوں نے آپریٹ کیا اور سونیا کو اسکرین سے مٹادیا۔ وہ غسل کرنے چلی گئی۔ حیرانی سے سوچتی رہی کہ اچانک بنکاک کیوں جائے گی؟ جب کہ اس کا دور دور تک ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

پھر جلد ہی معلوم ہوگیا کہ ایسا کیوں ہونے والا ہے؟ جب وہ واش روم سے باہر آئی اور ہیئر ڈرائیر سے اپنے بال خشک کرنے لگی تو عالی نے خیال خوانی کے ذریعے آکر کہا۔ "ماما! میں ابھی ایک اخبار میں پاپا کی تصویر دیکھی ہے۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا۔ "کیا واقعی...؟"

"ہاں' اخبار ابھی میرے سامنے ہے۔ اگرچہ یہ تصویر پاپا سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ آنکھیں تو بالکل انہی جیسی ہیں۔"

"کیا تم نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا تھا؟"

"ہاں' میں نے اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر دماغ میں پہنچنا چاہا تو انہوں نے فوراً ہی سانس روک لی۔"

"اس اخبار میں ان کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے؟"

"اخبار میں لکھا ہے کہ یہ بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ ہمیشہ گوشہ نشین رہتے ہیں۔ صرف صبح سورج نکلنے سے پہلے ایک گھنٹے کے لیے اور شام کو سورج ڈوبنے کے بعد ایک گھنٹے کے لیے ضرورت مندوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ ان

کے بارے میں اگلی پچھلی باتیں بتاتے ہیں۔ کوئی بیمار آئے تو اس کا روحانی علاج کرتے ہیں۔ بیماروں کا کہنا ہے کہ جب بھی وہ بابا صاحب ان سے باتیں کرتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ان کی بیماری دور ہو جائے گی تو وہ اپنے ذہن کو پُرسکون محسوس کرنے لگتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ صحت مند ہوتے چلے جاتے ہیں۔"

پھر حالی نے کہا۔ "ماما! ان باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پاپا خیال خوانی کے ذریعے ان بیماروں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کا نفسیاتی طور پر علاج کرتے ہیں؟"

"ہاں، وہ ایسا ہی کرتے ہوں گے۔"

"میں نے کئی بار ان کے اندر جانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے سانس روک لی۔"

"اخبار میں یہ تو لکھا ہوگا کہ وہ کس ملک میں ہیں؟"

"جی ہاں، وہ بنکاک میں ہیں۔"

سونیا چونکی۔ فورکاسٹ کرنے والی مشین نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اسے بنکاک کی طرف جانا ہے۔ اُدھر حالی کہہ رہی تھی۔ "ماما! آپ ابھی تائیوان میں ہیں۔ وہاں سے کسی بھی فلائٹ میں ایک ڈیڑھ گھنٹے کے اندر بنکاک پہنچ سکتی ہیں۔"

وہ بولی۔ "فوراً الپا سے کہو کہ ابھی یہاں کے کسی ٹریولنگ ایجنٹ تک پہنچے اور میرے لیے پہلی فلائٹ میں سیٹ او کے کرائے۔"

حالی نے کہا۔ "مگر ماما! آپ نے تو فیصلہ کیا ہے کہ پاپا کے قریب نہیں جائیں گی۔"

"میں ان سے دور رہوں گی۔ اخبار میں ان کا نام تو ضرور لکھا ہوگا؟"

"ہاں لکھا ہے۔ فاردہ اے ٹی۔"

"کیا.....؟ فرہاد کی جگہ فاردہ لکھا ہوا ہے؟"

"ہاں، پرنٹنگ کی غلطی ہو سکتی ہے۔ farhad کے بجائے یہاں لکھا ہے fardah اور ماما! اس نام کے ساتھ AT لکھا ہے۔ اے سے علی اور ٹی سے تیمور بنتا ہے۔"

اس کے دل کی دھڑکنیں کہہ رہی تھیں کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ وہ بنکاک جائے گی اور دور سے ہی سہی مجھے دیکھ تو لے گی۔ کوئی بات نہیں، وہ میرے قریب نہ آئے۔ میرے بچے تو مجھ تک پہنچ جائیں گے۔

الپا نے اس کی ہدایت مطابق خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ بنکاک جانے والی دو بجے کی فلائٹ میں کوئی سیٹ خالی نہیں تھی لیکن اس نے ٹریولنگ ایجنٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر ایک سیٹ کو کینسل کرایا اور اسے سونیا کے نام سے او کے کرا دیا۔ وہ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ جو کچھ فورکاسٹ کرنے والی مشین کی اسکرین پر نظر آیا تھا، وہ سب اسی طرح پیش آرہا تھا۔

وہ ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ایئرپورٹ کی طرف جارہی تھی۔ الپا اس کے اندر پہنچ کر کہہ رہی تھی۔ "ماما! آپ ایئرپورٹ پہنچ کر ٹریولنگ ایجنسی کے کاؤنٹر پر جائیں گی تو ایک ٹکٹ مل جائے گا۔"

سب کچھ ویسا ہی ہو رہا تھا۔ سونیا نے اسے کہا۔ "اب تم ان چار یار کے پاس جاؤ اور کہو کہ ان کی فورکاسٹ کرنے والی مشین نے موجودہ لمحے تک جو کچھ کہا تھا، وہ پیش آرہا ہے۔ آئندہ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ بنکاک پہنچوں گی تو وہاں فرہاد علی تیمور سے ملاقات ہو پائے گی یا نہیں...؟"

الپا نے کہا۔ "بے شک، ہمیں اس مشین کے ذریعے ابھی سے معلوم ہو جائے گا کہ پاپا کہاں ہیں اور ٹھیک کس وقت آپ انہیں مل پائیں گی؟ میں ابھی جاتی ہوں اور معلوم کرتی ہوں۔"

اس نے چار یار کے پاس آکر کہا۔ "ہماری مما چاہتی ہیں، بنکاک پہنچ کر ہمارے پاپا کو تلاش کرنے تک کے تمام حالات انہیں ابھی معلوم ہو جائیں۔ تم فورکاسٹ کرنے والی مشین کی تمام رپورٹ ماما کو پہنچاتے رہو۔"

انہوں نے فوراً ہی مشین کو آن کیا پھر سونیا کے مستقبل کے حالات معلوم کرنے لگے۔ انہوں نے اس مشین کی اسکرین پر دو گھنٹے بعد کا وقت فِکس کیا۔ اس کے مطابق اب سے دو گھنٹے بعد سونیا بنکاک کے ایئرپورٹ میں دکھائی دینے لگی جب کہ ابھی وہ تائیوان کے ایئرپورٹ بھی نہیں پہنچی تھی۔ اس وقت الپا، حالی اور کبریا تینوں ہی اس کے اندر موجود تھے اور وہ چار یار بھی اسکرین پر اسے بنکاک کی عمارت میں دیکھ رہے تھے۔

سونیا نے ایک سیکیورٹی افسر سے کہا۔ "میں فرہاد اے ٹی سے ملنا چاہتی ہوں۔ کیا تم گائیڈ کر سکتے ہو کہ مجھے ان کا پتا کس طرح ملے گا۔"

اس سیکیورٹی افسر نے کہا۔ "فرہاد اے ٹی نہیں... فاردہ اے ٹی کہو۔ یہیں ملاقات ہو جائے گی۔"

اس نے ایک طرف اُنگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اُدھر دیکھو! کتنی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ وہاں وہ بزرگ بیٹھے ہیں۔ ابھی ایک فلائٹ کے ذریعے جاپان جانے والے ہیں۔"

سونیا یہ سن کر کچھ پریشان ہوگئی۔ کبریا نے پوچھا۔

''ممّا! کیا بات ہے؟''

وہ بولی۔ ''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی' اس طرح اچانک تمہارے پاپا کے اتنے قریب پہنچ جاؤں گی۔ سامنے لوگوں کی بھیڑ لگی ہے۔ میں وہاں جانا نہیں چاہتی۔ تم تینوں اس سیکیورٹی افسر کو آلۂ کار بنا کر وہاں جاؤ اور صحیح معلومات حاصل کرو۔ میں یہاں سے دور جا رہی ہوں۔''

ان تینوں نے اس افسر کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اس نے اپنے ماتحت مسلح گارڈز کو ساتھ لیا۔ ان سب نے اپنے اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیے تھے پھر اس بھیڑ کی طرف جاتے ہوئے کہنے لگے۔ ''پلیز۔ یہاں اس طرح بھیڑ نہ لگائیں۔''

مگر کوئی اپنی جگہ سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ سب ہی ایک دوسرے کو دھکا دے کر ان کے قریب پہنچنا چاہتے تھے۔ پھر لوگ سیکیورٹی گارڈز کے پاس ہتھیار دیکھ کر سہم گئے تھے۔ انہیں آگے بڑھنے کی جگہ دے رہے تھے۔ آخر وہ افسر بابا صاحب کے قریب پہنچ گیا۔

اس وقت وہ آنکھیں بند کیے ایک بوڑھی عورت کے سر پر ہاتھ رکھے دُعائیہ انداز میں کچھ پڑھ رہے تھے۔ مقامی زبان میں اسے ہدایات دے رہے تھے۔

اس بوڑھی بیمار عورت نے کہا۔ ''میں آپ کی ہدایات پر عمل کروں گی۔ آپ کا ہاتھ میرے سر پر آتے ہی میں بہتری محسوس کر رہی ہوں۔ مثبت انداز میں سوچ رہی ہوں۔ میرا دل' میرا دماغ کہہ رہا ہے' مجھے شفا ضرور حاصل ہوگی۔''

وہ چار یار سونیا کے پیش آنے والے حالات کو بیان کر رہے تھے۔ اس لیے اسکرین پر وہ دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ میں وہاں موجود ہوں لہٰذا اسے وہاں سے دور جانا چاہیے۔ اس لیے وہ تیزی سے چلتی ہوئی بہت دور آگئی تھی۔ سراج سکسینا اس کے اندر تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''اس وقت مجھے نہیں' اس سیکیورٹی افسر کو دیکھو' وہ بابا صاحب کون ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں؟ اس کے بعد اس سیکیورٹی افسر کو میرے پاس لے آؤ۔''

اُدھر بابا صاحب کے قریب بیٹھی ہوئی عورت سر جھکائے' دونوں ہاتھ جوڑے اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور ان کا شکریہ ادا کرتی ہوئی چلی گئی تھی۔ بابا صاحب نے آنکھیں کھول کر سامنے بیٹھے ہوئے سیکیورٹی افسر کو دیکھا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتے رہے پھر بولے۔ ''تو میرے اندر کسی کو تلاش کرنے آیا ہے۔ میرا پورا نام فارودا ایمن تو سانیہ ہے۔ میں وہ نہیں ہوں' جس کی تجھے تلاش ہے۔''

ایسے وقت الپا بابا صاحب کے اندر پہنچی تو انہوں نے کہا۔ ''او ہو.... کوئی میرے اندر آ کر کھوج لگا رہا ہے۔ تو جو کوئی بھی ہے' میرے چور خیالات پڑھ لے۔ اطمینان حاصل کرلے میں کسی کو مایوس نہیں کرتا۔ تجھے اپنے طور پر معلومات حاصل کرنے کا پورا حق ہے۔''

الپا نے اچھی طرح خیالات پڑھنے کے بعد کہا۔ ''بابا فارودا ایمن تو سانیہ! معافی چاہتی ہوں۔ ہم نے آپ کا نام اخبار میں فارودا اے ٹی پڑھا تھا۔ اس سے ہم نے سمجھا کہ نام کی اشاعت میں غلطی ہوئی ہے۔ فرہاد کی جگہ فارودا لکھا ہوا ہے اور آپ کے باقی نام کے مخفف اے ٹی سے ہم نے سمجھا' آپ کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ میں ان کی بہو ہوں۔ ہمارے پاپا گم ہوگئے ہیں۔ ہم انہیں تلاش کر رہے ہیں۔ کیا آپ ہماری مدد فرمائیں گے؟''

انہوں نے کہا۔ ''صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے مدد مانگا کرو۔ اپنے ارادوں میں پختگی رکھو۔ یہ ہر مذہب' ہر قوم کے لوگ کہتے ہیں' تلاش کرنے سے خدا ضرور ملتا ہے پھر تمہارا باپ تمہیں کیوں نہیں ملے گا؟ میں دُعا کروں گا' وہ ضرور تمہیں ملے گا۔ اب یہاں سے جاؤ۔''

الپا' عالی اور کبریا ان کے دماغ سے نکل کر سونیا کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا۔ ''ممّا! ہمیں ناکامی ہوئی ہے۔ ہم نے ان کے چور خیالات اچھی طرح پڑھے ہیں۔ خود انہوں نے ہمیں اپنے اندر محسوس کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ وہ ہمارے پاپا نہیں ہیں۔ وہ دُعا کریں گے کہ پاپا ہمیں جلد ہی مل جائیں۔''

عالی نے کہا۔ ''ممّا! میں نے آپ کو ایک اخباری رپورٹ سنائی۔ اس کے مطابق آپ اتنی دور چلی آئیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں' تمہارے پاپا کو تلاش کرنے کے لیے اس دنیا کے آخری سرے تک سفر کرسکتی ہوں۔''

کبریا نے پوچھا۔ ''کیا ہم آپ کے لیے واپسی کا ایک ٹکٹ حاصل کرلیں؟''

سونیا نے کہا۔ ''نہیں بیٹا! میں اپنا تمام ضروری سامان ساتھ لے آئی ہوں۔ اب بنکاک میں کچھ روز رہوں گی' اس کے بعد برما کی طرف جاؤں گی۔''

وہ ہوٹل کے لاؤنج میں بیٹھی تھی اور کبریا سے بات کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت چونک گئی۔ ایک شخص سر سے پاؤں تک زرد رنگ کے لباس میں دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے

[illegible] چہرے کو بھی زرد رنگ سے پینٹ کیا ہوا تھا۔ سر پر اسی [illegible] کی ٹوپی تھی۔ آنکھوں پر بھی زرد رنگ کا چشمہ تھا۔ دستانے' [illegible] اور جوتے بھی اسی رنگ کے تھے۔ وہ فوراً ہی سمجھ گئی [illegible] وہ انٹرپول یا امریکی سی آئی اے کا کوئی جاسوس ہے۔ [illegible] سیارے والے کی تلاش میں یہاں آیا ہے۔

[illegible] اس نے کبریا سے کہا۔ ''کبریا! میں ابھی اس شخص سے [illegible] کروں گی۔ جب اس سے دور چلی جاؤں تو تم اس کے [illegible] میں جگہ بنالینا۔''

[illegible] وہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر آکر اپنے لیے ایک کمرا حاصل [illegible] نے لگی۔ زرد رنگ کے لباس والا بھی وہیں کھڑا ہوا ہوٹل کا [illegible] چیک کر رہا تھا۔

سونیا نے اس سے کہا۔ ''ایکسکیوزمی.. اگرچہ یہ آپ کا [illegible] معاملہ ہے پھر بھی میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ سر سے [illegible] تک زرد رنگ میں کیوں ہیں؟''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''میرا اسٹار ورگو ہے... یعنی [illegible] سنبلہ اور سنبلہ والوں کو زرد رنگ راس آتا ہے۔ میرے [illegible] میں لکھا ہے' میں دو چار روز اس لباس میں رہوں گا تو [illegible] اپنے ایک خاص مقصد میں کامیابی حاصل ہوجائے گی۔''

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ''میری دُعا ہے' آپ اپنے [illegible] مقصد میں کامیابی حاصل کریں۔''

اس نے کاؤنٹر سے کمرے کی چابی حاصل کی پھر اپنا [illegible] بیگ اور بریف کیس اٹھا کر لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔ [illegible] کا خیال تھا کہ وہ جاسوس یوگا کا ماہر ہوگا۔ لہٰذا وہ فوراً ہی [illegible] کے اندر نہیں گیا۔ جب سونیا لفٹ کے ذریعے اوپر اپنے [illegible] کمرے میں چلی گئی تو وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے [illegible] گیا۔ پتا چلا' وہ یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ اگرچہ اچھا صحت [illegible] ہے لیکن شراب نوشی کے باعث سانس روک نہیں پاتا [illegible]

کبریا نے سونیا کے پاس آکر کہا۔ ''ممّا! میں نے اس [illegible] اندر جگہ بنالی ہے۔ آپ ہی کے فلور پر ایک کمرا سیون [illegible] سکس ہے۔ وہ اس کے متعلق انکوائری کر رہا ہے۔''

سونیا اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔ اس نے فوراً ہی اٹھ [illegible] دروازے کو ذرا سا کھول کر دیکھا۔ کوریڈور کے دوسری [illegible] روم نمبر سیون زیرو سکس تھا پھر اس نے اس دروازے [illegible] کال بیل کے بٹن کو دبایا۔

[illegible] اندر سے آواز سنائی دی۔ ''کون ہے؟''

سونیا نے بلند آواز میں کہا۔ ''روم سروس۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کے دروازے پر چلی آئی۔

روم نمبر سیون زیرو سکس کا دروازہ کھل گیا۔ ایک شخص باہر آکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ سونیا اپنے دروازے پر کھڑی تھی لیکن اسے نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر کھلے ہوئے دروازے کی سمت آنے لگا۔ سونیا پلٹ کر اپنے کمرے کے اندر چلی گئی۔ دروازے کو اسی طرح کھلا چھوڑ دیا۔ اس نے دروازے پر آکر اندر جھانکتے ہوئے پوچھا۔ ''ہیلو....! اینی باڈی ہیر....؟''

سونیا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دونوں ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ یہ روحانی عمل کا اعجاز تھا کہ سونیا اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے کمرے کے اندر آکر باتھ روم کی طرف دیکھا تو دروازہ بند تھا۔ وہ پلٹ کر جانے لگا اور حیرانی سے سوچنے لگا۔ ''ابھی کسی نے کال بیل کا بٹن دبایا تھا؟ ایک عورت کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ روم سروس ہے۔''

اس نے اپنے دروازے پر پہنچ کر ایک بار پلٹ کر سونیا کے کمرے کی طرف دیکھا۔ ایسے وقت وہ جاسوس کوریڈور کے سرے پر پہنچ گیا تھا اور اس کے کمرے کی طرف آرہا تھا۔ وہ زرد رنگ میں ملبوس جاسوس کو نہ دیکھ سکا۔ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ سونیا اپنے دروازے کو ذرا سا بند کرنے کے بعد وہاں سے جھانک کر دیکھنے لگی۔ اس جاسوس نے کمرے کی کال بیل کا بٹن دبایا۔ چند لمحوں بعد ہی اس شخص نے جھنجلاتے ہوئے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ''کون مجھے پریشان کر رہا ہے؟''

وہ باہر آکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جاسوس ایک طرف ہٹ کر دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس یلو کلر پلاسٹڈ کو نظر نہیں آرہا تھا۔ سونیا نے اپنے دروازے کو بند کرلیا۔ اب کبریا خیال خوانی کے ذریعے اسے بتا رہا تھا کہ کوریڈور میں کیا ہو رہا ہے؟

وہ شخص پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ کچھ سہا ہوا بھی نظر آرہا تھا۔ اس کے اندر خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ تیزی سے اندر گیا پھر جیسے ہی دروازے کو بند کرنا چاہا تو دروازہ اس کے منہ پر آکر لگا۔ وہ اس سے ٹکرا کر پیچھے گیا۔ جاسوس نے اندر آکر اپنے ایک ہاتھ کا زرد دستانہ اتارا تو کلائی تک ہتھیلی اور پانچ انگلیاں دکھائی دینے لگیں۔

جاسوس نے کہا۔ ''میں یلو کلر کے لباس میں ہوں اور تم مجھے دیکھ نہیں پاؤ گے۔''

یہ کہہ کر اس نے پھر دستانہ پہن لیا۔ اب وہ پھر پوری طرح غائب ہو چکا تھا۔ وہ شخص دوڑتا ہوا اپنے بیڈ کی طرف

گیا۔ تکیے کے نیچے سے ریوالور نکالنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی جاسوس نے اس کے بازو پر گولی ماری۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا فرش پر گر گیا۔ اس نے تکیے کے نیچے رکھے ہوئے ریوالور کو اپنے قبضے میں لے لیا پھر اس کے سامان کی تلاشی لینے لگا۔ قریب ہی وہ بریف کیس نما غیر معمولی مشین رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اسے کھول کر دیکھا پھر کہا۔ ''یہ وہی مشین ہے جو بڑے کرشمے دکھاتی ہے؟ میں اس کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ ہمارے اکابرین اسے دیکھ کر خوش ہو جائیں گے۔''

وہ جاسوس یہ کہہ کر فون کے ذریعے متعلقہ افراد سے کہنے لگا کہ وہ اس ہوٹل کے کمرا نمبر سیون زیرو سکس میں آجائیں۔ کامیابی حاصل ہو چکی ہے اور ایک غیر معمولی مشین بھی اس کے ہاتھ آگئی ہے۔

یہ تمام باتیں فورکاسٹ کرنے والی مشین کی بڑی سی اسکرین پر دیکھی جا رہی تھیں۔ الپا اور وہ چار یار سونیا کو بتا رہے تھے کہ وہ دو گھنٹے بعد بنکاک پہنچے گی تو کس طرح کے واقعات رونما ہوں گے؟

الپا نے کہا۔ ''مما! یہ ہمیں وقت سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارے پاپا بنکاک میں نہیں ہیں۔ کیا آپ وہاں پھر بھی جانا چاہیں گی؟''

''ہاں، اس غیر معمولی مشین کو حاصل کرنے کے لیے وہاں جانا ہوگا۔ ہمیں تقدیر کے اس کھیل کو اپنی تدبیر سے بدلنا ہے۔ میں اس مشین کو اس جاسوس سے پہلے حاصل کرلوں گی۔ کیا تم نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو ذہن نشین کیا ہے؟''

''یس مما! میں کسی وقت بھی اس کے اندر جا سکتا ہوں۔''

''تو پھر جاؤ اور معلوم کرو وہ ابھی کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟''

وہ بولی۔ ''آپ ایئرپورٹ پہنچ گئی ہیں۔ پہلے کاؤنٹر سے ٹکٹ حاصل کریں۔ میں اس ایجنٹ کے اندر موجود رہوں۔ ٹکٹ آپ کو فوراً مل جائے گا۔''

جب اس نے ٹکٹ حاصل کرلیا تو اس جاسوس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے چلی گئی۔ سونیا کی فلائٹ اپنے وقت پر روانہ ہوئی۔ جب وہ سفر کر رہی تھی تب الپا نے واپس آکر کہا۔ ''مما! میں اس جاسوس کے خیالات اچھی طرح پڑھ چکی ہوں۔''

سونیا نے کہا۔ ''پہلے یہ بتاؤ اس جاسوس کو کیسے معلوم ہوا کہ اس ہوٹل کے روم نمبر سیون زیرو سکس میں سیارے والے کا کوئی فرد موجود ہے؟''

الپا نے کہا۔ ''اس کا ایک ماتحت ہوٹل کے کاؤنٹر مین سے باتیں کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ شخص وہاں آیا تھا۔ اس نے کاؤنٹر مین سے پوچھا کہ میرا کوئی میسج آیا ہے؟''

کاؤنٹر مین نے ایک دراز کھول کر زرد رنگ کا چھوٹا سا لفافہ نکالا پھر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ آپ کا میسج ہے۔''

اس شخص نے پوچھا۔ ''تم مجھے کیا دے رہے ہو؟ کیا ہے تمہارے ہاتھ میں؟''

کاؤنٹر مین نے کہا۔ ''سر! آپ کا میسج ہے۔ کیا آپ کو یہ زرد رنگ کا لفافہ نظر نہیں آرہا ہے؟''

جاسوس کا ماتحت بڑی حیرانی سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنی ہتھیلی پھیلا کر کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ یہ لفافہ مجھے دو۔''

کاؤنٹر مین نے زرد رنگ کا لفافہ اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ اس نے فوراً ہی اسے محسوس کیا پھر وہاں سے چلا گیا۔ اس ماتحت نے کاؤنٹر مین سے پوچھا کہ یہ یہاں کس کمرے میں رہتا ہے؟ ... اس طرح اس جاسوس کو معلوم ہوا کہ وہ اس ہوٹل کے روم نمبر سیون زیرو سکس میں موجود ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''اس جاسوس کو یہ اطلاع مل چکی ہے۔ وہ تو میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس سیارے والے تک پہنچ جائے گا۔''

''مما! فورکاسٹ کرنے والی مشین نے بتایا ہے کہ پہلے آپ روم نمبر سیون زیرو سکس پہنچیں گی۔ اس کے بعد وہ پہنچے گا۔ میں یقین سے کہتی ہوں، ایسا ہی ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔ تم کبریا کو اس جاسوس کے اندر پہنچا دو۔ اسے سمجھا دو، وہ مجھ سے پہلے سیارے والے تک پہنچنا چاہے تو اسے راستے سے بھٹکا دے۔ اس کے بعد تم میرے پاس چلی آؤ۔''

جب وہ بنکاک پہنچی تو ایئرپورٹ کے ایک حصے میں ویسی ہی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ وہاں وہ بزرگ قاردہ ا... تو سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اپنے عقیدت مندوں کے ذکر... سن رہے تھے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کا نفسیاتی علا... کر رہے تھے۔ لوگوں کو ماضی، حال اور مستقبل کی باتیں ... رہے تھے۔

سونیا ٹیکسی کے ذریعے اسی ہوٹل پہنچی اور پھر کچھ ہی د... بعد کمرا نمبر سیون زیرو سکس کے دروازے پر پہنچ گئی۔ اس ... نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ اندر سے آواز آئی۔ ''کون ہے؟''

وہ بلند آواز میں بولی۔ ''روم سروس۔''

اندر سے پھر آواز آئی۔ ''دروازہ کھلا ہے۔ آجاؤ...''

وہ دروازے کو کھول کر اندر گئی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ...یال خوانی میں مصروف تھا۔ اپنے کسی ماتحت سے باتیں کر رہا تھا۔ پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھا تو وہ پوری طرح کھلا ہوا تھا مگر کوئی نظر نہیں آیا۔ اگرچہ سونیا وہیں اس کے ...یب کھڑی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے کے باہر ...کر اِدھر اُدھر دیکھا پھر ناگواری سے بڑبڑاتا ہوا اندر آگیا اور ...دروازے کو لاک کر دیا۔

سونیا نے کہا۔ ''میں بھی چاہتی ہوں کہ دروازہ لاک کر ...جائے۔''

آواز سنتے ہی وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے سامنے دیکھنے لگا۔ خطرہ محسوس کرتے ہی وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے ماتحتوں کو بلانا چاہتا تھا۔ سونیا نے الٹا ...ہاتھ اس کے منہ پر رسید کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نہیں چاہتی ...کہ تم خیال خوانی کرو۔''

پہلا ہاتھ ہی زبردست پڑا تھا۔ دوسرا ہاتھ پڑتے ہی ...اس کا سر چکرانے لگا۔ الپا اس کے اندر پہنچ کر بولی۔ ''اس ...کے دماغ کا دروازہ کھل چکا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''اس کے ذہن کو تھوڑا اور کمزور کردو۔''

اس نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تو اس کے حلق سے چیخ ...نکل گئی۔ وہ اچھل کر فرش پر گرا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام ...کر تڑپنے لگا۔ سونیا نے بریف کیس نما غیر معمولی مشین کو ...اٹھا کر بستر کے سرے پر رکھا پھر اس کے سفری بیگ کی تلاشی ...لینے لگی۔ اس میں سے کمیونیکیشن مشین، سونے کے بسکٹ اور ...کچھ ہیرے جواہرات نکلے۔ اس نے ان چیزوں کو اپنے بیگ ...میں رکھ لیا۔

الپا نے کہا۔ ''اس کے باقی چار ساتھی یہاں سے ...کی طرف سنگاپور میں ہیں۔ ان کے نام اور تصویریں ...مشین میں محفوظ ہیں جو ابھی آپ کے ہاتھ لگی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''میں یہ ضروری چیزیں یہاں سے لے ...جا رہی ہوں۔ تم اس پر مختصر سا تنویمی عمل کر کے اسے اپنا تابع ...بنالو پھر میرے پاس آؤ۔''

سونیا وہاں سے دوسرے ہوٹل میں گئی۔ ایک کمرا ...حاصل کر کے اس نئی مشین کی تمام اہم معلومات اپنی مشین میں ...کرنے لگی پھر اس نے مشین کے ذریعے چار یار سے ...کہا۔

''میں تم سب سے بہت خوش ہوں۔ تم چاروں اپنی فورکاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے معذور بچوں کو بے گناہ مردوں اور عورتوں کو ناگہانی آفات سے نجات دلانا چاہتے ہو۔ یہاں ایک سیارے کے بے شمار افراد پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ ہماری پوری دنیا پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں۔ ہمیں اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔''

وہ ان چاروں کو گریٹ اینشورارا اور سیارے والوں کے متعلق پوری تفصیل سے بتانے لگی۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین ان کے غلام بننے والے تھے لیکن اس نے اور فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان اکابرین کو غلامی سے نجات دلائی ہے۔ اب گریٹ اینشورارا ان اکابرین کا دشمن بن گیا ہے۔ ان کے خلاف زبردست کارروائی کرنے والا ہے۔

وہ چار یار فورکاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے آئندہ یہ بتا سکتے ہیں کہ ان اکابرین پر کیسی مصیبتیں آنے والی ہیں اور ان کا توڑ کس طرح کیا جا سکے گا؟

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''میڈم! گریٹ اینشورارا نے جن اکابرین کو چیلنج کیا ہے۔ آپ ان کے نام اور تصویریں ہماری مشین میں ٹرانسفر کردیں۔ ہم ابھی آپ کو دکھائیں گے کہ آئندہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

سونیا کی غیر معمولی مشین میں ان تمام اکابرین کے نام اور تصویریں محفوظ تھیں۔ اس نے ان سب کو فورکاسٹ کرنے والی مشین میں ٹرانسفر کردیا۔

انہوں نے سب سے پہلے ان چار یوگا جاننے والے امریکی افسران کو اپنی اسکرین پر دیکھا۔ موجودہ وقت کے مطابق وہ تمام افسران آرمی ہیڈکوارٹر کے ایک کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ان کے پاس یہ اطلاعات پہنچ رہی تھیں کہ انٹرپول، ایف بی آئی اور امریکی سی آئی اے کے سراغ رساں کن ممالک میں پہنچ گئے ہیں اور وہ سب ہی زرد رنگ کے لباس میں چھپ کر سیارے والوں کو تلاش کر رہے ہیں۔

سونیا نے چار یار سے کہا۔ ''وقت کی چھلانگ لگاتے رہو۔ تھوڑی دیر بعد دیکھو کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ان چاروں کو سونیا دکھائی دینے لگی۔ وہ اپنی مشین کے آگے بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے اسکرین پر وہ چار افسران دکھائی دے رہے تھے اور وہ ان سے کہہ رہی تھی۔ ''تم امریکیوں سے پہلے لندن کا ایک

جاسوس ایک سیارے والے تک پہنچنے والا ہے۔ اسے وہ غیر معمولی مشین حاصل ہو جائے گی پھر اس مشین کو وہ برطانیہ کے اکابرین تک پہنچا دے گا۔"

امریکی یوگا جاننے والے ایک افسر نے کہا۔ "وہ غیر معمولی مشین ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ اسے پہلے ہمارے پاس پہنچنا چاہیے۔"

سونیا نے کہا۔ "تم یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین آپس میں بہت مضبوط اتحاد رکھتے ہو۔ اب یہ مشین کسی بھی ملک کے اکابرین تک پہنچے' تمہارے لیے کیا فرق پڑتا ہے؟ تم سب کو اس ایک مشین سے فائدہ پہنچے گا۔"

دوسرے یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ "تو میڈم! وہ غیر معمولی مشین جس کے پاس رہے گی۔ وہ دوسرے اکابرین سے برتر کہلائے گا اور ہم اپنی برتری قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ پلیز۔ ہمیں بتائیں' لندن کا وہ جاسوس کہاں ہے اور کس طرح اس مشین کو حاصل کرنے والا ہے؟"

سونیا نے کہا۔ "میں نے تم سے وعدہ کیا ہے' گریٹ ایشورا را اور سیارے والوں کے خلاف تمہاری مدد کروں گی۔ میری طرف سے یہ بہت بڑی مدد ہوگی کہ وہ غیر معمولی مشین تمہارے پاس پہنچے۔ تم اس کے ذریعے سیارے والوں کو اپنی دنیا میں آسانی سے تلاش کر سکو گے۔"

انہوں نے کہا۔ "یس میڈم! ہم آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔ پلیز' ہمیں بتائیں' ہمارے جاسوس کو کہاں پہنچنا چاہیے؟"

"اس سے پہلے کہ لندن کا وہ جاسوس اس مشین تک پہنچتا۔ میں اسے لے آئی ہوں۔ اب وہ میرے پاس ہے لہٰذا کسی جاسوس کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے ایک سائنس داں اور ایک انجینئر کو بنکاک بھیج دو۔ میں یہ مشین ان کے حوالے کردوں گی۔ میری طرف سے دوستی اور سمجھوتے کا یہ پہلا نایاب تحفہ ہوگا۔ ایشورارا یا نائب ایشورارا کسی بھی ہتھکنڈے سے تمہاری اس مشین کے پرزوں کو تباہ نہیں کر سکے گا۔"

یوگا جاننے والے افسران اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ "ہمارا ایک سائنس دان کسی ضروری کام سے سنگاپور گیا ہے۔ وہ ایک گھنٹے کے اندر آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ آپ اسے اپنا ایڈریس سمجھا دیں۔"

سونیا نے ایک ہوٹل کا نام اور کمرے کا نمبر بتاتے ہوئے کہا۔ "یہ کمرا مقفل ہے۔ اپنے سائنس داں کا نام بتاؤ؟"

انہوں نے نام بتایا۔ سونیا نے کہا۔ "وہ کاؤنٹر پر آکر اپنا نام بتائے گا تو اسے اس کمرے کی چابی مل جائے گی۔ وہ وہاں آکر اس بریف کیس نما غیر معمولی مشین کو لے جا سکے گا۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ اسے کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔"

سونیا نے ان چار یار سے کہا۔ "بے شک! یہ مشین درست کہہ رہی ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد ان اکابرین سے اس مشین کے سلسلے میں رابطہ کرنے والی تھی۔ دوستی اور سمجھوتے کے مطابق وہ مشین انہیں دینا چاہتی ہوں۔ فورکاسٹ کرنے والی مشین بھی یہی کہہ رہی ہے لہٰذا اب میں ان سے اپنی مشین کے ذریعے رابطہ کرنے جارہی ہوں۔ تھوڑی بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

اس نے چار یوگا جاننے والے افسران کو اسکرین پر دیکھتے ہوئے مخاطب کیا۔ وہی باتیں ہونے لگیں۔ اسی طرح ایک ایک لمحہ کرکے وقت گزرتا رہا۔ جیسا کہ فورکاسٹ کرنے والی مشین نے اسے اسکرین پر دکھایا تھا۔ یہ طے پا گیا تھا کہ امریکی سائنس داں سنگاپور سے بنکاک آکر اس ہوٹل کے کمرے سے وہ مشین لے جائے گا۔

وہ تمام اکابرین مشین کو حاصل کرنے کے لیے بے چین تھے۔ بنکاک سے امریکا کا فاصلہ بہت طویل تھا۔ انہیں اس مشین کے لیے دس بارہ گھنٹوں تک انتظار کرنا تھا۔ ان میں سے ایک یوگا جاننے والے افسر نے سونیا سے کہا۔ "ہمیں ہر لمحہ دھڑ کا لگا رہتا ہے۔ پتا نہیں، گریٹ ایشورارا ہمارے خلاف کیا کرنے والا ہے؟ اس نے ہمیں چھ گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ ہم نے عاجزی سے گڑگڑا کر مزید بارہ گھنٹے کی مہلت مانگی اور اسے یہ تاثر دیا تھا کہ ہم اس سے پھر دوستی اور سمجھوتا کرنے والے ہیں۔ اس طرح ہمیں بارہ گھنٹے مہلت مل چکی ہے لیکن اس کے بعد کیا ہوگا؟"

سونیا نے کہا۔ "میں تم لوگوں کو تحفظ فراہم کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔ یہ بڑی بات ہے کہ ایک غیر معمولی مشین تمہارے پاس پہنچ رہی ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد بتاؤں گی کہ آئندہ تم لوگوں کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

وہ پھر ان چار یار کے پاس گئی۔ ججے خان نے کہا۔ "میڈم! ہم ایک بات پوچھنا چاہتے ہیں؟"

اس نے کہا۔ "ہاں، ضرور پوچھو۔"

"سپر پاور اور دنیا کے دوسرے بڑے ممالک ہمیشہ فرہاد صاحب کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ آپ سے بھی دشمنی کرتے آئے ہیں پھر آپ ان سے اتنی ہمدردی کیوں کر رہی

ہیں؟''

سونیا نے کہا۔''میں ان تمام اکابرین کو آخری موقع دے رہی ہوں۔ محبت سے' ہمدردی سے اور ہر طرح کا تعاون کرتے ہوئے انہیں سمجھانا چاہتی ہوں کہ اسی طرح ہم اپنی دنیا میں امن و امان قائم رکھ سکتے ہیں اور باہر سے آنے والی شیطانی قوتوں کو بھگا سکتے ہیں۔''

ان چاروں نے کہا۔''ہم پہلے بھی آپ کے پرستار تھے اور اب ہمیشہ رہیں گے۔''

''میں بھی تم چاروں سے بہت خوش ہوں۔ تم پر اعتماد کرنے لگی ہوں۔ جلد ہی تم لوگوں ملاقات کروں گی پھر ہم ایک ساتھ دنیا والوں کے لیے بہت کچھ کریں گے۔''

اس نے ایک ذرا توقف سے کہا۔''اپنی فور کاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے تم چاروں جو کارنامے انجام دے رہے ہو' ان کارناموں کے پیش نظر تمہیں ساری دنیا میں عزت اور شہرت ملنی چاہیے۔''

انہوں نے کہا۔''ہم عزت اور شہرت کے محتاج نہیں ہیں۔ بس نیکی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ دلچسپ تجربہ کرنا چاہتے ہیں، کیا ایسا ممکن ہے کہ انسان کم از کم مذہب کو ہتھیار نہ بنائے؟ مذہب کے حوالے سے نہ کوئی فساد کرے نہ نفرت کی چنگاری بھڑکائے؟''

سونیا نے کہا۔''میں تم لوگوں سے متفق ہوں۔ تمہارے ساتھ مل کر یہی کوشش کروں گی کہ مذہب کے حوالے سے کبھی کوئی سازش نہ ہو۔ کبھی کوئی فساد برپا نہ ہو۔ تم چاروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے اب سے پہلے بھی یورپ اور امریکا کے اکابرین کے ساتھ امن و امان سے رہنا چاہا لیکن ...'' وہ ذرا توقف سے بولی۔''لیکن انہوں نے ہمیشہ ہمیں مایوس کیا۔ آخر کار دشمنی کی انتہا یہ ہوگئی کہ انہوں نے ہمارے خلاف سیارے والوں کو اہمیت دی۔ ان سے دوستی کی' معاہدے کیے۔ انہیں یہاں کا حکمران بنانے کے لیے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ اس کے باوجود تم چاروں دیکھ رہے ہو، میں پوری دیانتداری سے ان کی مدد کررہی ہوں۔''

''آپ یقیناً فراخ دل ہیں۔ آپ یقیناً ان کے کام آکر ان کا دل جیت لیں گی۔ مذاہب کو فساد کا باعث نہیں بننے دیں گی اور اپنی دنیا میں امن و امان قائم کریں گی۔''

''بے شک، ہم سب مل کر یہی کوشش کریں گے۔ جوزف ہارڈی! تم عیسائی ہو۔ اسٹین روبن! تم یہودی ہو۔ پچھلی چودہ صدیوں سے تمہارے مذاہب اور تمہاری قوم کے افراد نے بدترین دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تم دونوں کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ تمہارے اندر ڈوب کر دیکھا ہے' تم اپنے لوگوں سے مختلف ہو۔ تم سچے دل سے اور پوری دیانت داری سے مذہبی منافقت اور سازشوں کو بالائے طاق رکھ کر انسانیت کی بہتری کے لیے کام کرنا چاہتے ہو۔ میں اس نیک کام میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گی۔ اب ذرا دیکھو' ان اکابرین کے ساتھ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟''

وہ اس مشین کو آپریٹ کرنے لگے۔ اسکرین پر وہ چار یوگا جاننے والے افسران دکھائی دینے لگے۔ انہوں نے وقت کی چھلانگ لگائی۔ اس اسکرین پر ایک گھنٹے بعد کا منظر دکھائی دینے لگا۔ وہ چاروں افسران بہت پریشان تھے۔ گریٹ ایشورارا کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ بنکاک جیسے نائب ایشورارا کو قید کرنے کے بعد اس کی مشین واشنگٹن پہنچائی جارہی ہے۔

اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے انہیں وارننگ دی تھی کہ اس غیر معمولی مشین کو واشنگٹن پہنچتے ہی تباہ نہ کیا گیا تو وہاں ایسی تباہی آئے گی' جس کا نقصان امریکی حکام برداشت نہیں کرسکیں گے۔

سونیا نے بے چین ہوکر کہا۔''فوراً ہی ایک گھنٹے بعد کا منظر دیکھو۔ وہ لوگ کیا کرنے والے ہیں؟ کس طرح تباہی لانے والے ہیں؟''

انہوں نے ایک گھنٹے کی چھلانگ لگائی۔ وہاں کا آرمی ہیڈ کوارٹر دکھائی دیا۔ اس ہیڈ کوارٹر کے جس حصے میں اسلحہ اور بارود کا ذخیرہ تھا۔ وہاں متواتر لرزہ خیز دھماکے ہورہے تھے۔ آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے آسمان سے باتیں کررہے تھے۔ ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا۔ لوگ زخمی ہوتے ہوئے، مرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

سونیا نے ان اکابرین سے وعدہ کیا تھا کہ گریٹ ایشورارا کی طرف سے انہیں نقصان نہیں پہنچنے دے گی۔ اب یہ بہت بڑا چیلنج تھا کہ وہ اتنی بڑی تباہی سے انہیں کس طرح بچاسکتی ہے؟

اب تک وہ اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے امن و سلامتی کی جدوجہد کرتی آئی تھی۔ یہ عجیب سی بات تھی کہ اب وہ دشمنوں کے لیے سیارے والوں سے جنگ لڑنے والی تھی۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

ایسا شاید ہی کبھی سننے میں آتا ہے کہ کسی نے اپنے دشمن کی حفاظت کے لیے اس دشمن کے دشمنوں سے لڑائی مول لی ہو۔
سونیا کی انسان دوستی اور حوصلہ تھا اس نے دشمن اکابرین کو گریٹ اینشورارا کے حملوں سے بچانے کا وعدہ کیا تھا۔
چار یار کی فورکاسٹ کرنے والی مشین نے بتا دیا تھا کہ امریکن آرمی کے ایک ہیڈ کوارٹر پر گریٹ اینشورارا کی جانب سے حملے میں گولا بارود اور ہتھیار کے ذخیرے تباہ ہو جائیں گے، سیکڑوں سپاہی مارے جائیں گے اور ہزاروں زخمی ہو جائیں گے. ان حالات میں سونیا کو اپنا وعدہ نبھانا تھا۔ انہیں تحفظ فراہم کرنا اور جانی و مالی نقصان سے بچانے کے لیے سیارے والوں کے حملے کو ناکام بنانا تھا۔
یہ معلوم کرنا تھا کہ سیارے والے اس آرمی ہیڈ کوارٹر پر کس طرح حملے کریں گے؟ فورکاسٹ کرنے والی مشین نے بتایا تھا کہ گولا بارود اور ہتھیار کے ذخیرے جہاں ہیں وہاں زبردست دھماکے ہوں گے۔ دور دور تک آگ پھیلے گی اور ہر سو دھوئیں کے سیاہ بادل چھا جائیں گے۔ سونیا کو ایک گھنٹے

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو اکاسی ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا. وہ جب اور جس کے ذہن میں چاہتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا. دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے. اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار ہے.

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

اندر یہ معلوم کرنا تھا کہ دشمن اس ہیڈ کوارٹر میں کس تدبیر سے بم دھماکے کریں گے؟
جیسا کہ بیان ہو چکا ہے گریٹ اینشورارا نے اپنے پانچ پانچ افراد کی ٹیم ہماری دنیا کے ہر ملک اور خاص علاقوں میں بھیجی تھی۔ ہر ٹیم کے سربراہ کے پاس ایک غیر معمولی مشین تھی۔
سونیا نے بانگ کانگ والی ٹیم کو ہلاک کر دیا تھا اور ان سے مشین چھین لی تھی۔
اس نے ایک مشین امریکی اکابرین کے پاس بھیج دی تھی مگر پہلے اس مشین سے حاصل ہونے والی تمام معلومات کو اپنی مشین میں منتقل کر لیا تھا۔ بنکاک میں چار سیارے والے اور موجود تھے۔ انہیں سونیا اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہی تھی۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ چاروں کہاں چھپے ہوئے ہیں؟
ابھی ان کو اور گریٹ اینشورارا کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ بنکاک کی ٹیم کا سربراہ مارا گیا ہے اور مشین سونیا کے ذریعے امریکی اکابرین کے پاس پہنچنے والی ہے۔ وہ ان کی غفلت سے جلد از جلد فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔ وہ مشین کے سامنے بیٹھی

اسکرین پر ان تمام سیارے والوں کو دیکھ رہی تھی جن کی تصویریں، نام اور کوڈ نمبرز بنکاک والی مشین میں محفوظ تھے۔

ایسے ہی وقت سونیا نے اس مشین میں ترہالا کا نام پڑھا۔ اس کے کوڈ نمبرز پنچ کیے تو وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ اس وقت کمیونیکیشن مشین کے ذریعے وہ گریٹ اینشورارا سے باتیں کر رہا تھا۔ جو تحریر اس کی مشین پر ابھر رہی تھی، وہ سونیا کو اپنی مشین کی اسکرین پر دکھائی دے رہی تھی۔

گریٹ اینشورارا کہہ رہا تھا۔ "ترہالا! امریکی اکابرین سونیا سے سمجھوتا اور دوستی کر چکے ہیں۔ انہیں عبرتناک سبق سکھانا ہوگا۔ واشنگٹن میں ہماری ٹیم کا جو سربراہ ہے، اس سے رابطہ کرو۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر امریکی اکابرین کو ایسا زبردست نقصان پہنچاؤ کہ وہ روتے... گڑگڑاتے ہوئے ہمارے آگے جھکنے پر مجبور ہو جائیں۔"

سونیا الرٹ ہو گئی۔ ترہالا کے ذریعے معلوم ہونے والا تھا کہ وہ لوگ کس طرح آرمی ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے کی پلاننگ کریں گے؟

تھوڑی دیر بعد ہی ترہالا نے واشنگٹن کی ٹیم کے سربراہ سے اپنی مشین کے ذریعے رابطہ کیا۔ وہ سربراہ سونیا کی اسکرین پر بھی نظر آنے لگا۔ اس کا نام واستوا تھا۔ سونیا نے فوراً ہی چار یار سے رابطہ کیا۔

ان چاروں نے ایک ساتھ کہا۔ "یس میڈم!"

وہ اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے۔ سونیا نے کہا۔ "میں سیارے سے آنے والے ترہالا اور واستوا کی تصویریں تمہاری فورکاسٹ کرنے والی مشین میں پہنچا رہی ہوں۔ فوراً معلوم کرو، وہ دونوں ابھی ایک گھنٹے کے اندر کیا کرنے والے ہیں؟"

اس نے دونوں کی تصویریں فورکاسٹ کرنے والی مشین تک پہنچا دیں۔ ترہالا اور واستوا اسکرین پر نظر آنے لگے۔ ان کے سامنے بھی ان کی اپنی اپنی مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

واستوا کہہ رہا تھا۔ "میں نے ہیڈ کوارٹر میں رہنے والے چند آرمی افسران پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ سب میرے تابعدار ہیں۔"

ترہالا نے کہا۔ "پھر تو کام آسان ہو گیا ہے۔ ہیڈ کوارٹر میں جہاں گولا بارود اور ہتھیاروں کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ وہاں بڑی قوت کے ٹائم بم نصب کر دیے جائیں گے تو مقررہ وقت پر ہیڈ کوارٹر تباہ ہو جائے گا۔"

سونیا نے چار یار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "دس منٹ کی چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھو کہ یہ دونوں کن افسران کے ذریعے وہاں بم نصب کریں گے؟ الپا اور کبریا سے کہو، فوراً میرے پاس آئیں۔"

سراج سکسینا اور نجے خان نے خیال خوانی کے ذریعے الپا اور کبریا سے رابطہ کر کے کہا۔ "تمہاری ممّا تم دونوں کو فوراً طلب کر رہی ہیں۔"

وہ دونوں دوسرے ہی لمحے میں سونیا کے پاس پہنچ گئے۔

سونیا نے کہا۔ "واشنگٹن میں بابا صاحب کے ادارے کے کئی جاسوس بھی ہیں۔ میں سیارے سے آنے والے ترہالا اور واستوا کی خفیہ رہائش گاہوں کا پتا بتا رہی ہوں۔ ہمارے سراغ رسانوں کو بڑی رازداری سے ان کی شہ رگ تک پہنچنا ہے۔"

کبریا نے کہا۔ "ممّا! ہم آپ کے ذریعے اسکرین پر ان دونوں کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ مشین سے ان کے رہائشی پتے معلوم کریں۔"

وہ اپنی مشین کو آپریٹ کرنے لگی۔ اسکرین پر واستوا کی رہائش گاہ کا پتا تحریری صورت میں ابھر رہا تھا۔ وہ میری لینڈ کے بنگلا نمبری۔ تو نائن میں موجود تھا۔

کبریا نے کہا۔ "میں ابھی بابا صاحب کے ادارے کے کسی جاسوس کے ذریعے وہاں جاتا ہوں۔"

سونیا نے کہا۔ "اس سے پہلے کہ وہ اپنے کسی تابعدار افسر کے ذریعے وہاں بم نصب کرائے۔ تم اس کی گردن دبوچ لو۔"

کبریا چلا گیا۔ سونیا نے ترہالا کے کوڈ نمبر پنچ کیے۔ مشین سے اس کا رہائشی پتا پوچھا۔ اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔ ترہالا بیلجیم کے ایک علاقے بر گیم میں ہے۔ وہاں کے میوزیم کے کھلے احاطے میں ایک جذباتی کنواری لڑکی کا مجسمہ رکھا گیا ہے۔ دنیا بھر کے سیاح اس مجسمے کو دیکھنے آتے ہیں۔

بیلجیم میں بھی بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس موجود تھے۔ الپا نے ایک جاسوس کے اندر پہنچ کر کہا۔ "میں الپا بول رہی ہوں۔ فوراً اپنے ایک ساتھی کے ساتھ اس میوزیم کے پاس آؤ جہاں کنواری جذباتی لڑکی کا مجسمہ ہے۔ وہاں سے دو سو گز کے فاصلے پر بنگلوز بنے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک بنگلے کے اندر پہنچنا ہے۔ وہاں سیارے سے آنے والا ایک دشمن موجود ہے۔"

وہ فوراً ہی ایک ریوالور لے کر اپنے ساتھی کو فون پر کال کرتا ہوا باہر آگیا۔ کار میں بیٹھ کر اس بنگلے کی طرف جانے لگا۔ الپا نے کہا۔ "وہاں پہنچتے ہی اسے خیال خوانی کا موقع نہ دینا۔ فوراً ہی زخمی کر دو گے تو میں اس کے اندر پہنچ

...س گی۔"

...وہ اس بنگلے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے کال بیل کا ...ن دبایا۔ اندر گھنٹی کی آواز سنائی دے رہی تھی مگر نہ کوئی ...اب دے رہا تھا اور نہ دروازہ کھولنے آ رہا تھا۔

...سونیا نے اسکرین پر واستوا کو دیکھا۔ وہ ٹوائلٹ میں ...۔ اس کی خاموشی اور چہرے کے تاثرات سے پتا چل رہا ...کہ وہ خیال خوانی میں معروف ہے۔

الپا نے سونیا کے پاس آ کر اس کی مشین کے ذریعے ...ے دیکھا پھر جاسوس کے پاس جا کر کہا۔ "وہ ٹوائلٹ میں ...باہر نہیں آ سکے گا۔ تم اندر جاؤ۔"

وہ ایک تار کے ذریعے مقفل دروازے کو آہستگی سے ...ھول کر اندر آ گئے۔ وہ بے قدموں چلتے ہوئے ٹوائلٹ کے ...دروازے پر پہنچے پھر اسے کھولتے ہی جاسوس نے فائر کر دیا۔ ...گولی واستوا کے بازو میں لگی۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا کموڈ ...سے نیچے گر گیا۔

الپا نے اس کی زبان سے کہا۔ "میں اس کے اندر پہنچ ...گئی ہوں۔ تم غیر معمولی مشین اور اس کا دوسرا ضروری سامان ...لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔"

جاسوس اپنے ساتھی کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ الپا ...اپنے شکار کے خیالات پڑھنے لگی۔ واستوا کی سوچ نے بتایا۔ ...میں نے اور ترہالا نے آرمی کے دو اعلیٰ افسران کو اپنا آلۂ ...کار بنایا ہے۔ وہ دونوں گولا بارود اور اسلحے کے گودام میں ...بڑی قوت کے دو ٹائم بم نصب کریں گے۔"

الپا نے پوچھا۔ "طریقۂ کار کیا ہوگا؟"

...اس کی سوچ نے کہا۔ "ابھی میں نے گریٹ اینشورارا ...کی طرف سے آخری فیصلہ سنایا ہے، ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ...زبردست دھماکے ہوں گے۔ پورا آرمی ہیڈ کوارٹر تباہ ...ہو جائے گا۔ وہاں کے تمام افسران بدحواس ہو گئے ہیں۔ یہ ...کہہ رہے ہیں کہ اسلحے کے گودام میں بم چھپا کر رکھے گئے ...ہیں جو آدھے گھنٹے کے اندر بلاسٹ ہونے والے ہیں۔"

الپا نے پوچھا۔ "تم وہاں بم کس طرح رکھواؤ گے؟"

...چند جانباز سپاہی اور افسران گودام کے اندر جا ...کر بموں کا سراغ لگانا چاہتے ہیں۔ ہمارے آلۂ کار افسران ...بھی سراغ لگانے کے بہانے گودام میں جائیں گے اور وہاں ...چند منٹ میں ہی بم رکھ دیں گے مگر ہمارے وہ آلۂ کار افسران ...گودام سے واپس نہیں آ سکیں گے لیکن..." وہ بازو کی ...تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "وقت گزرتا جا رہا ہے۔ ...اپنے آلۂ کار کے اندر رہ کر یہ تخریبی کارروائی نہیں

کر سکوں گا۔"

الپا نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا، وہ تکلیف برداشت نہ کر سکا اور فوراً ہی بے ہوش ہو گیا۔ الپا سونیا کے پاس آ گئی۔ اس وقت یوگا جاننے والے آرمی افسران فون کے ذریعے کہہ رہے تھے۔ "میڈم! ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے۔ ان کے چیلنج کے مطابق چودہ منٹ کے بعد یہاں دھماکے ہونے والے ہیں۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "پتا نہیں دشمنوں نے گودام میں وہ ٹائم بم کہاں چھپا کر رکھے ہیں؟ ہم انہیں ٹریس نہیں کر پا رہے ہیں۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں گریٹ اینشورارا کی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رکھیں گی۔ پلیز کچھ کریں..."

ایسے وقت الپا خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ دے رہی تھی۔ سونیا نے اعلیٰ افسران سے کہا۔ "میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ تمہیں نقصان پہنچنے سے پہلے ہی بم بلاسٹ کرنے والے کو ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔ سیارے سے آنے والا وہ دشمن اسی شہر کے ایک بنگلے میں بے ہوش پڑا ہے۔ پتا نوٹ کرو اور اسے حراست میں لے لو۔"

اس نے ایڈریس نوٹ کرلیا۔ یوگا جاننے والے افسران خوش ہوگئے۔ کبریا نے کہا۔ ''مما! ترہالا فرار ہوگیا ہے۔ اس کی غیر معمولی مشین ہمارے جاسوس کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ وہ اسے آپریٹ کرنا نہیں جانتا۔ آپ ابھی اپنی مشین میں ترہالا کو دیکھیں اور معلوم کریں کہ وہ کہاں چھپتا پھر رہا ہے؟''

سونیا نے فوراً ہی ترہالا کے کوڈ نمبرز پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر نظر آنے لگا۔ وہ اس وقت ٹرین میں بیٹھ کر کہیں جارہا تھا۔ اس کمپارٹمنٹ میں چھ مسافر تھے۔

سونیا نے چار یار سے کہا۔ ''اپنی اسکرین پر ترہالا کو دیکھو۔''

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ ترہالا فورکاسٹ کرنے والی مشین کی اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ سونیا نے کہا۔ ''اس کے ساتھ چھ مسافر بیٹھے ہیں۔ کسی ایک کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچو۔ کبریا تمہارے ذریعے اس مسافر تک پہنچ کر اس سے نمٹ لے گا۔''

وہ چاروں ریل گاڑی کے کمپارٹمنٹ میں ان مسافروں کو دیکھ رہے تھے۔ اگر وہ ایک دوسرے سے باتیں کرتے تو ان کی آواز اور لب و لہجے کو فوراً گرفت میں لے کر کسی کے اندر پہنچا جاسکتا تھا۔

لیکن سب ہی خاموش تھے۔ ان چار یار نے مشین کو آپریٹ کرتے ہوئے ایک مسافر کی آنکھوں کا کلوزاپ اسکرین پر دیکھا پھر ان آنکھوں کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔

کبریا بھی ان کے ذریعے وہاں پہنچ گیا۔ انہوں نے اس شخص کو دوسروں سے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس طرح وہ ایک دوسرے سے بولنے لگے۔ کبریا نے ایک مسافر کے ذریعے ترہالا کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو ترہالا...!''

اس نے ذرا سہم کر اس مسافر کو دیکھا۔ کبریا نے کہا۔ ''یوں بھاگتے پھرو گے تو اس دنیا پر حکومت کیسے کرو گے؟''

وہ پریشان ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ بجے خان نے دوسرے مسافر کی زبان سے پوچھا۔ ''کیا چلتی ٹرین سے دروازہ کھول کر کودنا چاہتے ہو؟''

کبریا نے مسافر کے ذریعے کہا۔ ''اپنی وہ نایاب غیر معمولی مشین اور تمام سامان چھوڑ آئے ہو۔ گریٹ اینشورارا سے رابطہ کرنے کے لیے کمیونیکیشن مشین بھی نہیں ہے تمہارے پاس۔ ہم تمہیں سانس لینے کی مہلت دے رہے ہیں۔ تم چاہو تو خیال خوانی کے ذریعے نائب اینشورارا کو مدد کے لیے پکار سکتے ہو۔''

اس نے کہا۔ ''پلیز... مجھے دشمن نہ سمجھو۔ میں دوستی کرنا چاہتا ہوں۔''

''تو پھر... ہمیں اپنے دماغ میں آنے دو۔''

کبریا نے اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اسی وقت اس کے منہ پر گھونسا پڑا۔ وہ چار یار دوسرے چار مسافروں کے اندر تھے۔ انہوں نے بھی اس کی پٹائی شروع کردی۔ ایسی حالت میں وہ سانس نہیں روک سکتا تھا۔ کبریا نے کہا۔ ''یارو! بس کرو، اس کے دماغ کا دروازہ کھل چکا ہے۔''

دوسرے ہی لمحے وہ چیخیں مارتا ہوا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر اپنی سیٹ پر تڑپنے لگا۔ کبریا نے سونیا سے پوچھا۔ ''مما! اس کے ساتھ اور کیا کیا جائے؟''

وہ بولی۔ ''اسے اور جھٹکے پہنچاؤ تاکہ یہ بے ہوش ہوجائے۔ اگلے اسٹاپ پر پولیس والے اسے اسپتال پہنچائیں گے۔''

سونیا نے فون کے ذریعے یوگا جاننے والے افسران سے کہا۔ ''سیارے کے دو دشمن تمہارے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ دوسرے کو ہم نے بیلجیم میں بے دست و پا بنادیا ہے۔ وہاں کے اکابرین اسے ایک اسپتال سے گرفتار کرسکتے ہیں۔''

ایک اعلیٰ افسر نے دوسرے ملکوں کے اکابرین کو اطلاع دی۔ وہ لوگ بہت خوش اور مطمئن تھے اور سونیا کا شکریہ ادا کررہے تھے۔

ایک نے کہا۔ ''میڈم! آپ نے ہمیں بہت بڑے نقصان سے بچایا ہے۔ ہم نے واستوا کو حراست میں لے لیا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کے باقی چار ساتھیوں کو بھی گرفتار کرچکے ہیں۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''واستوا کے پاس جو غیر معمولی مشین تھی۔ اسے آپ لے گئی ہیں جبکہ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''میں تمہاری ضرورت پوری کرچکی ہوں۔ بنکاک سے حاصل ہونے والی مشین تمہارے پاس پہنچنے والی ہے۔''

وہ خوش ہو کر بولے۔ ''بے شک، آپ نے ہمیں انمول تحفہ دیا ہے مگر یہ دوسری مشین یہیں واشنگٹن میں آپ کے کسی خاص آدمی کے پاس ہے۔ آپ یہ دوسرا احسان کریں گی تو ہم آپ کے مزید شکر گزار ہوں گے۔''

وہ بولی۔ ''میں دوستی کررہی ہوں، احسان کررہی ہوں مگر یہ بھولنا نہیں چاہتی کہ تم لوگ ہمیشہ سے ہمارے بدترین دشمن رہے ہو۔ ابھی پہاڑ تلے دبے ہو، میرے محتاج ہو۔ کبھی پہاڑ سے نکلو گے تو ہمیشہ کی طرح تمہارے تیور بدل جائیں گے۔''

''ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ہماری نجات دہندہ ہیں۔ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں۔ آپ سے مخالفت مول لینے کی کبھی حماقت نہیں کریں گے۔''

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''فار گاڈ سیک... اس دوسری مشین کو واشنگٹن سے باہر نہ لے جائیں۔ ہم ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگ رہے ہیں۔ اسے ہمارے حوالے کردیں، پلیز۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ سیارے سے آنے والوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تمہارے پاس بھی متوازن قوت ہو۔ وہ قوت، وہ توانائی میں نے پہنچادی ہے۔ اس سے زیادہ کی توقع نہ کرو۔''

وہ غیر معمولی مشین ابھی واشنگٹن میں ہی تھی۔ اکابرین یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ ان کی پہنچ میں آکر ان سے دور چلی جائے۔

ایف بی آئی کے جاسوس اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی رازداری سے یہ معلوم کرنے کی کوششیں کررہے تھے کہ وہ مشین واشنگٹن کے کس حصے میں اور کس چار دیواری میں چھپا کر رکھی گئی ہوگی؟ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس... اسے کس راستے سے اپنے ادارے میں پہنچائیں گے؟

ادھر بیلجیم کے ایک اسپتال سے ترہالا کو گرفتار کیا گیا تھا۔ وہاں کے اکابرین بھی سونیا سے مطالبہ کررہے تھے کہ جو مشین ترہالا سے چھینی گئی ہے، وہ ان کے حوالے کی جائے۔

وہاں بھی انٹیلی جنس اور آرمی والوں نے پورے شہر کی ناکابندی کردی تھی۔ وہاں کے اکابرین اسے کسی بھی قیمت پر حاصل کرنا چاہتے تھے۔

ایسے جاسوس اور ٹیلی پیتھی جاننے والے جن کے نام اور تصاویر غیر معمولی مشین تک نہیں پہنچی تھیں۔ انہیں سونیا دیکھ سکتی تھی نہ معلوم کرسکتی تھی کہ اس کی لاعلمی میں کیسی سازشیں کی جارہی ہیں؟

تمام اکابرین مانتے تھے کہ سونیا نے ان کے ساتھ بہت بڑی نیکی کی ہے۔ ہیڈکوارٹر کے سیکڑوں سپاہیوں کو موت کے منہ میں جانے سے بچایا ہے۔ دشمنوں کو گولا بارود اور ایٹمی ہتھیاروں تک پہنچنے نہیں دیا۔ لاکھوں ڈالرز کا نقصان نہیں ہونے دیا۔

اکابرین اسے ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے بڑی رازداری سے بیلجیم اور واشنگٹن میں چھپی ہوئی غیر معمولی

مشینوں کو تلاش کر رہے تھے۔ بڑے ممالک کے اکابرین اگرچہ اتفاق رائے رکھتے تھے۔

تاہم سیاسی اور عسکری معاملات میں ایٹمی قوت کے ذریعے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں اور غیر معمولی مشینوں کے ذریعے اپنی اپنی برتری قائم کرنا چاہتے تھے۔ سپر پاور بن کر رہنے کے لیے وہ صرف سونیا کے خلاف ہی نہیں بلکہ اپنے اتحادیوں کے خلاف بھی درپردہ سازشیں کرتے رہتے تھے۔

فی الحال سونیا ان کی سازشوں سے بے خبر تھی۔ اس نے بنکاک والی مشین کے ذریعے جتنی اہم معلومات اپنی مشین میں فیڈ کی تھیں۔ ان میں تربالا کے علاوہ اس نائب ایشورارا کے بارے میں بھی معلومات تھیں جو ان دنوں لاہور میں تھا۔

گریٹ ایشورارا کے تمام اہم ماتحت جو ہانگ کانگ، بنکاک، واشنگٹن اور بیجنگ میں تھے۔ ایک ایک کرکے مارے گئے تھے۔ مگر ابھی بھی بہت سے ماتحت مختلف ممالک میں موجود تھے۔ ان میں سب سے اہم نائب ایشورارا تھا۔ سونیا اپنی مشین کی اسکرین پر اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے باتیں کررہا تھا۔

وہ دونوں بے حد پریشان تھے۔ سونیا انہیں پے درپے اس قدر نقصانات پہنچا رہی تھی کہ ان کے ہوش اُڑتے جارہے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' ایک تنہا عورت ان کے خفیہ منصوبوں کی تہہ تک کیسے پہنچ جاتی ہے؟

روپوش رہنے والوں کی پناہ گاہوں کا سراغ کس طرح لگا لیتی ہے؟ وہ دونوں سونیا کے بارے میں جتنا سوچ رہے تھے، اتنا ہی اُلجھتے جارہے تھے۔

سونیا نے الپا کو بلایا تھا۔ وہ بھی ان دونوں کی باتیں پڑھ رہی تھی۔ گریٹ ایشورارا نے اپنے نائب سے کہا۔ ''کچھ عرصے کے لیے ساری مصروفیات کو بھول جاؤ۔ مختلف ممالک میں جتنے ماتحت ہیں، انہیں تاکید کرو کہ وہ اپنی خفیہ رہائش گاہوں سے اشد ضرورت کے وقت نکلا کریں۔ کسی بھی عورت یا مرد سے کوئی بات نہ کریں۔ سونیا کے پاس جو غیر معمولی مشین ہے' اس سے بچ کر رہیں۔ میرے تمام ماتحت اس کی نظروں میں نہ آکر ہی محفوظ رہ سکتے ہیں۔''

الپا نے کہا۔ ''مما! یہ نائب ایشورارا بہت بڑا مہرہ ہے۔ اسے جہنم میں پہنچا کر اس کی مشین حاصل کی جاسکتی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''یہ نائب اپنے گریٹ ایشورارا کے لیے بہت اہم ہے۔ یہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہے گا کہ میری مشین کی زد میں نہیں آیا ہے۔ آئندہ جتنے ممالک کے ماتحتوں سے رابطہ کرے گا' ان کو میری مشین کیچ کرے گی۔ اس طرح کوئی دشمن ہماری نظروں سے چھپا نہیں رہے گا۔''

ان دونوں کے درمیان رابطہ ختم ہوگیا تھا۔ نائب ایشورارا کمیونیکیشن مشین کو بند کرنے کے بعد غیر معمولی مشین کو آن کررہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے موبائل فون پر نمبر پنچ کررہا تھا۔ الپا نے کہا۔ ''شاید یہ کسی ماتحت سے رابطہ کررہا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''یہ مشین کے ذریعے کسی ماتحت کو دیکھ بھی سکتا ہے اور اس سے بات بھی کرسکتا ہے پھر فون کیوں استعمال کررہا ہے؟''

مشین کی اسکرین پر میری منہ بولی بیٹی فہمی دکھائی دے رہی تھی۔ یہ بیان کرچکا ہوں کہ وہ نائب ایشورارا سے متاثر ہوچکی ہے۔ وہ بھی اسے دل و جان سے چاہنے لگا ہے۔ اس نے فہمی کو اپنا نام جمال احمد بتایا تھا۔

ابھی مجھے ان کے عشق و محبت کے سلسلے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا اور نہ ہی میں نائب ایشورارا جمال احمد کے بارے میں کچھ جانتا تھا۔

اس وقت سونیا اپنی مشین کی اسکرین پر جمال احمد کو فون پر فہمی سے باتیں کرتے ہوئے سن رہی تھی۔ ان لمحات میں فہمی' جمال احمد کی مشین کی اسکرین پر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اپنا فون کان سے لگائے مسکرا کر پوچھ رہی تھی۔ ''ابھی میں کیسے یاد آگئی؟''

اس نے کہا۔ ''یاد تو ہر پل آتی ہو مگر افسوس ہر پل فون پر بات نہیں کی جاسکتی ہے۔''

وہ اسکرین پر دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ ''مگر میں جب چاہتا ہوں' تمہیں اپنی نگاہوں کے سامنے بلا لیتا ہوں۔ ان لمحات میں بھی تمہیں دیکھ رہا ہوں۔''

الپا ذرا چونک کر بولی۔ ''اوہ مما! یہ تو وہی لڑکی ہے' فرہاد الور شاہ کی منہ بولی بیٹی ہے۔ جب ہم فرہاد الور شاہ کو پاپا سمجھ رہے تھے اور خیال خوانی کے ذریعے اس کے چور خیالات پڑھ رہے تھے۔ تب ہم نے اس کے ساتھ فہمی کو دیکھا تھا۔''

سونیا نے کہا۔ ''تم نے کہا تھا کہ وہ فرہاد الور شاہ تمہارے پاپا سے مشابہت رکھتا ہے۔ وہ یقیناً اسی کوٹھی میں ہوگا۔ میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔''

الپا نے کہا۔ ''میں ابھی اس کے اندر جاتی ہوں پھر وہ میری مرضی کے مطابق وہاں جائے گی' جہاں فرہاد الور شاہ ہوگا۔''

وہ فہمی کے اندر آگئی۔ اس نے الپا کی مرضی کے مطابق نائب ایشورارا جمال احمد سے کہا۔ ''میں تھوڑی دیر کے لیے

...فون بند کررہی ہوں۔ میرا خیال ہے' پاپا جاگ رہے ہیں۔ ...نہیں دیکھ کر آتی ہوں۔''

جمال احمد نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں تمہاری واپسی کا ...انتظار کروں گا۔''

وہ فون کو رکھ کر کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے دروازہ کھول کر میرے کمرے میں آئی۔ میں اس وقت ...کرسی پر بیٹھا خیال خوانی میں مصروف تھا۔ سر گھما کر اسے ...دیکھا پھر مسکرا کر کہا۔ ''میری بیٹی ابھی تک جاگ رہی ہے؟ کیا ...بات ہے؟''

وہ بولی۔ ''کمرے میں لائٹ روشن دیکھ کر خیال آیا کہ آپ جاگ رہے ہیں، ہوسکتا ہے آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو۔''

''میری گڑیا! مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ...جاؤ... سو جاؤ۔ اتنی رات تک جاگنا نہیں چاہیے۔''

سونیا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکرین پر مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں کہ وہ اپنے فرہاد کو دیکھ رہی ہے۔ وہ تڑپ کر بولی۔ ''الپا! یہ تمہارے پاپا ہیں۔ میرا دل ان کی طرف کھنچا جارہا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''مما! صرف میں نے ہی نہیں' عالی اور ...نے بھی اس فرہاد کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ یہ ...تمہارے پاپا نہیں ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''جب فہمی کمرے میں داخل ہوئی تو ایسے گم صم بیٹھے تھے جیسے خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ میرا دل ...کہتا ہے' یہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ میرے اطمینان کے لیے ایک بار پھر ان کے خیالات پڑھو۔''

''اچھی بات ہے۔ آپ ابھی دیکھیں گی' یہ حضرت مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کریں گے جبکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے حساس ہوتے ہیں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو فوراً ہی محسوس کرلیتے ہیں۔''

وہ میرے اندر آگئی۔ میں نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ میرے خیالات پڑھنے کے بعد بولی۔ ''مما! یقین کریں' یہ پاپا نہیں ہیں۔ میں نے ان کے چور خیالات پوری توجہ سے پڑھے ہیں۔ یہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے۔ ایک بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ کاروباری معاملات کو سمجھتے ہیں۔ ہمارے معاملات سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔''

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میں سونیا کو' اپنے تمام بچوں کو اور پاپا صاحب کے ادارے کو بھول چکا تھا۔ بابا فرید واسطی کے ...اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی نے مجھ پر ایسا عمل کیا تھا کہ دنیا کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر آکر ماضی کے فرہاد کو ڈھونڈ نہیں سکتا تھا۔

سونیا مایوس ہوگئی تھی۔ پتا نہیں ہمارے درمیان کب تک ایک طویل فاصلہ قائم رہنے والا تھا؟ ویسے یہ فاصلہ میری عمر بڑھا رہا تھا۔ جب بھی فاصلہ مٹے گا' وہ میرے قریب آئے گی تو میری زندگی کی سانسیں پوری ہوجائیں گی۔ فی الحال میری زندگی میں جو بھی تماشے ہو رہے تھے' وہ میری بہتری کے لیے ہو رہے تھے۔

میں سونے کے لیے بیڈ پر آگیا۔ یہ خیال پیدا ہوا کہ فہمی آج خوامخواہ کیوں جاگ رہی ہے؟ اسٹڈی کررہی ہے؟ یا اسے کوئی پریشانی ہے؟ ہوسکتا ہے' اس کی طبیعت ٹھیک نہ ہو اور وہ اپنا حال بتا کر مجھے پریشان کرنا نہ چاہتی ہو۔ میں نے اسے بیٹی بنایا تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں کسی اور سے ایسا رشتہ نہیں تھا۔ میں خیریت معلوم کرنے اس کے اندر پہنچ گیا۔

جب پتا چلا کہ عمر کا تقاضا ہے۔ دل کسی آئیڈیل کی طرف مائل ہوتا ہے تو راتوں کو نیند نہیں آتی۔ اس وقت وہ ایک محبوب سے فون پر باتیں کررہی تھی۔ مجھے تشویش ہوئی' وہ کون ہوسکتا ہے؟ آج کل کے نوجوان جھوٹی محبت کی قسمیں کھاتے ہیں اور سچے عاشق بن کر دھوکا دیتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری بیٹی کسی سے دھوکا کھائے۔

میں اس کے ذریعے جمال احمد کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے اندر جاکر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتا تھا کہ وہ میری بیٹی سے محبت کرنے کے معاملے میں کس حد تک دیانتدار ہے؟

لیکن میری چھٹی حس نے روک دیا۔ ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ شخص جو فہمی سے باتیں کررہا ہے۔ اس کی آواز میں چنچلی ہے' یقیناً صحت مند ہوگا اگر اس کا ذہن حساس ہوا تو وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گا۔

فہمی کے خیالات بتا رہے تھے' دو دن پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ برما کے شہر رنگون سے آیا ہے۔ لاہور کے تاریخی مقامات کے بارے میں ایک کتاب لکھنا چاہتا ہے۔ میرا ذہن یہ تسلیم نہیں کررہا تھا کہ وہ شخص محض ایک کتاب لکھنے کے لیے برما سے یہاں آیا ہے۔ اگر وہ کوئی خاندانی رئیس ہے اور مشغلے کے طور پر کتاب لکھنا چاہتا ہے تو پھر اس کی پوری ہسٹری معلوم کرنی چاہیے۔ میری بیٹی کی سوچ بتا رہی تھی' وہ جمال احمد کو دل و جان سے چاہنے لگی ہے۔

میں نے سوچا کہ کل صبح ہوتے ہی میں ہوٹل جاکر اس سے ملاقات کروں گا۔ اس سے پوچھوں گا' وہ کون ہے؟ کیا

کرتا ہے؟ اس شہر میں کتنے عرصے کے لیے آیا ہے؟ اگر اسے واپس جانا ہے تو میری بیٹی کو اپنا دیوانہ کیوں بنا رہا ہے؟

میں اپنی بیٹی کے لیے مہنگی سے مہنگی چیزیں خرید سکتا تھا۔ اگر وہ اسے دل و جان سے چاہنے لگی تھی۔ میں اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ..... ساری زندگی فہمی کے ساتھ گزارنے پر مجبور کر دیتا۔ رات زیادہ ہو گئی تھی۔ اس وقت میں یہ ارادہ کر کے سو گیا کہ صبح اس شخص سے ضرور ملاقات کروں گا۔

نائب ایشورارا نے فہمی کے سامنے خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے لیے اپنا نام جمال احمد بتایا تھا۔ حقیقتاً اس دنیا کے کسی بھی دین دھرم سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ سیارے والے عورتوں کے معاملات میں بہت زیادہ ہوس پرست تھے۔ نائب ایشورارا کا مزاج مگر مختلف تھا۔ وہ ایک کے بعد دوسری عورت کے پیچھے بھاگنا نہیں چاہتا تھا۔ کسی ایک سے تعلق رکھ کر زندگی گزارنا چاہتا تھا۔

اس نے پہلی بار فہمی کو ہوٹل میں دیکھا تھا اور بے اختیار اس کی طرف کھنچا چلا گیا تھا۔ پہلی ملاقات میں ہی وہ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اس کے ساتھ اسی دنیا میں رہ کر ساری زندگی گزارے گا۔

اتفاق سے فہمی بھی اس سے متاثر ہو گئی تھی۔ جب وہ ہوٹل سے چلی گئی تو وہ اپنے کمرے میں آ کر غیر معمولی مشین کی اسکرین پر اسے دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا کہ اب تک بے دین ہے۔ مگر اس کی خاطر دینِ اسلام قبول کرے گا۔ وہ جو کہے گی' وہی کرے گا مگر ہر حال میں اسے اپنی لائف پارٹنر بنائے گا۔

جب وہ اسے اسکرین پر دیکھ رہا تھا تب اس نے مجھے بھی دیکھا اور دیکھتے ہی چونک گیا۔ اس کی مشین میں میری تصویر اور میرا پورا ریکارڈ موجود تھا۔

وہ بری طرح گھبرا گیا تھا۔ سر منڈاتے ہی اولے پڑنے والی بات تھی۔ وہ محبت کرتے ہی اپنی موت کی طرف کھنچا جانے والا تھا۔

اس دنیا میں آتے ہی اس کی مشین نے بتایا تھا کہ میں کہیں گم ہو چکا ہوں اور مجھے ٹریس نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے مشین سے پوچھا۔ ''کیا یہی فرہاد علی تیمور ہے؟ کیا اسے ٹریس کیا جا چکا ہے؟''

مشین کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس کی اسکرین پر فرہاد کا ہم شکل ہے۔

تب اس نے میرے اندر پہنچ کر میرے خیالات پڑھے تو اطمینان حاصل ہوا کہ میرا نام فرہاد انور شاہ ہے۔ نہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور نہ ہی میرا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ یہ محض اتفاق ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کا ہم شکل ہوں۔

میں دوسری صبح ہوٹل کے کمرے میں پہنچا۔ اس وقت ویٹر ایک ٹرالی میں اس کے لیے ناشتا لایا تھا۔ ناشتے کی ٹرالی کو کمرے میں رکھ کر باہر جا رہا تھا۔ اسی وقت میں وہاں پہنچ گیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی ایک دم سے چونک گیا۔ ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ فرہاد علی تیمور کہیں سے اچانک ہی سامنے آ گیا ہے۔

میں نے پوچھا۔ ''کیا تم مجھے جانتے ہو؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''ہاں... نن... نہیں... آپ کون ہیں؟''

''جب مجھے نہیں جانتے تو کیوں گھبرا رہے ہو؟ پریشان کیوں ہو؟''

وہ بولا۔ ''اچانک ہی کوئی اجنبی گھر میں گھس آئے تو گھبراہٹ سی ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے' کوئی مجرم واردات کرنے آیا ہے یا کسی دشمن کا کوئی آلۂ کار آ گیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تم بیٹھنا بھول گئے ہو اور مجھے بھی بیٹھنے کے لیے نہیں کہا۔''

وہ جلدی سے بولا۔ ''جی آپ... آپ تشریف رکھیں۔''

میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھے دیکھتے ہی خوفزدہ ہو گئے۔ کسی دشمن کا ذکر کر رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں تمہارے دشمن بھی ہیں؟''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''میں ایک مہنگے ہوٹل میں ہوں۔ کوئی مجھے لوٹنے کے لیے یہاں آئے گا تو یقیناً وہ میرا دشمن ہوگا۔'' پھر وہ انجان بن کر بولا۔ ''کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟ آپ اچانک ہی اجازت کے بغیر میرے کمرے میں آئے ہیں۔ اس کا کوئی مقصد تو ہوگا؟''

میں نے کہا۔ ''تم اس قدر پریشان اور بوکھلائے ہو کہ اب تک بیٹھنا بھول گئے ہو۔''

وہ فوراً ہی دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ ''میرا نام فرہاد انور شاہ ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟''

''جی... جمال احمد۔''

''کیا تم اپنا مکمل تعارف کراؤ گے؟''

وہ بولا۔ ''میرے باپ کا نام کمال احمد ہے۔ وہ بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ ہم برما کے شہر رنگون میں رہتے ہیں۔

یں یہاں تاریخی مقامات دیکھنے اور ان پر کتاب لکھنے آیا ہوں۔ بائی دا وے... آپ میرے متعلق انکوائری کیوں ...رہے ہیں؟''

''میں ایک جوان بیٹی کا باپ ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ...ہے وہ تم میں دلچسپی لے رہی ہے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں ...کہ تم اس سے واقعی محبت کرتے ہو یا فراڈ کر رہے ہو؟''

وہ میرے آگے جھک کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''یہ ...میری خوش قسمتی ہے کہ آپ مجھ سے ملنے آئے ہیں۔ یہ سچ ہے ...کہ میں فہمی کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔ اس کی عزت کرتا ...ہوں۔ آپ جس طرح کہیں گے' اسی طرح یقین دلانے کی ...کوشش کروں گا۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ فہمی کے معاملے میں کس طرح خود کو دیانتدار ثابت کر سکتا ہوں؟''

''پہلے تو اپنے باپ کا پتا اور فون نمبر بتاؤ۔ میں فون ...کے ذریعے ان سے بات کروں گا۔''

وہ پریشان ہو گیا۔ اپنے کسی ماتحت کو فرضی باپ بنا کر ...یش کر سکتا تھا لیکن سیارے کے کسی ماتحت کے سامنے حتیٰ کہ ...گریٹ ایشورارا کے سامنے بھی یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ ...سچ اس دنیا کی کسی لڑکی کو چاہنے لگا ہے اور وہ ایسی لڑکی ہے ...جس کا باپ فرہاد علی تیمور کا ہم شکل ہے۔

گریٹ ایشورارا کو یہ بات معلوم ہوتی تو وہ فوراً ہی ...سے حکم دیتا کہ اس لڑکی فہمی سے دور ہو جاؤ اور اس کے باپ کو ...قتل کر دو۔ وہ فرہاد علی تیمور ہے یا نہیں؟ اس سے ہمیں غرض ...نہیں ہے لیکن اس کے ہم شکل کو بھی زندہ رہ کر ہمارے لیے ...موت کا بہانہ نہیں بننا چاہیے۔

نائب ایشورارا جمال احمد بری طرح الجھ گیا تھا۔ اس ...معاملے میں نہ تو اپنے سیارے والوں سے مدد حاصل کر سکتا تھا ...اور نہ ہی مجھ سے سچ بول سکتا تھا۔

میں اسے بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے اندر کی ...پریشانیوں کو بھانپ رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ''چپ کیوں ہو؟ ...کیا اپنے باپ کا پتا اور فون نمبر بھول گئے ہو؟''

وہ اٹک اٹک کر بولا۔ ''دراصل... وہ... یہ... بات یہ ...ہے میری ماں مر چکی ہے۔ باپ نے دوسری شادی کر لی ...ہے۔ میرا اس سے جھگڑا ہو گیا ہے۔ میرے باپ نے نئی بیوی کی ...باتوں میں آ کر مجھے اپنی دولت اور جائیداد سے محروم کر ...دیا ہے۔''

''تم نے فہمی کو یہ باتیں بتائیں؟''

''...اسے نہیں بتائیں۔ آپ سے سچ کہہ رہا ہوں۔ میں ...یہاں مستقل رہنے اور کوئی کاروبار کرنے آیا ہوں۔''

''میں تم سے باپ کا فون نمبر اور پتا پوچھتا یا نہ پوچھتا مگر یہ بات چھپانے کی نہیں تھی۔ میں کیسے یقین کروں کہ اب سچ کہہ رہے ہو' واقعی اپنے باپ سے جھگڑا کر کے یہاں آئے ہو!''

''اس بار میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ آئندہ رنگون واپس نہیں جاؤں گا۔ یہیں قسمت آزماؤں گا۔''

میں اسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کسی طرح اس کے اندر جگہ مل جائے تو چور خیالات پڑھ کر ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

میں نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''ہم انسان ہمیشہ اپنی اصلیت چھپاتے ہیں۔ ایک چہرے پر دوسرا چہرہ لگا کر سامنے والے کو دھوکا دیتے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''یہ سچ ہے' انسان کو پرکھنے کی کوئی کسوٹی نہیں ہے۔ کسی کو اس کے اندر جھانک کر دیکھا اور سمجھا نہیں جا سکتا۔''

میں نے پوچھا۔ ''تم مسلمان ہو؟''

وہ ایک دم سے چونکا پھر ذرا گڑبڑا کر بولا۔ ''جی... جی ہاں...''

میں نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا۔ ''جب پوچھا جاتا ہے کہ مسلمان ہو تو جی ہاں کہنے سے پہلے الحمد اللہ کہا جاتا ہے۔ کیا یہ بات تم نہیں جانتے؟''

''جی... جی ہاں... اوہ! میں الحمد اللہ کہنا بھول گیا تھا۔''

میں نے کہا۔ ''جب ہمیں آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا اور ہم کسی کو سمجھ نہیں پاتے تو ہم صرف اللہ پر بھروسا کر کے اس پر یقین کر لیتے ہیں۔''

وہ فوراً ہی بولا۔ ''میں اللہ اور رسول کی قسم کھانے کو تیار ہوں۔''

''افسوس، مسلمانوں نے ایسی قسموں کو اپنا وتیرہ بنا لیا ہے۔ تم صرف پانچوں کلمے پڑھ کر یہ کہہ دو کہ فہمی کے ساتھ دیانت دار رہو گے اور ایک اچھے لائف پارٹنر کی حیثیت سے اس کے ساتھ زندگی گزارو گے تو میں یقین کر لوں گا۔''

وہ پریشان ہو گیا... گھبرانے لگا۔ سیارے میں ان سب کو ہماری دنیا کے بارے میں طرح طرح کی معلومات فراہم کی جاتی تھیں۔ ہماری زمین پر مسلمان' ہندو' یہودی یا عیسائی بن کر رہنے کے لیے سرسری طور پر تمام مذاہب کی باتیں سمجھائی جاتی تھیں۔

اسے بھی دینِ اسلام کے بارے میں بہت کچھ بتایا گیا تھا۔ اسے پہلا کلمہ یاد تھا۔ باقی پانچ کلمے بھول گیا تھا۔ ہماری دنیا کے اسی فیصد مسلمانوں کو پانچوں کلمے یاد نہیں رہتے۔ اگر اسے بھی یاد نہیں تھے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے پانچوں کلمے یاد نہیں ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''چلو پہلا' دوسرا اور تیسرا کلمہ ہی سنا دو۔''

وہ اٹک اٹک کر بولا۔ ''وہ... وہ... مجھے صرف پہلا کلمہ یاد ہے۔''

میں اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ سر جھکائے دائیں بائیں پہلو بدل رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ''سچ سچ بتاؤ' کیا شراب پیتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''میں شراب تو کیا' کسی بھی نشے کو ہاتھ نہیں لگاتا۔''

وہ صحت مند تھا۔ میں اسے دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ اس کا ذہن حساس ہو سکتا ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہے پھر بھی اس کی اصلیت معلوم کرنی ہی ہوگی۔ ورنہ میں الجھتا ہی رہوں گا۔ کچھ بھی ہو' اس پر اندھا اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔

یہ فیصلہ کرتے ہی میں اس کے اندر پہنچا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی اور چونک کر مجھے دیکھا۔

میں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

وہ پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ ''جی... کچھ نہیں...''

اس نے دوسری بار میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پھر سانس روک لی۔ میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا ''اب کیا ہوا...؟''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''آ... آپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟''

''اور تم یوگا میں مہارت رکھتے ہو۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہو... ہاں یا ناں میں جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ میں تو اپنی بچی کی وجہ سے صرف اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے مجھے اپنے اندر آنے دو۔''

وہ عاجزی سے بولا۔ ''پلیز' میرے خیالات نہ پڑھیں۔ ہر انسان کے کچھ ایسے معاملات ہوتے ہیں' جنہیں وہ کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔''

''تم اب تک مسلسل جھوٹ بولتے آ رہے ہو۔ تم نے پہلے اپنے باپ کے بارے میں جھوٹ کہا پھر تمہیں کلمے یاد نہیں' مذہب کے معاملے میں مشکوک ہو گئے۔ ہمارے لیے سب سے اہم ہمارا دین ہے۔ میں ان دو معاملات میں تمہاری سچائی معلوم کر کے رہوں گا۔''

وہ بڑی عاجزی اور بے بسی سے بولا۔ ''میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں' نبی میری جان بن گئی ہے؟ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ اسے کبھی دھوکا نہیں دوں گا۔''

''اگر یہ سچ ہے تو مجھے اپنے اندر آ کر سچ معلوم کرنے دو... ورنہ میں تمہیں اس شہر میں تو کیا اس ملک میں بھی رہنے نہیں دوں گا۔''

''اگر نبی میری زندگی میں نہ آتی تو میں اس ملک سے چلا جاتا۔ آپ میری محبت کی انتہا کو اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ اس کے لیے جان کی بازی لگا دی ہے میں نے' اسی لیے آپ کو اپنے اندر آنے کی اجازت دے رہا ہوں۔''

میں دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ خیالات پڑھنے لگا۔ مجھے عجیب و غریب باتیں معلوم ہو رہی تھیں۔

وہ کسی سیارے سے ہماری دنیا میں آیا تھا۔ اس کا بھگوان' اَن داتا کوئی گریٹ ایشورارا تھا۔ وہ لوگ ہماری دنیا پر قبضہ کر کے یہاں کے حکمران بننا چاہتے تھے۔

میں بہت حیرانی سے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا پھر میں نے پوچھا۔ ''یہ سب کیا ہے؟ تم تو ہماری دنیا کے آدمی نہیں ہو؟ تمہارا کوئی دین بھی نہیں ہے؟''

''آپ کو میرے چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم ہو چکا ہو گا کہ میں نبی کے لیے دیانتدار ہوں اور اس کے لیے کیسی کیسی قربانیاں دے سکتا ہوں؟''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''بے شک تم اسے دل و جان سے چاہتے ہو۔ اس کی خاطر تم نے اپنی اصلیت نہیں چھپائی۔ مجھے اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع دیا۔''

''میرے اندر جھانک کر آپ کو میرے پیار کی سچائی کا یقین آیا۔ نبی کی خاطر میں آپ کا مذہب قبول کرنے اور آپ کے طور طریقوں کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے اپنے گریٹ ایشورارا کی مخالفت مول لے رہا ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تم سچے دل سے دینِ اسلام قبول کرو گے؟''

''سچے دل سے قبول کروں گا مگر میں جلد ہی نبی سے شادی نہیں کر سکوں گا۔''

''کیوں نہیں کر سکو گے؟''

''جب گریٹ ایشورارا کو یہ معلوم ہو گا کہ میں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے تو وہ میرا جانی دشمن بن جائے گا۔'' وہ ذرا توقف سے بولا۔ ''آپ میرے خیالات مزید پڑھیں گے تو پتا چلے گا کہ ہمارے پاس ایک غیر معمولی مشین ہے۔ جس کے ذریعے گریٹ ایشورارا کا کوئی بھی ماتحت مجھے کہیں بھی دیکھ سکتا ہے۔ میں پاتال میں بھی ان کی نظروں سے چھپ کر نہیں رہ سکوں گا۔''

میں اس کی باتیں سن رہا تھا اور غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم مجھ سے جھوٹ نہیں کہہ رہے ہو۔ اگر سیارے میں کوئی گریٹ ایشورارا ہے اور وہ تمہارا جانی دشمن بن سکتا ہے تو ابھی یہ ظاہر نہ کرو کہ تم دینِ اسلام قبول کرنا چاہتے ہو۔ یہ سب کچھ بعد میں رازداری سے بھی ہو سکتا ہے۔ تم مجھے رفتہ رفتہ اپنے سیارے اور گریٹ ایشورارا کے بارے میں پوری معلومات فراہم کرو گے۔ اس غیر معمولی مشین کے متعلق بتاؤ گے' وہ کس طرح پاتال میں چھپے ہوئے لوگوں تک بھی پہنچا دیتی ہے؟ میں اس عجیب و غریب مشین کے بارے میں سب کچھ معلوم کرنا چاہوں گا۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں' آپ کو ایک ایک بات بتاؤں گا۔''

''تو پھر یہ ایک مسلمان کا وعدہ ہے' میں تمہیں جانی نقصان پہنچنے نہیں دوں گا۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دنیا والوں سے چھپاتا ہوں۔ تم بھی چھپانے کی کوشش کرنا۔ ہم دونوں مل کر سوچیں گے کہ کس طرح گریٹ ایشورارا سے محفوظ رہ سکتے ہیں؟''

اس کے چور خیالات نے بتا دیا تھا کہ میں اس پر اندھا اعتماد کر سکتا ہوں۔ میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ میں نے کہا۔ ''ابھی ہم دوست ہیں۔ حالات کا جائزہ لینے اور حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کے بعد رشتے دار بن جائیں گے۔''

وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔ ناشتے کی ٹرالی کھینچ کر میرے پاس لے آیا پھر ہم دونوں ناشتا کرنے میں مصروف ہو گئے۔

☆☆☆

برین ماسٹر کو تقدیر بیلجیم شہر کے ایک مکان میں لے آئی تھی۔ جہاں وہ ایک پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہ رہا تھا۔ اسی مکان کے دوسرے حصے میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا ایک جاسوس بھی قیام پذیر رہا تھا۔

کبریا نے اس جاسوس کے ذریعے وہاں تربالا کو ٹریپ کیا تھا۔ اس پر اچانک ہی حملہ کیا گیا تھا۔ غیر متوقع حملے سے وہ بوکھلا کر فرار ہوا تھا کہ اپنی غیر معمولی مشین اور سفری بیگ چھوڑ کر اس شہر سے اور ملک سے کہیں دور جانا چاہتا تھا۔ اس کا وہ تمام سامان ہمارے جاسوس کو مل گیا تھا۔ کبریا نے ہدایت کی تھی کہ وہ اس غیر معمولی مشین کو اور سفری بیگ کی اہم چیزوں کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دے۔

جاسوس بریف کیس نما غیر معمولی مشین کو اور تربالا کے سفری بیگ کو اس مکان میں لے آیا تھا۔ وہ سارا سامان وہاں رکھ کر کسی بھی پہلی فلائیٹ میں سیٹ حاصل کرنے کے لیے کسی ٹریولنگ ایجنسی میں جانا چاہتا تھا۔

برین ماسٹر جہاں بھی جاتا تھا' وہاں آس پاس کے لوگوں سے محتاط رہتا تھا۔ چپ چاپ ان کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرتا تھا کہ کسی دشمن کے آلۂ کار تو نہیں ہیں۔ اس نے مکان کے دوسرے حصے میں جاسوس کو دیکھا۔ اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی۔ اسے شبہ ہوا کہ وہ ضرور ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا پھر کسی دشمن کا آلۂ کار ہے۔ یہ شبہ ہوتے ہی ضروری ہو گیا تھا کہ کسی بھی طرح اس کے چور خیالات پڑھے جائیں اور حقیقت معلوم کی جائے۔

اس نے پیئنگ گیسٹ ہاؤس کے خانساماں کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا' وہ آدمی تھوڑی دیر بعد کہیں جانے والا ہے۔ اس لیے اس نے سینڈوچ اور چائے طلب کی ہے۔

برین ماسٹر نے خانساماں کے دماغ پر قبضہ جمایا اور چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی وہ جاسوس اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو گیا۔

برین ماسٹر اس کے خیالات پڑھتے ہی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ یہ اہم بات معلوم ہوئی کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا ایک جاسوس ہے۔ اس وقت اس کے کمرے میں جو بریف کیس رکھا ہوا ہے' وہ دراصل سیارے سے آنے والی غیر معمولی مشین ہے پھر اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبریا کے ذریعے تربالا کو ٹریپ کیا گیا تھا لیکن وہ اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

برین ماسٹر نے اس جاسوس کو تھپک تھپک کر گہری نیند سلا دیا پھر اس کے کمرے میں آ کر سب سے پہلے اس غیر معمولی مشین کو دیکھا۔ اگرچہ اسے آپریٹ کرنا نہیں جانتا تھا لیکن ایک نایاب مشین اس کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ وہ کسی بھی طرح اسے آپریٹ کرنا سیکھ سکتا تھا اور اس کے ذریعے سیارے والوں سے چھپ کر بھی رہ سکتا تھا۔ وہ اس کے سفری بیگ کو کھول کر سامان دیکھنے لگا۔

اس بیگ میں کمیونیکیشن مشین تھی۔ سونے کی کچھ اینٹیں اور ہیرے جواہرات تھے۔ تربالا نے اس دنیا میں آنے کے بعد اپنا ایک شناختی کارڈ' پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات تیار کرائے تھے۔ ان میں اس کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔

وہ ایک تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا تربالا کے اندر اس وقت پہنچا' جب کبریا چار یار کے ساتھ مل کر ٹرین کے دوسرے مسافروں کے ذریعے تربالا کی پٹائی کر رہا تھا۔ وہ

دماغی طور پر کمزور ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے برین ماسٹر کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ اگرچہ وہ بیہوش ہو گیا تھا لیکن برین ماسٹر نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ بعد میں اس کے اندر پہنچ کر وہ بہت سی معلومات حاصل کرسکتا تھا۔

اس وقت وہ ہیرے جواہرات، سونے کی اینٹیں، کیمیکلیشن مشین اور غیر معمولی مشین اٹھا کر اپنے کمرے میں آیا۔ وہاں سے اپنا سفری بیگ لیا پھر کار میں آکر بیٹھ گیا۔ یہ اندیشہ تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے دوسرے جاسوس وہاں آسکتے ہیں۔ اس نے دوسرے شہر کا رخ کیا۔

وہ پچاس کلو میٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک چھوٹے سے شہر میں رکا۔ خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوا کہ ترپالا ہوش میں آگیا تھا۔ ریلوے پولیس نے اسے ایک ہاسپٹل میں پہنچا دیا تھا۔ اس کا دماغ اس حد تک کمزور ہو گیا تھا کہ وہ خیال خوانی کرسکتا تھا اور نہ ہی سانس روک کر پرائی سوچ کی لہروں کو بھگا سکتا تھا۔ وہاں کے اکابرین اور اعلیٰ حکام اس میں دلچسپی لے رہے تھے۔ اس کے ذریعے باقی چار ساتھیوں تک پہنچنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا' وہ بہت کمزور ہے۔ ایک گھنٹے بعد اس سے باتیں کی جاسکیں گی۔

برین ماسٹر پہلے ہی اس کے اندر پہنچ کر ان چار ساتھیوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا' سیارے سے آنے والے چاروں ساتھی فرینکفرٹ میں ہیں۔ اس شہر کے مختلف حصوں میں ایک دوسرے سے دور دور رہتے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرتے ہیں۔

ترپالا کے خیالات پڑھ کر ان چاروں کے پتے معلوم کیے۔ ایک ڈومیسٹک فلائٹ میں سیٹ حاصل کر کے ایک گھنٹے بعد ہی فرینکفرٹ پہنچ گیا۔

وہ ان چاروں میں سے کسی ایک کو اپنے زیر اثر لانا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے دیر نہیں کی اور ترپالا کے ایک ماتحت کی رہائش گاہ پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے فائر کر کے اسے زخمی کیا۔ زخموں کی مرہم پٹی کی پھر خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک کر سلا دیا اور ایک خاص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو مقفل کر دیا۔

وہ آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سوتا رہا۔ جب بیدار ہوا تو اس کا غلام بن چکا تھا۔ وہ اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گیا تھا۔ اب برین ماسٹر کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ اس کا کوئی ساتھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ سکتا ہے۔ اس کا دماغ مقفل ہو چکا تھا۔ کوئی معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ کس نے اسے

ٹریپ کیا ہے؟ اور کہاں لے جا رہا ہے؟

برین ماسٹر سیارے والوں کا اور تمام اکابرین کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک بہت بڑی بازی جیت چکا تھا۔ آئندہ وہ غلام بننے والے آلۂ کار کے ذریعے مشین کو آپریٹ کرنا سیکھ سکتا تھا۔ بلاشبہ اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔

سونیا نے بنکاک سے جو مشین امریکی یوگا جاننے والے افسران کے پاس بھیجی تھی' وہ ان کے پاس پہنچ گئی مگر وہ اس مشین کو بھی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جو واشنگٹن میں واستوا کے پاس تھی۔ انہوں نے سونیا کے ذریعے اسے بے ہوشی کی حالت میں گرفتار کیا تھا لیکن مشین اس کے پاس نہیں تھی۔ مشین بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک جاسوس کے پاس تھی۔

سونیا نے واضح طور پر کہہ دیا تھا کہ دوسری مشین انہیں نہیں ملے گی۔ انہوں نے سونیا سے بحث نہیں کی اور بظاہر اس کے فیصلے کے آگے سر جھکا لیا تھا لیکن امریکی سی آئی اے والے اور ایف بی آئی والے بڑی رازداری سے اس جاسوس کو تلاش کر رہے تھے۔ اس سے وہ مشین حاصل کر لینے کے لیے تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی مصروف ہو گئے تھے۔ وہ پورے واشنگٹن اور آس پاس کے علاقوں میں ایک ایک شخص کے دماغ میں جھانک رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ جلد ہی اس مطلوبہ جاسوس تک پہنچ جائیں گے۔

اس جاسوس کی مجبوری یہ تھی کہ وہ غیر معمولی مشین کو آزادی سے اور آسانی سے کہیں لے جا نہیں سکتا تھا۔ سخت چیکنگ ہو رہی تھی کہ جس کے ہاتھ میں بھی بریف کیس دیکھا جاتا تھا۔ اسے ضرور روکا جاتا تھا اور اس بریف کیس کو چیک کیا جاتا تھا۔ سونیا نے اس جاسوس سے کہہ دیا تھا کہ بریف کیس کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے کی جلدی نہیں ہے۔ فی الحال کہیں زمین کھود کر اسے چھپا دے۔ جب ضرورت ہوگی تو اسے نکال لیا جائے گا۔

سونیا نے یوگا جاننے والے پانچ افسران سے شکایت کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہیں گریٹ ایشورارا کے ایک جان لیوا حملے سے بچایا ہے۔ میں ساتھ نہ دیتی تو تمہارے ہزاروں فوجی مارے جاتے۔ ہیڈ کوارٹر میں گولا بارود اور ایٹمی اسلحے کا جو ذخیرہ ہے وہ سب تباہ ہو جاتا۔ میں نے ایک غیر معمولی مشین تمہیں دے دی۔ اس کے باوجود تم سب احسان فراموش ہونے کا ثبوت دے رہے ہو۔ بڑی رازداری سے میرے اس ماتحت کو تلاش کر رہے ہو' جس کے پاس دوسری غیر معمولی مشین ہے۔"

وہ پانچوں قسمیں کھا کر کہنے لگے۔ "اس سلسلے میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ آپ جانتی ہیں' ہمارے ملک میں یوگا جاننے والوں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک چھوٹی سی آرمی ہے۔ وہ اپنے طور پر آزاد ہیں اور امریکی حکام کے اور فوج کے زیر اثر نہیں ہیں اپنے فیصلے خود کرتے ہیں اور ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "وہ لوگ اس ماتحت کو تلاش کر رہے ہیں اور کسی طرح اس سے بریف کیس حاصل کر لینا چاہتے ہیں۔ ہم انہیں روک نہیں سکتے۔ اور وہ ہمارے کسی حکم کی تعمیل نہیں کریں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ تم لوگوں کی سیاسی چال ہے۔ تم نے ایسے باصلاحیت افراد کی ایک چھوٹی سی فوج بنائی ہے۔ جب وہ لوگ ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرتے ہیں تو تم معصوم اور بے قصور بن کر کہتے ہو کہ تم ایسا نہیں کر رہے ہو جبکہ وہ لوگ تمہارے ہی مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔ کوئی بات نہیں۔ میں ذرا اپنے موجودہ معاملات سے نمٹ لوں پھر تمہاری یوگا جاننے والی اور ٹیلی پیتھی جاننے والی آرمی سے نمٹ لوں گی۔"

یوگا اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ خوف نہیں تھا کہ وہ کبھی کسی غیر معمولی مشین کے ذریعے دیکھ لیے جائیں گے۔ وہ بڑی رازداری سے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس کو تلاش کر رہے تھے۔ اس نے سونیا کی ہدایت کے مطابق ایک جگہ زمین کھود کر اس غیر معمولی مشین کو چھپا دیا تھا۔ اب وہ آزادی سے کہیں بھی آجا سکتا تھا۔

ایک روز اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد دوبارہ سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

اس نے کہا۔ "میں کبریا ہوں۔ مما نے کہا ہے' میں وقتاً فوقتاً تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں۔ کیا مشین وہیں ہے اور تمہیں یقین ہے' کوئی وہاں تک پہنچ نہیں پائے گا؟"

"جی ہاں، مجھے پورا یقین ہے۔"

"مما نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ مشین کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟ میں تم سے بھی نہیں پوچھوں گا تم کسی کو بھی اس سلسلے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔"

"نہیں بتاؤں گا، میڈم نے بھی یہی تاکید کی ہے۔"

"میں واشنگٹن میں ہوں۔ اپنی رہائش گاہ کا پتا بتاؤ' کسی وقت آکر ملوں گا۔"

اس نے پتا بتایا کبریا اس کے دماغ سے چلا گیا مگر وہ کبریا نہیں تھا۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ایک فرد کے دماغ میں جھانکتے پھر رہے تھے۔ جو بھی شخص سانس روک کر ان کی سوچ کی لہروں کو بھگاتا تھا' وہ پھر اس سے رابطہ کرنے کی کوششیں کرتے تھے۔ جب وہ اپنے اندر آنے سے انہیں روکتا رہتا تو سی آئی اے والوں کو اس کے پاس پہنچا دیتے۔ تب اس کا محاسبہ کیا جاتا، اسے اپنے دماغ کے دروازے کھولنے پر مجبور کیا جاتا۔ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے واکس مین نے بابا صاحب کے ادارے کے اس جاسوس کے ساتھ یہی کیا تھا۔ دوسری اور تیسری بار اس کے اندر گیا تو خود کو کبریا کہہ کر اس کا اعتماد حاصل کر لیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی سی آئی اے والے اس جاسوس کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ اسے حراست میں لے کر پوچھا۔ "تم نے وہ غیر معمولی مشین کہاں چھپائی ہے؟"

اس نے کہا۔ "میرے پاس کوئی مشین نہیں ہے۔"

اسی وقت واکس مین نے اس کے اندر آکر کہا۔ "ہیلو! میری آواز پہچان رہے ہو؟ ابھی چندرہ منٹ پہلے میں نے کبریا بن کر تم سے بات کی تھی۔ تم نے اعتراف کیا تھا کہ وہ مشین تمہارے پاس ہے اور تم نے اسے چھپا کر رکھا ہے۔"

وہ جاسوس بری طرح پھنس گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح سونیا سے رابطہ کرے؟ وہ خیال خوانی نہیں جانتا تھا اور سی آئی اے والے اسے فون کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ ایک افسر نے کہا۔ "ہم دس تک گنتی گن رہے ہیں۔ گنتی پوری ہونے تک تم نے اس مشین کو ہمارے سامنے پیش نہ کیا تو موت تمہارا مقدر بن جائے گی۔"

اس نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے گنتی شروع کی۔ اس نے سانس روک کر واکس مین کو بھگا دیا تھا اور یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اپنی جان دے دے گا لیکن دشمنوں کو اس مشین تک نہیں پہنچائے گا۔

دشمن نادان نہیں تھے۔ دس تک گننے کے بعد اسے صرف زخمی کیا۔ اب وہ سانس روک کر واکس مین کو اپنے اندر سے بھگا نہیں سکتا تھا۔ وہ بولا۔ "سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔ تم نے نہیں بتایا مگر تمہارے خیالات بتا رہے ہیں۔ تم نے اس بنگلے کے پیچھے زمین کھود کر بریف کیس نما اس غیر معمولی مشین کو چھپایا ہے۔"

واکس مین نے اس افسر سے کہا۔ "سپاہیوں سے کہو' اس بنگلے کے پیچھے جائیں۔ میں بتاؤں گا' کس جگہ زمین

کھودنی ہے۔ ہماری مطلوبہ چیز ہمیں مل جائے گی۔''

دو سپاہی بنگلے کے پیچھے گئے پھر آدھے گھنٹے بعد واپس آئے تو ان کے ہاتھوں میں مطلوبہ بریف کیس تھا۔

افسر نے اس جاسوس سے کہا۔ ''ہمارا کام ہوگیا۔ اب تمہاری ضرورت نہیں رہی۔ ہم نہیں چاہتے کہ میڈم کو ہمارے بارے میں کچھ معلوم ہو۔'' یہ کہہ کر اس نے جاسوس کو گولی ماردی۔

یہ اس نیکی کا صلہ تھا جو سونیا نے کی تھی۔ میں نے اور سونیا نے ہمیشہ یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرنی چاہی... امن و امان کی خاطر سمجھوتا کرنا چاہا مگر وہ پیٹھ پیچھے چھرا گھونپتے رہے۔ آج تک یہی ثابت ہوتا آرہا ہے کہ ان لوگوں سے سماجی، معاشی اور تجارتی سطح پر کسی حد تک لین دین ہوسکتا ہے لیکن سیاسی سطح پر یہ لوگ ہمیشہ مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچاتے رہیں گے۔

سونیا دوسرے معاملات میں مصروف تھی۔ غیر معمولی مشین کو فوراً ہی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانا ضروری نہیں تھا۔ یہ سوچا تھا، جب حالات سازگار ہوں گے تب اس مشین کو زمین کھود کر نکال لیا جائے گا۔ سونیا کو اس طرف سے اطمینان تھا۔ اس لیے وہ دوسرے معاملات میں مصروف ہوگئی تھی۔

سونیا نے وہ مشین واشنگٹن میں داستوا سے چھینی تھی۔ مشین کو اپنے جاسوس کے حوالے کیا تھا اور داستوا کو امریکی اکابرین کی تحویل میں دے دیا تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ میں رہ کر اس کے چار ساتھیوں کے متعلق معلوم کیا۔ پتا چلا، وہ چاروں مرچکے ہیں۔ انہوں نے داستوا کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنالیا۔ اب وہ غلام یوگا جاننے والے افسران کو غیر معمولی مشین آپریٹ کرنا سکھا رہا تھا۔

اُدھر جرمنی کے اکابرین نے ترہالا کو حراست میں لے رکھا تھا۔ اس کے ذریعے اس کے چار ساتھیوں کا پتا معلوم کیا۔ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی برین ماسٹر ترہالا کی مشین اور دوسرا سامان کے ساتھ اس کے ایک ساتھی کو اپنا غلام بنا کر لے گیا تھا۔ ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچ کر اس غلام کے ذریعے وہ مشین کو آپریٹ کرنا سیکھ رہا تھا۔

ترہالا اور اس کے باقی تین ساتھی جرمنی کے اکابرین کے لیے خالی بوتلوں کی طرح تھے۔ ان سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔

کبریا نے سونیا کے پاس آکر کہا۔ ''مما! ترہالا سے جو مشین حاصل کی گئی تھی، اسے کوئی چرا کر لے گیا ہے۔''

سونیا نے چونک کر پوچھا۔ ''کون لے گیا ہے؟ وہ چوری کیسے ہوگئی؟''

کبریا نے بتایا کہ ان کا جاسوس جس مکان میں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہ رہا تھا، وہیں اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا گیا تھا۔ اس کا بیان ہے، وہ گہری نیند سوگیا تھا۔ جب کئی گھنٹے بعد بیدار ہوا تو اس کے کمرے میں غیر معمولی مشین اور اس کا سفری بیگ نہیں تھا۔ اس مکان کے دوسرے حصے میں جو پیئنگ گیسٹ تھا، وہ فرار ہوگیا تھا۔ شاید وہی اس مشین کو چرا کر لے گیا ہے۔

اس نے کہا۔ ''چار یار سے پوچھو، کیا اس مشین کو فورکاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے؟ یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ وہ کس کے پاس ہے؟''

کبریا نے چار یار کے پاس آکر یہ سوال کیا تو انہوں نے کہا۔ ''یہ پیش گوئی کرنے والی مشین ہم انسانوں کے بارے میں موجودہ اور آنے والے لمحات کی ایک ایک بات بتاتی ہے۔ یہ بے جان چیزوں کے بارے میں کچھ نہیں بتائے گی۔''

کبریا نے سونیا کے پاس آکر یہی بات بتائی۔ اس نے کہا۔ ''یہ امریکی سی آئی اے والے اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت تیزی دکھا رہے ہیں۔ الپا سے کہو، وہ واشنگٹن میں ہمارے جاسوس کی خیریت معلوم کرے۔''

کبریا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد الپا نے آکر کہا۔ ''مما! میری سوچ کی لہروں کو اس جاسوس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ یہ یقین کرنا ہوگا کہ وہ مرچکا ہے۔ واشنگٹن میں ہمارے جو دوسرے سراغ رساں ہیں، میں نے ان سے کہا ہے، وہ اسے تلاش کریں۔ اگر وہ نہ ملے تو اس کے بارے میں معلومات حاصل کریں کہ وہ کہیں زندہ سلامت ہے بھی یا نہیں؟''

سونیا نے کہا۔ ''ان میں سے کسی جاسوس سے کہو، وہ اس کی رہائش گاہ کے پچھلے حصے میں جائیں۔ وہاں گلاب کی کیاریوں کے پاس زمین کھود کر دیکھیں۔ وہ مشین وہاں چھپائی گئی تھی۔''

الپا چلی گئی۔ سونیا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے مشین کے ذریعے بابا فرید واسطی سے رابطہ کیا۔ وہ اسکرین پر نظر آنے لگے۔ انہوں نے کہا۔ ''میں تمہاری پریشانیوں کو سمجھ رہا ہوں۔ بولو کیا چاہتی ہو؟''

''آپ نے اور اعلیٰ حضرت نے کہا تھا، میں دشمنوں کو نظر نہیں آؤں گی۔ یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین میرے دشمن تھے لیکن جب میں نے سمجھوتا کیا اور دوست بن گئی تو انہیں نظر آنے لگی۔ حالات بتا رہے ہیں، یہ پھر سے دشمنی کرنے لگے ہیں۔ میں چاہتی ہوں، انہیں نظر نہ آؤں۔''

''نہیں آؤ گی۔ کوئی دشمن تمہیں دیکھ نہیں پائے گا۔ خدا تمہارے ساتھ ہے۔''

یہ کہتے ہی وہ اسکرین سے گم ہوگئے۔ اس نے اپنی مشین کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر پانچ یوگا جاننے والے افسران دکھائی دینے لگے۔ وہ بھی اپنی غیر معمولی مشین کے سامنے بیٹھے سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ ایسے ہی وقت وہ ان کے لیے نادیدہ ہوگئی۔ انہوں نے حیرانی اور پریشانی سے کہا۔ ''یہ کیا ہوگیا؟ سونیا کہاں گئی؟''

سونیا اسکرین پر نظر نہیں آرہی تھی لیکن وہ کمرا انہیں دکھائی دے رہا تھا کیونکہ وہ اپنی مشین کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

وہ اپنی اسکرین پر ان پانچوں کو دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے ایک سائنس داں اور مکینک کو بلالیا تھا جو مشین کو چیک کر رہے تھے کہ اس میں کیا خرابی پیدا ہوگئی ہے؟

انہوں نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے کوڈ نمبر پنچ کیے تو اسکرین پر وہ اعلیٰ افسر دکھائی دینے لگا۔ مکینک نے کہا۔ ''مشین میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ شاید سونیا کہیں چلی گئی ہے۔''

یوگا جاننے والے ایک افسر نے کہا۔ ''سونیا کی مکاریوں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس نے کوئی ایسی تکنیک استعمال کی ہے، جس کی نتیجے میں وہ دکھائی نہیں دے رہی ہے۔''

انہوں نے مشین کو بند کردیا۔ سائنس داں سے پوچھا۔ ''ہم اسے دیکھ نہیں پارہے ہیں۔ کیا وہ ہمیں دیکھ رہی ہوگی؟''

سائنس داں نے کہا۔ ''ہم ابھی اس مشین کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے ہیں۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ سونیا کی مشین میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہو۔ اسی لیے وہ ہماری اسکرین سے اوجھل ہوگئی ہے۔''

ان میں سے ایک افسر نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے فون پر رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا۔ ''کیا سونیا تم لوگوں کی مشین کی اسکرین پر نظر آرہی ہے؟''

''نظر آرہی تھی پھر اچانک ہی غائب ہوگئی ہے۔''

اس افسر نے یہ باتیں دوسرے افسران کو بتائیں۔ ان میں سے ایک نے پریشان ہوکر کہا۔ ''کیا سونیا کو معلوم ہوچکا ہے کہ ہم نے دوسری مشین حاصل کرلی ہے اور اس کے جاسوس کو قتل کردیا ہے؟''

یہ سنتے ہی سونیا کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ اس جاسوس کی موت نے ایسا صدمہ پہنچایا، جیسے اس کے کسی سگے کو موت کے گھاٹ اتار اگیا ہو۔ میں اور سونیا بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام کارکنوں سے ایسا ہی پُرخلوص تعلق رکھتے تھے، جیسے وہ ہمارے سگے رشتے دار ہوں۔ اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ ہونٹوں کو سختی سے بند کرلیا۔ وہ بہت ذہین اور تجربہ کار تھی۔ یہ جانتی تھی کہ ایسے وقت غصے، جوش اور جنون کو برداشت کرنا چاہیے۔

وہ ایسے چپ ہوگئی تھی، جیسے دم سادھ لیا ہو۔ الپا نے آکر کہا۔ ''مما! ہمارے ایک جاسوس نے وہاں جاکر گلاب کی کیاریوں کے پاس دیکھا تو زمین پہلے سے کھدی ہوئی تھی۔ وہاں جو مشین چھپائی گئی تھی، اسے کوئی لے گیا ہے۔''

اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''ٹھیک ہے تم جاؤ۔ میں ابھی تنہائی اور خاموشی چاہتی ہوں۔''

الپا چلی گئی۔ وہ ایک ایزی چیئر پر نیم دراز ہوگئی۔ اس کا دل بھاری ہو رہا تھا۔ وہ میرے ساتھ جدوجہد سے بھرپور زندگی گزارتی آئی تھی۔ دشمنوں کو زیر کرتی رہی تھی۔ یہودی اور عیسائی اکابرین سے کئی بار سمجھوتا کیا تھا۔ ان سے دوستی کی کوشش کی اور ہمیشہ مایوس ہوتی رہی تھی۔

اس بار اپنی دنیا کو سیارے والوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کا ساتھ دیا تھا۔ اب سے بارہ گھنٹے پہلے انہیں بہت بڑی تباہی سے بچایا تھا۔ گریٹ ایشورارا سے نمٹنے کے لیے انہیں ایک غیر معمولی مشین بھی دی تھی مگر انہوں نے کمینگی کی انتہا کردی تھی۔

اس نے الپا اور کبریا کو بلایا پھر اپنی مشین کو آن کر کے آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے داستوا اور ترہالا کی مشینوں کے ذریعے آرمی ہیڈ کوارٹر کے ان افسران کو دیکھا تھا، جنہیں سیارے والوں نے اپنا تابع دار بنالیا تھا۔''

الپا نے اسکرین پر ان افسران کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یس مما! میں انہیں آپ کے ذریعے دیکھ چکی ہوں۔ داستوا نے اپنے لب و لہجے میں ان کے دماغوں کو منتقل کیا تھا۔ اس کا لب و لہجہ مجھے یاد ہے۔ میں ان کے اندر پہنچ سکتی ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''کبریا کو بھی ان کے اندر پہنچاؤ۔ ان دو افسران کے ذریعے وہ سب کچھ کرو جو داستوا اور ترہالا کرنا چاہتے تھے۔ مصیبت اور موت کی جو گھڑی ٹل گئی تھی، اسے پھر واپس لے آؤ۔''

سونیا نے ان تمام اکابرین کو یوگا جاننے والے افسران کو اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خفیہ آرمی کو چیلنج نہیں کیا تھا۔ ان سے کوئی شکایت نہیں کی تھی، شرم نہیں دلائی تھی کہ انہوں نے کمینگی کا ثبوت کیوں دیا ہے؟

اس نے طے کرلیا تھا کہ اب ان سے کچھ نہیں کہے گی۔ جو کرنا ہے وہ کر گزرے گی۔ تمام اکابرین اس کے اچانک گم ہونے پر پریشان تھے۔ بار بار مشین میں اسے دیکھنا چاہتے

تھے۔ وہ اپنے تمام مطلوبہ افراد کو دیکھ رہے تھے۔ صرف وہی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ پہلے بھی ہمارے لیے نادیدہ بن گئی تھی۔ جب ہم سے سمجھوتا کیا اور دوستی ہو گئی تو اسکرین پر نظر آنے لگی تھی۔ وہ یقیناً روحانی عمل کے ذریعے ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے اور اس کا وجود ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔"

دوسرا افسر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی ایک زبردست دھماکا سنائی دیا۔ دروازے اور کھڑکیاں لرز گئیں۔ کئی شیشے ٹوٹ گئے۔ انہوں نے فوراً ہی غیر معمولی مشین کو آف کیا پھر اسے لے کر دوڑتے ہوئے عمارت سے باہر آ گئے۔ انہیں اب تک یکے بعد دیگرے دو دھماکے سنائی دیے تھے۔

انہوں نے بہت دور موجود آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف دیکھا۔ وہ تباہ ہو رہا تھا۔ شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے اور سیاہ دھواں دور تک پھیلتا جا رہا تھا۔ وہ پانچوں دوڑتے ہوئے ایک کوسٹر میں آ کر بیٹھ گئے تھے۔ فون کے ذریعے پوچھنا چاہتے تھے' یہ کیسی تباہی ہے؟ وہاں کیا ہو رہا ہے؟

جہاں پے در پے دھماکے ہو رہے ہوں اور موت ہر ایک پر جھپٹ رہی ہو' وہاں فون اٹینڈ کرنے کی فرصت کسے ملتی ہے؟ وہ کوسٹر میں بیٹھ کر وہاں سے دور جا رہے تھے

ایک نے بریف کیس کو کھول لیا اور مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔ تب اسکرین پر آرمی ہیڈ کوارٹر کا منظر دکھائی دینے لگا۔ جہاں گولا بارود اور ایٹمی اسلحے کا ذخیرہ تھا۔ وہاں ہولناک دھماکے ہو رہے تھے۔ بے شمار سپاہی اور افسران مرتے اور زخمی ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

ایک افسر نے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے چیختے ہوئے کہا۔ "ہم بری طرح لٹ گئے ہیں۔ اسکرین پر دیکھ رہے ہیں' ہمارا ہیڈ کوارٹر بالکل ہی کھنڈر بن گیا۔ کیا گریٹ اینشورارا نے ایک ناکامی کے بعد دوسری بار حملہ کیا ہے؟"

ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ "ہم بھی یہاں اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ واستوا اور ترہالا نے جس طرح چیلنج کیا تھا' اسی طرح ہمارا ہیڈ کوارٹر تباہ ہو رہا ہے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ سونیا نے ہمیں تحفظ دیا تو یہ یقین ہو گیا کہ اب گریٹ اینشورارا کے حملوں سے محفوظ ہو گئے ہیں لیکن وہ تو بارہ گھنٹوں کے بعد ہی پلٹ کر حملے کر رہا ہے۔"

سونیا اپنی اسکرین پر ان کی تباہی کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ وہ یوگا جاننے والے پانچ افسران ایک کوسٹر میں سفر کر رہے تھے۔ دوسری طرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تاریکی میں کھڑا فون کے ذریعے ان سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے کمرے میں اندھیرا کر رکھا تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ سونیا یا سیارے والے اپنی مشینوں کے ذریعے اسے دیکھیں۔ یہ معلوم کریں کہ وہ اور خفیہ آرمی والے کہاں ہیں؟ وہ دکھائی بھی نہیں دے رہا تھا۔ صرف اس کی آواز سنائی دے رہی تھی پھر آواز بھی بند ہو گئی۔ فون کا رابطہ ختم ہو چکا تھا۔

سونیا کو وہ پانچ یوگا جاننے والے کوسٹر میں سفر کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان سے کچھ کہنا ضروری نہیں تھا۔ وہ خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "جب پہلی بار ایسا ہی حملہ ہونے والا تھا تو سونیا حملہ کرنے والے واستوا اور ترہالا تک پہنچ گئی تھی۔"

دوسرے نے کہا۔ "بے شک' وہ اب بھی معلوم کر سکتی ہے کہ اس وقت حملہ کرنے والے کون ہیں؟"

ان میں سے ایک نے موبائل فون نکال کر سونیا کے نمبر پنچ کیے پھر اسے کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا۔ سونیا کے قریب رکھے ہوئے فون کا بزر بج رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر فون بند کر دیا۔

اس افسر نے اپنے فون کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "رابطہ اچانک ٹوٹ گیا ہے۔"

اس نے پھر نمبر پنچ کیے۔ فون کو کان سے لگایا تو دوسری طرف ریکارڈنگ سنائی دی۔ "آپ کے مطلوبہ نمبر سے فی الحال جواب موصول نہیں ہو رہا ہے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ رابطہ کریں۔"

اس افسر نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "سونیا نے شاید فون بند کر دیا ہے۔ پہلے تو بیل جا رہی تھی پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ دوسری بار ریکارڈنگ چل رہی ہے۔ فی الحال اس سے رابطہ نہیں ہو سکے گا۔"

وہ سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "پہلے وہ اسکرین پر دکھائی دے رہی تھی پھر اچانک ہی غائب ہو گئی۔ اب اس نے اپنا فون بند کر دیا ہے۔ کیا وہ ہم سے کترا رہی ہے؟"

"اس کے رویے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ ہماری خفیہ آرمی کے افسران نے وہ دوسری غیر معمولی مشین حاصل کر لی ہے اور بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس کو ہلاک کر دیا ہے۔ یہ بات سونیا کو معلوم ہو چکی ہو گی۔"

انہوں نے فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج کو مخاطب کیا۔ اُدھر سے پوچھا گیا۔ "ہیلو آپ

کون ہیں؟ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"ہم میڈم سونیا سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"سوری۔ میڈم سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ ان کا فون بند ہے۔ ہم نے آپ کا نمبر نوٹ کرلیا ہے۔ ان سے رابطہ ہوگا تو آپ کا پیغام پہنچا دیا جائے گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ ایک افسر نے کہا۔ "ہمیں یقین کرلینا چاہیے۔ ہماری خفیہ آری نے ان کے خاص ماتحت کو ہلاک کیا اور مشین اس سے چھین کر لے آئے، اس بات پر وہ ہماری دشمن بن گئی ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "یہ تو ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ سونیا ہماری دشمن بن جائے گی۔ اور گریٹ ایشورارا ہمارے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کرے گا۔ پہلے ایک دشمن تھا۔ اب دو ہوگئے ہیں۔ وہ بھی انتقامی کارروائی کرے گی یا شاید کررہی ہے۔"

اس کی یہ بات سن کر سب ہی چونک گئے۔ ایک نے کہا۔ "کہیں سونیا نے تو حملہ نہیں کیا؟"

انہوں نے اسکرین پر دیکھا۔ ہیڈ کوارٹر ویران ہوگیا تھا۔ وہاں سب کچھ مٹی اور اینٹوں کا ڈھیر بن گیا تھا۔ دور دور تک لاشیں ہی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ ان کے درمیان زخمی بھی کراہ رہے تھے اور ہر طرف آگ ہی آگ، دھواں ہی دھواں پھیلا ہوا تھا۔

ایک افسر نے کہا۔ "سونیا نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں الجھا دیا ہے۔ ہم سے بات بھی نہیں کررہی ہے۔ پتا کیسے چلے گا، کس نے حملہ کیا ہے؟"

ایک اور افسر نے کیوٹیکیشن مشین نکالتے ہوئے کہا۔ "ہمیں گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرنا چاہیے۔"

دوسرے نے کہا۔ "اگر وہ بھی ہم سے بات نہیں کرے گا تو الجھن اور بڑھ جائے گی۔ اوہ گاڈ! جو مصیبت ٹل گئی تھی۔ وہ پلٹ کر آگئی ہے۔ جس نقصان سے ہم بچ گئے تھے۔ اسے اب جھیل رہے ہیں۔"

گریٹ ایشورارا سے رابطہ ہوگیا۔ انہوں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ "ہم امریکی اکابرین تم سے مخاطب ہیں۔ تم نے یہ کیا ظلم کیا ہے؟ ہمارا پورا ہیڈ کوارٹر تباہ ہوگیا ہے۔ ہزاروں سپاہی اور اعلیٰ افسران مارے گئے ہیں۔ گولا بارود اور ایٹمی ہتھیار تباہ ہوچکے ہیں۔ ہمیں اتنا بڑا نقصان پہنچا کر تم کیا حاصل کررہے ہو؟"

گریٹ ایشورارا نے تحریری جواب دیا۔ "بکواس مت کرو۔ میرے نائب ایشورارا نے یا کسی بھی ماتحت نے یہ حملہ نہیں کیا ہے۔ ابھی یہ رپورٹ ملی ہے کہ جس طرح ہم ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ اسی طرح تباہ ہوگیا ہے۔ تم یقین کرو یا نہ کرو، اس تباہی میں ہمارا ہاتھ نہیں ہے۔"

"اگر تم نے ایسا نہیں کیا ہے تو پھر کس نے اتنا بڑا حملہ کرکے ہمیں ناقابلِ برداشت نقصان پہنچایا ہے؟"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ تمہارے اور مسلمانوں کے درمیان برسوں سے دشمنی چلی آرہی ہے۔ تم نے میری مخالفت کی اور سونیا سے دوستی کی۔ اس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔" وہ ذرا توقف سے بولا۔ "میں یقین سے کہتا ہوں، سونیا اور فرہاد تمہیں نقصان پہنچا رہے ہیں۔ میں تم لوگوں سے نہ ڈرتا ہوں، نہ ہی چھپ کر حملہ کرتا ہوں۔ حملہ کرنے سے پہلے میں نے اطلاع دی تھی کہ آدھے گھنٹے کے بعد تمہارا ہیڈ کوارٹر تباہ ہونے والا ہے مگر تم لوگوں نے بڑی ہوشیاری دکھائی۔ سونیا کے ساتھ مل کر واشنگٹن میں میرے خاص آدمی واستوا کو اور جرمنی میں ترہالا کو نقصان پہنچایا۔ ان کی غیر معمولی مشینیں چھین لیں۔ تمہاری وجہ سے سونیا نے میرے بہت ہی اہم آدمیوں کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ اب پھر حملہ کرنے سے پہلے اطلاع دے رہا ہوں۔ ٹھیک چھ گھنٹے بعد تم لوگوں کو زبردست نقصان پہنچاؤں گا۔"

گریٹ ایشورارا یہ نہیں جانتا تھا کہ واستوا کو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اپنا تابع دار بنالیا ہے اور وہ اس کے ذریعے غیر معمولی مشین کا فنکشن سیکھ رہے ہیں۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ سونیا نے اس کے اہم ماتحتوں کو اپنا غلام بنا لیا ہے، یوگا جاننے والے افسران بھی اسے اسی غلط فہمی میں جتلا رکھنا چاہتے تھے۔

اس وقت تحریر کے ذریعے گڑگڑا کر کہہ رہے تھے۔ "پلیز۔ ایسا چیلنج نہ کرو۔ ہم سے دشمنی نہ کرو۔ ابھی ہم نے بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے۔ اس کے بعد ایک اور نقصان کے متحمل نہیں ہوسکیں گے۔ ہم تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ کان پکڑتے ہیں، توبہ کرتے ہیں۔ آئندہ سونیا سے دوستی کرنا تو دور کی بات ہے، اس سے بات بھی نہیں کریں گے۔ ہمارے درمیان معاہدہ ہوا تھا کہ ہم ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔ دنیا کے ایک حصے پر ہم حکومت کریں گے، باقی تین حصوں پر تمہاری حکمرانی ہوگی اور ہم اس سلسلے میں تم سے بھرپور تعاون کریں گے۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "مگر تعاون کرنے سے پہلے ہی تم سب وعدے سے مکر گئے۔ تم سب انتہائی خود غرض اور مکار ہو۔ سامنے سے آکر دوستی کرتے ہو اور پیٹھ پیچھے چھرا

...ھونپتے ہو۔"

انہوں نے پھر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "ہم سے بڑی ...بھول ہوگئی ہے۔ ایک بار ہماری غلطی معاف کردو، ہم پر ...بھروسا کرو اور پھر دیکھو ہمارے بھرپور تعاون سے تم جلد از ...جلد یہاں اپنی حکومت قائم کرسکو گے۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "ہوں! سونیا نے بڑا گہرا ...زخم دیا ہے۔ تمہارے حالات کہہ رہے ہیں، مجھے تم پر ایک بار ...بھروسا کرنا چاہیے۔ ٹھیک ہے، میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں ...گا۔ دیکھوں گا، آئندہ کس طرح تم میرا ساتھ دیتے ...ہو گے؟"

"ہم تو کام آئیں گے ہی... ایسے برے وقت میں ...ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ اب کیا تمہارا نائب ...ایشورارا اور دوسرے ماتحت یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ سونیا کہاں ...چھپ گئی ہے؟ پتا نہیں اور ہمارے خلاف کیا کرنے والی ...ہے؟ آئندہ اسے کسی بھی کارروائی سے روکنا ہوگا۔"

"فرہاد اور سونیا کے معاملے میں یہ بڑی مشکل ہے۔ ...جب بھی چھپتے ہیں تو ہماری غیر معمولی مشین بھی انہیں ڈھونڈ ...نہیں پاتی۔"

"وہ کم بخت تو ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔ کیا تم کبھی ...سوچ سکتے تھے کہ وہ تمہارے حملے کو ناکام بنانے کے لیے ...روپوش رہنے والے واستوا اور ترہالا تک پہنچ جائے گی؟ اس ...وقت بھی وہ کہیں چھپی ہوئی اپنی مشین کے ذریعے ہمیں دیکھ ...رہی ہوگی، ہماری باتیں سن رہی ہوگی۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "ہم ایک پہلو سے کمزور ...ہوگئے ہیں۔ ہمیں زرد رنگ نظر نہیں آتا۔ وہ اس رنگ کے ...لباس میں سر سے پاؤں تک چھپ جاتی ہے اور ہم اسے اپنی ...غیر معمولی مشین پر بھی دیکھ نہیں پاتے۔"

"ہمیں زرد رنگ نظر آنا چاہیے لیکن تم سیارے والے ...اپنی تکنیک سے غیر معمولی مشینیں تیار کرتے ہو۔ اس لیے ...سیارے سے آنے والی تمام مشینیں یلو کلر بلائنڈ ہوتی ہیں۔ ...جب سونیا زرد رنگ میں چھپ جاتی ہے تو ہمیں بھی اسکرین ...پر دکھائی نہیں دیتی۔ اس کے علاوہ بھی اس پر روحانی عمل کیا ...گیا ہے۔"

"کسی طرح اس کی بھی کوئی کمزوری ہمارے ہاتھ ...آجائے تو پھر اس آندھی کو ہم آگے بڑھنے سے روک سکتے ...ہیں۔ اس تنہا عورت نے ہمیں اس قدر نقصان پہنچایا ہے کہ ...میں جاگتی آنکھوں سے بھی اسے قتل کرنے اور کچل ڈالنے کے ...خواب دیکھتا رہتا ہوں۔"

ہم انسانوں کی عادت ہے۔ جب کچھ کر نہیں پاتے تو ایسے ہی خواب دیکھتے ہیں۔ دشمن کو خیالوں میں مار کر... اس کی لاش پر کھڑے ہوکر فتح کا جھنڈا لہراتے ہیں۔

ایسے خوابوں سے نقصان نہیں پہنچتا بلکہ حوصلہ ملتا ہے۔ یہ امید قائم رہتی ہے کہ ہم اپنے خوابوں اور خیالوں کے مطابق کامیابی حاصل کرلیں گے۔

وہ بہت پُرامید تھے۔ شدید اختلافات کے بعد دوبارہ متحد ہوکر پھر اسی پرانی ڈگر پر آگئے تھے۔ بجھی ہوئی آگ جلا کر نئی کھچڑی پکانے کی تیاری کررہے تھے۔

☆☆☆

میں نائب ایشورارا جمال احمد پر اعتماد کرنے لگا۔ اس نے اپنے اور سیارے کے بارے میں ایک ایک بات بتائی تھی۔ کوئی بات مجھ سے چھپاتا نہیں تھا پھر یہ کہ مجھے اپنے اندر آنے سے بھی نہیں روکتا تھا۔ میری بیٹی نبھی کو اس قدر چاہتا تھا کہ اس کی خاطر میرے سامنے کھلی کتاب بن گیا تھا۔

مجھے ٹیلی پیتھی کی دنیا کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہورہا تھا۔ سیارے والے کون ہیں اور.... کیا چاہتے ہیں؟ یورپ اور امریکا کے اکابرین دولت، فوج اور ایٹمی ہتھیاروں کے حوالے سے بہت طاقتور ہیں۔ جمال احمد اپنی مشین کی اسکرین پر مجھے بہت کچھ دکھاتا رہتا تھا۔ سونیا کے بارے میں بھی بہت کچھ بتاتا رہتا تھا۔

اور میں حیرانی سے سنتا تھا کہ وہ تنہا عورت کون ہے؟ جس نے بڑے بڑے ملکوں کے اور سیارے والوں کے ہوش اُڑا دیے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے مشین کی اسکرین پر دیکھا تھا۔ امریکی اکابرین کیوٹیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے باتیں کررہے تھے۔ آپس کی دشمنی بھول کر پھر سونیا کے خلاف متحد ہورہے تھے۔

میں نے جمال احمد سے کہا۔ "مسلمانوں کے خلاف بڑی گھناؤنی سازشیں ہورہی ہیں۔ ہمارا فرض ہے، ہم سونیا کو تنہا نہ رہنے دیں۔ کسی طرح اسے تلاش کریں۔ ہر محاذ اور ہر مرحلے پر اس کے کام آتے رہیں۔"

جمال نے کہا۔ "جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میں سیارے میں پیدا ہوا تھا۔ اس لیے یلو کلر بلائنڈ ہوں۔ میں سونیا کے کوڈ نمبرز پنچ کرکے اس سے رابطہ کرسکتا ہوں لیکن وہ زرد رنگ کے لباس میں رہتی ہے۔ مجھے نظر نہیں آئے گی۔"

"تمہیں نظر نہیں آئے گی لیکن میں تو اسے دیکھ سکتا ہوں۔"

"آپ غیر معمولی مشین آپریٹ کرنا سیکھ رہے ہیں۔

ابھی اسے آپریٹ کر کے سونیا کے نمبرز پنچ کریں۔ خدا کرے وہ آپ کو نظر آجائے۔"

میں مشین کے سامنے بیٹھ کر اسے آپریٹ کرنے لگا۔ سونیا کے کوڈ نمبرز پنچ کرنے کے بعد تھوڑا انتظار کیا تو اسکرین پر اس کا کمرا دکھائی دینے لگا۔ میں نے کہا۔ "یہ کمرا تو خالی ہے۔ سونیا کہاں ہے؟"

جمال نے کہا۔ "ہم نے ایک گھنٹا پہلے امریکی اکابرین کو دیکھا تھا۔ وہ بھی سونیا کو دیکھنا چاہتے تھے لیکن اچانک ہی وہ اسکرین سے غائب ہو گئی تھی۔ وہ سب کے لیے نادیدہ بن گئی ہے مگر اس وقت وہ ہمیں دیکھ رہی ہوگی... ہماری باتیں سن رہی ہوگی۔ آپ اسے یقین دلائیں، ہم دشمن نہیں دوست ہیں۔ دشمنوں کے خلاف اس کا ساتھ دینا چاہتے ہیں۔"

سونیا واقعی مشین کی اسکرین پر مجھے اور نائب ایشورارا جمال احمد کو دیکھ رہی تھی۔ اسے سیارے سے آنے والا دشمن سمجھتی تھی۔ اسی لیے مجھے بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی لیکن اس کے ساتھ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی، سوچ رہی تھی۔ "یہ ایک سیدھا سادہ سا بزنس مین ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر نائب ایشورارا کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ کیا یہ نائب ایشورارا اس بزنس مین کو پھانس کر، اپنا آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے مجھے فریب کرنا چاہتا ہے؟

اس نے اسکرین پر ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "نائب ایشورارا! میں تم دونوں کو دیکھ رہی ہوں۔ بہت پہلے ہی فرہاد انور شاہ کے خیالات پڑھ چکی ہوں۔ ہمارے معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو اسے اپنا آلۂ کار بنا کر مجھے فریب کر لو گے؟"

میں نے اسے پہلی بار مخاطب کیا۔ "سونیا!"

سونیا میرے لب و لہجے کو کبھی بھول نہیں سکتی تھی۔ کوئی بھی عورت اپنے مجازی خدا کو ہزاروں لاکھوں میں پہچان سکتی ہے۔ میں تو پھر تنہا بیٹھا اسے مخاطب کر رہا تھا۔ وہ بڑے جذبے سے مجھے دیکھ رہی تھی، میری باتیں سن رہی تھی۔ میں کہہ رہا تھا۔ "میں نے تمہیں دیکھا نہیں ہے مگر تمہاری دلیری نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ تم تنہا ہو لیکن سیارے والوں سے اور اس دنیا کے بڑے طاقتور اکابرین سے ٹکرا رہی ہو۔ اس نائب ایشورارا نے دین اسلام قبول کیا ہے۔ اس کا نام جمال احمد ہے۔ میں چاہتا ہوں، تم اس پر بھروسا کرو۔"

میں نے جمال احمد کا نام لیا تو وہ چونک گئی۔ سر جھٹک کر سوچنے لگی کہ یہ فرہاد نہیں ہے۔ فرہاد انور شاہ ہے۔ الپا، عالی اور کبریا اس کے چور خیالات پڑھ چکے ہیں۔

وہ مجھے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ میں نے خالی کمرے میں نظریں دوڑاتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ "سونیا! کیا تم میری باتیں سن رہی ہو؟"

وہ ذرا سنبھل کر بولی۔ "میں سن رہی ہوں۔ جب تک مجھے جمال احمد کے اندر کی سچائی معلوم نہیں ہوگی تب تک اس پر بھروسا نہیں کروں گی۔"

جمال نے کہا۔ "میں سچائی کا یقین دلانے کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھولنے کو تیار ہوں۔"

سونیا نے الپا کو بلا کر کہا۔ "مجھے یقین نہیں آرہا ہے، اس نائب ایشورارا نے دل سے اسلام قبول کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ جھوٹ بول کر مسلمان بن کر مجھے متاثر کرنا چاہتا ہو اور اعتماد حاصل کرنا چاہتا ہو۔ تم ابھی اس کے دماغ میں جاؤ اور اچھی طرح اس کے چور خیالات پڑھو۔"

الپا اس کے اندر آئی تو وہ بولا۔ "میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا ہوں۔ میڈم کی طرف سے آنے والے کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

الپا نے کوئی جواب نہیں دیا اور چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اب سے پہلے وہ عالی اور کبریا کے ساتھ چپ چاپ میرے خیالات پڑھ چکی تھی۔ سب کو یہی معلوم ہوا تھا کہ میں محض ایک بزنس مین ہوں۔ ٹیلی پیتھی سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اس وقت نائب ایشورارا جمال احمد کے خیالات بتا رہے تھے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی سچائی معلوم کی ہے۔ جس طرح ابھی الپا معلوم کر رہی ہے۔ وہ یہ جان کر حیران ہو رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ میں خیال خوانی جانتا ہوں۔

وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ سچ کیا ہے؟ وہ جمال کے دماغ سے نکل کر میرے دماغ میں آئی تو میں نے پہلی بار سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ وہ بڑی حیرانی سے سونیا کے پاس آکر بولی۔ "مما! فرہاد انور شاہ تو بہت بڑا بہروپیا ہے۔ ہم جیسے خیال خوانی کرنے والوں کو دھوکا دیتا رہا ہے۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا۔ "کیسا دھوکا....؟ کیا یہ جھوٹا اور فریبی ہے؟"

"ابھی میں نہیں جانتی، یہ اندر سے کیا ہے؟ پہلے تو ہمیں اس کے اندر جگہ مل گئی تھی اور ہم نے بڑی آزادی سے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ اب میں اس کے اندر جانا چاہتی ہوں تو یہ سانس روک رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے، یہ یوگا میں مہارت رکھتا ہے۔ نائب ایشورارا کے چور خیالات سچ کہہ رہے ہیں، یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

سونیا نے دھڑکتے ہوئے دل سے اسکرین پر مجھے دیکھا۔ الپا نے یہ کہہ کر اسے چونکا دیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ وہ میری طرف کھنچی جا رہی تھی۔ الپا اس کے جذبات کو سمجھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "مما! یہ آپ کو کیا ہو رہا ہے؟"

سونیا ذرا جھینپ سی گئی پھر بولی۔ "ہم سب پر ایسا روحانی عمل کیا گیا ہے کہ دشمن ہمارے اندر آکر چور خیالات پڑھتے ہیں، اس کے باوجود ہماری اصلیت معلوم نہیں کر پاتے۔ یہ تم اچھی طرح جانتی ہو ناں!"

الپا نے کہا۔ "بے شک، کوئی دشمن ہمارے اندر آکر آسانی سے خیالات پڑھتا ہے۔ اس کے باوجود ہماری اصل شخصیت کو سمجھ نہیں پاتا ہے۔"

"تو پھر تم یہ کیوں نہیں سمجھنا چاہتیں کہ فرہاد انور شاہ پر بھی روحانی عمل کیا گیا ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں مما؟"

اس کی نگاہیں اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ بڑے جذبے سے مجھے دیکھ رہی تھی اور بول رہی تھی۔ "میرا دل کہہ رہا ہے کہ یہ تمہارے پاپا ہیں۔"

وہ بولی۔ "یا خدا...! میں آپ کے اندر ہوں۔ آپ کی باتیں دل کو لگ رہی ہیں۔ اب تو مجھے بھی ایسا لگتا ہے کہ یہ ہمارے پاپا ہیں۔ آپ ان سے کہیں کہ جس طرح نائب ایشورارا نے مجھے اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دی ہے اسی طرح یہ بھی مجھے اپنے خیالات پڑھنے دیں۔ میرے آنے پر سانس نہ روکیں۔"

"فرہاد انور شاہ کی حقیقت معلوم ہونے سے پہلے ایک بات اچھی طرح سن لو کہ اگر یہ تمہارے پاپا ہیں تو میں ان سے براہِ راست گفتگو نہیں کروں گی۔ یہ ہم سب کو بھولے ہوئے ہیں۔ ہم ان کا ماضی انہیں یاد نہیں دلائیں گے۔"

"کیوں مما! آپ ایسا کیوں چاہتی ہیں؟"

"اگر تم چاہتی ہو کہ تمہارے پاپا کو لمبی عمر ملے تو ہم ان کی یادداشت واپس نہیں لائیں گے۔ ایسا کریں گے تو یہ میرے قریب آنا چاہیں گے۔"

"میں سمجھ گئی مما! تب آپ کی قربت پاپا کو بہت مہنگی پڑے گی۔ جب تک خدا کو منظور ہے، تب تک انہیں زندہ رہنا چاہیے۔"

"تم ابھی ان کے اندر جاؤ گی۔ ان کے خیالات پڑھو گی۔ اس کے بعد فیصلہ کیا جائے گا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

سونیا نے جمال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ابھی جو تمہارے خیالات پڑھنے آئی تھی، وہ اب فرہاد انور شاہ کے خیالات پڑھنا چاہتی ہے۔ اس سے کہو، یہ میری خیال خوانی کرنے والی کو تمہاری طرح خوش آمدید کہے۔"

میں نے اس کی باتیں سن کر کہا۔ "تھوڑی دیر پہلے میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا اور سانس روک کر اسے بھگا دیا تھا۔ اگر وہ تمہاری خیال خوانی کرنے والی ہے تو ابھی آسکتی ہے۔ میں تمہارا اعتماد حاصل کر کے دشمنوں کے خلاف تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔"

سونیا مجھے بڑی محبت سے دیکھ رہی تھی۔ یہ قدرتی جذبے تھے کہ میں اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ دشمنوں کے خلاف اس کے کام آنا چاہتا تھا۔ وہ خوشی سے بے حال ہو رہی تھی۔ الپا میرے اندر آئی تو میں نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے باوجود کوئی اعتراض نہیں کیا۔ چپ چاپ اپنی جگہ بیٹھا رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سونیا کے پاس آکر بولی۔ "مما! ان کی یادداشت گم ہو چکی ہے۔ یہ اپنا ماضی بھول چکے ہیں۔ اس لیے ان کے چور خیالات سے پتا نہیں چل رہا ہے کہ واقعی ہمارے پاپا ہیں یا نہیں؟"

سونیا نے کہا۔ "میں فرض کر لیتی ہوں، یہ تمہارے پاپا نہیں ہیں مگر اہم بات یہ ہے کہ میرا دل ان کی طرف کھنچا جا رہا ہے اور یہ بھی دشمنوں کے خلاف میری مدد کرنا چاہتے ہیں۔"

"اب آپ کیا چاہتی ہیں مما!"

"میں چاہتی ہوں، جب تک ان کی یادداشت واپس نہ آئے اور چور خیالات صحیح طور پر ان کی اصل شخصیت کو ظاہر نہ کریں۔ تب تک ہم ان سے دوستانہ تعلقات رکھیں۔ میں ان کے قریب نہیں جاؤں گی۔ ہم مشین کے ذریعے ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور باتیں کریں گے۔ میں ان سے سیکڑوں ہزاروں میل دور رہا کروں گی۔"

"آپ بہت مناسب فیصلہ کر رہی ہیں۔"

سونیا نے جمال سے کہا۔ "تمہارے خیالات پڑھنے والی نے مجھے بتایا ہے، تم واقعی سچے اور دیانتدار ہو۔ تم نے دل سے دین اسلام قبول کیا ہے۔ میں تم پر بھروسا کروں گی۔" پھر اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "فرہاد انور شاہ! تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو مگر یہ بات دوسروں سے چھپاتے رہے ہو۔ اگر مجھ سے دوستی کرنا چاہتے ہو، میرے کام آنا چاہتے ہو تو میری ایک بات مان لو۔ اپنی خیال خوانی کی صلاحیت کو چھپائے رکھو۔ کوئی بھی تمہارے اندر آئے تو سانس روک کر اسے نہ بھگاؤ۔ اپنے خیالات پڑھنے دو۔

دوست ہو یا دشمن ان کو یہی معلوم ہونا چاہیے کہ تم محض ایک بزنس مین ہو۔"

میں نے کہا۔ "تم جو چاہتی ہو' میں وہی کروں گا۔ تمہاری خیال خوانی کرنے والی نے شاید یہ بتایا ہوگا کہ جمال احمد میری بیٹی نہی کو دل و جان سے چاہتا ہے اور میں اسے اپنا داماد بنانے والا ہوں۔"

سونیا نے جمال احمد سے کہا۔ "ابھی پوری طرح تمہارے خیالات پڑھے نہیں گئے ہیں۔ ویسے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ فرہاد انور شاہ سے تمہاری رشتے داری ہونے والی ہے۔"

وہ بولا۔ "میڈم سونیا! میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے آپ کا اعتماد حاصل ہو رہا ہے۔ مگر ایک بات بہت ہی پریشان کن ہے۔"

"وہ پریشانی کیا ہے؟ مجھے بتاؤ؟"

وہ بولا۔ "جب گریٹ ایشورارا کو معلوم ہوگا کہ میں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ جس سونیا سے وہ دشمنی کر رہا ہے' اس سے دوستی کی ہے تو وہ مجھے سکون سے نہیں رہنے دے گا۔"

وہ بولی۔ "تم دیکھ رہے ہو' ہمارا سکون برباد کرنے والا خواہ گریٹ ایشورارا ہو یا یورپ اور امریکا کے اکابرین ہوں۔ وہ بھی سکون سے نہیں رہ پاتے۔ تم فکر نہ کرو' میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینا جانتی ہوں۔ تم نے ہمارا دین قبول کیا ہے۔ تمہاری حفاظت کرنا ہماری ذمے داری ہے۔ اطمینان رکھو' گریٹ ایشورارا تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"آپ میری حفاظت کی ذمے داری لے رہی ہیں۔ میرے لیے اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ اب میں گریٹ ایشورارا سے خوفزدہ نہیں ہوں۔"

اس دوران الپا اس کے اور میرے خیالات پڑھ رہی تھی۔ سونیا کو بتا رہی تھی۔ "ممانیہ دونوں آپ سے بہت متاثر ہیں۔ آپ کے لیے کام کرنا چاہتے ہیں۔ فرہاد انور شاہ اپنی بیٹی کی شادی جمال سے کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ سیدھی سادی معاشرتی زندگی گزارنے کے عادی ہیں۔ ہمارے کے معاملات میں پڑیں گے تو کئی طرح کی اُلجھنیں پیدا ہوں گی۔"

سونیا نے کہا۔ "ہماری زندگی میں اُلجھنیں کب پیدا نہیں ہوتیں؟ دو اہم باتیں ہیں جو مجھے ان کی طرف کھینچ رہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جمال احمد نے ہمارا دین قبول کیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اسے گریٹ ایشورارا کی دشمنی سے محفوظ رکھیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ فرہاد انور شاہ کی طرف میرا دل کھنچا جا رہا ہے۔ کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے' یہ سیدھی سادی معاشرتی زندگی گزارنے والا بزنس مین ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے یہ علم کیسے سیکھ لیا؟ کہاں سے سیکھا؟ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے ساتھ رہے گا' ہمارا کام کرتا رہے گا تو ہمیں رفتہ رفتہ بہت سے سوالات کے جوابات ملتے رہیں گے۔"

اس کا دل کہہ رہا تھا' میں ہی اس کے دل و جان کا مالک ہوں۔ آج نہیں تو کل یہ بھید ضرور کھلے گا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر آنکھیں بند کر کے بابا فرید واسطی کو یاد کرنے لگی۔ چند لمحوں بعد ہی ان کی آواز سنائی دی۔ "میری بیٹی! مجھے یاد کر رہی ہے۔ آنکھیں کھولو' میں تمہارے سامنے ہوں۔"

اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ سامنے رکھی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے۔ اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں کی محدود فضا میں اگربتی کا دھواں منڈلا رہا تھا۔ دور کہیں کلام پاک کی تلاوت ہو رہی تھی۔ اس کی سحر انگیز آواز دھیمی سی سنائی دے رہی تھی۔ وہ بیٹھے بیٹھے ایمان افروز ماحول میں پہنچ گئی تھی' وہ بڑی عقیدت سے بابا فرید واسطی کو دیکھ رہی تھی۔

پھر اس نے کہا۔ "میں اُلجھن میں ہوں۔ میں نے غیر معمولی مشین کی اسکرین پر لاہور کے ایک بزنس مین فرہاد انور شاہ کو دیکھا ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "زندگی میں پیش آنے والے بعض حالات اُلجھاتے ہیں۔ کوئی اُلجھن دائمی نہیں ہوتی' عارضی ہوتی ہے۔ کبھی وہ خود ہی سلجھ جاتی ہے' کبھی اسے سلجھانا پڑتا ہے۔ اُلجھنوں کو خود سلجھاؤ یا ان کے سلجھنے کا انتظار کرو۔"

"وہ میرے کام آنا چاہتے ہیں۔ میں بھی ان کے کام آنا چاہتی ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے' دور ہی دور سے ان کی نگرانی کروں گی۔ کبھی قریب نہیں جاؤں گی۔"

"انسان اپنے فیصلے کرتا ہے' تقدیر اپنے فیصلے کرتی ہے۔ دو طرفہ فیصلوں کے تصادم سے حالات بنتے اور بگڑتے ہیں۔ فرہاد انور شاہ تمہارا فرہاد ہو یا نہ ہو۔ تم اپنے فیصلے کے مطابق جب تک چاہو گی' اس سے دور رہ سکو گی اور جب تقدیر چاہے گی تو مقررہ وقت پر ضرور اس کے قریب پہنچ جاؤ گی۔"

ان کی باتوں سے یہ اشارہ مل رہا تھا کہ اسے اپنے فیصلے کے مطابق فرہاد انور شاہ سے دور ہی رہنا چاہیے۔ وہ اس کا اپنا فرہاد ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں مزید کچھ کہنا مناسب

نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ "سیارے سے آنے والے نائب ایشورارا نے ہمارا دین قبول کیا ہے۔ گریٹ ایشورارا اور اس کے ماتحت یہ برداشت نہیں کریں گے۔ اسے جانی نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔"

انہوں نے فرمایا۔ "اب سے پہلے سیارے سے آنے والے کئی افراد نے اسلام قبول کیا تھا۔ کچھ عرصے تک ہمارے ادارے میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ اس کے بعد ادارے سے باہر چلے گئے تھے۔ آج بھی وہ ایک تبلیغی جماعت کی صورت میں ہر ملک کے ہر شہر اور ہر علاقے میں جاتے ہیں۔"

سونیا نے سر جھکا کر کہا۔ "بے شک! وہ دینِ اسلام کی پناہ میں محفوظ ہیں۔"

"گریٹ ایشورارا اور اس کے ماتحتوں نے بارہا انہیں نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہے۔ وہ جمال احمد اب نائب ایشورارا نہیں رہا۔ وہ ہم میں سے ہے اور ان شاء اللہ ہر شر اور شیطانی کارروائیوں سے محفوظ رہے گا۔"

سونیا نے سر جھکا کر کہا۔ "بہت بہت شکریہ۔ میں یہی چاہتی تھی۔"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا' اسکرین خالی تھی۔ وہ جا چکے تھے۔

☆☆☆

مقدر کے کھیل نرالے ہیں۔ یہ عروج حاصل کرنے والوں کو زوال کی طرف لاتا ہے اور ذلت کی گہری پستی میں گرا دیتا ہے۔ جب وہ ذلت سے بھرپور زندگی گزارنے لگتا ہے' قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے اور دنیا والوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے۔ تب مقدر پھر اس پر مہربان ہو جاتا ہے۔ ایسا برین ماسٹر کے ساتھ ہو رہا تھا۔

اس نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں زبردست عروج حاصل کیا تھا۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین اس کے آگے بے بس اور مجبور ہو گئے تھے۔ وہ طویل عرصے تک پُراسرار اور ناقابلِ شکست بن کر بڑی کامیابی سے روپوش رہا۔ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی اس کا اصل نام اور پتا بھی معلوم نہ کر سکے۔

ہمیں رفتہ رفتہ اس کے متعلق معلومات حاصل ہوتی رہی ہیں۔ وہ کسی حد تک آہنی پردے سے باہر آیا۔ ایسے ہی وقت سیارے سے آنے والے جوجو گرانتے نے اس کے کس بل ڈھیلے کر دیے اور اسے اپنا غلام بنا لیا۔ غلامی کا طوق پڑتے ہی وہ گوشہ نشین ہو گیا۔ عرصے تک برتری حاصل کرنے والا دنیا والوں سے منہ چھپانے پر مجبور ہو گیا۔

گردشِ حالات کا کیا کہنا! مقدر نے پھر اسے پستی سے بلندی کی طرف اچھال دیا۔ سیارے والوں کی ایک غیر معمولی مشین اس کے ہاتھ لگ گئی پھر ایک بار عروج حاصل کرنے کے لیے اس کے نام خوش نصیبی کی لاٹری نکل آئی۔

ایسا سنہری موقع حاصل کرتے ہی اس نے فیصلہ کر لیا بلکہ قسم کھائی کہ اس مشین کے پیچھے چھپ کر پہلے کی طرح پُراسرار بن کر رہے گا۔ دنیا کی کوئی آنکھ اسے دیکھ نہیں پائے گی۔ اس کی بیوی مونیکا اور بیٹا جارج رچ مین اسے جان سے زیادہ عزیز تھے۔ انہیں بھی معلوم نہیں ہوگا کہ وہ اچانک کہاں غائب ہو گیا ہے؟ وہ روپوش رہ کر انہیں تحفظ فراہم کرنے کی کوششیں کرتا رہے گا لیکن انہیں کبھی اپنی کمزوری بننے نہیں دے گا۔

وہ بڑی سنجیدگی اور ذہانت سے آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کر رہا تھا۔ ایسی تدابیر پر عمل کرنے والا تھا' جن کے نتیجے میں کوئی اس گمشدہ مشین تک پہنچ نہ پاتا۔ کبھی کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ وہ مشین برین ماسٹر کے قبضے میں آ چکی ہے۔

وہ بلجیم سے تربالا کے ایک ماتحت کو اپنا معمول اور تابع دار بنا کر ایک خفیہ پناہ گاہ میں لے آیا تھا۔ اس تابع دار نے اسے مشین کو اچھی طرح سے آپریٹ کرنا اور اس کی خرابیوں کو دور کرنا سکھا دیا تھا۔ اس کے ذریعے یہ اہم بات معلوم ہوئی تھی کہ سیارے والے بلیو کلر بلائنڈ ہیں۔ سونیا کئی بار سر سے پاؤں تک زرد رنگ کے لباس میں چھپ کر سیارے والوں کو دھوکا دے چکی ہے۔

ماسٹر نے اس تابع دار کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم نے سیارے والوں سے چھپنے کا بہت ہی کارآمد طریقہ بتایا ہے۔ جاؤ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تم واقعی مجھے اپنے لوگوں میں جانے دو گے؟"

"جو کہہ دیا' سو کہہ دیا۔ اپنا سفری بیگ اٹھاؤ۔ اس میں صرف کیموفلیشن مشین نہیں ہے۔ باقی سونے کی اینٹیں اور ہیرے جواہرات ہیں۔ میں انہیں رکھ کر کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا۔"

اس نے اپنا بیگ کھول کر دیکھا۔ اس میں سب کچھ تھا۔ سونے کی اینٹیں' ہیرے جواہرات' ایک ریوالور' شناختی کارڈ' پاسپورٹ... حتیٰ کہ وہ غیر معمولی جوتے بھی تھے' جنہیں پہن کر وہ تیر کی رفتار سے سیکڑوں میل دور نکل جایا کرتا تھا۔ وہ بیگ اٹھا کر اور اس کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چل

پڑا۔ برین ماسٹر نے اسے نہیں روکا۔ وہ بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اسے جانے اور آزادی سے کھلی فضا میں سانس لینے کی اجازت دے رہا تھا۔

برین ماسٹر کی خفیہ پناہ گاہ ایک پہاڑی علاقے میں تھی۔ وہاں سے تقریباً دو سو کلو میٹر تک کوئی انسانی آبادی نہیں تھی۔ اس کا کاٹیج گھنے درختوں کے سائے میں تھا۔ ہیلی کاپٹر سے پرواز کرنے والے اسے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ وہ کبھی کبھی ضروری سامان خریدنے انسانی آبادی کی طرف جاتا تو دو سو کلو میٹر کا فاصلہ ایک جیپ کے ذریعے طے کرتا تھا۔ آزاد ہونے والا غلام اپنے آقا کی گاڑی استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ وہ پیدل وہاں سے چل پڑا۔ آزادی حاصل کرنے کی خوشی میں وہ دنیا کے آخری سرے تک پیدل جا سکتا تھا۔

راستے کے ایک طرف اونچی پہاڑیاں تھیں۔ دوسری طرف سیکڑوں فٹ گہری کھائیاں تھیں۔ بعض کھائیاں ایسی تھیں، جن کی پستی میں گھنے خاردار درخت تھے۔ ان خاردار درختوں کی گھنی آغوش میں جانے والا دوبارہ واپس نہیں آ سکتا تھا۔ نہ ہی کوئی جان سکتا تھا کہ ایک بد نصیب اس میں... گم ہو گیا ہے۔

وہ چلتے چلتے ایک جگہ رک گیا۔ راستے کے کنارے سفری بیگ کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر نیچے پھینک دیا۔ وہ نیچے جاتے جاتے درختوں کی جھنڈ میں پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اسے برین ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ ''موت اسی طرح نظروں سے اوجھل کر دیتی ہے۔ زندگی اسے پھر ڈھونڈ نہیں پاتی۔''

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہا۔ ''آقا...! کیا تم نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا؟''

''تو نے خوب سمجھا... آخری وقت آ جائے تو بات دیر سے سمجھ میں آتی ہے۔ کیا میں خیال خوانی کا دھکا دوں یا تو خود ہی چھلانگ لگائے گا؟''

وہ گڑگڑانے کے انداز میں بولا ''آقا! میرا قصور کیا ہے؟ میں تو ساری زندگی تیرے قدموں میں رہنا اور تیری خدمت کرنا چاہتا تھا۔''

''میں کسی خدمت گار کو رازدار بنانا نہیں چاہتا۔ آج کے بعد صرف میری پناہ گاہ کی چار دیواری مجھے دیکھے گی۔ دنیا کی کوئی آنکھ بھی مجھے دیکھ نہیں پائے گی۔''

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹتے ہوئے بھاگنا چاہتا تھا مگر اچانک ہی غائب دماغ ہو گیا۔ موت کا خوف بھول کر قہقہے لگاتا ہوا کھائی کے کنارے پر آیا اور موت کی ان دیکھی پستی میں چھلانگ لگا دی۔

چند ساعتوں کے بعد برین ماسٹر کی سوچ کی لہریں اس کے مردہ دماغ سے نکل آئیں۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ کسی پر بھروسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ آئندہ سیارے والوں سے، اکابرین سے اور مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نمٹنے کے لیے روپوشی کا تقاضا یہی تھا کہ اس کے بیگے بھی اسے دیکھ نہ سکیں۔ اس کی بیوی اور جان سے عزیز بیٹا بھی یہ جان نہ پائیں کہ وہ کہاں ہے؟ زندہ بھی یا مر گیا ہے؟

اپنی سلامتی اور بیوی بیٹے کی بہتری کے لیے اس نے یہی بہتر سمجھا کہ ان کے لیے مر جائے۔ وہ دونوں اس کے لیے روئیں گے... ماتم کریں گے پھر رفتہ رفتہ صبر کر لیں گے۔ اسے ڈھونڈنے والے دشمن ماں بیٹے کا محاسبہ کریں گے۔ ان کے چور خیالات پڑھیں گے تو انہیں یہی معلوم ہوگا کہ وہ سچ مچ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں اور اب اسے مردہ سمجھنے لگے ہیں۔

اسے یہ معلوم تھا کہ وہ غیر معمولی مشین کی اسکرین پر کسی ایسے شخص کو دیکھے گا، جس کے پاس ویسی ہی مشین ہو تو دوسری طرف سے وہ شخص بھی اسے دیکھ لے گا۔ اسے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اس کی خفیہ پناہ گاہ کس ملک کے پہاڑی علاقے میں ہے اور وہ ایسی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس نے مشین کو کچھ عرصے تک بند رکھا۔ اس علاقے سے شہر پہنچا۔ اس نے ایک درزی سے اپنے لیے کئی زرد رنگ کے جوڑے اور بڑے بڑے پردے سلوائے، اسی رنگ کی جرابیں، جوتے، ٹوپیاں اور ماسک خریدے۔ زرد کپڑوں کے کئی تھان بھی خریدے پھر انہیں لے کر اپنی خفیہ پناہ گاہ میں آ گیا۔

جس کمرے میں وہ غیر معمولی مشین تھی۔ وہاں سب ہی سیاہ رنگ کا تھا۔ اس نے سب چیزوں پر زرد رنگ کے پردے چڑھا دیے۔ خود بھی سر سے پاؤں تک زرد رنگ میں چھپ کر مشین کو آن کیا۔

اب کوئی اسے زرد رنگ کے باعث اپنی مشین پر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ تمام اکابرین اور سونیا وغیرہ کو بھی وہ نظر نہیں آتا۔

اس نے تربالا سے مشین چھینی تھی۔ پہلے اس کے کوڈ نمبر پنچ کیے۔ یہ معلوم کیا کہ اس مشین کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کیا کیا جا رہا ہے؟ بیلجیم کے اکابرین نے تربالا کو حراست میں لے رکھا تھا۔ انہوں نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے درخواست کی تھی کہ وہ مشین کا سراغ لگائیں۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تربالا کے خیالات پڑھے۔ معلوم ہوا

کہ وہ کبریا کے اچانک حملے سے بوکھلا کر مشین چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا۔ اس مشین کو شاید کبریا لے گیا ہے۔

یہ حقیقت معلوم نہ ہو سکی کہ کبریا نے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس کو وہ مشین دی تھی۔ وہ جاسوس ایک مکان میں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہ رہا تھا۔ برین ماسٹر وہاں سے وہ مشین لے آیا تھا۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی جان نہیں سکتے تھے کہ وہ مشین کہاں ہے؟ سونیا بھی برین ماسٹر کے معاملے میں ابھی بے خبر تھی۔

وہ روپوش ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ آرام سے بیٹھا امریکی اکابرین کی دوغلی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے سونیا کے احسانات کو بھلا کر دوسری غیر معمولی مشین حاصل کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس کو قتل کیا اور مشین وہاں سے لے آئے تھے۔

پھر اس نے اسکرین پر آرمی ہیڈ کوارٹر میں ہونے والی تباہی دیکھی۔ تمام اکابرین کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ اینشورارا سے باتیں کر رہے تھے۔ اب پھر وہ دونوں سونیا کے خلاف متحد ہو رہے تھے۔

پھر اسے سونیا کی آواز سنائی دی۔ اس وقت وہ اپنی اسکرین پر تو مسلم جمال احمد کو اور مجھے دیکھ رہی تھی۔ برین ماسٹر کو ان کے ذریعے معلوم ہوا کہ میں فرہاد علی تیمور نہیں بلکہ فرہاد انور شاہ ہوں۔

برین ماسٹر کو ہمارے متعلق معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ اس نے سنا کہ جمال احمد گریٹ اینشورارا سے خوفزدہ ہے۔ سونیا نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کو بھرپور تحفظ دے گی۔ غیر معمولی مشین اسے بڑی دور تک معلومات فراہم کر رہی تھی اور جن کے بارے میں وہ معلومات حاصل کر رہا تھا ان میں سے کوئی بھی اپنی اسکرین پر اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

ایسے وقت وہ چپ رہتا تھا۔ اگر منہ سے آواز نکالتا، ایک لفظ بھی بولتا تو دوسری طرف کی مشین کا آڈیو سسٹم بتا دیتا کہ کوئی انہیں دیکھ رہا ہے مگر خالی اسکرین سب کو الجھا کر رکھ دے گی۔

وہ بہت محتاط تھا اور بڑی رازداری سے تمام مطلوبہ افراد کو دیکھتا رہا۔

پھر اس نے سونیا کی آواز سنی۔ وہ بابا فرید واسطی سے بات کر رہی تھی مگر بابا فرید واسطی کی کوئی بات برین ماسٹر کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ وہ بھی سونیا کی طرح اس کے لیے نادیدہ تھے۔ اسے سونیا کی بات سن کر معلوم ہوا کہ اصل فرہاد علی تیمور لاپتا ہے۔ اسکرین پر نظر آنے والا فرہاد انور شاہ تھا اور یہ معلوم ہوا کہ تو مسلم جمال احمد کو روحانی قوتوں کے ذریعے تحفظ حاصل ہوگا۔

ان تمام معلومات کے پیش نظر اس نے دونوں کان پکڑ کر قسم کھائی کہ چاہے کچھ ہو جائے... وہ روحانی قوتوں کا اور سونیا کا سامنا کبھی نہیں کرے گا۔ ان سے ٹکرانے کی غلطی نہیں کرے گا۔

اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ میری فیملی کے تمام افراد بابا صاحب کے ادارے میں ہیں۔ وہ ان میں سے کسی کو اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ نہیں پائے گا۔ اس نے میرے متعلق سوچا۔ ''فرہاد واقعی لاپتا ہے۔ اگر وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہوتا تو سونیا اس کی تلاش میں بھٹکنے کے لیے ادارے سے باہر نہ آتی۔''

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، برین ماسٹر بیلجیم کے ایک مکان میں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے تھا۔ اس مکان کے دوسرے حصے میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا جاسوس غیر معمولی مشین لے کر آیا تھا۔ برین ماسٹر نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے وہ مشین حاصل کی تھی۔ یوں اس نے براہ راست سونیا سے دشمنی نہیں کی تھی لیکن درپردہ اسے اور ادارے والوں کو نقصان کو پہنچایا تھا۔ اس جاسوس سے ایک غیر معمولی مشین چھین کر لے گیا تھا۔ اسی لیے سونیا اسے اسکرین پر دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ صرف اس کی آواز سن سکتا تھا۔

☆☆☆

گریٹ اینشورارا نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے نائب اینشورارا کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو! میں گریٹ اینشورارا تم سے مخاطب ہوں۔ رپورٹ دو، کیا سونیا کا کوئی پتا ٹھکانا معلوم ہوا ہے؟''

اس نے انتظار کیا لیکن ارضی دنیا سے نائب اینشورارا کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ انڈیا میں اس کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کی ایک ٹیم تھی۔ اس ٹیم کے سربراہ کا نام جاداکا تھا۔ اس نے جاداکا سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''نائب اینشورارا لاہور میں ہے مگر وہ رابطہ نہیں کر رہا ہے۔ اسے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھو۔ معلوم کرو وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟''

جاداکا نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ اپنی مشین میں نائب اینشورارا کے کوڈ نمبر پنچ کیے۔ اسکرین پہلے تو تاریک رہی پھر تحریری رپورٹ ابھرنے لگی۔ ''نائب اینشورارا فریس ایبل

نہیں ہے۔ یہ کہا نہیں جاسکتا کہ وہ زندہ ہے یا نہیں؟"

جاداکا نے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا۔ پانچ یوگا جاننے والے افسران اسکرین پر نظر آنے لگے۔ سیارے والوں سے ان کی دوستی ہو چکی تھی۔ یہ طے پایا تھا کہ اکابرین گریٹ ایشورارا کے تمام ماتحتوں سے ہر معاملے میں تعاون کریں گے۔

جاداکا نے انہیں مخاطب کیا تو وہ بھی اپنی مشین آن کرکے اسے دیکھنے لگے۔ اس نے کہا۔ "ہمارے نائب ایشورارا کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ اس مشین نے کہہ دیا ہے کہ وہ ٹریس ایبل نہیں ہے۔ پلیز اپنے سی آئی اے اور انٹرپول والوں سے کہو کہ لاہور اور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں اسے تلاش کریں۔"

ایک یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ "تم فکر نہ کرو۔ ہمارے تمام جاسوس ابھی ایکشن میں آجائیں گے۔"

تقریباً دو گھنٹے بعد سی آئی اے والوں نے رپورٹ دی۔ "اب سے دس گھنٹے پہلے نائب ایشورارا لاہور کے ایک ہوٹل میں تھا مگر اب وہاں موجود نہیں ہے۔ ہم اسے تلاش کررہے ہیں۔"

جاداکا نے گریٹ ایشورارا کو رپورٹ دی۔ "شاید نائب ایشورارا زندہ نہیں ہے۔ غیر معمولی مشین کے علاوہ سی آئی اے اور انٹرپول والے اسے ڈھونڈنے میں ناکام ہورہے ہیں۔"

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے 'سونیا ہمارے نائب ایشورارا کو بھی ٹھکانے لگا چکی ہے؟ اس کی غیر معمولی مشین بھی لے گئی ہے۔"

"یہی کہا جاسکتا ہے۔ میں تیرے حکم کے مطابق اکابرین سے رابطہ کرتا رہتا ہوں۔ سونیا نے مشین کے ذریعے مجھے بھی دیکھا ہوگا۔ وہ اب مجھے بھی ٹریپ کرنا چاہے گی۔"

سونیا سیارے سے آنے والوں کی تاک میں لگی رہتی تھی۔ وہ جاداکا کو دیکھ رہی تھی۔ برین ماسٹر کا بھی یہی کام تھا۔ وہ بھی اپنی مشین سے لگا رہتا تھا۔ اس نے پانچ یوگا جاننے والے اکابرین کو دیکھا تو ان کی مشین کی اسکرین پر اسے جاداکا نظر آیا۔ اس نے اسی لمحے میں اپنی مشین کے ذریعے اسے کیچ کرلیا۔ یوگا جاننے والے افسران کو چھوڑ کر صرف جاداکا کو اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھنے لگا۔

سیارے والوں کی شامت آگئی تھی۔ جس غیر معمولی مشین کے ذریعے وہ ساری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ وہی مشین ان کی ہلاکت کا سبب بن رہی تھی۔

سیارے کا ہر اہم فرد مارا جارہا تھا اور ان سب کی مشینیں سونیا' اکابرین اور برین ماسٹر کے پاس پہنچتی جارہی تھیں۔ اس وقت برین ماسٹر کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ جاداکا کو ٹریپ کرکے اس کی مشین حاصل کرسکتا ہے۔

جاداکا اپنی تمام معلومات کے ساتھ برین ماسٹر کی مشین میں محفوظ ہوچکا تھا۔ معلومات یہ تھیں کہ وہ انڈیا کے شہر دہلی میں ہے۔ کناٹ پیلس کی اسٹریٹ میں ایک بنگلا ہے۔ اس وقت وہ اسی بنگلے کے ایک کمرے میں بیٹھا اسکرین پر یوگا جاننے افسران سے باتیں کررہا ہے۔ اس ایلکر بلاسٹڈ والے کی بدنصیبی یہ تھی کہ وہ برین ماسٹر کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چونکہ وہ زرد رنگ میں چھپا ہوا تھا' اس لیے یوگا جاننے والوں کی اسکرین پر بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جاداکا نے اپنی مشین بند کردی لیکن وہ برین ماسٹر کی اسکرین پر نظر آتا رہا۔ وہ لباس تبدیل کرکے بنگلے سے باہر آیا پھر ایک کار میں بیٹھ کر کہیں جانے لگا۔ آدھے گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد کار ایک ہوٹل کے احاطے میں آکر رک گئی۔ اسے بھوک لگی تھی۔ وہ وہاں کھانے کے لیے گیا تھا۔ اس نے کھانے کا آڈر دینے کے لیے ویٹر سے باتیں کیں تو برین ماسٹر اس ویٹر کے اندر پہنچ گیا۔ اسے اپنی مشین میں سیف کرلیا۔ جب اس کے سامنے کھانا آگیا اور وہ کھانے لگا تب ایک حسینہ میز کے دوسری طرف آکر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

جاداکا نے اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ یہ سیارے والوں کی عادت تھی' وہ حسین عورتوں کے پیچھے بھاگتے تھے لیکن ان دنوں ان کی شامت آئی ہوئی تھی۔ یکے بعد دیگرے ٹریپ کیے جارہے تھے اور موت کے گھاٹ اتارے جارہے تھے۔ وہ بے موت مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سختی سے کہا۔ "سوری، مجھے عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پلیز یہاں سے جاؤ۔ دوسری اور بھی میزیں ہیں۔"

وہ ناگواری سے اٹھ کر چلی گئی۔ برین ماسٹر نے اس حسینہ کو بھی اپنی مشین میں سیف کرلیا پھر سوچا۔ "جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ ویٹر اور اس حسینہ میں سے کسی ایک پر آرام سے تنویمی عمل کروں گا پھر اس کے ذریعے جاداکا کو ہلاک کرکے اس کی مشین حاصل کرلوں گا۔"

برین ماسٹر نے اپنی مشین بند کردی۔ ٹھیک اسی وقت سونیا بھی اپنی اسکرین پر جاداکا کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے بھی ویٹر اور اس حسینہ کو اپنی مشین میں سیف کیا اور اب وہ ان میں سے کسی ایک کو آلۂ کار بنا کر جاداکا کو جہنم میں پہنچانے والی تھی۔

☆☆☆

عالی اور ایمان علی ہندوستان کے شہر حیدرآباد میں ازدواجی زندگی گزار رہے تھے۔ ایمان علی کے متعلق ذکر ہوچکا ہے۔ وہ ایک خاندانی رئیس تھا۔ اسے علم نجوم' دست شناسی اور قیافہ شناسی میں مہارت حاصل تھی۔ وقتاً فوقتاً اسے آگاہی بھی حاصل ہوتی رہتی تھی۔ سب سے پہلے اسی نے آگاہی کے ذریعے پیش گوئی کی تھی کہ ہماری دنیا میں ایک عجیب و غریب مخلوق ہے جو ہماری طرح انسان تو ہے لیکن اس کا منہ خرگوش کی تھوتھنی کی طرح آگے کو نکلا ہوا ہے۔ یہ مجوبہ سیارے سے آنے والا جوجو کرانتے تھا۔

ایمان نے آگاہی کے دوران دیکھا تھا کہ مجھ پر اور میرے بیوی بچوں پر عذاب نازل ہورہا ہے۔ مجھے صلیب پر چڑھا دیا گیا ہے۔ میرے بچے صحرا میں بھٹک رہے ہیں۔ سونیا کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ لباس پھٹا ہوا ہے۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی میری صلیب کے سائے میں گرتی ہے۔ میں جس صلیب پر لہولہان ہورہا ہوں۔ اس کے اوپری حصے پر وہ مجوبہ فاتحانہ انداز میں بیٹھا ہوا ہے۔

اس آگاہی کے مطابق واقعی ہم پر اب تک مصیبتیں آرہی تھیں۔ اس مجوبہ جوجو نے سیارے سے آتے ہی فاتحانہ انداز اختیار کیا تھا۔ صلیب موت کا استعارہ ہے۔ میں عارضی طور پر جیسے مرگیا تھا۔ ساری دنیا کو اور میرے قارئین کو یقین ہوگیا تھا کہ میں مرچکا ہوں۔ میرے بچے بھٹک رہے تھے۔ آخر انہوں نے بابا صاحب کے ادارے میں جاکر پناہ لی۔ صرف ایک سونیا تھی جو میری تلاش میں' دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے ادارے باہر بھٹک رہی تھی۔ وہ تنہا عورت حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں کہاں ہوں اور کن حالات سے گزر رہا ہوں؟

ایمان علی ہر جمعرات کی رات صبح ہونے تک عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے آگاہی حاصل ہوتی تھی۔ ایک رات وہ تہجد کی نماز ادا کرکے مصلے پر بیٹھا زیرِ لب ایک آیت پڑھ رہا تھا۔ پڑھتے پڑھتے جذب کے عالم اپنے آپ سے غافل ہوگیا۔ ذہن کی تاریک اسکرین پر تیز رفتار کار کے پہیے دکھائی دینے لگے۔ ایک کار بے قابو ہوگئی تھی۔ ایمان علی نے خود کو دیکھا' وہ اسٹیئرنگ کو قابو میں رکھنے کی کوششیں کررہا تھا۔ عالی اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی پھر ایک دھماکا سا ہوا اور کار ایک بڑے درخت سے ٹکرا گئی۔

وہ مصلے پر سجدے کے انداز میں جھکا ہوا تھا۔ ایک دم سے چونک کر سیدھا ہوا اور پریشان ہوکر سوچنے لگا۔ "یاخدا! یہ میں نے کیا دیکھا ہے؟ میری عالی میرے ساتھ ایسے حادثے سے دوچار ہوگی؟ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟"

آگاہی ادھوری تھی۔ حادثے کا انجام معلوم نہ ہوسکا۔ کیا وہ حادثے کے بعد بچ جائیں گے...؟ زخمی ہوں گے...؟ یا مرجائیں گے...؟

وہ فکر و پریشانی پر قابو پانے کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگا۔ دل و دماغ کو سمجھانے لگا کہ خدا بہتر جانتا ہے' خدا بہتر کرتا ہے۔ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ ہمارا جینا مرنا خدا کے ہاتھ میں ہے۔

اس نے فجر کی نماز ادا کی۔ سلام پھیرتے ہی پھر اس کے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ وہ سجدے کی حالت میں جھک گیا۔ ذہن کی تاریک اسکرین پر عالی دکھائی دی۔ وہ دو دشمنوں کے مقابلے پر تھی۔ ان کی پٹائی کررہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک ستون کے پیچھے سے ریوالور دکھائی دیا اور ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ عالی کی کراہ سنائی دی، گولی اس کے سینے میں پیوست ہوگئی تھی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی زمین پر گر کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگئی۔

ایمان علی کے ذہن کو پھر جھٹکا سا لگا۔ وہ سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کمرے کو دیکھنے لگا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ "نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ میری عالی کو کچھ نہیں ہوگا۔ اسے کوئی قتل نہیں کرے گا۔ یاخدا! مجھے آگاہی کیوں ملتی ہے؟ آگاہی تو موت سے پہلے مار دیتی ہے۔ میری عالی کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟"

وہ بری طرح پریشان ہوگیا تھا۔ ایک ہی رات میں دوبار آگاہی ملی تھی اور دونوں ہی جان نکال رہی تھیں۔ پہلی آگاہی میں معلوم ہوا کہ حادثہ پیش آئے گا۔ یہ معلوم نہ ہوسکا' حادثے کا نتیجہ کیا ہوگا؟ دوسری آگاہی کہہ رہی تھی' حادثے سے بچ گئے تو عالی گولی کھا کر مرے گی۔

ایمان علی مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ اس کے باوجود گھبراہٹ میں کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ اس کمرے سے نکل کر اپنی خواب گاہ میں آیا۔ وہاں عالی نہیں تھی۔ وہ صبح سویرے ورزش کرنے کی عادی تھی۔ وہ چھت پر آگیا۔ اس وقت وہ جوگنگ کررہی تھی۔

اسے دیکھ کر بولی۔ "آج بڑی جلدی کمرے سے نکل آئے؟"

وہ سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ عالی نے اسے غور سے دیکھا پھر پوچھا۔ "ایمی جھنگ رانگ؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ قریب آکر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''کیا آگہی ملی ہے؟''

ایمان نے پھر ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ اس نے پوچھا۔ ''تشویشناک ہے؟''

وہ پھر سر ہلانا چاہتا تھا۔ عالی نے دونوں ہاتھوں سے اس کے سر کو تھام کر کہا۔ ''کچھ منہ سے تو بولو۔ کیا آگہی کا تقاضا ہے کہ مجھ سے بات چھپائی جائے؟''

''تم کمزور دل کی ہوتیں تو یہ بات چھپالیتا۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔ ''میری جان! مجھے ایک نہیں دو بار آگہی ملی ہے۔ ایک میں کار کا حادثہ دیکھا مگر ہمارا انجام کیا ہوگا' یہ نہیں دیکھا۔ دوسری آگاہی میں کسی دشمن نے تمہیں گولی ماری اور میں نے واضح طور پر تمہیں دم توڑتے دیکھا ہے۔'' یہ کہتے ہی اس نے عالی کو کھینچ کر اپنی آغوش میں بھرلیا۔ ''نہیں میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ موت آئے گی تو تمہارے ساتھ اپنی جان دے دوں گا۔''

وہ بڑے سکون سے بولی۔ ''ہائے پھر تو ہماری موت بڑی ہی رومینٹک ہوگی۔ ہائی داوے... تم اس قدر جذباتی کیوں ہو رہے ہو؟ کیا ہم مرنے کے لیے پیدا نہیں ہوئے ہیں؟''

''ہاں مگر اتنی جلدی کون مرنا چاہتا ہے؟ وہ بھی حادثاتی اور غیر طبعی موت۔ نہیں، میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔''

''کیا تقدیر سے لڑو گے؟''

''ہاں، تم سامان پیک کرو۔ میں کسی بھی فلائٹ میں سیٹیں او کے کراتا ہوں۔''

''اچھا تو ایسی کوئی جگہ ہے' جہاں موت نہیں آئے گی؟''

''موت ہر جگہ آتی ہے مگر ہمارے دشمن بابا صاحب کے ادارے میں نہیں آسکیں گے۔ وہاں تم محفوظ رہو گی۔''

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ عالی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''تم بہت بدحواس ہوگئے ہو۔ یہ تو سوچو یہاں سے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچنے کے دوران آگہی کے مطابق موت آسکتی ہے۔''

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھاتے ہوئے بولا۔ ''ویسے تو ابھی، یہاں' اسی جگہ جان لیوا حملہ کرنے والے آسکتے ہیں مگر ہمیں حفاظتی تدابیر پر عمل کرنا چاہیے۔''

وہ دونوں بیڈ روم میں آگئے۔ ایمان نے کہا۔ ''ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرو' ہمیں کس فلائٹ میں سیٹیں مل سکتی ہیں؟''

وہ اسے ایک صوفے پر دھکا دے کر گراتے ہوئے بولی۔ ''چپ چاپ بیٹھے رہو۔ تم میرے عشق میں عقل سے کام لینا بھول گئے ہو۔ ہم یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ ہمیں وہ حادثہ کب اور کیسے پیش آئے گا؟ یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ مجھے گولی مارنے والا دشمن کون ہے؟ میرے خلاف یہ واردات کب ہوگی اور کہاں ہوگی؟'' ایمان اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ عالی نے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''تم بدحواسی میں یہ بھول رہے ہو کہ چار یار کی فورکاسٹ کرنے والی مشین ہمیں ابھی بہت کچھ بتادے گی۔ آگہی کے مطابق ہمارے خلاف سازش کرنے والے کون ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں؟ یہ ہمیں یہاں بیٹھے بیٹھے معلوم ہوجائے گا۔''

وہ اطمینان کی ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''خدا کا شکر ہے' ہم وقت سے پہلے بہت کچھ معلوم کرسکتے ہیں۔ میں واقعی بوکھلا گیا تھا۔''

بنی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ماں کو مخاطب کیا۔ اسے آگہی کے متعلق تمام باتیں بتائیں۔ سونیا نے کہا۔ ''میں ابھی مشین کے ذریعے چار یار سے رابطہ کررہی ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر پہنچو۔''

دونوں ماں بیٹی نے اپنے اپنے طور پر چار یار سے رابطہ کیا۔ انہیں بتایا کہ آگہی کے مطابق کیا ہونے والا ہے؟ اور ایسا ہونے سے پہلے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟ فورکاسٹ مشین ایک ایک لمحے کا حساب بتائے گی کہ عالی اور ایمان پر حملہ کرنے والے دشمن کون ہیں؟ کیوں ان کی جان لینا چاہتے ہیں؟

چار یار فوراً ہی سونیا کی خواہش کے مطابق مشین کو آپریٹ کرنے لگے۔ اس مشین میں عالی اور ایمان کے کوڈ نمبرز فیڈ کیے گئے تو وہ دونوں بڑی سی اسکرین پر دکھائی دینے لگے۔ سونیا نے چار یار سے کہا۔ ''وقت کی چھلانگ لگاؤ۔ یہ دیکھو کہ عالی اور ایمان دو دنوں کے بعد کن حالات سے گزریں گے؟''

انہوں نے مشین کو آپریٹ کیا۔ مطلوبہ وقت کے بعد بھی وہ دونوں بخیریت نظر آرہے تھے۔ تیسرے چوتھے دن بھی کوئی خطرہ پیش نہیں آیا۔ پانچویں دن وہ کار میں بیٹھ کر حیدرآباد شہر سے دور اپنی زمینوں پر جارہے تھے۔ تب پتا چلا کہ گاڑی کا بریک کام نہیں کررہا ہے۔ وہ تیز رفتاری سے جارہی تھی۔ ایمان علی اسٹیئرنگ کو قابو میں رکھنے کی کوششیں کررہا تھا۔ جیسا آگہی میں نظر آیا تھا۔ ویسا ہی دکھائی دے رہا تھا۔

پھر گاڑی ایک بڑے درخت سے ٹکرا گئی۔ ایمان علی

اسٹیئرنگ سے اور عالی ڈیش بورڈ سے ٹکرائی تھی۔ دونوں زخمی ہوئے تھے مگر ہوش وحواس میں تھے۔ اس راستے سے گزرنے والی کئی گاڑیاں پاس آکر رک گئی تھیں۔ ان گاڑیوں سے کئی لوگ اتر کر ان کے قریب آرہے تھے۔ کچھ لوگ اپنی گاڑیوں سے نکل کر دور ہی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ ایسے وقت عالی نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ ایمان علی لوگوں کو حادثے کی وجہ بتا رہا تھا۔ عالی نے دوسری بار پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا۔ ''کون ہے؟''

کسی نے غصے سے کہا۔ ''شٹ۔ تم تو بڑی ڈھیٹ ہو۔ زخمی ہونے کے باوجود یوگا کی مہارت دکھارہی ہو۔''

''اچھا تو مجھے ٹریپ کرنے' اپنی معمولہ اور تابع دار بنانے کے لیے گاڑی کے بریک ناکارہ کیے گئے تھے؟ لعنت ہے تم پر۔''

اس نے سانس روک لی۔ پرائی سوچ کی لہریں دماغ سے نکل گئیں۔ سونیا اسکرین پر ایک شخص کو دیکھ رہی تھی۔ وہ ان سے دور اپنی گاڑی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے چار یار سے کہا۔ ''وہ شخص جو سرخ شرٹ میں نظر آرہا ہے۔ اسے اپنی مشین میں کیچ کرو۔''

سونیا کی چھٹی حس نے اس شخص کی طرف متوجہ کیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ دور سے عالی کو صرف گھور کر نہیں دیکھ رہا ہے بلکہ اس کے اندر بھی پہنچ رہا ہے۔ چار یار نے اسے مشین میں کیچ کرلیا تھا۔ سونیا کی ہدایت کے مطابق اسے سبجیکٹ بنا کر اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنی گاڑی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر وہاں سے جارہا تھا۔ فورکاسٹ کرنے والی مشین اس کے پیچھے پڑ گئی۔

اس شخص کی خاموشی بتارہی تھی کہ وہ کار ڈرائیو کرنے کے دوران خیال خوانی کے ذریعے کسی سے کچھ کہہ رہا ہے۔ سونیا نے چار یار سے کہا۔ ''وقت کی چھلانگ لگاؤ۔''

مشین نے موجودہ وقت سے آگے بڑھ کر دکھایا۔ وہ ایک گھنٹے بعد حیدرآباد کے ایک مکان میں پہنچ گیا تھا۔ کمرے میں بیٹھ کر کیوٹیکیشن مشین کے ذریعے رابطہ کررہا تھا۔ سونیا نے چار یار سے کہا۔ ''اس مشین کو بگ کلوز میں لاؤ۔ ہم اس پر ابھرنے والی تحریر پڑھیں گے۔''

فورکاسٹ کرنے والی مشین کی بہت بڑی اسکرین پر وہ کیوٹیکیشن مشین اپنے سائز سے بڑی دکھائی دینے لگی۔ وہاں تحریر ابھر رہی تھی۔ ''اے گریٹ اینشورارا! میں تیرا تابع دار کورارا بول رہا ہوں۔ میں نے تیرے حکم کے مطابق سونیا کی کمزوری ہاتھ میں لینے کے لیے اس کی بیٹی کو زخمی کرنا چاہا تھا مگر اس خاندان کے لوگ بڑے ہی ڈھیٹ ثابت ہوتے ہیں۔ وہ کار کے حادثے میں زخمی ہونے کے باوجود میری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے سے روک رہی ہے۔ میں اس پر تنویمی عمل نہیں کرسکوں گا۔ سونیا کی یہ کمزوری ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی۔''

گریٹ اینشورارا کا تحریری جواب ابھرنے لگا۔ ''پتا نہیں' وہ عورت کیا بلا ہے؟ میرے آدمیوں پر اس کے حملے کامیاب ہوتے ہیں مگر ہمارا ایک بھی حملہ کامیاب نہیں ہورہا ہے۔''

کورارا نے کہا۔ ''مجھے ایک بار ناکامی ہوئی ہے۔ دوسری بار نہیں ہوگی۔''

''ہونی بھی نہیں چاہیے۔ تیری ایک ناکامی سے اس کی بیٹی ہوشیار ہوچکی ہے لہٰذا اسے زخمی کرنے کی پلاننگ اب نہ کر۔ وہ جہاں بھی نظر آئے' گولی ماردے۔ اس کی ماں نے ہمارے کئی آدمی مارے ہیں۔ ہم اس کی ایک بیٹی کو مار کر حساب برابر کردیں گے۔''

''میں چوبیس گھنٹے کے اندر اسے گولی ماروں گا اور تجھے یہ خوشخبری سناؤں گا۔''

سونیا انہیں اسکرین پر دیکھ رہی تھی۔ ان کے درمیان جو تحریری مکالمے ہورہے تھے۔ انہیں پڑھ رہی تھی۔ اس نے چار یار سے کہا۔ ''وقت کی چھلانگ لگاؤ۔ دیکھو ہر پانچ گھنٹے بعد کیا ہوگا؟''

ہر پانچ گھنٹے بعد جو ہونے والا تھا' وہ مناظر اسکرین پر دکھائی دینے لگے۔ بیس گھنٹے بعد عالی نظر آئی۔ وہ چار مینار کے پاس کار سے اتر کر ایک طرف جارہی تھی۔ اسی وقت دو افراد نے اس پر حملہ کیا۔ اسے ایک چاقو سے زخمی کرنا چاہا۔ وہ مقابل کے ہاتھوں سے ہتھیار گرانا جانتی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے حملہ کرنے والے نہتے ہوگئے تھے اور جواب میں اس سے مار کھارہے تھے۔

ایسے وقت ٹھیک آگہی کے مطابق ایک ستون کے پیچھے ریوالور دکھائی دیا۔ اس کے بعد ریوالور والا نظر آیا۔ وہ کورارا تھا۔ اس نے ایسا نشانہ لیا کہ گولی سیدھی عالی کے سینے میں پیوست ہوگئی۔ سونیا نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ فولاد کا کلیجہ رکھنے والی آخر ایک ماں بھی تھی۔ اس نے کہا۔ ''اسے بند کردو۔''

چار یار نے فورکاسٹ کرنے والی مشین کو آف کردیا۔ آگے چل کر تقدیر یہی الناک تماشا دکھانے والی تھی۔ مگر کیا یہ ضروری ہے کہ مقدر میں جو لکھا گیا ہے' وہی سامنے آئے؟ کوئی ضروری نہیں ہے۔ مقدر میں ہماری طبعی موت تک ایک ایک بات وضاحت سے لکھی ہوئی ہے کہ کون سے ...ں کیا ہوگا اور یقیناً وہی ہوگا لیکن ہم کسی سے دشمنی کرکے اس ...کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جائیں تو طبعی موت تک لکھی ...ہوئی تقدیر مٹ جائے۔ دشمن کے ہاتھوں قتل ہونا ہی ہمارا مقدر کہلائے گا۔

یہ نکتہ سمجھنے کا ہے کہ کاتبِ تقدیر نے ہم سب کے لیے ...بی عمر لکھی ہے۔ یہ عمر گزارنے سے پہلے اگر ہم اپنے اعمال ...سے خودکشی کی اور جان لیوا دشمنی کی راہ اختیار کریں گے تو پھر وہ طبعی نہیں... حرام موت ہوگی۔ اس سلسلے میں ایک ہی بات ...یاد رکھنی چاہیے۔ وہ یہ کہ خدا تو ہم پر مہربان ہے۔ ہم ہی خود ...ظلم کرنے والوں میں سے ہیں۔

فورکاسٹ کرنے والی مشین کی کارکردگی کو یوں سمجھا جا ...سکتا ہے کہ وہ مستقبل کی جو باتیں بتاتی ہے۔ اس کا ظہور پذیر ...ہونا ضروری نہیں ہے۔ وہ باتیں' وہ واقعات پیش آسکتے ہیں لیکن انہیں تدبیر سے بدلا بھی جاسکتا ہے۔

سونیا نے عالی سے کہا۔ ''کورارا کو ابھی زندگی کی ...سانسیں لینے دو۔ پیش گوئی کے مطابق وہ جس وقت واردات ...کرے گا۔ اسی وقت تم جوابی کارروائی کروگی۔''

''او کے ممّا! آج سے پانچ دن بعد اس سے نمٹا ...جائے گا۔ تب تک آپ مشین کے ذریعے اس پر نظر رکھیں گی۔''

''فکر نہ کرو۔ میں مشین پر اسے دن رات دیکھتی رہوں گی۔''

عالی اس کے دماغ سے چلی گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک ...مشین کی اسکرین پر کورارا کو دیکھتی رہی۔ فی الحال اس کی طرف ...سے کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ وہ جاواکا کو اسکرین پر دیکھنے لگی۔

دوسری طرف برین ماسٹر بھی اپنے اسی شکار کو دیکھ رہا تھا۔ سونیا اس ویٹر کو آلۂ کار بنا کر جاواکا کے بنگلے میں لانا چاہتی تھی۔ اس کے ذریعے اسے ٹھکانے لگا کر مشین حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس نے اپنی مشین کی اسکرین پر ہوٹل کے اس ...ویٹر کو دیکھا تو حیران رہ گئی۔ وہ اس کا آلۂ کار بننے سے پہلے ...ہی اس بنگلے کے سامنے پہنچا ہوا تھا۔ اس کی چھٹی حس کہہ رہی ...تھی' کوئی گڑبڑ ہے۔

وہ اسے دیکھنے لگی۔ ویٹر بنگلے کے احاطے میں داخل ہوتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ ''اتنے مالدار آدمی ...سے کیا بولوں گا؟ اس نے کھانے کے بعد ایک ہزار روپے ...بخشش کے طور پر دیے تھے۔ کیا یہ مجھے نوکری دے گا؟''

...۔ اس نے الپا کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ وہ اس کے ...خیالات پڑھ کر بتارہی تھی کہ وہ جاواکا سے متاثر ہے۔ اس کے پاس نوکری حاصل کرنے آیا ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ برین ماسٹر چھ گھنٹے پہلے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابع دار بنا چکا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کیا تھا کہ وہ اپنے لباس میں ایک پستول چھپا کر لے جائے گا۔ جب تک اسے یاد نہ دلایا جائے تب تک وہ پستول کی طرف دھیان نہیں دے گا۔ اس کے ذہن میں یہی بات نقش رہے گی کہ وہ جاواکا کے پاس ملازمت کرنے آیا ہے۔

چوکیدار نے اسے روکا تو اس نے یہی کہا کہ وہ صاحب کے پاس نوکری کے لیے آیا ہے۔ برین ماسٹر اسے اس انداز سے بنگلے میں پہنچا رہا تھا کہ سونیا دھوکا کھارہی تھی۔ اس نے سوچا۔ ''چلو اچھا ہے' یہ خود ہی میرے شکار کے قریب پہنچنے والا ہے۔ اسی وقت میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنے طور پر استعمال کروں گی۔''

جاواکا نے کھڑکی سے جھانک کر پوچھا۔ ''کون ہے؟''

ویٹر نے کہا۔ ''صاحب میں ہوں۔ آپ بہت دیالو ہیں۔ میں ضرورت سے مجبور ہوکر آپ کے پاس آیا ہوں۔''

جاواکا نے کہا۔ ''اندر آجاؤ۔''

وہ اندر آیا تو الپا اور برین ماسٹر بھی اس کے ساتھ بنگلے کے اندر آگئے۔ جاواکا دوسرے کمرے سے کہہ رہا تھا۔ ''آرام سے بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

ایسے وقت برین ماسٹر نے ویٹر کے لب و لہجے میں اپنے معمول اور تابع دار سے کہا۔ ''اب مجھے یاد رکھنا چاہیے' میرے لباس کے اندر پستول ہے۔ مجھے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے ہی وہ سامنے آئے گا' میں اسے گولی ماردوں گا۔''

اس کی یہ سوچ سنتے ہی الپا چونک گئی۔ چشم زدن میں بھید کھل گیا کہ کوئی اس ویٹر کے اندر ہے اور اسی کے لب و لہجے میں بول رہا ہے۔ وہ سخت لہجے میں بولی۔ ''کون ہو تم...؟''

برین ماسٹر الپا کی آواز سنتے ہی ایک دم سے گڑبڑا گیا۔ سمجھ میں نہیں آیا' اسے کیا جواب دے؟ وہ بول رہی تھی۔ ''اس ویٹر کے لب و لہجے میں خود کو چھپا رہے ہو۔ میرے سامنے کھل جاؤ۔ ورنہ یہاں تمہاری کوئی چال کامیاب ہونے نہیں دوں گی۔''

برین ماسٹر بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔ وہ میری ٹیلی کے کسی بھی فرد سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا مگر نادانستگی میں الپا کے شکار کو ٹریپ کرچکا تھا۔ اس نے ویٹر کی آواز اور لب و لہجہ

میں کہا: "سوری میڈم! میں نہیں جانتا تھا کہ آپ جاوا کا کی مشین حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ میں اس مشین سے ابھی دستبردار ہوتا ہوں۔ اور یہاں سے جا رہا ہوں۔"

وہ بولی: "رک جاؤ... یہاں جو کرنا چاہتے ہو وہ کرو۔ میں مداخلت نہیں کروں گی لیکن یہ بتانا ہوگا کہ تم کون ہو؟"

"سوری میڈم! میں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"اگر تمہارا تعلق سیارے سے ہوتا تو اپنے ہی آدمی پر حملہ کرنے نہ آتے۔ تم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ہو؟"

"آپ یہی سمجھ لیں۔"

وہ بولی۔ "امریکی اتنے سیدھے اور نادان نہیں ہیں کہ غیر معمولی مشین کو میرے پاس چھوڑ کر چلے جائیں۔ ایسی اہم مشین کو چھوڑ کر جاؤ گے تو پھر تم امریکی نہیں ہو۔"

"آپ کچھ بھی سمجھ لیں مگر میں آپ سے مقابلہ نہیں کروں گا۔ میں نے فیصلہ کیا ہے' فرہاد علی تیمور اور سونیا میڈم سے تعلق رکھنے والے کسی بھی فرد سے دشمنی مول نہیں لوں گا۔"

"یہ سب ہی جانتے ہیں' میڈم سونیا زبان کی پکی اور وعدے کی پکی ہیں۔ تم خود کو ظاہر کرو گے تو میڈم جاوا کا کی مشین تمہیں لے جانے دیں گی۔ اسے حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم سے دوستی کرو۔"

"میڈم سونیا کی دوستی خوش نصیب کہلانے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ میں میڈم کی عزت کرتا ہوں۔ شاید اسی لیے ان سے ڈرتا ہوں۔ میری ایک الگ دنیا ہے۔ الگ مقاصد اور عزائم ہیں۔ میں ساری دنیا سے چھپ کر رہنا چاہتا ہوں۔"

"یعنی تم چھپ کر رہنے کو اتنی اہمیت دے رہے ہو اور ایسی اہم اور غیر معمولی مشین سے بھی محروم ہو جانا چاہتے ہو؟"

"یہی بات ہے۔ مشین آپ لے جائیں۔"

"میڈم سونیا اس وقت میرے ذریعے تمہاری باتیں سن رہی ہیں۔ وہ کس وقت کیا کر گزرتی ہیں' یہ پہلے سے کوئی سمجھ نہیں پاتا۔ جانتے ہو وہ ابھی کیا کرنے والی ہیں؟"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "ضرور کچھ ایسا کریں گی کہ میری شامت آجائے گی۔"

"بالکل نہیں... میں جا رہی ہوں۔ جاوا کا کسی وقت بھی اس کمرے میں آنے والا ہے۔ تم نے اسے ٹھکانے نہ لگایا' اس کی مشین حاصل نہ کی تو ہم دونوں ہی یہ بازی ہار جائیں گے اور میں تو ہارنے سے پہلے ہی میدان چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ گڈ بائے۔"

برین ماسٹر حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ ایسا کیسے ہو گیا؟ الپا کے ساتھ ہی سونیا بھی میدان چھوڑ کر جا چکی ہے۔

برین ماسٹر کو زیادہ سوچنے اور فیصلہ کرنے کا موقع نہیں ملا کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟ جاوا کا اس ویٹر سے ملنے کمرے میں آگیا۔ ماسٹر ایسا سنہری موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ویٹر کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے گولی ماری۔ وہ اچھل کر زمین پر گرا پھر ذرا تڑپنے کے بعد ٹھنڈا ہو گیا۔ ویٹر بریف کیس نما مشین کو اٹھا کر باہر آیا۔ چوکیدار فائرنگ کی آواز سن کر آ رہا تھا۔ اس نے اسے بھی گولی سے اڑا دیا۔ وہاں سے اپنے گھر کی طرف جانے لگا۔

برین ماسٹر اس آلۂ کار روزار ہا تھا۔ پہلے اس نے سوچا تھا' اس مشین کو اپنے پاس لانے کے لیے ایک کے بعد ایک آلۂ کار بدلتا رہے گا۔ حالات کے مطابق ان سے کام لیتا رہے گا۔ آخری آلۂ کار اس مشین کو کہیں بڑی حفاظت سے چھپا کر رکھے گا۔ جب تک اسے یقین نہیں ہو جائے گا کہ وہ مشین کو وہاں سے نکال کر اپنے خفیہ اڈے تک لا سکتا ہے۔ وہ اسی جگہ رہے گی۔

اب عقل یہ سمجھا رہی تھی کہ الپا اور سونیا نے فی الحال میدان چھوڑ دیا ہے مگر سونیا اپنی مشین کے ذریعے اس ویٹر کو دیکھتی رہے گی اور الپا کے ذریعے اس کے اندر آتی جاتی رہے گی۔ وہ مشین کو جہاں بھی چھپائے گا۔ وہ وہاں سونیا کی نظروں میں رہے گی۔

الپا اس ویٹر کے دماغ سے نکل آئی تھی۔ سونیا نے اپنی مشین بند کر کے فون کے ذریعے ادارے والوں سے رابطہ کیا۔ انہیں بتایا کہ وہاں کی مشین پر ایک ویٹر کو دیکھا جائے۔ ایک غیر معمولی مشین اس کی تحویل میں ہے۔

سونیا نے اس ویٹر کی تصویر اور کوڈ نمبرز فیکس کے ذریعے ادارے میں پہنچا دیے۔ سونیا کی خاموشی برین ماسٹر کو سمجھا رہی تھی کہ وہ جاوا کا سے حاصل ہونے والی مشین میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے جو بھی مشین کے ذریعے ویٹر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ برین ماسٹر کی نظروں... میں نہیں آ سکتا تھا۔

اگرچہ وہ مستقل روپوشی اختیار کر کے پراسرار بن کر رہنا چاہتا تھا مگر سونیا اس کے بارے میں کسی حد تک صحیح اندازہ قائم کر رہی تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا کوئی پرانا کھلاڑی ہے۔ دوسری بات یہ سمجھ میں آئی کہ وہ سیارے والوں کے اور اکابرین کے مقابلے میں برتری حاصل کرنا چاہتا ہے۔

موجودہ حالات میں برتری قائم رکھنے کے لیے غیر معمولی مشین کا حصول لازمی ہو گیا تھا جبکہ وہ پراسرار شخص سونیا کی موجودگی میں جاوا کا کی مشین سے دستبردار ہوا تھا۔ اس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ اس شخص کے پاس پہلے سے غیر معمولی مشین موجود ہے۔

تریالا سے چھینی ہوئی مشین کون لے گیا ہے؟ یہ اب تک کسی کو معلوم نہ ہو سکا تھا۔ سونیا سمجھ رہی تھی کہ وہ مشین اس پراسرار شخص کے پاس ہے۔ وہ اس کے بارے میں زیادہ متجسس نہیں تھی۔ اسے خود پر اعتماد تھا کہ جب بھی موجودہ مصروفیات ذرا کم ہوں گی اور وہ پراسرار شخص کوئی مسئلہ پیدا کرے گا تو اسے ڈھونڈ نکالنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔

سونیا کا دھیان اپنی بیٹی عالی کی طرف تھا۔ وہ اس کی سلامتی کے لیے کورارا پر نظر رکھے ہوئے تھی۔ چوتھے دن اس نے اپنی مشین کی اسکرین پر اسے دیکھا۔ گریٹ ایشورارا نے اسے مخاطب کیا تھا اور تحریر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "سونیا نے حد کر دی ہے۔ مختلف ملکوں میں میرے جتنے وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتارتی جا رہی ہے اور ان کی غیر معمولی مشین بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا رہی ہے۔ میرا پہلا ماتحت جوجو اس ارضی دنیا میں گیا تھا۔ جوجو اور اس کے دو ساتھیوں کو فرہاد نے ہلاک کیا۔ باقی بے شمار سیارے والے سونیا کے ہاتھوں مارے جاتے رہے ہیں۔ اسے کسی بھی طرح زیر نہ کیا گیا... ہلاک نہ کیا گیا تو ہم وہاں حکمرانی کے خواب دیکھتے ہی رہ جائیں گے۔"

کورارا نے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا' سونیا سے کیسے نمٹا جائے؟"

"وہ زرد رنگ کے لباس میں چھپ کر رہتی ہے۔ تم میں سے کوئی اسے کبھی نہ دیکھ سکے گا' نہ ہلاک کر سکے گا۔"

"اسے زرد رنگ سے باہر لانے کی کوئی تدبیر کرنی ہوگی۔"

"ایک ہی تدبیر ہے۔ سونیا کی بیٹی عالی اس کی بہت بڑی کمزوری بن سکتی ہے۔ تم اس لڑکی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر سونیا کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتے ہو۔"

"یہ تو میں ابھی کروں گا۔ میری مشین میں فرہاد کی بیٹی اور بیٹوں کی تصویریں اور کوڈ نمبرز ہیں۔ اگر عالی ادارے سے باہر ہوگی تو میں اسے ٹریپ کرنے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کروں گا۔"

سونیا اسے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہی تھی اور کورارا کو اپنی مشین کے ذریعے معلوم ہوا کہ عالی انڈیا کے شہر حیدرآباد میں ہے۔ وہ اسی شام ایک فلائٹ کے ذریعے دہلی سے حیدرآباد پہنچ گیا۔ وہاں اس نے ایک موٹر مکینک کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ جس نے آدھی رات کے بعد حویلی کے احاطے میں کھڑی ہوئی کار کے بریک ناکارہ کر دیے تھے۔

کورارا نے اپنی مشین کی اسکرین پر عالی اور ایمان علی کو دیکھا تھا۔ ان کی باتیں سنی تھیں۔ اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ دوسرے دن کار کے ذریعے شہر سے دور اپنی زمینوں پر جائیں گے۔ کورارا کو اطمینان تھا کہ وہ دونوں صبح اس کار میں جائیں گے تو ضرور حادثے سے دوچار ہو کر زخمی ہوں گے پھر وہ زخمی عالی کو آسانی سے ٹریپ کرنے گا۔

سونیا نے عالی سے کہا۔ "گاڑی کے بریک فیل ہو چکے ہیں۔ کورارا مطمئن ہے۔ ابھی اپنے بیڈ روم میں سو رہا ہے۔ ایمان علی سے کہو بریک درست کرلے۔"

دوسری صبح کورارا نے بیدار ہو کر غسل کیا۔ چائے پی پھر اپنی مشین کی اسکرین پر عالی اور ایمان علی کو دیکھتا رہا۔ ان کی باتوں سے پتا چل رہا تھا کہ انہیں کار میں پیدا کی جانے والی خرابی کا علم نہیں ہے اور وہ آدھے گھنٹے بعد روانہ ہونے والے ہیں۔

کورارا بھی اپنی کار میں بیٹھ کر ایمان کی حویلی کے سامنے پہنچ گیا۔ اسی وقت کار حویلی کے احاطے سے باہر نکلی تھی۔ عالی اگلی سیٹ پر ایمان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ فاصلہ رکھ کر ان کا تعاقب کرنے لگا۔ خیال تھا کہ جب عالی حادثے کے باعث زخمی ہوگی تو وہ اسی وقت اس کے اندر پہنچ جائے گا۔

ان کی گاڑیاں شہر سے باہر ایک پختہ سڑک پر دوڑ رہی تھیں۔ وہ حیرانی سے دیکھ رہا تھا کہ آگے والی گاڑی کبھی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ کبھی دوسری گاڑیوں کو کراس کرتے وقت اس کی رفتار سست ہو جاتی تھی۔ ایک جگہ انہوں نے کولڈ ڈرنک پینے کے لیے گاڑی روکی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بریک ناکارہ نہیں ہوئے تھے۔ وہ آرام سے کسی اندیشے کے بغیر گاڑی میں جا رہے تھے۔

اس نے اپنے آلۂ کار مکینک کے خیالات پڑھے۔ اس نے پوری مہارت سے ان بریکس کو ناکارہ بنایا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی کہ ناکارہ بریکس کارآمد کیسے ہو گئے تھے؟

فورکاسٹ کرنے والی مشین نے بتایا تھا کہ اس نے

ناکام ہونے کے بعد گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ ایک بار ناکام ہوا ہے، دوسری بار نہیں ہوگا۔ چوبیس گھنٹے کے اندر عالی کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔

اس فورکاسٹ کرنے والی مشین کی پیش گوئی کے مطابق سونیا وہی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ بیس گھنٹے بعد عالی پر حملہ ہونے والا تھا۔ اس مرحلے پر پیش گوئی بدل گئی۔ عالی اچانک ہی کورارا کی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گئی۔

وہ اسے دیکھتے ہی گھبرا کر اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ اس نے مشین کے پاس رکھے ہوئے ریوالور کو دیکھا مگر وہاں تک پہنچ نہ سکا۔ عالی نے اس کے منہ پر ایک فلائنگ کِک ماری۔ وہ کِک کھا کر ریوالور سے اور دور ہوگیا۔

اس کی ماں آسمان سے لپکنے والی بجلی کہلاتی تھی۔ بیٹی اپنی ماں سے کم نہیں تھی۔ ایسے لپک لپک کر حملے کر رہی تھی کہ اسے سنبھلنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ اس کی ناک سے اور باچھوں سے لہو رسنے لگا تھا۔

پھر وہ رک گئی اور اس سے بولی۔ ''بس... اب میں تجھے ریوالور تک جانے سے نہیں روکوں گی۔ تُو اسے اٹھا کر مجھے کوئی مار سکتا ہے۔''

وہ مار کھاتے کھاتے ایسا نڈھال ہوگیا تھا کہ فرش سے اٹھ نہیں پا رہا تھا مگر ریوالور تک جانے کے لیے اٹھ گیا۔ ڈگمگاتا ہوا اٹھا پھر دو قدم چلتے ہی لڑکھڑا کر گر پڑا۔ وہ بولی۔ ''کوئی بات نہیں، میں وقت دیتی ہوں۔''

اس نے مشین کے پاس رکھے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر اس کے سامنے پھینک دیا۔ اس نے بے یقینی سے عالی کو دیکھا پھر ریوالور اٹھا کر چیک کیا۔ وہ پوری طرح لوڈ تھا۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر عالی کا نشانہ لینا چاہا تو ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔

اس نے اسے اٹھایا اور پھر نشانہ لینا چاہا۔ وہ ہتھیار جیسے گیلا صابن ہو چکا تھا۔ بار بار گرفت میں آ کر پھسل رہا تھا۔ ہاتھوں سے نکل رہا تھا' تب اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر عالی کو دیکھا۔ یہ بھول گیا تھا کہ لہولہان ہونے کے بعد ذہن کمزور ہوگیا ہے۔ اس نے عالی کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کیا تھا۔

عالی نے کہا۔ ''اب ریوالور تیرے ہاتھوں سے نہیں گرے گا۔ اسے اٹھا لے۔''

وہ ہچکچانے لگا۔ اس نے کہا۔ ''تُو مجھے مارے گا یا خود مرے گا۔ بول کیا چاہتا ہے؟''

اس نے فوراً ہی فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا لیا۔ اسے مضبوطی سے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لیا پھر اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ پتا چلا اس نے ریوالور کو الٹا پکڑا ہے۔ ریوالور کی نال اپنی ہی پیشانی کی طرف تھی۔

عالی نے کہا۔ ''میں کہہ چکی ہوں' مجھے مارے گا یا خود مرے گا۔ اب گولی جدھر چل جائے چلنے دے۔''

گولی چل گئی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی پیشانی میں سوراخ ہوگیا۔ دیدے پھیل گئے۔ وہ بیٹھے بیٹھے لیٹ گیا۔ موت نے اسے چاروں شانے چت کر دیا تھا۔

سونیا نے بیٹی سے کہا۔ ''مشین لے کر یہاں سے جاؤ۔ تم اس مشین کے ذریعے دشمنوں پر نظر رکھو گی۔ فورکاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے بھی معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ آئندہ تمہارے خلاف کیا کرنے والے ہیں؟''

عالی مشین لے کر چلی گئی۔ سونیا نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو گریٹ ایشورارا... اعظیم بننے والے تیری عظمت خاک میں ملتی جا رہی ہے۔ تیرا سب سے پہلا ماتحت جوجو کرانتے ہماری سرزمین پر آیا تھا۔ اس وقت سے اب تک حساب کر... تیرے کتنے بندے مارے گئے ہیں؟ تُو نے ہر ملک' ہر شہر' ہر علاقے میں پانچ پانچ افراد کی جو ٹیم بھیجی تھی۔ وہ ہانگ کانگ سے لے کر امریکا تک نابود ہوتی جا رہی ہے۔''

ایشورارا نے پوچھا۔ ''کون ہو تم؟''

جواب ملا۔ ''موت! اپنے اہم ماتحتوں کورارا اور جاوا کا سے رابطہ کر... موت تجھے نہیں بتائے گی کہ وہ ہماری دنیا سے کب اور کیسے اٹھ گئے ہیں؟''

اس نے فوراً ہی پہلے جاوا کا سے پھر کورارا سے رابطہ کیا۔ جاوا کا کی مشین سے جواب نہیں ملا۔ کورارا کی مشین کے ذریعے سونیا کی تحریر ابھری۔ اس نے لکھا۔ ''ہماری دنیا گول ہے۔ تُو گھوم کر پھر میرے پاس آیا ہے۔ تجھے اپنے بہترین ماتحتوں کا نام و نشان بھی نہیں ملے گا۔''

وہ بولا۔ ''میں سمجھ گیا' تم سونیا بول رہی ہو۔''

''یہ سمجھنے کی کوشش کر' کب تک اپنے لوگوں کو حرام موت مرنے کے لیے اس دنیا میں بھیجتا رہے گا؟''

''ایسا تب سوچوں گا' جب شکست مان لوں گا۔ میں گریٹ ایشورارا ہوں۔ تم جیسی ایک عورت کی کیا بساط ہے؟ تمہاری پوری دنیا مجھے مات نہیں دے سکے گی۔ یہ نہ سمجھو' میں تمہارے ہاتھوں نقصانات اٹھا کر کمزور اور مایوس ہو چکا ہوں۔ تم اور تمہاری دنیا والے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں آئندہ کیا کرنے والا ہوں؟ کس طرح پوری دنیا پر حکومت

...نے والا ہوں؟''

سونیا نے کہا۔ ''ہم کسی کی آنکھیں پھوڑ سکتے ہیں مگر ...ے خواب دیکھنے سے نہیں روک سکتے۔ تم بھی سہانے خواب ...یکھتے رہو۔ جب بھی آنکھ کھلے گی' خود کو ہماری دنیا سے دور ...نے ہی سیارے میں پاؤ گے۔''

''میں ڈینگیں مارنا نہیں چاہتا۔ یہ چاہتا ہوں کہ ایک ...ن کی طرح اگلا قدم اٹھانے سے پہلے ہمارے درمیان ...مجھوتا اور دوستی ہو جائے تو تمہاری دنیا میں ہمیشہ امن و ...سلامتی رہے گی۔''

''بے شک سمجھوتا ہوسکتا ہے۔ بہ شرطے کہ ہماری دنیا ...حکومت کرنے کے خواب نہ دیکھو... حکومت کرنا تو دور کی ...ات ہے' ہم اپنی زمین کے کسی حصے میں سیارے والوں کو ...ایک بستی بسانے کی بھی اجازت نہیں دیں گے۔''

''یہ کیسی دوستی ہے کہ ہمیں دوست بنا کر اپنی دنیا میں ...ہنے نہیں دو گی؟''

''ہم اچھی طرح جانتے ہیں' تم دوست بن کر آستین کا ...سانپ بن جاؤ گے۔ تم لوگوں سے صرف سفارتی تعلقات ...رکھے جائیں گے اور سفارتی آداب و قوانین کے مطابق ...سیارے کے محدود افراد کو محدود دنوں یا مہینوں کے لیے یہاں ...آنے اور رہنے کی اجازت دی جائے گی۔''

جواباً گریٹ ایشورارا کی تحریر ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں ایک بہت بڑی آفر دے رہا ہوں۔ یقیناً تم مان جاؤ گی۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''وہ آفر کیا ہے؟''

''ہم سیارے والے تمہارا دین قبول کریں گے۔ مسلمان ہو جائیں گے پھر تو ہم مسلمانوں کو اپنی زمین پر رہنے ...دو گی؟''

وہ بولی۔ ''خدا تمہیں صراطِ مستقیم پر چلائے۔ تم سب کو ...بابا صاحب کے ادارے میں خوش آمدید کہا جائے گا مگر...''

''مگر کیا؟''

''اچھی طرح سوچ لو۔ کچھ عرصے پہلے تم نے بڑی چالبازی سے اپنے کئی آدمیوں کو اسلام قبول کرنے اور مسلمان بن کر بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جاسوسی ...کے لیے بھیجا تھا۔ تمہیں یاد ہے ناں' وہ سب ہمارا دین قبول ...کرنے کے بعد دوبارہ بے دین نہیں ہوئے۔ نہ ہی تم انہیں صراطِ مستقیم سے گمراہ کر سکے۔''

''ہاں! ایسا ہو چکا ہے۔ میرے وہ تمام تابع دار مسلمان بننے کے بعد پھر میرے زیرِ اثر نہ آ سکے۔''

''آئندہ بھی یہی ہوگا پھر ایک بار آزمائش کے طور پر اپنے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کے لیے بھیج دو۔ جلد ہی اس کا نتیجہ دیکھو گے۔ وہ لوگ بھی جھوٹ فریب کو بھول کر صرف ایک خدا اور آخری رسول ﷺ پر ایمان لائیں گے پھر وہ گمراہ نہیں ہوں گے۔''

گریٹ ایشورارا سوچ میں پڑ گیا۔ دشمنی کے نتیجے میں کئی اہم تابع دار مارے گئے تھے اور کئی غیر معمولی مشینیں چھین لی گئی تھیں۔ دوستی کر کے اسلام قبول کرنا چاہتا تو سیارے کے لوگ نیک نیتی سے مسلمان بننے کے بعد بابا فرید واسطی اور اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی کے معتقد ہو جاتے پھر اسے گریٹ ایشورارا' بھگوان' اَن داتا سمجھنے اور کہنے والا کوئی نہ ہوتا۔

پھر یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ دھوکا دینے کے لیے اور محض دکھاوے کے لیے خود اسلام قبول کرتا تو اس کے دماغ سے بھی بھگوان اور حکمران بن کر رہنے کے عزائم ڈھل جاتے۔ روحانیت کے سائے میں خود اس کی شخصیت بدل جاتی۔ اس نے جواباً سونیا سے کچھ نہ کہا اور رابطہ ختم کر دیا۔

وہ سیارے میں اپنی لیبارٹری کے اندر تھا۔ اس نے فورکاسٹ کرنے والی مشین کو آپریٹ کیا۔ وہ مشین چار یار کی مشین کی طرح ایک ایک دن' ایک ایک لمحے کے بارے میں بتا نہیں سکتی تھی کہ کس وقت کیا باتیں ہوں گی؟ کیسے کیسے واقعات رونما ہوں گے؟ سیارے کی مشین نجومیوں کی طرح عمومی طور پر پیش گوئیاں کرتی تھی اور اپنے طور پر مشورے دیتی تھی۔

اس نے گریٹ ایشورارا کو مشورہ دیا۔ ''تیرے سیارے کا کوئی آدمی ارضی دنیا میں محفوظ نہیں رہے گا۔ مسلمانوں کے پاس جو غیر معمولی مشینیں ہیں' ان کے ذریعے وہ تیرے تابع داروں کی نقل و حرکت دیکھتے رہتے ہیں۔ یوں تیرے تمام آدمی ان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔ دانشمندی یہ ہے کہ جو ابھی زندہ و سلامت ہیں' انہیں واپس بلا لے اور نئی تدابیر پر عمل کر۔''

وہ بولا۔ ''اب تک جتنی تدابیر پر عمل کیا ان میں ناکام ہوتا رہا ہوں۔ یہ میرے لیے شرم کی بات ہے' ایک تنہا عورت مجھے نقصان پہنچاتی آ رہی ہے۔ وہ کسی طرح مرے گی تو میرے لیے کامیابی کے راستے کھلیں گے۔''

مشین کی اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔ وہ تحریر کہہ رہی تھی۔ ''وہاں ایک کے بعد دوسری پھر دوسری کے بعد تیسری دیوار یں کھڑی ہیں۔ وہ مرے گی تو فرہاد گوشۂ گمنامی سے نکل آئے گا پھر ان کے پیچھے روحانی قوتیں ہیں۔ سونیا مر جائے

یہ تمنا عبث ہے۔ دشمن آپ ہی مرجائے تو اس میں تیرا کیا کمال ہے...؟ کمال یہ ہوگا کہ تُو اس عورت کو کسی تدبیر سے کمزور کرکے اسے جوتی بنا کر پہن۔"

گریٹ ایشورارانے کہا۔ "ایسا صرف سوچا جاسکتا ہے۔ عملی طور پر یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے مشورہ دو کہ اب کیا کرنا چاہیے؟"

"سب سے پہلے اپنے آدمیوں کو واپس بلالے۔"

"پھر وہاں میرے کام آنے والا کوئی نہیں رہے گا۔"

مشین پر تحریری جواب اُبھرا۔ "تیرے کام آنے والے تمام اکابرین ہیں۔ ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف تیرے کام آسکتے ہیں۔ تُو وہاں کے لوگوں کو ان ہی کی دنیا کے خلاف استعمال کرے گا تو یہ ایک زبردست حکمتِ عملی ہوگی۔ اس مشورے پر غور کر۔ ایسے طریقۂ کار سے آئندہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تیرا کوئی تابع دار مارا نہیں جائے گا۔ تیری کوئی مشین چھینی نہیں جائے گی۔ تُو یہاں بیٹھا سونیا کو اور دشمن مسلمانوں کو طرح طرح کے مسائل اور مصائب میں مبتلا کرتا رہے گا۔ وہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

اس نے خوش ہوکر کہا۔ "واقعی یہ زبردست حکمتِ عملی ہوگی۔ میں اب تک خوامخواہ نقصان اٹھاتا رہا۔ اب سونیا کے لیے یہ ایک چیلنج ہوگا کہ میں اور میرے تابع دار وہاں نہ رہ کر بھی اسے نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ میں ابھی تیرے مشورے پر عمل کرتا ہوں۔"

اس نے یہی کیا۔ اپنے تمام تابع داروں کو باری باری کمیونیکیشن مشین پر مخاطب کیا اور انہیں سیارے میں واپس آنے کا حکم دیا۔

اس نے امریکی اکابرین سے کہا۔ "میرا صرف ایک نمائندہ تمہاری دنیا میں کہیں چھپ کر رہے گا۔ وہ ہنگامی حالات میں میرے کام آئے گا۔ میری نئی حکمتِ عملی کے مطابق آئندہ تمہارے سی آئی اے والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے کام آئیں گے۔" وہ ذرا توقف سے بولا۔ "سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ میں سونیا پر ایک زبردست حملہ کرنے کا منصوبہ بناؤں گا۔ تمہارے لوگ میرے منصوبے کے مطابق عمل کریں گے۔"

آرمی کے ایک یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ "اس طرح سونیا سے اور دوسرے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے براہِ راست ہماری جنگ ہوگی۔ وہ ہم سے دشمنی کریں گے اور تم سیارے میں بیٹھے تماشا دیکھو۔"

"میں صرف تماشائی بن کر نہیں رہوں گا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے تم جتنی مدد چاہو گے، مجھ سے ملتی رہے گی۔ تم جب بھی ان پر حملے کروگے، انہیں نقصان پہنچاؤ گے۔ میرا نمائندہ روپوش رہ کر تمہاری مدد کرتا رہے گا۔"

"وہ روپوش رہے گا مگر ہمارے لوگ مسلمانوں کی نظروں میں آئیں گے۔ سونیا نے ہیڈ کوارٹر میں جو تباہی مچائی تھی۔ اسے ہماری آئندہ نسلیں بھی بھول نہیں پائیں گی۔ ہم دوبارہ ایسا نقصان اٹھانے کے متحمل نہیں ہیں۔"

"سونیا کا خوف ہے۔ آئندہ میں اس سے بڑا نقصان پہنچاؤں گا تو قیامت تک تمہاری نسلیں مجھ سے خوف کھاتی رہیں گی۔ آج وہ ایک عورت دشمن ہے۔ کل میں دشمن بن جاؤں گا پھر کیا کروگے؟"

تمام اکابرین پریشان ہوگئے کیونکہ وہ کسی ایک کو دوست بناکر رکھنے پر مجبور تھے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہمارے سی آئی اے والے سوچ سمجھ کر رازداری سے تمہارے کام آسکتے ہیں۔ دشمنی کریں گے مگر مسلمانوں کے سامنے خود کو ظاہر نہیں کریں گے۔"

گریٹ ایشورارانے کہا۔ "میرے کام آنے کے لیے تم کون سا طریقہ اختیار کروگے؟ تمہارے جاسوس کس طرح میرے کام آئیں گے؟ یہ میں نہیں جانتا' بس اتنا جانتا ہوں' مسلمانوں کے خلاف جو چاہوں' وہ ہوجانا چاہیے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ہم کسی نہ کسی طرح تمہارے کام آئیں گے مگر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے احکامات کے پابند نہیں ہیں۔ وہ یوگا جاننے والی خفیہ آرمی کے لیے کام کرتے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "یوں سمجھو' خفیہ آرمی کے افسران اور ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کی طرح روپوش ہیں۔ ہم ان تک پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی ملک و قوم کا حوالہ دے کر ان سے کوئی کام لے سکتے ہیں۔ اگر تم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ کر ان سے کام لے سکتے ہو تو ایسا ضرور کرو مگر ہم انہیں کوئی حکم دے سکیں گے اور نہ ان سے کوئی کام لے سکیں گے۔"

"میں کسی تدبیر سے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچوں گا۔ ان کے علاوہ ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری دنیا میں ہیں جو مسلمان نہیں ہیں اور وہ میرے کام آسکتے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ایسے کئی تھے۔ ان میں سے کچھ

...ے گئے ہیں۔ کچھ روپوش اور لاپتا ہیں۔ ان کے نام ...ونا' فرمان اور برین ماسٹر ہیں اور بھی ہوسکتے ہیں مگر ہمیں ...ں کے نام یاد نہیں ہیں۔"

آرمی کے افسران یہ نہیں جانتے تھے کہ کرونا مرچکی ... اور فرمان کہیں گمنامی کی زندگی گزار رہا ہے۔ گریٹ ...ورارانے کہا۔ "میرے تابع دار جوجو نے برین ماسٹر کو اپنا ...ام بنایا تھا۔ میں نے جوجو کی موت کے بعد اسے اہمیت نہیں ...ی تھی مگر اب وہ اہم ہوگیا ہے۔ معلوم کرو' وہ کہاں ہے؟ میں ...ں کے ذریعے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ ...وں گا۔"

تقدیر کتنی ہیرا پھیری سے انسانوں کو اپنے ٹارگٹ تک ...اتی ہے۔ برین ماسٹر سوچ بھی نہیں سکتا تھا' کبھی گریٹ ...وراراکو اس کی ضرورت پڑے گی اور تمام اکابرین اسے ...ونڈنے نکل پڑیں گے۔ انہوں نے فون کے ذریعے اس ...ے رابطہ کرنا چاہا' معلوم ہوا فون نمبرز بدل چکے ہیں۔ وہ اپنا ...ک' اپنا شہر' اپنی رہائش گاہ بدل چکا ہے۔

تب انہوں نے برین ماسٹر کی تصویر غیر معمولی مشین ...یں انٹر کی۔ اس کے کوڈ نمبرز مقرر کیے پھر اسے آپریٹ کرنے ...گے۔ برین ماسٹر نے حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہوئے خود کو ...ود رنگ میں چھپا رکھا تھا۔ اکابرین اسے اپنی مشین پر دیکھ ...ہیں سکتے تھے۔

اسکرین پر چند لمحوں کے لیے برین ماسٹر کی تصویر ...کھائی دی پھر اسکرین خالی ہوگئی۔ تحریر اُبھرنے لگی۔ "ہی از نو ...فر..."

وہ اکابرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ یہ سوال ...یدا ہورہا تھا' کیا برین ماسٹر اس دنیا میں نہیں ہے؟ اگر وہ ...ندہ ہے تو یہ غیر معمولی مشین اسے ٹریس کیوں نہیں کررہی ...؟

دوسری طرف برین ماسٹر اپنے کمرے میں بیٹھا ان ...اکابرین کو اسکرین پر پریشان دیکھ رہا تھا اور ان کی پریشانیوں ...ے محظوظ ہورہا تھا مگر تقدیر کی کم بختی کا کیا کہنا...؟ شاید اس کی ...ی سونیکا اسے یاد کررہی تھی۔ کوئی یاد کرے تو ہچکی آتی ہے ...ر اسے ہچکی آگئی۔ مشین کا آڈیو سسٹم فوراً ہی کسی کی موجودگی کا ...گنل دینے لگا۔ "اٹینشن پلیز... ہی از ہیئر..."

تمام اکابرین فوراً ہی الرٹ ہوگئے۔ یہ بات سمجھنے میں ...ر نہیں لگی کہ برین ماسٹر وہاں موجود ہے۔ کسی احتیاطی تدبیر ...کے ذریعے مشین پر ظاہر نہیں ہورہا تھا مگر ایک ہچکی نے اس کی ...روپوشی کو ظاہر کردیا تھا۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے اپنی بدنصیبی کو کوس

رہا تھا۔ اکابرین نے مشین کے آڈیو سسٹم کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو برین ماسٹر! ہم امریکی اکابرین تم سے مخاطب ہیں۔ یہ مشین ہمیں بتارہی ہے' تم وہاں موجود ہو۔ ہم سے بات کرو۔"

وہ خاموش تھا کیونکہ خاموشی میں ہی خیریت تھی۔ وہ ان یوگا جاننے والے افسران کو دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے گریٹ ایشوراراسے وعدہ کیا تھا کہ وہ برین ماسٹر کو ڈھونڈ کر اس سے رابطہ کرائیں گے۔ یہ معلوم ہوتے ہی وہ الرٹ ہوگیا تھا۔

وہ کھانے پینے کے لیے وہاں سے اٹھتا' تو اکثر جاتا تو ایسے وقت وہ غیر معمولی مشین اس کے آس پاس کا ماحول ٹریس کرلیتی کہ وہ کس ملک کے کس شہر میں ہے؟

ان اکابرین نے گریٹ ایشوراراسے رابطہ کیا۔ اس سے کہا۔ "برین ماسٹر کہیں چھپا ہوا ہے۔ مشین کا آڈیو سسٹم اس کی موجودگی کو ظاہر کررہا ہے مگر وہ کسی تدبیر کے ذریعے نادیدہ بنا ہوا ہے۔ ہمیں نظر نہیں آرہا ہے۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم نے کئی بار اسے مخاطب کیا ہے مگر وہ بدستور خاموش ہے۔"

گریٹ ایشورارانے کہا۔ "اس سے کہو' ہم اس سے دشمنی نہیں دوستی کریں گے۔ وہ آزاد اور خودمختار دوست بن کر ہمارے لیے خیال خوانی کرے گا۔"

ایک افسر نے کہا۔ "وہ پہلے بھی روپوش رہ کر ہمارے لیے مسائل پیدا کیا کرتا تھا۔ آج بھی یہی کررہا ہے۔ ہم نے ریکارڈ روم سے اس کے فیملی ممبران کی تصویریں منگوائی ہیں۔ ان تصاویر کے ذریعے اس روپوش رہنے والے تک پہنچا جاسکے گا۔"

ماسٹر نے دیکھا' اکابرین اس کی بیوی سونیکا اور اس کے بیٹے جارج رچ مین کی تصویریں مشین میں فیڈ کرنے کے بعد ان دونوں کو اسکرین پر متحرک دیکھ رہے تھے۔ مشین بتارہی تھی کہ وہ ماں بیٹا لندن والے بنگلے میں ہیں۔

وہ اکابرین برطانوی اکابرین سے کہہ رہے تھے۔ "گریٹ ایشوراراچاہتا ہے' برین ماسٹر کی بیوی اور بیٹے کو فوراً ہی حراست میں لے لیا جائے۔"

برطانوی اکابرین نے کہا۔ "ہم نے بہت عرصہ پہلے اس کی بیوی اور بیٹے کو حراست میں لیا تھا۔ تاکہ وہ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرے لیکن وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری بیویوں اور بچوں کے اندر پہنچ گیا تھا۔ ہمارے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ آج بھی ہم اگر ایسا کریں گے تو ہمارے بیوی بچے محفوظ نہیں رہیں گے۔"

یوگا جاننے والے ایک افسر نے کہا۔ ''اب اس سے نہ ڈرو۔ ہم اس کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ وہ نادیدہ بنا ہوا ہے۔ ہم سے چھپا ہوا ہے مگر ہمیشہ چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔ دو چار دنوں میں ہماری اسکرین پر ضرور نظر آئے گا۔ ہم چاہتے ہیں' اس سے پہلے ہی وہ ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دے۔''

برطانوی اکابرین راضی ہوگئے۔ انہوں نے پولیس افسران کو حکم دیا کہ ابھی مسز مونیکا رچ مین اور اس کے بیٹے جارج رچ مین کو گرفتار کیا جائے۔ برین ماسٹر ان سب کی آوازیں اور لب و لہجے سن رہا تھا۔ اس نے ایک ایک افسر ایک ایک سپاہی کے دماغوں میں آکر ذہنی جھٹکے دینے شروع کیے۔ انہیں آلۂ کار بنا کر ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں۔ ان میں کچھ مر گئے' کچھ زخمی ہوئے۔

آرمی کے یوگا جاننے والے ایک افسر نے مشین کے ذریعے بلینک اسکرین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اپنی بیوی اور بیٹے سے کہو کہ وہ بھی تمہاری طرح کسی کمرے میں بند ہوجائیں۔ باہر نکلیں گے تو سی آئی اے کا کوئی بھی جاسوس انہیں گولی مار دے گا۔ کیا تم اپنی بیوی اور بیٹے کی موت کا تماشا دیکھ سکو گے؟''

برین ماسٹر کمیونیکیشن مشین پر تحریر کے ذریعے بولا۔ ''سونیا نے تمہارا ہیڈ کوارٹر تباہ کردیا۔ میں پورے واشنگٹن کو تباہ کرسکتا ہوں۔ کیا ایسے وقت تمہیں عقل آئے گی؟''

''عقل کہتی ہے' سونیا کی کوئی کمزوری ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہے۔ اس لیے وہ من مانی کرگئی۔ تمہاری تو صرف بیوی ہی نہیں' اکلوتا بیٹا بھی ہمارے نشانے پر ہے۔ تم ہم پر گرج سکتے ہو' برس نہیں سکتے۔''

یہ درست تھا۔ اس لیے وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ایسے وقت سونیا نے اپنی کمیونیکیشن مشین کے ذریعے برین ماسٹر سے کہا۔ ''میں بہت کچھ دیکھ رہی ہوں۔ بہت کچھ سن رہی ہوں اور سمجھ رہی ہوں۔ تم وہی ہو جس نے ہوٹل کے ویٹر کو آلۂ کار بنا کر جاوا کا کو ہلاک کیا اور اس کی مشین حاصل کی۔ ویل برین ماسٹر! تم پُراسرار بن کر نہ رہ سکے۔''

وہ تحریر کے ذریعے بولا۔ ''میڈم! میں بری طرح پھنس گیا ہوں۔ میرا اکلوتا بیٹا میری جان ہے۔ اسے کوئی نقصان پہنچے گا تو میں مرجاؤں گا اور میں اسے مرنے نہیں دوں گا۔ گریٹ ایشورارا مجھے اپنا تابع دار بنانا چاہتا ہے۔ میں بیٹے کی جان بچانے کے لیے اس کا غلام بن جاؤں گا تو وہ مجھے آپ کے خلاف استعمال کرے گا۔''

سونیا نے کہا۔ ''میں تمہیں غلام بننے سے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت کردوں گی تاکہ میرے خلاف استعمال نہ کیے جاسکو۔''

وہ گھبرا کر بولا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ ٹھیک ہے، میں اس کا غلام نہیں بنوں گا۔ میں آپ کا دوست بن کر رہنا چاہتا ہوں۔''

''جب تم جاوا کا کو قتل کرنے اور اس کی مشین لے جانے کے لیے اس بنگلے میں آئے تھے تو میں نے الپا کے ذریعے دوستی کی پیشکش کی تھی مگر تم پُراسرار بن کر رہنا چاہتے تھے۔ اب جان پر بنی ہے تو دوستی کرنا چاہتے ہو؟''

''مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ آپ میری نیک نیتی کو سمجھ سکتی ہیں۔ میں دوستی نہ کرنے اور پُراسرار بن کر رہنے کے باوجود آپ سے خوفزدہ تھا۔ آپ کی عزت پہلے بھی کرتا تھا۔ آج بھی کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔''

''یہ مانتی ہوں' تم میری خاطر یا مجھ سے مقابلہ نہ کرنے کے لیے جاوا کا کی مشین چھوڑ کر جانا چاہتے تھے۔ تم میری عزت کرتے ہو۔ میں تمہاری بیوی اور اکلوتے بیٹے کو بچانے کی کوشش کروں گی۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''آپ سچ کہہ رہی ہیں؟ ٹھیک ہے، جب آپ کی زبان سے یہ نکل چکا ہے کہ میری فیملی کو تحفظ دیں گی تو پھر میں دشمنوں کے دباؤ میں نہیں آؤں گا۔ نہ یہاں کے اکابرین مجھے مجبور کرسکیں گے اور نہ ہی گریٹ ایشورارا مجھے غلام بنا سکے گا۔''

''تمہیں زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے وعدہ کیا ہے مگر میں انسان ہوں اور ناکام ہوسکتی ہوں اور تمہارا معاملہ تو بہت ہی گمبھیر ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''ایک طرف تمہاری بیوی اور بیٹا دشمنوں کے نشانے پر ہیں۔ کوئی بھی کہیں سے بھی ان پر گولیاں چلا سکتا ہے۔ دوسری طرف تم ہمیشہ نادیدہ بن کر نہیں رہ سکو گے۔ میں کوشش کروں گی کہ تمہارے لیے کچھ کرسکوں!''

برین ماسٹر نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے اکابرین سے کہا۔ ''خبردار! ہوشیار! کیا تم اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہے ہو؟ میڈم میرے لیے ڈھال بن رہی ہیں؟ دودھ کے جلے چھاچھ پھونک پھونک کر پیتے ہیں اور تم لوگ تو آرمی ہیڈ کوارٹر کے جلے ہو۔ سوچ لو... تمہارے پاؤں تلے سے زمین سرکنے والی ہے۔''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو پیاسی ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں
رنگینیوں
اور تحیر کے اُس
بے تاج بادشاہ کی
سحر انگیز کہانی جس نے
اپنی بھرپور زندگی میں کبھی
شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب
اور جس کے ذہن میں چاہتا جھانک لیتا
اور یہی اُس کا مُہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں
پر محیط وہ طلسم ہوش رُبا جسے قارئین کی
دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے
اور مُلک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک
ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی
تیمور کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو
کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

سونیا کے لیے یہ مشکل گھڑی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ برین ماسٹر اس کی بیوی اور بیٹے کو کس طرح دشمنوں کی دلدل سے نکالے؟

دوسری طرف اکابرین یہ سن کر سہم گئے کہ سونیا.... برین ماسٹر اور اس کی فیملی کے لیے ڈھال بن گئی ہے۔ ابھی اس نے اکابرین کو چیلنج نہیں کیا تھا مگر وہ جانتے تھے۔ چشم تصور سے ایک بار پھر بڑی تباہی دیکھ رہے تھے۔ آپس میں مشورے کر رہے تھے کہ موجودہ حالات میں انہیں کیا کرنا چاہیے؟

انہوں نے گریٹ اینشورارا سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ہم برین ماسٹر کو تیرا تابع دار نہیں بنا سکیں گے۔ سونیا اسے سپورٹ کر رہی ہے۔ اسے تحفظ فراہم کرنے کے لیے ہمیں پھر ناقابلِ برداشت نقصان پہنچا سکتی ہے۔''

گریٹ اینشورارا نے کہا۔ ''میرے نمائندے نے بھی یہی رپورٹ دی ہے۔ اس نے تاریکی میں رہ کر اپنی مشین کے ذریعے سونیا اور برین ماسٹر کی تحریری گفتگو پڑھی ہے۔ وہ برین ماسٹر کو ہمارے زیرِ اثر آنے نہیں دے گی۔ کیا اس کے آگے تمام اکابرین بے بس اور مجبور ہو جائیں گے؟ کیا ساری دنیا میں دہشت طاری کرنے والے اور اپنا رعب و دبدبہ قائم کرنے والے سی آئی اے کے جاسوس سونیا کو تلاش کر کے اسے خاک میں نہیں ملا سکتے؟''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہمارے جاسوس یہی کرنے والے ہیں مگر اس میں کچھ وقت لگے۔ وہ آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گی۔''

''مجھے تمہاری آسانیوں اور دشواریوں سے کچھ لینا دینا نہیں۔ مجھے ہر حال میں چوبیس گھنٹے کے اندر.... برین ماسٹر یا اس جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا چاہیے۔ میرا یہ مطالبہ پورا نہ ہوا تو مقررہ وقت کے بعد ایسی قیامت آئے گی کہ پورا واشنگٹن کھنڈر بن کر رہ جائے گا...ویتس آل۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام اکابرین جھنجلا کر رہ گئے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''وہ سیارے کا بھگوان ہے۔ ہمارا بھی گاڈ فادر بننا چاہتا ہے۔ ہم اس کے غلام نہیں ہیں مگر وہ ہمیں غلاموں سے بدتر سمجھ رہا ہے۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''ہم اتنے بھی بے بس اور مجبور نہیں ہیں جتنا وہ ہمیں سمجھتا ہے۔''

ایک اور نے کہا۔ ''ہم نے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے اس کم بخت سے دوستی کی۔ اسے اپنا بنانا چاہا مگر اسے ہماری پروا نہیں ہے۔ وہ ابھی سے فرعون بن رہا ہے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے مستحکم لہجے میں کہا۔ ''ہمیں اپنا فیصلہ بدلنا چاہیے۔ ہم مسلمانوں کو دشمن کہتے ہیں پھر بھی وہ ہماری دنیا کے ہیں۔ مگر گریٹ اینشورارا باہر سے آنے والا دشمن ہے۔ وہ کبھی ہمارا ہو کر نہیں رہے گا۔''

دوسرا افسر ذرا توقف سے بولا۔ ''عارضی طور پر ہی سہی ہم مسلمانوں سے اتحاد قائم کریں گے۔ ان سے اتحاد کر کے سیارے والوں کو یہاں قدم رکھنے اور روپوش رہنے نہیں دیں گے۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''گریٹ اینشورارا کے تمام تابع دار واپس جا چکے ہیں۔ اس کا صرف ایک نمائندہ کسی ملک میں چھپا ہوا ہے۔ اسے کسی طرح تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے تو وہ بھگوان کہلانے والا ہمارے خلاف کسی کو آلۂ کار بنانے کے لیے زمین پر بھیجنے کی جرأت نہیں کرے گا۔''

''ہاں، سونیا کی مشین نے اسے سچ کر رکھا ہے۔ وہ جب بھی آئے گا' ایک عورت کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ خلائی اسٹیشنوں سے ہمارے جاسوس سیارے ان کی تاک میں رہیں گے۔ ریڈارز کے ذریعے بھی معلوم ہوگا کہ آئندہ وہ سیارے والے کب اور کہاں زمین پر اتر رہے ہیں؟''

اسی وقت انہیں سونیا کی آواز سنائی دی۔ بلینک اسکرین پر وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میں تم سب کو دیکھ رہی ہوں اور سن رہی ہوں۔ نقصان اٹھانے کے بعد تم لوگوں کو عقل آرہی ہے۔ ہم مسلمانوں سے عارضی سمجھوتا ہی کرو مگر خدا کے لیے متحد ہو کر اپنی دنیا کو دشمن سیارے والوں سے بچاؤ۔ ان کا صرف ایک نمائندہ یہاں رہ گیا ہے۔ ہم سب مل کر اسے تلاش کریں گے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم شرمندہ ہیں۔ ایک ہی زمین پر ایک آسمان کے نیچے ہم دوستی محبت اور امن و امان سے نہیں رہتے۔''

سونیا نے کہا۔ ''ہم نہ کہو... تم اپنا محاسبہ کرو۔ ہم نے شرمندہ ہونے کا کوئی کام نہیں کیا ہے۔ اگر تم شرمندہ ہو رہے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے؟ آئندہ بھی سازشوں اور عداوتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ یہ جانتے ہوئے بھی میں دنیا کی سلامتی کے لیے تم سے اتحاد کی بات کر رہی ہوں۔''

''بے شک، موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ ہمیں تمام عداوتوں کو بھول کر...''

سونیا نے بات کاٹ کر کہا۔ ''ہمیں نہیں، تمہیں عداوتوں کو بھولنا ہوگا۔''

وہ جھینپ کر بولا۔ ''ہاں، میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔

...اپنی دنیا میں گریٹ اینشورارا کا داخلہ بند نہیں کریں ...تک ہم تمہیں کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیں ...ہمارے اتحاد کو دھوکا نہیں دیں گے۔''

...دوسرے افسر نے کہا۔ ''ہم خلائی اسٹیشنوں اور ...کے ذریعے آنے والوں کو پکڑیں گے۔ تم اپنی غیر ...اہانت سے چھپنے والوں تک پہنچ جاتی ہو پھر روحانی ...روپوش رہنے والوں کو بے نقاب کر دیتی ہیں۔ اس ...ہم سب مل کر اپنی زمین کے چپے چپے کی حفاظت کریں ...

...امریکا اور یورپ کے اکابرین جن میں یہودی اور ...شامل تھے' مسلمانوں سے اتحاد قائم کرنے پر مجبور ہو ...اتحاد قائم ہوتے ہی سب نے مل کر دنیا کی بھرپور ...داری کی تو دوسرے ہی دن گریٹ اینشورارا کا آخری ...بھی پکڑا گیا۔

...وہ نمائندہ سی آئی اے کے ایک جاسوس کو دیکھ نہ پایا۔ ...جاسوس زرد رنگ کے لباس میں سر سے پاؤں تک چھپا ہوا ...وہ نمائندہ تل ابیب میں تھا۔ بے خبری میں اس یہودی سی ...کے جاسوس کو اپنی رہائش گاہ کے اندر لے آیا اور اس ...جاسوس زخمی ہو گیا۔

...یہ اسرائیلیوں کی پہلی کامیابی تھی۔ اس ملک کے یہودی ...نے سیارے والے کو زخمی کر کے اس کی غیر معمولی ...حاصل کر لی تھی۔ اب یہودی سائنس داں اس مشین کی ...کر رہے تھے اور اس نمائندے کے ذریعے اسے ...کرنا سیکھ رہے تھے۔ یہودیوں' عیسائیوں اور ...نوں کے اتحاد سے بڑا فائدہ یہودیوں کو پہنچ رہا تھا۔

...مجموعی فائدہ سب ہی کا تھا۔ ارضی دنیا سیارے والوں ...وجود سے خالی ہو چکی تھی۔ اکابرین نے کیونیکیشن مشین ...ذریعے گریٹ اینشورارا سے کہا۔ ''تیرا آخری تابع دار بھی ...جا چکا ہے۔ آئندہ ہمیں دھمکیاں دینے اور نقصان ...پہنچانے کے لیے تو ہماری زمین پر ایک چیونٹی کو بھی نہیں بھیج ...سکے گا۔ یقین نہ ہو تو اپنے کسی تابع دار کو زمین پر اتار کر ...دیکھ لے۔ تجھے اس کی لاش بھی نہیں ملے گی۔''

...گریٹ اینشورارا نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے ...اختیار کر لی تھی۔ وہ مسلسل ناکامیوں سے ٹوٹ چکا ...دنیا کی تمام قوموں کے اتحاد نے اسے مایوس کر دیا تھا۔ ...وہ کسی کو آلۂ کار بنا کر اپنا اُلو سیدھا نہیں کر سکتا تھا۔ اس ...ایک طویل خاموشی رہی۔ یہ اندازہ کیا جا رہا تھا کہ وہ ...طرح مایوس ہو چکا ہے۔ آئندہ ارضی دنیا کا رخ نہیں

کرے گا۔

یہ دنیا اتنی حسین' اتنی رنگین اور دلچسپ ہے کہ کوئی اسے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا۔ یہاں مرتے مرتے بھی یہ خواہش مچلتی ہے کہ تھوڑی سی سانسیں اور مل جائیں' تھوڑی سی رنگینیاں اور دلوں میں سما جائیں... سیارے والوں کو بھی یہاں کا چسکا پڑ چکا تھا۔ تین ماہ بعد خلائی اسٹیشن سے اطلاع ملی۔ ایک ریڈار نے نشان دہی کی کہ ایک فلائنگ ساسر گرین لینڈ کے برفانی علاقے میں اتر رہی ہے۔

ہر ملک کے آرمی اور انٹیلی جنس والے الرٹ رہتے تھے۔ جونہی اطلاع ملی ہزاروں سپاہی اور جاسوس زرد رنگ کے لباس میں اس علاقے میں پھیل گئے' جہاں اس فلائنگ ساسر کو اتارا گیا تھا۔ وہاں سیارے کے دو افراد دکھائی دیے۔ وہ اپنی دانست میں چھپ کر آئے تھے' یہ دیکھ نہیں پائے کہ زرد رنگ کی موت نے چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا ہے۔

انہیں فوراً ہی ہلاک نہیں کیا گیا۔ زخمی کر کے ان کے خیالات پڑھے گئے۔ گریٹ اینشورارا نے انہیں حکم دیا تھا کہ زمین پر پہنچ کر کسی کی نظروں میں نہ آئیں۔ کسی کو شبہ نہ ہو کہ وہ سیارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نے حکم دیا تھا وہ دونوں بڑی رازداری سے دنیا کے اہم افراد کو اپنا معمول اور تابع دار بنائیں گے اور یہ سلسلہ خاموشی سے چلتا رہے گا۔ ہر ملک میں تابعداروں کی فوج تیار کی جائے گی۔

گریٹ اینشورارا نے کیونیکیشن مشین کی اسکرین پر تحریری پیغام پڑھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ ''ہم گرین لینڈ پہنچ گئے ہیں۔ اب یہاں سے واپسی ممکن نہیں ہے۔ ہم آخری سانسیں لے رہے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟''

تحریری جواب ملا۔ ''بکواس تو تم کر رہے ہو۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہم یلو کلر بلائنڈ ہیں۔ تم نے ہمیں مرنے کے لیے یہاں بھیج دیا۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے دنیا کے تمام لوگ زرد رنگ کا لباس پہننے لگے ہیں۔ یہاں ہمیں انسان کا ایک بچہ بھی نظر نہیں آرہا ہے۔ اسی وجہ سے ہم گرفتار ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ہمیں زخمی کیا ہے۔ ہم ان کی آوازیں سن رہے ہیں مگر انہیں دیکھ نہیں پا رہے ہیں۔ لو تم بھی ایک اندھے کی طرح ان کی تحریری گفتگو پڑھو۔''

پھر کسی کی تحریر اسکرین پر اُبھرنے لگی۔ ''میں ان اکابرین میں سے ایک ہوں' جنہیں تو غلام بنانے سے پہلے ہی غلام سمجھنے لگا تھا۔ ہم تیری حسرت پوری کرنا چاہتے ہیں۔

یہاں حکومت کرنے چلا آ.. تمام اکابرین اور ان کے بیوی بچے زرد رنگ کے لباس میں رہیں گے۔ تجھے کوئی نظر نہیں آئے گا۔ تو یہاں کس پر حکومت کرے گا؟ تیرے چاروں طرف نادیدہ موت ہوگی۔ آ سکتا ہے تو آ جا.. اپنے آدمیوں کو بھیجتا رہے گا تو وہ ہماری زمین پر قدم رکھتے ہی نابود ہو جائیں گے۔ سمجھ سکتا ہے تو سمجھ لے۔ تیرا کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ گریٹ الشورارا نے خاموشی اختیار کر لی۔

اس کے بعد دن گزرتے رہے۔ سیارے سے پھر کوئی زمین پر نہیں آیا۔ مسلمان، یہودی اور عیسائی اکابرین سب ہی چوکنے رہتے تھے۔ اپنے اپنے ذرائع سے معلومات حاصل کرتے رہتے تھے۔ ہر گزرتا ہوا دن کہہ رہا تھا، اب سیارے سے کوئی نہیں آئے گا۔ ان کی کمر ٹوٹ چکی ہے۔ وہ قدرتی طور پر یلو کلر بلائنڈ تھے۔ یہاں آ کر زرد موت کو گلے لگانے کی حماقت نہیں کر سکتے تھے۔

چھ ماہ گزر گئے۔ ہماری دنیا میں پہلے کی طرح جرائم تھے۔ دہشت گردی اور در پردہ سیاسی سازشیں تھیں مگر سیارے والوں سے نجات مل گئی تھی۔ سیارے سے آنے والا خطرہ ٹل گیا تھا۔ یقین ہو رہا تھا کہ وہ خطرہ پلٹ کر نہیں آئے گا۔

میں نے اپنی بیٹی نجمی کی شادی جمال احمد سے کر دی۔ اس کو اپنے کاروبار میں لگا دیا تھا۔ وہ کاروباری معاملات کو سمجھ رہا تھا۔ میں نے اس کی غیر معمولی مشین اپنے پاس رکھ لی تھی۔ وہ بڑے کام کی چیز تھی۔ میرے بہت کام آ رہی تھی۔

میں اسی کی اسکرین پر اپنے دوست احباب، رشتہ داروں اور کاروباری مخالفین کو دیکھتا تھا۔ ان کے گھروں کے اندر ان کی خفیہ رہائش گاہوں، خفیہ گوداموں اور تہہ خانوں تک پہنچ جاتا تھا۔ ان کی سرگوشیاں بھی سن لیتا تھا۔ اس طرح مجھے مخالفین کے سازشی ارادے معلوم ہو جاتے تھے۔

ایک تو میرے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت تھی۔ دوسری وہ مشین آ گئی تھی۔ یہ دو قوتیں ایسی تھیں، جو مجھے دنیا والوں کے جھوٹ اور فریب سے بچائے رکھتی تھیں۔ میں نے نجمی کو دلہن بنا کر جمال احمد کے ساتھ رخصت کر دیا۔ اسے اپنی مرحوم بیوی نائلہ کی کوٹھی اور پانچ کروڑ روپے کا بینک بیلنس دیا۔ یہ ذمے داری پوری کرنے کے بعد ندا کی محبت اور توجہ تقاضا کر رہی تھی کہ اسے اپنی دلہن بنا کر لے آؤں۔

ندا بہت ہی ذہین اور ذمے دار پرسنل سیکرٹری ثابت ہوئی تھی۔ میں اس کے چور خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ صرف میں ہی نہیں سونیا بھی اپنی مشین کی اسکرین پر اسے دیکھ[…] تھی۔ مجھے مخاطب کر کے کہہ چکی تھی۔ "تم ندا کو اچھی[…] سمجھ چکے ہو۔ میں بھی مطمئن ہوں۔ تم اس کے ساتھ ا[…] ازدواجی زندگی گزارو گے۔"

میں نے کہا۔ "جیسا کہ تم جانتی ہو، میں تم سے متاثر ہوں۔ میری دلی خواہش ہے، تم میری شادی میں آؤ۔ میری خوشیاں دوبالا ہو جائیں گی۔"

یہ خواہش ایسی تھی جسے وہ پورا نہیں کر سکتی تھی۔ [...] تک ثابت نہیں ہوا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں مگر اسے [...] تھا۔ وہ جب بھی مجھے مشین کی اسکرین پر دیکھتی تھی تو اس کا [...] دھڑک دھڑک کہتا تھا، میں ہی اس کے دل و جان کا [...] ہوں۔ اگر وہ میرے قریب آئے گی تو میری آخری سا[...] پوری ہو جائیں گی۔

اس نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے، میں کبھی کسی تقر[...] میں نہیں جاتی۔ تمہاری مشین میں میری ہسٹری موجود [...] اسے پڑھو گے تو معلوم ہوگا، میرے بے شمار جانے انجا[...] دشمن ہیں۔ وہ سب میری تاک میں رہتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "میں تمہاری ہسٹری پڑھ چکا ہوں۔ [...] معلوم کر کے حیران ہوں کہ تمہارے شوہر کا نام بھی فرہاد [...] اور وہ عرصے سے لاپتا ہے۔ سیارے والوں کا خیال ہے [...] انہیں دھوکا دینے کے لیے روپوش ہو گیا ہے مگر اب تو [...] سیارے والے نہیں رہے۔ یہ مشین مجھے بہت کچھ بتاتی ر[...] ہے لیکن یہ نہیں بتا رہی ہے کہ میرا اہم نام کہاں گم ہو گیا ہے؟"

وہ بولی۔ "یہی میری بدنصیبی ہے۔ اس سلسلے میں یہ [...] معمولی مشین میری بھی رہنمائی نہیں کر رہی ہے۔"

"میں سوچتا رہتا ہوں، کسی طرح فرہاد صاحب [...] ڈھونڈ کر تمہارے پاس لے آؤں۔ میں انہیں تلاش کر[...] کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا سکتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں، تم میری خاطر بہت کچھ کر سکتے ہو[...] تقدیر سے نہیں لڑ سکتے۔ مجھے ایک ضروری کام ہے۔ رابطہ [...] کر رہی ہوں پھر کسی وقت بات کروں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے مشین کو بند کیا۔ وہ کچھ د[...] آرام کرنا اور میرے متعلق سوچنا چاہتی تھی۔ اس نے [...] کاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے مجھے تلاش کیا تھا [...] ناکام رہی تھی۔ اب ذہن میں یہ خیال آ رہا تھا کہ فرہاد اور [...] کے مستقبل کے حالات معلوم کیے جائیں۔ اس طرح یہ معلو[...] ہو سکتا تھا کہ وہ آگے چل کر فرہاد علی تیمور ثابت ہوگا یا نہیں؟

اس نے اپنی مشین کو پھر آن کیا۔ اس کی اسکرین پر [...]

[...]تے ہوئے کہا۔ "ہیلو فور فرینڈز..."

وہ چاروں مشین کے پاس تھے۔ اس کی آواز سنتے ہی [...]از بولے۔ "یس میڈم ہم حاضر ہیں۔"

وہ بولی۔ "میں نے وعدہ کیا تھا، مصروفیات کم ہوں گی [...]چاروں کے پاس آؤں گی اور کچھ عرصے تک تمہارے [...] ہوں گی۔"

وہ چاروں خوشی سے ناچنے لگے۔ گانے کے انداز میں [...] لگے۔ "ویلکم میڈم... ویلکم... وین یو کم... وی ول گیٹ [...]ڈم... ویلکم میڈم ویلکم..."

[...] سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بعد میں خوش ہوتے رہنا۔ [...]رام سے بیٹھ کر میری بات سنو۔"

وہ فوراً ادب سے اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اس [...]ا۔ "ہمیں سیارے والوں کی عداوتوں سے نجات ملی [...]ین ہماری دنیا میں نفرتیں اور عداوتیں کبھی ختم نہیں ہوں [...]

[...] مزاج سکسینا نے کہا۔ "آپ درست فرماتی ہیں۔"

[...] مجبے خان نے کہا۔ "ہم اپنی فور کاسٹ کرنے والی [...] سے کچھ معلوم کیے بغیر کہہ سکتے ہیں، امریکا اور دوسرے [...]ممالک اپنی پرانی روش پر آ جائیں گے۔"

"میں یہی کہنے والی ہوں۔ وہاں آ کر تمام اہم [...]ین کو تمہاری مشین کی اسکرین پر دیکھوں گی کہ وہ دوبارہ [...] اور کیسے ہمارے خلاف سازش کرنے والے ہیں؟"

"پلیز میڈم! یہ بہت ضروری ہے۔"

"برین... ماسٹر کے متعلق بھی معلوم کرنا چاہوں [...] وہ دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ مجھ سے ڈرتا ہے۔ دیکھنا [...] کہ وہ آئندہ بھی مجھ سے خوفزدہ رہ کر میری اطاعت کرتا [...] یا نہیں...؟"

[...] اشین روبن نے کہا۔ "اس کو ہم نے اسکرین پر ابھی [...] گھنٹا پہلے دیکھا ہے۔ اس کا اکلوتا بیٹا جارج رچ مین کار [...]حادثے میں مارا گیا ہے۔ برین ماسٹر نے اپنی مشین کی [...]ین پر اس کی لاش دیکھی ہے۔ وہ فولادی شخص رو رہا ہے [...] لب کہہ رہا ہے کہ بیٹے کی آخری رسومات ادا کرنے [...]ن تک نہیں جا سکے گا۔ لندن کے اکابرین، انٹیلی جنس [...] اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی تاک میں [...]"

سونیا نے کہا۔ "اس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ سن کر افسوس [...] ہے۔ میں تعزیت کے لیے جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد [...] کروں گی۔"

اس نے اپنی مشین میں برین ماسٹر کے کوڈ نمبرز پنچ کیے۔ وہ سر سے پاؤں تک زرد رنگ میں چھپا رہتا تھا۔ اس لیے اس غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دکھائی نہیں دیا۔ سونیا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہیلو برین ماسٹر..."

وہ سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ صدمے سے نڈھال ہو رہا تھا۔ سونیا کی آواز سن کر چونک گیا۔ اپنی مشین کی اسکرین کو دیکھنے لگا۔ سونیا روحانی عمل کے زیر اثر رہتی تھی لہٰذا کسی کو اسکرین پر نظر نہیں آتی تھی۔ ان لمحات میں وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ صرف آواز سن سکتے تھے۔

وہ کہہ رہی تھی۔ "مجھے ابھی معلوم ہوا ہے، تمہاری جان نکل چکی ہے۔ تمہاری دنیا لٹ چکی ہے۔ جس بیٹے کے لیے جی رہے تھے۔ وہ حادثے میں ہلاک ہو گیا ہے۔ میں ماں ہوں۔ تمہارے دکھ کو اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ بس اتنا ہی کہہ سکتی ہوں، صبر کرو۔"

اس نے کہا۔ "اس وقت میری عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ میں اپنی حکمت عملی کے ذریعے چھپا ہوا ہوں۔ دشمن اپنی مشینوں کی اسکرین پر مجھے دیکھ نہیں سکتے لیکن مجھ سے کوئی غلطی ہو سکتی ہے۔ میں بھیس بدل کر اپنے بیٹے کی آخری رسومات ادا کرنے کے لیے جانا چاہتا ہوں۔ میرا دل نہیں

مان رہا ہے، میں کیا کروں؟"

"تم نے ابھی درست کہا کہ تم سے کوئی غلطی ہو سکتی ہے۔ بھیس کر بدل کر جاؤ گے تو یہ تمہاری بہت بڑی غلطی ہوگی۔ غیر معمولی مشینیں بھیس بدلنے والوں کے اصلی چہرے دکھا دیتی ہیں۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین تمہیں اپنے زیرِ اثر لانا چاہتے ہیں۔ یہ ان کے لیے سنہری موقع ہوگا۔"

وہ بڑے دُکھ سے بولا۔ "آہ! کیا میں اپنے بیٹے کو آخری بار چھو بھی نہیں سکوں گا؟"

"اپنے جذبات پر قابو رکھو۔ اس کمرے سے باہر نہ نکلو۔ میں جا رہی ہوں۔ تمہارے مخالفین پر نظر رکھوں گی کہ موجودہ حالات میں کون تمہارے متعلق کیا سوچ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے؟ پھر کسی وقت رابطہ کروں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر آنکھیں بند کر کے بابا فرید واسطی کو یاد کرنے لگی۔ ان ہی لمحات میں ان کی آواز سنائی دی۔ "میں تمہارے پاس ہوں۔ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔"

وہ بولی۔ "بہت بہت شکریہ کہ آپ تشریف لائے۔ میں چاہتی ہوں' پہلے نماز ادا کر لیں۔ میں پھر کسی وقت بات کر لوں گی۔"

"تم جو چاہتی ہو اسے کہنا ضروری نہیں ہے۔ برین .... ماسٹر کے مقدر میں موت لکھی ہے لیکن تقدیر بدل جائے گی۔ وہ زندہ رہے گا۔ کوئی دشمن اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اس ماہ کی آخری تاریخ تک یہاں چلی آؤ۔ میں تم سے ایک بار ملنا چاہتا ہوں... اللہ حافظ۔"

ان کی بات ختم ہوتے ہی اسکرین بلینک ہوگئی۔ وہ جا چکے تھے۔ یہ سن کر اطمینان ہوا کہ ... برین ماسٹر محفوظ رہے گا۔ کوئی دشمن اس کی رہائش گاہ تک پہنچ نہیں پائے گا۔ ایسے وقت ذہن میں بات آئی' وہ فورکاسٹ کرنے والی مشین کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکتی ہے۔ آئندہ اس کے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے۔ اسے اسکرین پر دیکھ سکتی ہے۔

پھر اس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ بابا صاحب نے ماہِ رواں کی آخری تاریخ تک اسے کیوں بلایا ہے؟ وہ اس سے ایک بار ملنا چاہتے ہیں۔ کیوں ملنا چاہتے ہیں؟ کیا کوئی خاص بات ہے؟ ان سوالات کے جوابات مقررہ وقت سے پہلے معلوم نہیں ہو سکتے تھے۔

اس نے چار یار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں معلوم کرنا چاہتی ہوں' آئندہ برین ماسٹر کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟"

جوزف ہارڈی نے کہا۔ "ہم ابھی معلوم کر [illegible] ہیں لیکن اس سے پہلے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"مجھ سے کچھ پوچھنے کے لیے اجازت لینی ضروری نہیں ہے۔ پوچھو... کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"آپ کی آمد ہمارے لیے باعثِ افتخار ہے۔ [illegible] خوشی سے ناچنے لگے تھے لیکن ناچنے والے مور کو جب [illegible] بھدے پاؤں نظر آتے ہیں تب وہ اپنے عیب کو اور اپنی [illegible] کو سمجھتا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "تمہید نہ باندھو۔ سیدھی بات کرو۔"

"امریکی اکابرین ہوں یا برین ماسٹر... کوئی بھی [illegible] کو اپنی مشینوں کے ذریعے دیکھ نہیں پاتا مگر آپ یہاں آ[ئیں] گی تو وہ آپ کی آواز کے ذریعے ہمیں دیکھ لیں گے۔ ہما[ری] فورکاسٹ کرنے والی مشین بھی ان کی نظروں میں آ جائے [گی] جبکہ ہم نے اس مشین کو ساری دنیا سے چھپا رکھا ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔ سوچو میں اب تک کئی بار اپنی مشین [کے] ذریعے تمہیں دیکھتی رہی اور تمہاری فورکاسٹ کرنے و[الی] مشین سے کتنی ہی معلومات حاصل کرتی رہی ہوں۔ کیا کس[ی] دوست یا دشمن نے تمہیں اور تمہاری مشین کو دیکھا ہے؟"

انہوں نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولی۔ "میرے سا[تھ] بابا فرید واسطی اور اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی کی دعا[ئیں] ہیں۔ جب تک میں نہیں چاہوں گی تب تک کوئی تمہیں [اور] تمہاری مشین کو نہیں دیکھ سکے گا۔"

"شکریہ میڈم، اب ہمیں اطمینان ہے۔ ہم نے [برین] ماسٹر کے کوڈ نمبرز پنچ کیے ہیں۔ آپ اسے اپنی مشین [کی] اسکرین پر دیکھیں۔"

برین ماسٹر سر سے پاؤں تک زرد رنگ میں چھپا [ہوا] مشین کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کمرے کی ایک ایک چیز ا[سی] رنگ سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ چہرے [کے] تاثرات بتا رہے تھے کہ اس پر صدمے کے پہاڑ ٹوٹا ہے۔

سونیا نے چار یار سے کہا۔ "وقت کی چھلانگ لگا [کر] دیکھو آخری رسومات ادا کرتے وقت قبرستان میں کتنے ا[فراد] ہوں گے؟ میں اس کے مخالفین کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

بڑی سی اسکرین پر وقت آگے بڑھ گیا۔ چھ گھنٹے [بعد] پیش آنے والا منظر دکھائی دینے لگا۔ قبرستان میں تابوت [رکھا] ہوا تھا۔ بے شمار افراد کھدی ہوئی قبر کے اطراف سو[گوار] کھڑے تھے۔ سونیا نے ان سب کو توجہ سے دیکھتے ہوئے [چار] یار سے کہا۔ "وہ موٹا بھدا شخص اپنی آنکھوں اور چہرے [سے] شاطر لگ رہا ہے۔ اس کے خیالات پڑھو۔"

انہوں نے مشین کو آپریٹ کیا تو پوری اسکرین پر اس [شخ]ص کا چہرہ نظر آنے لگا۔ جوزف ہارڈی اس کی آنکھوں میں [جھ]انکتا ہوا دماغ کے اندر پہنچ گیا۔ پتا چلا' وہ سی آئی اے کا اعلیٰ [افس]ر ہے۔ اس کے چار ماتحت جاسوس سوگواروں کی بھیڑ میں [م]وجود ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ برین ماسٹر بھیس بدل کر آخری [بار] بیٹے کی صورت دیکھنے آئے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امریکی [ٹی]لی پیتھی جاننے والے بھی وہاں موجود ہیں۔ ان سی آئی اے [و]الوں کے ذریعے دوسرے افراد کے دماغوں میں پہنچ رہے ہیں۔

تابوت کو قبر میں اتارا نہیں گیا تھا...... برین ماسٹر کی بیوی سونیکا کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ بیٹے کی موت نے اسے [ص]دمے سے نڈھال کر دیا تھا۔ وہ روتے روتے دو بار بیہوش ہو گئی تھی۔ اسے سمجھایا گیا تھا کہ وہ گھر پر رہے، قبرستان نہ جائے لیکن وہ روتی ہوئی ایک کار میں وہاں پہنچ گئی۔

جب اس کار کا دروازہ کھلا تو سی آئی اے کے جاسوس اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے چونک کر اُدھر دیکھنے لگے۔ [ا]نہیں توقع تھی کہ برین ماسٹر بھیس بدل کر آئے گا لیکن وہاں [س]ونیکا کے ساتھ اس کی بیٹی اینا اور داماد بے باک موسن دکھائی [د]یے۔ اینا' بھائی کی آخری رسومات میں شریک ہونے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئی تھی۔

یہ سب ہی جانتے تھے کہ بے باک موسن سونیا کا چہیتا [ب]نا ہوا بیٹا ہے۔ اب چونکہ سیارے والوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ اپنی بیوی کے ساتھ ادارے سے باہر آ گیا تھا۔ ادارے میں میاں بیوی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ آئندہ وہ لندن میں اینا کے ساتھ ازدواجی [ز]ندگی گزارنا چاہتا تھا۔

سی آئی اے کے جاسوس فون کے ذریعے اکابرین [س]ے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے خفیہ آرمی کے افسران سے [ک]ہنے لگے۔ "ہم جو سوچ بھی نہیں سکتے تھے' وہ بات سامنے آئی ہے۔ بے باک موسن بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر یہاں اینا کے ساتھ آیا ہے۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

اکابرین اس کے خلاف بہت کچھ کرنا چاہتے تھے۔ [ما]ضی میں انہوں نے اس کے ہاتھوں بڑے جانی و مالی نقصانات اٹھائے تھے۔

جب سیارے سے پہلی بار جو آیا تھا اور میری موت کا [ع]لم ہوا تھا۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ اکابرین کی سازشوں کے [نتی]جے میں میری موت واقع ہوئی ہے تب سونیا نے قسم کھائی کہ [جت]نے اکابرین میری موت کے ذمے دار ہیں۔ وہ ان سب کو

"لیبل"

مستعدی دکھانے کے لیے شوہر نے بیوی کے سامنے اعلان کیا کہ وہ اپنا تولیا خود دھوئے گا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے غسل خانے سے پکارا۔ "بیگم! اسے ٹھنڈے پانی سے دھووں یا گرم پانی سے؟"

"اس کے ساتھ لیبل لگا ہوگا اس پر لکھا ہوگا کہ اسے کیسے پانی سے دھونا چاہیے..." بیوی نے کہا اور ایک لمحے کے توقف کے بعد پوچھا۔ "کیا لکھا ہے لیبل پر؟"

"اس کے لیبل پر لکھا ہے... ریجنٹ ہوٹل۔" غسل خانے سے آواز آئی۔

چن چن کر قتل کر دے گی۔

ایسے وقت بے باک موسن سونیا کا ماتحت بن گیا تھا۔ اس کی رہنمائی میں بہت سے آرمی کے افسران کو موت کے گھاٹ اتارتا رہا تھا۔ درجنوں اکابرین کا قاتل اس وقت اچانک ہی منظرِ عام پر آ گیا تھا' ایک چیلنج بن گیا تھا کہ کوئی اس کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کر سکے گا۔

اکابرین کہہ رہے تھے' سونیا سے دوستانہ سمجھوتا ہو گیا ہے۔ انہوں نے اس وعدہ کیا ہے' کبھی مسلمانوں کے خلاف سازش نہیں کریں گے۔ آپس میں متحد رہ کر اپنی دنیا میں سیارے والوں کا راستہ روکتے رہیں گے۔ موجودہ حالات کہہ رہے تھے' چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ گریٹ اینشورارا کی طرف سے خطرہ ٹل گیا ہے۔ مسلمان سے اب اتحاد برقرار رکھنا ضروری نہیں رہا ہے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "دانش مندی کا تقاضا ہے' ابھی بے باک موسن سے عداوت نہ کی جائے۔ ذرا ڈھیل دی جائے۔ بابا صاحب کے ادارے سے فرہاد کی فیملی کے دوسرے اہم افراد بھی باہر آ کر کسی نہ کسی ملک کی طرف جائیں گے۔ انہیں یقین کرنے دو کہ ان کے لیے ادارے سے باہر اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

آرمی کے ایک افسر نے کہا۔ "ہاں، ہمیں یہی تاثر دینا چاہیے۔ پارس' پورس' عالی اور کبریا ادارے سے باہر آنے کے بعد ہماری نظروں میں رہیں گے۔ گویا سونیا کی کمزوریاں ہمارے ہاتھوں میں رہیں گی۔ ہم جب چاہیں گے بچوں کو شکنجے میں لے کر اس عورت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔"

انہوں نے سی آئی اے کے جاسوسوں کو حکم دیا۔ "بے باک موسن کو نظر انداز کرو۔ فی الحال اسے نقصان نہ پہنچاؤ۔

برین ماسٹر کو تلاش کرو۔ وہ بیٹے کا آخری دیدار کرنے وہاں آسکتا ہے۔"

سونیا اپنی مشین کے ذریعے اکابرین کی تمام باتیں سن چکی تھی۔ یہ معلوم ہوگیا کہ اکابرین اپنی روش پر آرہے ہیں۔ ابھی کھل کر عداوت سے پرہیز کریں گے۔ بعد میں پارس' پورس' عالی اور کبریا سے نمٹ لیں گے۔

مونیکا صدمے سے ٹوٹ گئی تھی۔ بیٹے کے تابوت تک جانے کی سکت نہیں رہی تھی اس میں۔ اینا اور بے باک موسن اسے سہارا دے کر لے جارہے تھے۔ دور بیٹے کا تابوت دیکھ کر اس کا سر چکرانے لگا۔ بے باک موسن نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ وہ اپنی ساس کو بازوؤں میں اٹھائے جب تابوت کے پاس آیا تو ذرا چونک گیا۔ مونیکا کا سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔ آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔

بے باک موسن نے خیال خوانی کے ذریعے تصدیق کی پھر تمام سوگواروں کو اور اینا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اپنا دل مضبوط کرو۔ تمہاری ممی اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گئی ہیں۔"

اینا ماں سے لپٹ کر رونے لگی...... برین ماسٹر دور بیٹھا اسکرین پر انہیں دیکھ رہا تھا۔ بے باک کی بات سن کر اس نے مونیکا کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ بیٹے کے ساتھ ماں بھی دنیا سے رخصت ہوگئی تھی۔

وہ صدمے سے جیسے پاگل ہوگیا۔ سر پر زرد رنگ کی ٹوپی پہنے رہتا تھا۔ چہرہ بھی اسی رنگ کے نقاب میں چھپا رہتا تھا۔ اس نے ٹوپی اُتار کر پھینک دی۔ چہرے کے نقاب کو نوچنے لگا۔ سر کے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر بیٹے اور مونیکا کو پکارنے لگا۔ وہ دونوں اسے جان سے زیادہ عزیز تھے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر فرش پر پاؤں پٹخنے لگا۔ ڈگمگاتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر اسے کھول کر باہر چلا گیا۔ کھلے آسمان کے نیچے آکر اپنے پیاروں کو چیخ چیخ کر پکارنے لگا۔

یوگا جاننے والے اکابرین نے اور خفیہ آرمی کے افسران نے چونک کر اپنی اپنی مشین کی اسکرین پر اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ باقی جسم اب بھی نادیدہ تھا۔

انہوں نے فوراً ہی اپنی اپنی مشینوں کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر تحریر بتانے لگی کہ وہ جنیوا کے قریب کسی پہاڑی علاقے میں ہے؟

اکابرین سوچ میں پڑ گئے۔ "کیا اسے فوراً ٹریپ کرنا ہے؟"

وہ سب جانتے تھے' برین ماسٹر کو سونیا کی حمایت حاصل ہے۔ وہ اکابرین سے کہہ چکی تھی کہ اسے تلاش کیا جائے اور نہ ٹریپ کیا جائے۔

لیکن خفیہ آرمی کے افسران اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ... سونیا سے رابطہ رکھتے تھے' نہ ہی اپنے ملک کے اکابرین کے ماتحت تھے۔ وہ اپنے معاملات میں آزاد تھے۔

انہوں نے فوراً ہی جنیوا میں اپنے خاص جاسوسوں کو اطلاع دی۔ انہیں .... برین ماسٹر کا ٹھکانا بتایا پھر حکم دیا۔ "ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر .... برین ماسٹر کا قصہ تمام کرو۔ اس غیر معمولی مشین کو اٹھا کر یہاں پہنچادو۔ ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں اور گائیڈ کرتے رہیں گے۔"

سونیا اور چار یار کے پاس خفیہ آرمی والوں کی... تصویریں تھیں' نہ کوڈ نمبرز تھے۔ اس لیے فورکاسٹ کرنے والی مشین ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔

اس وقت سونیا اور چار یار اپنی اپنی اسکرین پر بھی قبرستان کا منظر دیکھ رہے تھے' کبھی برین برین ماسٹر کو صدمے کی شدت سے نیم پاگل ہوتے دیکھ رہے تھے۔

ایسے وقت سونیا نے اور چار یار نے دیکھا۔ ایک ہیلی کاپٹر اس کے کاٹیج سے کچھ فاصلے پر اتر رہا ہے......

برین ماسٹر صدمے سے نڈھال ہوکر گھاس پر اوندھے منہ پڑا تھا۔ تین مسلح افراد ہیلی کاپٹر سے اترے۔

سونیا بڑی بے چینی سے وہ منظر دیکھ رہی تھی۔ فورکاسٹ کرنے والی مشین اب سے چار گھنٹے اور بیس منٹ بعد پیش آنے والے مناظر دکھا رہی تھی۔ وقت سے پہلے معلوم ہو رہا تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟

وہ تینوں مسلح افراد کاٹیج کے سامنے آگئے تھے۔ برین ماسٹر نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا پھر جیسے اچانک ہی ہوش میں آگیا۔ وہ اٹھ کر کاٹیج کی طرف بھاگنے لگا۔ ایسے وقت انہوں نے فائر کھول دیے۔ تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ کئی گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوگئیں۔ وہ کاٹیج کے دروازے پر اوندھے منہ گر کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔

سونیا نے کہا۔ "جوزف ہارڈی ان تینوں کے کلوز میں جاؤ۔ میں انہیں اپنی مشین میں چیک کروں گی۔ تم چاروں ان کے دماغوں میں پہنچو۔"

وہ تینوں مسلح افراد..... برین ماسٹر کی لاش کو پھلانگتے ہوئے کاٹیج کے اندر گئے پھر وہاں سے غیر معمولی مشین اٹھا کر لے گئے۔ سونیا اور چار یار اپنی اپنی اسکرین پر ان کے کلوز اپ دیکھ رہے تھے۔

وہ چار یار ان تین مسلح افراد کے اندر پہنچ گئے۔ اس وقت وہ تینوں ایک ہوٹل میں تھے۔ فورکاسٹ کرنے والی

مشین کے مطابق ساڑھے تین گھنٹے بعد خفیہ آرمی کی طرف احکامات ملنے والے تھے۔ تب وہ مسلح ہو کر اس کالج کے سامنے جا کر.... برین ماسٹر کو ہلاک کرنے والے تھے۔

فی الحال.... برین ماسٹر اپنی مشین کے سامنے بیٹھا اس تابوت کو دیکھ رہا تھا۔ جس میں جارج رچ مین کو رکھا گیا تھا۔ چار یار نے سونیا سے کہا۔ ''میڈم! ہمیں ان تینوں جاسوسوں کے اندر جگہ مل گئی ہے۔ وہ ایک ہوٹل میں ہیں۔ ہماری مشین کے مطابق اب سے تین گھنٹے چالیس منٹ بعد وہ مسلح ہو کر ہیلی کاپٹر میں جائیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''فی الحال اپنی مشین کو آف کر دو۔ ہمیں سوچنا ہے کہ آئندہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

سراج سکسینا نے کہا۔ ''برین ماسٹر کا بیٹا کار کے حادثے میں ہلاک ہوا ہے۔ اگر ہم حادثے سے پہلے اپنی مشین کی اسکرین پر دیکھ لیتے تو اسے کار چلانے سے کسی طرح باز رکھ سکتے تھے۔ اب ہم اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے لیکن مونیکا تین گھنٹے بعد صدمے سے مرے گی۔ اس کا کیا کیا جائے؟''

سونیا نے کہا۔ ''جوان بیٹے کی موت ماں کی جان نکال لیتی ہے۔ تم چاروں مونیکا کے اندر جا کر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر صدمے کو کم کر سکتے ہو۔ اسے بچا سکتے ہو تو ضرور ایسا کرو۔''

اسٹین روبن نے کہا۔ ''ہم مونیکا کے صدمے کو کم کریں گے۔ اس میں قوتِ برداشت پیدا کریں گے تو شاید وہ بچ جائے گی۔''

نجمے خان نے کہا۔ ''وہ زندہ رہے گی تو..... برین ماسٹر بھی نیم پاگل نہیں ہوگا... زرد رنگ کے نقاب سے باہر نکلے گا نہ دشمنوں کی نظروں میں آئے گا۔''

سونیا نے کہا۔ ''مونیکا کے پاس جاؤ۔ اسے کنٹرول کرو۔ صدمہ اس پر حاوی نہیں۔ وہ زندہ رہے گی تو.... برین ماسٹر کی موت بھی ٹل جائے گی۔'' پھر وہ کچھ سوچ کر بولی۔ ''بے باک مومن اپنی ساس کے پاس ہوگا۔ وہ بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے صدمے کو کم کر سکتا ہے۔ میں ابھی دیکھتی ہوں' وہ کیا کر رہا ہے؟''

اس نے مشین پر بے باک مومن کے کوڈ نمبرز پنچ کیے۔ وہ اسکرین پر دکھائی دینے لگا۔ مونیکا سکتے کی حالت میں تھی۔ اینا اور بے باک اس کے قریب بیٹھے تھے۔ سونیا نے اسے مخاطب کیا تو وہ اور اینا چونک کر کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگے۔

بے باک نے کہا۔ ''یس مما حکم کریں؟''

وہ بولی۔ ''میرے پاس آؤ۔''

وہ اسی وقت خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ سونیا نے کہا۔ ''بیٹے کی موت کا صدمہ ماں کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ اس کی حرکتِ قلب بند ہو سکتی ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے ذہن کو سکون پہنچاؤ۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے اندر جا رہے ہیں۔ وہ بھی مونیکا کے صدمے کو کم کرنے کی کوشش کریں گے۔''

اس نے کہا۔ ''مما مونیکا کی حالت تشویش ناک ہے۔ اس کا دماغ سن ہو چکا ہے۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو سن تو رہی ہے مگر سمجھ نہیں رہی ہے۔ بے حسی کے باعث اس کا ذہن میری گرفت میں نہیں آ رہا ہے۔''

ایسے وقت جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''میڈم ہم چاروں مونیکا کے اندر پہنچ گئے ہیں لیکن اسے طاقت فراہم کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ یہ کہنا چاہیے اس کا دماغ نیم مردہ ہو چکا ہے۔ جو تھوڑی بہت زندگی رہ گئی ہے، اس کے ذریعے وہ صرف بیٹے کو دیکھ رہی ہے، سوچ کے ذریعے اسی سے باتیں کر رہی ہے۔ ہماری کوئی بات اس کی ذہنی سماعت تک نہیں پہنچ رہی ہے۔''

بے باک مومن نے کہا۔ ''یہی میں کہہ رہا ہوں۔ وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی زندگی سے دور ہے۔''

سونیا نے بڑے دکھ سے کہا۔ ''یا خدا! تو ہی بہتر جانتا ہے' آگے کیا ہونے والا ہے؟ ہماری سمجھ میں یہ آ گیا ہے کہ ہم ہونی کو انہونی نہیں بنا سکیں گے۔ بے باک تم جاؤ اینا اور مونیکا کے ساتھ رہو۔ کوشش کرو... شاید اسے زندگی کی طرف واپس لا سکو۔''

بے باک چلا گیا۔ سونیا نے چار یار کو اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہم انسانوں کے پیدا کردہ حالات کو بدل سکتے ہیں مگر قدرتی حالات کو نہیں بدل سکتے۔ مونیکا کی موت حادثاتی ہوگی نہ وہ کسی کے ہاتھوں ماری جائے گی۔ وہ جن حالات سے گزر رہی ہے۔ ان کے مطابق حرکتِ قلب بند ہونے کے باعث جان سے جائے گی۔''

جوزف نے کہا۔ ''بے شک، ہم بے بس ہیں۔ اسے زندگی کی طرف نہیں لا سکیں گے لیکن ہم برین ماسٹر کو بچانے کی کوشش کریں گے۔''

بہرحال تین گھنٹے گزر گئے۔ پیش گوئی کے مطابق مونیکا نے بے باک کے بازوؤں میں دم توڑ دیا۔ اُدھر برین ماسٹر

نے بیٹے کے بعد بیوی کو دم توڑتے دیکھا تو صدمے سے نیم پاگل ہو گیا۔ ایسی حالت میں دماغی توانائی بحال نہیں رہتی مگر اس سے پہلے کہ وہ زرد رنگ کے تحفظ سے باہر نکلتا۔ پلاننگ کے مطابق چار یار فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گئے۔ اس کے دماغ کو گرفت میں لے کر اسے ذہنی مریض بننے سے روکنے کی کوششیں کرنے لگے۔

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''میڈم، یہ ہمارے کنٹرول میں ہے لیکن صدمہ کافی شدید ہے۔ ہم اسے گہری نیند سلا رہے ہیں۔''

''اسے بچانے کے لیے جو کر سکتے ہو' کرو۔ ابھی تو یہ اطمینان ہے کہ فی الحال اس کی موت ٹل گئی ہے۔''

ایسے وقت اسے بابا فرید واسطی کی باتیں یاد آ گئیں۔ انہوں نے کہا تھا۔ ''برین ماسٹر کے مقدر میں موت ہے لیکن تقدیر کا یہ لکھا ٹل جائے گا۔ اسے کوئی دشمن نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

سونیا نے اطمینان کی سانس لی۔ بابا فرید واسطی نے جو کہا تھا' وہی ہو رہا تھا۔ اس نے جوزف ہارڈی سے کہا۔ ''.... برین ماسٹر پر تنویمی عمل کرو۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دو کہ آئندہ وہ جوان بیٹے اور بیوی کی محبت کو شدت سے محسوس کرے گا نہ ان کے لیے حد سے زیادہ صدمہ اپنے دل پر لے گا۔ نارمل انسان کی طرح صدمے کو سہہ لے گا۔''

اکابرین کے ناپاک عزائم کا پتا چل گیا تھا۔ انہوں نے فوراً ہی بے باک مومن کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی نہیں کی۔ تاہم اسے اپنی نظروں میں رکھا تھا۔ ان کا خیال تھا' بے باک کی طرح پارس' پورس اور کبریا بھی بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئیں گے تو انہیں بھی نظروں میں رکھا جائے گا۔

ان سب کو رفتہ رفتہ رازداری سے شکنجے میں لیا جائے گا اور اپنے زیرِ اثر لا کر ذہنی طور پر غلام بنایا جائے گا۔ سونیا کسی بھی تدبیر سے اپنے بچوں کو رہائی نہیں دلا سکے گی۔ اپنے چاروں' اپنے جگر گوشوں کی خاطر وہ تمام اکابرین کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گی۔

وہ لوگ جانتے تھے کہ عالی حیدرآباد دکن میں ہے۔ اسے ٹریپ کرنا آسان نہ ہوگا کیونکہ اس کے پاس غیر معمولی مشین ہے۔ اگر وہ اپنی مشین میں عالی کو دیکھنا چاہیں گے تو وہ بھی اس کی مشین پر دکھائی دینے لگیں گے۔ صرف خفیہ آرمی کے افسران زرد رنگ کی تکنیک کے مطابق گونگے بن کر اسے

دیکھتے رہتے تھے۔ وہ ہمیشہ زرد رنگ کے لباس میں نہیں رہ سکتی تھی۔ اس لیے انہیں نظر آتی رہتی تھی۔

سونیا کی مشین نے اب تک خفیہ آرمی والوں کو کیچ نہیں کیا تھا۔ ان میں سے کوئی ایک بار بھی اس کی نظروں میں آ جاتا تو وہ ان کی جڑوں تک پہنچ جاتی۔ فی الحال وہ ان سے بے خبر تھی۔ اکابرین کے متعلق بہت کچھ جانتی تھی۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور خفیہ آرمی والوں کی طرف سے اندیشے تھے۔ پتا نہیں' وہ آئندہ کیا کرنے والے ہیں؟

اس نے چار یار سے کہا۔ ''یہ خفیہ آرمی والے ایک چیلنج بن گئے ہیں۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے' یہ آئندہ میرے بچوں کو میری کمزوری بنانا چاہتے ہیں۔ خدانخواستہ وہ اپنے ناپاک مقاصد میں کامیاب ہو گئے تو تمام اکابرین یہی کہیں گے کہ انہوں نے مجھ سے اور میرے بچوں سے دشمنی نہیں کی ہے۔''

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''جی ہاں، اکابرین یہ کہتے آ رہے ہیں کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور خفیہ آرمی کے افسران اپنی پالیسیاں مرتب کرنے اور ان پر عمل کرنے کے سلسلے میں آزاد اور خود مختار ہیں۔ امریکی حکام کے ماتحت نہیں ہیں۔ اگر وہ جائز یا ناجائز کارروائیاں کرتے ہیں تو ان کے لیے امریکی حکومت جواب دہ نہیں ہے۔''

اسٹین روبن نے کہا۔ ''ان خفیہ آرمی والوں کو کسی طرح بے نقاب کرنا ہوگا۔ ان میں سے ایک بھی دکھائی دے گا تو ہم اسے اپنی مشین میں کیچ کر لیں گے۔ اس کے ذریعے خفیہ آرمی کے تمام افسران تک پہنچ سکیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''وہ لوگ بہت محتاط ہیں۔ پتا نہیں کب تک روپوش رہنے میں کامیاب رہیں گے؟ میں ابھی ان سے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے بات کرتی ہوں۔ تم سب اپنی مشین کی اسکرین پر مجھے دیکھو اور ہماری باتیں سنو۔ ہو سکتا ہے' وہ اپنی کسی غلطی کے باعث اسکرین پر نظر آ جائیں۔''

اکابرین اکثر اپنی کمیونیکیشن مشین کے ذریعے روپوش رہنے والے افسران سے باتیں کیا کرتے تھے۔ سونیا کو کمیونیکیشن مشین کے کوڈ ورڈز معلوم تھے۔ اس نے بہ آسانی رابطہ کر لیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میں سونیا ہوں۔ تمام پردہ نشین افسران سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

تحریری جواب موصول ہوا۔ ''موسٹ ویلکم... بولو.. کیا کہنا چاہتی ہو؟''

اس نے کہا۔ ''تمہارے اکابرین سے سات ماہ پہلے سمجھوتا ہو چکا ہے۔ یہ طے پایا تھا کہ ہم سیارے والوں کے

خلاف متحد رہیں گے اور ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

جواب موصول ہوا۔ "سب سے پہلے یہ سن لو کہ ہم کسی ملک کے اکابرین کو نہیں جانتے۔ امریکی اکابرین سے بھی ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"اس کا کیسے یقین کیا جائے...؟ تم سب امریکی آرمی کے افسران ہو۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی امریکی ہیں پھر یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکا سے لاتعلقی کیوں ظاہر کررہے ہو؟"

"کبھی ہمارا تعلق امریکا سے تھا، اب نہیں ہے۔ ہم نے ہمیشہ کے لیے امریکا کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ ہم وہاں سے بہت دور ایک ملک میں ہیں۔ ہماری آزاد خفیہ تنظیم کا نام "نادیدہ تنظیم" ہے۔ ہم سن رہے ہیں، بول رہے ہیں، دیکھ رہے ہیں لیکن کوئی ہمیں کبھی دیکھ نہیں سکے گا۔ تم کبھی ہمارے سائے تک بھی پہنچ نہیں پاؤ گی۔"

سونیا نے کہا۔ "ایسا دعویٰ پہلی بار نہیں کیا جارہا ہے۔ تم سب نے میری اور فرہاد کی لائف ہسٹری پڑھی ہوگی۔ ہماری زندگی میں درجنوں عداوت رکھنے والے روپوش رہ کر نادیدہ اور پُرسرار بنتے رہے مگر ہم انہیں پاتال سے بھی نکال کرلے آئے۔ ہمیشہ یہ ثابت کرتے رہے ہیں کہ نادیدہ ہستی صرف خدا کی ہے۔ جو خدا بننے کا دعویٰ کرتا ہے' وہ ایک دن ننگا ہوکر سامنے آجاتا ہے۔"

"کام کی بات کرو۔ کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ تم سب امریکی ہو اور امریکا میں ہی ہو۔ اپنے آباؤ اجداد کے ملک سے لاتعلقی ظاہر کرکے چاہتے ہو' تم ہمارے خلاف کچھ کرو تو ہم اکابرین اور امریکا کے خلاف کچھ نہ کریں۔ جوابی کارروائی کے لیے بل میں رہنے والے چوہوں کو ڈھونڈتے رہ جائیں۔ یہ جھوٹ بول کر خوش ہوجاؤ کہ تم نے اپنا ملک چھوڑ دیا ہے۔"

"یقین نہ ہو تو جاؤ... امریکی اکابرین کو اس ملک کے آرمی کیمپوں کو اور وہاں کی تنصیبات کو نقصان پہنچاؤ۔ ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ ہم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

وہ بولی۔ "ابھی ہمارا بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ ہم خوامخواہ اکابرین کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اگر واقعی تمہاری نادیدہ تنظیم ہے تو مجھ سے سمجھوتا کرسکتے ہو۔ دوستانہ معاہدہ کرسکتے ہو کہ ہم ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"سمجھوتا اور دوستی اسی وقت ہوگی' جب تم اور تمہارے بچے روپوش نہیں رہیں گے۔ آزادی سے پہلے کی طرح کسی بھی ملک میں رہیں گے۔"

وہ بولی۔ "تالی دونوں ہاتھوں سے بجاؤ۔ تم بھی روپوش نہ رہو۔"

"سمجھوتا ہم نہیں کرنا چاہتے۔ تم کرنا چاہتی ہو۔ اس لیے مطالبہ ہمارا مانا جائے گا... تمہارا نہیں۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں گر کر سمجھوتا کروں گی؟ تمہارے تیور' تمہارے تخریبی ارادے سمجھ میں آگئے ہیں۔ آج یہ لکھ لو کہ تم لوگوں نے اپنی شامت کو خود پکارا ہے۔ آج سے نیند آئے تب بھی ایک آنکھ سے جاگتے رہو ورنہ بے خبری میں مارے جاؤ گے۔ ویس آل۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ چار یار اس تحریری گفتگو کو اسکرین پر پڑھ رہے تھے۔ سراج سکسینا نے کہا۔ "میڈم، ہماری بہن عالی کے لیے خطرات بڑھ گئے ہیں۔ ہم فور کاسٹ کرنے والی مشین کی اسکرین پر اپنی بہن کو دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ آئندہ کن حالات سے گزرنے والی ہے؟"

سونیا نے کہا۔ "عالی کے بعد بے باک مومن کے مستقبل کے حالات معلوم کرو۔ اس کے لیے بھی خطرہ ہے۔ اگر وہ عالی سے نمٹ نہیں پائیں گے تو بے باک پر چڑھ دوڑیں گے۔"

دس منٹ بعد ہی وہ عالی کو اسکرین پر دیکھنے لگے۔ چار یار وقت کی چھلانگ لگاتے جارہے تھے۔ دوسرے دن عالی اپنی ساس اور نندوں کے ساتھ لنچ کررہی تھی۔ ایمان علی بھی موجود تھا۔ کھانے کے بعد عالی اور اس کی ساس نے کھیر کھائی۔ دو چار چمچ کھاتے ہی ان کی حالت غیر ہوگئی۔

دوسرے انہیں سنبھالنے لگے۔ فوراً ہی طبی امداد دینا چاہتے تھے مگر دیر ہوچکی تھی۔ دونوں کی باچھوں اور ناک سے لہو رسنے لگا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے دم توڑ دیا۔

سونیا نے دکھ سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ "مشین کو آف کرو۔"

فور کاسٹ کرنے والی مشین کی اسکرین تاریک ہوگئی۔ ایک ماں نے دوسری بار اپنی بیٹی کو دم توڑتے دیکھا تھا۔ پہلی بار ایک سیارے والے نے اسے گولی ماری تھی۔ دوسری بار اسے زہر دیا گیا تھا۔

بیٹی کو سیارے والوں سے بچالیا گیا تھا۔ اب چوبیس گھنٹے پہلے موت پھر دستک دے رہی تھی۔ اس نے اپنی مشین کو آن کرکے بیٹی کو دیکھا۔ وہ زندہ سلامت سسرال والوں کے ساتھ بیٹھی ہنس بول رہی تھی۔

سونیا نے کہا۔ "سراج عالی سے کہو' میرے پاس آئے۔"

سراج نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔ "مسز ممابلا رہی ہیں۔"

عالی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "ابھی آتی ہوں۔"

پھر اس نے ساس نندوں سے کہا۔ "آپ باتیں کریں۔ میں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔"

سونیا اپنی مشین کے ذریعے اسے مخاطب کرتی تو اس کی آواز وہاں سب ہی کو سنائی دیتی۔ اس نے اور ایمان علی نے اپنے گھر والوں کو غیر معمولی مشین کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ عالی سونیا کے اندر پہنچ گئی۔

اس نے اسے بتایا کہ چوبیس گھنٹے بعد اس پر پھر جان لیوا حملہ کیا جائے گا۔ دوسرے دن لنچ کے وقت سویٹ ڈش میں زہر ملا دیا جائے گا۔ ابھی اسے فور کاسٹ کرنے والی مشین کی اسکرین پر زہر کھاتے اور دم توڑتے دیکھا گیا ہے۔

عالی نے پوچھا۔ "کچھ معلوم ہوا' کون مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے؟"

"اگر سطحی طور پر سوچا جائے تو تمہاری حویلی کا خانساماں سویٹ ڈش میں زہر ملا سکتا ہے مگر وہ بیچارہ کیوں خوامخواہ دشمنی کرے گا؟ البتہ وہ کسی کا آلۂ کار بن سکتا ہے۔"

ایمان علی نے بیڈ روم میں آکر عالی سے پوچھا۔ "خیریت تو ہے، یہاں خاموش بیٹھی ہو؟"

عالی نے اسے بتایا کہ چوبیس گھنٹے بعد اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ اس کی ساس یعنی ایمان کی والدہ بھی اس زہر سے ماری جائے گی۔ وہ بولا۔ "تم خانساماں کے خیالات پڑھو۔ ہوسکتا ہے کہ دشمن نظروں میں آجائے۔"

وہ اسی لمحے اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات اچھی طرح پڑھے۔ ایک بوڑھی جگن بی پچھلے بیس برسوں سے اس رسوئی گھر کی انچارج تھیں۔ اس کے بھی خیالات پڑھے گئے۔ دونوں ہی بے خبر تھے۔

عالی نے کہا۔ "یہ بیچارے بے قصور ہیں۔ میں یقین سے کہتی ہوں' انہیں جبراً ٹریپ کیا جائے گا اور وہ انجانے میں آلۂ کار بن جائیں گے۔"

ایمان نے کہا۔ "فور کاسٹ کرنے والی مشین کل لنچ کے وقت تک ایک ایک لمحے کی پیش گوئی کرے گی تب ہمیں کچھ معلوم ہوسکے گا۔"

عالی نے چار یار سے کہا۔ "میں کل لنچ کے وقت تک اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

جوزف نے کہا۔ "ہم اپنی بہن کے لیے فکر مند ہیں۔ ابھی یہی دیکھ رہے تھے اور ایک سی ڈی میں تمام مناظر ریکارڈ کررہے تھے۔ اس سی ڈی کو پلے کیا جارہا ہے۔ آپ اپنی مشین کے ذریعے ہماری فور کاسٹ کرنے والی مشین کو دیکھیں۔"

عالی اور ایمان علی اپنی مشین کے ذریعے فور کاسٹ کرنے والی مشین کو دیکھنے لگے۔ جوزف ہارڈی نے کہا۔ "آج رات گیارہ بجے سازش کا علم ہوگا۔"

بوڑھی جگن بی ہر رات گیارہ بجے سے پہلے کام سے فارغ ہوکر حویلی کے پیچھے اپنے کمرے میں چلی جاتی تھی۔ اس رات وہ اپنے کمرے میں آئی تو گھبرا کر چارپائی پر بیٹھ گئی۔

اس نے سہم کر زیرِلب کہا۔ "یہ میرے اندر کون بول رہی ہے؟" پھر اس نے کہا۔ "ہائے اللہ یہ تو میری ہی آواز ہے۔ میں خود کو ذرا سو جانے کے لیے کہہ رہی ہوں مگر ابھی تو مجھے....."

وہ اپنی بات پوری نہ کرسکی۔ بے اختیار لیٹ گئی، ذرا سی دیر میں خود سے غافل ہوتی چلی گئی۔

عالی نے کہا۔ "صاف ظاہر ہے' کوئی اس پر تنویمی عمل کررہا ہے۔"

نجیب خان نے کہا۔ "ہم آج رات ٹھیک گیارہ بجے بوڑھی جگن بی کے اندر رہیں گے تو معلوم ہوجائے گا کہ اس پر کس نوعیت کا تنویمی عمل کیا جارہا ہے؟"

عالی نے کہا۔ "یہ معلوم نہیں ہوسکے گا' کون عمل کررہا ہے؟ ابھی اس نے کہا ہے' وہ اپنے دماغ میں اپنی آواز سن رہی ہے۔"

ایمان علی نے کہا۔ "بے شک، دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی آواز سنا کر ہماری مشین کی گرفت میں نہیں آنا چاہے گا۔ وہ جگن بی کی آواز اور لب و لہجے میں بولے گا۔"

سونیا اپنی مشین کی اسکرین پر کبھی چار یار کو اور کبھی بیٹی داماد کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "عالی تم اور سراج رات گیارہ بجے جگن بی کے اندر رہو گے۔ اس تنویمی عمل کرنے والے پر اپنی موجودگی ظاہر نہ کرنا۔ جب وہ جگن بی کو تنویمی نیند سلا کر چلا جائے تب اس کے بوڑھے دماغ میں یہ بات نقش کردینا کہ وہ اپنے عامل کی مرضی کے مطابق زہر نہیں ملائے گی۔"

عالی نے کہا۔ "میں سمجھ گئی' مجھے کس طرح جگن بی کو اپنے قابو میں رکھنا ہوگا اور دشمن کو فریب دے کر مطمئن کرنا ہوگا۔"

سونیا نے جوزف سے کہا۔ "تم میرے اندر آؤ۔ اب

ہمیں نادیدہ تنظیم کے فولادی قلعے میں شگاف ڈالنا ہی ہوگا۔"

جوزف ہارڈی بہت خوش تھا۔ سونیا اسے زیادہ مخاطب کرتی تھی، اس سے زیادہ کام لیتی تھی اور اسے اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دیا کرتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے تینوں دوستوں کے مقابلے میں زیادہ ذہین، ہنرمند اور مستعد تھا۔

سونیا نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر کہا۔ "تم برین ماسٹر سے کہو، میں یاد کررہی ہوں۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ وہ برین ماسٹر کو بیوی اور بیٹے کے صدمے سے دور رکھنے کے لیے اس پر تنویمی عمل کرچکا تھا۔ برین ماسٹر اس بات سے بے خبر تھا کہ جوزف ہارڈی نے سونیا کے حکم کے مطابق اسے اپنا معمول اور تابع دار بنالیا ہے۔

بہرحال اس نے سونیا کے اندر آکر کہا۔ "یس میڈم! آپ نے مجھے یاد کیا؟"

وہ بولی۔ "ہاں، کچھ عرصہ پہلے تم نے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا تھا۔ کیا ان کی آوازیں اور لب و لہجے یاد ہیں؟"

اس نے کہا۔ "سوری میڈم، وہ تینوں میری گرفت سے نکل گئے تھے۔ امریکیوں نے ان تینوں کو کئی دنوں تک کوما میں رکھا اور بعد میں ان کی آواز اور لب و لہجہ بدل دیے تھے۔"

"ایک غیر معمولی سماعت رکھنے والا شخص آڈی مین تمہارا ماتحت تھا۔ وہ آج کل کہاں ہے؟"

"وہ واشنگٹن میں ہے۔ وہ پانچ کلومیٹر کے فاصلے تک کسی کی بھی آواز سن لیتا ہے۔ اس نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہیں بولتے سنا تھا۔ اس کے بعد مجھے ان کے قریب پہنچا دیا تھا۔"

"خفیہ آرمی کے افسران نے خود کو نادیدہ تنظیم کا نام دیا ہے۔ تم آڈی مین کے ذریعے انہیں تلاش کرو۔"

"میڈم میں اسے حکم دے چکا ہوں، وہ روپوش رہنے والوں کی آوازیں سننے کے لیے ہی واشنگٹن پہنچا ہے۔ پورے شہر میں گھومتا پھرتا ہے۔ جس پر شبہ ہوتا ہے، اس کے پاس پہنچ جاتا ہے پھر مجھے اس کا پتا ٹھکانا بتاتا ہے۔"

"کچھ بات بنی؟"

"ابھی تک نہیں بنی ہے مگر امید ہے، ہم جلد ہی کسی مطلوبہ شخص تک پہنچ جائیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "دشمن تمہیں ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔ تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ آڈی مین جلد سے جلد نادیدہ تنظیم کے کسی بھی شخص کی آواز سن لے اور ہمیں اس کے ٹھکانے تک پہنچا دے۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ میں ابھی اس سے رابطہ کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ لگا رہوں گا تو جلد کامیابی حاصل ہوگی۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔ مزید خیال خوانی کرنے والوں کی ضرورت ہوگی تو میرے آدمی تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔"

پھر برین ماسٹر چلا گیا۔ سونیا نے جوزف سے کہا۔ "ابھی تم بے باک موسن کو مستقبل کے آئینے میں دیکھو۔"

فورکاسٹ کرنے والی مشین آن ہوگئی۔ بڑی سی اسکرین پر بے باک اپنی بیوی اینا کے ساتھ نظر آنے لگا۔ اینا اپنی ماں اور بھائی کی موت پر غمزدہ رہتی تھی۔ بے باک نے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے صدمہ کم کیا تھا۔ اس کے ساتھ مسرتوں بھری ازدواجی زندگی گزار رہا تھا۔

اسٹین روبن مشین کو آپریٹ کررہا تھا۔ وقت کی چھلانگ لگاتا جارہا تھا۔ ٹھیک دو ماہ بعد مشین رک گئی۔

اسٹین روبن نے کہا۔ "میڈم! اس مشین کی کارکردگی میں فرق آرہا ہے۔ یہ دو ماہ تک کے تمام حالات کو پیش کرتی ہے پھر رک جاتی ہے۔"

نجے خان نے کہا۔ "پہلے یہ چھ ماہ تک کی پیش گوئی کرتی تھی مگر اب اس کی توانائی گھٹتی جارہی ہے۔ ہم اس کی خرابی دور کرنے کی کوششیں کررہے ہیں۔"

جوزف نے کہا۔ "امید ہے، ہم جلد ہی اس کی خرابیاں معلوم کرلیں گے۔ اس کی توانائی بڑھ جائے گی پھر یہ چھ ماہ تک کے حالات دکھا سکے گی۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ ہمارے بہت کام آرہی ہے۔ اس پر توجہ دو۔ اس کی خوبیوں اور خرابیوں کے بارے میں پوری معلومات حاصل ہونی چاہیے۔"

"اس کے لیے لازمی ہے کہ ہم کچھ عرصے تک اسے استعمال نہ کریں۔ ایک ایک پرزے کو کھول کر معلوم کریں کہ کون سا پرزہ ناکارہ ہورہا ہے؟ اس کے علاوہ ہمیں متبادل پرزوں کا اسٹاک بھی رکھنا ہوگا۔"

وہ بولی۔ "چند ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے استعمال نہ کرو۔ پہلے اسے ہر پہلو سے درست کرو۔ جتنے بھی دن لگیں، لگنے دو۔ پوری ہنرمندی سے اسے دوبارہ کام کے قابل بناؤ۔"

ویسے بے باک موسن کے متعلق یہ معلوم ہوچکا تھا کہ اگلے دو ماہ تک کوئی دشمن اس کے لیے مسئلہ نہیں بنے گا۔ جب اس مشین کی خرابی دور ہوجائے گی اور اس کی توانائی اور کارکردگی بڑھ جائے گی تو اس مشین سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جائے گا۔

رات گیارہ بجے سے پہلے ہی عالی اور سراج خیال خوانی کے ذریعے نجمی بی کے اندر پہنچ گئے۔ مشین نے جو وقت بتایا تھا، ٹھیک اسی وقت وہ اپنے کمرے میں پہنچی تھی اور اپنے اندر اپنی ہی آواز سن کر ایکدم سے گھبرا کر چارپائی پر بیٹھ گئی تھی۔

عالی اور سراج سمجھ گئے کہ وہ خود نہیں بیٹھی تھی بلکہ کسی عامل نے اسے بٹھا دیا تھا پھر اس کے بعد اسے لٹا دیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد ہی گہری نیند میں ڈوب گئی تھی۔ اس کے اندر بولنے والا بہت ہی شاطر تھا۔ اپنی آواز اور لب و لہجہ نہیں سنا رہا تھا اور نجمی بی کی آواز میں ہی اس پر تنویمی عمل کررہا تھا۔

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ دشمن نے غیر معمولی مشین کے ذریعے زرد رنگ کے لباس میں چھپ کر عالی کے سسرال والوں کو اور ملازموں کو دیکھا تھا پھر آلۂ کار بنانے کے لیے نجمی بی کو منتخب کیا تھا۔ اب اس کے ذہن میں یہ نقش کیا جارہا تھا کہ وہ دوسرے دن کھیر میں زہر ملائے گی۔

عامل نے یہ بھی کہا کہ زہر کی ایک چھوٹی سی شیشی اس کے تکیے کے نیچے ہے۔ وہ دوسرے دن خانساماں سے نظریں بچا کر اس شیشی سے چند قطرے کھیر میں ٹپکا دے گی۔

پھر عامل نے اسے صبح تک گہری نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ عالی اور سراج اس کے اندر سے نکل آئے۔ اس نے سراج سے کہا۔ "تم جاؤ، باقی کام میں کرلوں گی۔ ضرورت ہوگی تو تمہیں بلاؤں گی۔"

وہ چلا گیا۔ عالی نے ایمان کو تنویمی عمل کے متعلق بتایا پھر کہا۔ "ہم کل کھانے کے وقت تک دشمن کو خوش فہمی میں مبتلا رکھیں گے۔ تم چپ چاپ نجمی بی کے کمرے میں جاؤ۔ وہ گہری نیند میں ہے۔ عامل دوبارہ اپنی تسلی کے لیے آئے گا تو اس کے خوابیدہ خیالات پڑھ کر مطمئن ہوجائے گا۔ نجمی بی کی بند آنکھوں کے باعث وہ آپ کو وہاں آتے نہیں دیکھے گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم چاہتی ہو، میں زہر کی وہ شیشی بدل دوں۔"

"جی ہاں، آپ بالکل ویسی ہی دوسری شیشی میں گلاب کا عرق ڈال کر نجمی بی کے سرہانے رکھ دیں۔"

عالی کے مشورے کے مطابق یہی کیا گیا۔ دوسرے دن نجمی بی نے تنویمی نیند سے بیدار ہوکر غسل کیا پھر بے اختیار تکیے کے نیچے سے شیشی کو نکال کر اپنے گریبان میں چھپا لیا۔ ایسے وقت اس عامل نے ضرور اس کے اندر آکر اطمینان کیا ہوگا کہ وہ بوڑھی معمولہ وہی کررہی ہے جو اس کے دماغ میں نقش کیا گیا ہے۔

دوپہر کو کھانے کا وقت ہوا تو خانساماں میز پر ڈشیں لاکر رکھنے لگا۔ ایسے وقت نجمی بی کچن میں تنہا تھی۔ اس شیشی کو گریبان سے نکال کر کھیر میں چند قطرے ٹپکا رہی تھی۔ یقیناً عامل بھی یہ دیکھ کر مطمئن ہورہا ہوگا۔

نادیدہ تنظیم کے تین افسران زرد رنگ میں چھپے مشین کی اسکرین پر نجمی بی کو دیکھ رہے تھے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے لف گائی نے بتایا تھا کہ اس نے کس طرح نجمی بی کو ٹریپ کیا ہے اور وہ آئندہ عالی کے حلق تک کس طرح زہر پہنچائے گی؟

لف گائی نے ان افسران سے جو کہا تھا، وہی ہورہا تھا۔ زہریلی ڈش کھانے والوں کے درمیان پہنچ گئی تھی۔ تجسس یہ تھا کہ اس ڈش کو سب سے پہلے عالی چکھے گی یا نہیں...؟

یہ اندیشہ تھا کہ عالی سے پہلے کوئی اسے کھانے کے بعد مرے گا تو بھید کھل جائے گا۔

تجسس میں مبتلا رہنے والے افسران نے دیکھا۔ عالی نے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سویٹ ڈش کو اٹھا لیا تھا۔

ایسے وقت سونیا نے کیمونیکیشن مشین کے ذریعے ان افسران کو مخاطب کیا۔ "ہائے... تم بھی دیکھ رہے ہو۔ میں بھی دیکھ رہی ہوں۔ میری بیٹی نے زہریلی کھیر اپنی پلیٹ میں لی ہے۔ خوش ہورہے ہو ناں؟"

سونیا کی تحریر پڑھ کر تمام افسران چونک کر ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ ان کی آنکھیں سوال کررہی تھیں، سونیا کو کیسے معلوم ہوگیا کہ اس کی بیٹی کے حلق سے زہر اترنے والا ہے؟ اور معلوم ہوگیا ہے تو وہ بیٹی کو زہر کھانے سے کیوں نہیں روک رہی ہے؟

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکرین پر عالی کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے اپنی ساس کی پلیٹ میں بھی کھیر ڈالی تھی پھر دونوں نے ایک ایک چمچ کھانے کے بعد کہا۔ "بڑی لذیذ کھیر ہے۔ گلاب کی خوشبو آرہی ہے۔"

وہ خانساماں کی تعریف کرکے کھیر کھاتی جارہی تھیں۔ لف گائی نے افسران سے کہا تھا کہ وہ زہر سریع الاثر ہے۔ عالی اسے منہ میں رکھتے ہی دوسری سانس نہیں لے سکے گی۔

سونیا نے کیمونیکیشن مشین کے ذریعے کہا۔ ''ہیلو! یہ میں ہوں۔ آج تمہارے مذموم ارادوں اور منصوبوں تک پہنچ رہی ہوں۔ کل تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی... وِش یو آل۔''

مشین خاموش ہوگئی۔ افسران بری طرح جھنجلا رہے تھے۔ انہوں نے کیمونیکیشن مشین کے ذریعے لف گائی سے پوچھا۔ ''یہ کیا ہو گیا؟ تم نے زہر دیا تھا، وہ قطرے آبِ حیات کیسے بن گئے؟''

لف گائی خانساماں کے اندر رہ کر عالی کو زندہ سلامت دیکھ رہا تھا۔ حیران ہو رہا تھا۔ وہ تمام افسران اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے نہیں آتے تھے۔ اپنی آواز بھی نہیں سناتے تھے۔ صرف کیمونیکیشن مشین کے ذریعے باتیں کرتے تھے۔

لف گائی اپنی مشین کے ذریعے بولا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا' زہر نے اثر کیوں نہیں کیا؟ آپ یقین کریں۔ ایک ہی بات دماغ میں گونج رہی ہے' ان مسلمانوں کے پاس روحانی عمل کا زبردست جادو ہے۔ یہ جادو کے ذریعے ہمارے منصوبوں تک پہنچ جاتے ہیں۔''

ایک افسر نے کہا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا' یہ عورت کیا بلا ہے؟ ہمیں یقین ہے' تم نے اس کے حلق تک زہر پہنچانے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی ہے مگر ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے۔''

لف گائی نے کہا۔ ''کوئی کام کی بات ہے تو حکم کریں۔ میں ابھی دوسرا حملہ کروں گا۔''

''اب اِدھر کا رُخ بھی نہ کرنا ورنہ جان سے جاؤ گے۔ جو بات سمجھ میں آ رہی ہے' وہ یہ ہے کہ تم سونیا کی نظروں میں آ گئے ہو۔''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''وہی کہہ رہا ہوں' جو عقل سمجھا رہی ہے۔ میں روحانی عمل کو یا جادو کو نہیں مانتا۔ سونیا تمہیں اپنی مشین کے ذریعے دیکھ لیتی ہے۔ ہو سکتا ہے' اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے دماغ تک پہنچ نہ پاتے ہوں لیکن اس عورت نے مشین کی اسکرین پر تمہیں خیال خوانی کرتے اور اس بوڑھی پر تنویمی عمل کرتے دیکھا ہے۔ اس نے اسکرین پر زہر کی شیشی بھی دیکھی اور اسے بڑی مکاری سے بدل دیا۔''

دوسرے افسران تائید میں سر ہلانے لگے۔ وہ لف گائی سے کہہ رہا تھا۔ ''ہم صرف تین افسران ایک دوسرے کے روبرو آتے ہیں اور تنہائی میں باتیں کرتے ہیں۔ باقی یوگا جاننے والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے افسران سے کیمونیکیشن مشین کے ذریعے گفتگو کرتے ہیں۔ ہماری یہ احتیاطی تدابیر کام آ رہی ہیں۔ اگر ہم براہِ راست گفتگو کرتے تو وہ عورت اب تک ہمیں فنا کر چکی ہوتی۔''

وہ بولا۔ ''اگر میں سونیا کی نظروں میں آ چکا ہوں تو یہ میری بدنصیبی ہے۔ آپ بتائیں' موجودہ حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارا سرمایہ ہو۔ بہت مضبوط ہتھیار ہو۔ ہم تم میں سے کسی کو بھی کھونا نہیں چاہیں گے۔ فی الحال تم ہم سے دور ہو جاؤ۔ کچھ عرصے تک کسی دوسرے ملک میں جا کر رہو۔''

''آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ ہم نے سونیا کی اکلوتی بیٹی کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہا۔ وہ ایسی جان لیوا دشمنی کے باوجود چپ ہے۔ اس نے نہ تو انتقامی کارروائی کی ہے' نہ آئندہ ہمیں نقصان پہنچانے کی دھمکی دی ہے۔''

''واقعی اس نکتے پر غور کرنا چاہیے کہ وہ فی الحال انتقامی کارروائی کیوں نہیں کر رہی ہے؟ ہاں مگر اس نے دھمکی دی ہے کہ آج وہ ہمارے منصوبوں تک پہنچ رہی ہے' کل ہماری شہ رگ تک پہنچ جائے گی... کل مستقبل قریب بھی ہو سکتا ہے۔ مستقبل بعید بھی ہو سکتا ہے اور یہ کل... آنے والا کل بھی ہو سکتا ہے۔ اب تو یہی دھڑکا لگا رہے گا کہ پتا نہیں وہ آج یا کل کیا کرنے والی ہے؟ بہرحال تم آج ہی اس ملک سے کہیں دور چلے جاؤ۔''

لف گائی نے کیمونیکیشن مشین بند کر دی۔ وہ اپنی عارضی رہائش گاہ میں تھا۔ ہمیشہ ہی اس کی رہائش گاہ عارضی ہوتی تھی۔ وہ کبھی ضرورت اور کبھی حالات سے مجبور ہو کر جگہ بدلتا رہتا تھا۔

اس وقت بھی وہ مکان ہی نہیں' اپنے آباؤ اجداد کا ملک بھی چھوڑ کر جانے والا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے سوئٹزر لینڈ جانے کے لیے ایک فلائٹ میں سیٹ حاصل کی پھر اپنے سفری بیگ میں ضروری سامان رکھنے لگا۔ اسی وقت اس کی داشتہ واش روم سے باہر آ کر اس سے لپٹ گئی۔ ''تم تو اپنا کمرا بند کیے سو رہے تھے۔ اب جاگتے ہی پیکنگ کیوں کر رہے ہو؟''

وہ دوسرے کمرے میں نادیدہ تنظیم کے افسران سے باتیں کر رہا تھا۔ اپنا سیکرٹ کرائے پر آنے والی عورتوں کو نہیں بتاتا تھا۔ اس نے کہا۔ ''میرے سونے جاگنے اور آنے جانے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔''

وہ بولی۔ ''تم بہت اچھے ہو۔ منہ مانگی رقم سے بھی زیادہ دیتے ہو۔ تمہیں یوں اچانک نہیں جانے دوں گی۔ مجھے بھی ساتھ لے چلو یا پھر یہاں عیش کرو۔''

''مجھے تو جانا ہے۔ تم روک سکتی ہو تو روک لو۔''

وہ اسے روکنے کے لیے بڑے جذباتی انداز میں بھڑکانے لگی۔ وہ بولا۔ ''واقعی تم آگ کی طرح دہکا دیتی ہو۔ بیڈ پر چلو... میں آتا ہوں۔''

وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر اسے دعوت دینا چاہتی تھی مگر ہاتھ پھیلا نہ سکی۔ آنکھیں بند ہو گئیں پھر وہ گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔ اس نے قریب آ کر اس کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''تم آگ لگانے کے لیے پیدا ہوئی ہو اور میں بجھانے کے لیے... ویل اسی طرح بجھی رہو۔''

وہ اپنا بیگ اٹھا کر باہر آ گیا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ائیرپورٹ کی طرف جانے لگا۔ اب سے تھوڑی دیر پہلے آڈی مین اس کی رہائش گاہ کے قریب سے گزر رہا تھا۔ اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے اس کی آواز سن کر سوچنے لگا۔ ''یہ آواز پہلے بھی سن چکا ہوں۔ مجھے اچھی طرح سننا چاہیے۔''

اس نے کار ایک طرف روک دی۔ توجہ سے سننے لگا۔ اس وقت لف گائی اپنی داشتہ سے کہہ رہا تھا۔ ''میرے سونے جاگنے اور آنے جانے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔''

جواباً اس حسینہ کی باتیں سنائی دے رہی تھیں۔ آڈی مین بڑی توجہ سے لف گائی کی باتیں سن رہا تھا۔ کچھ یوں لگ رہا تھا' جیسے سنی ہوئی آواز ذرا بدل گئی ہے۔ لب و لہجے میں تبدیلی آ گئی ہے۔ اس نے ذرا چونک کر سوچا۔ ''یہ تو ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے لف گائی سے ملتی جلتی آواز ہے۔''

وہ اس رہائش گاہ کی طرف دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی لف گائی سفری بیگ اٹھائے باہر گلی میں آیا تھا۔ ایک ٹیکسی کو روک کر کہیں جا رہا تھا۔ آڈی مین نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے فون کے ذریعے.... برین ماسٹر کو مخاطب کیا اور اسے لف گائی کے متعلق بتانے لگا۔

برین ماسٹر.... نے مشین کی اسکرین پر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اب تک تم نے کتنے ہی لوگوں پر شبہ کیا پھر پتا چلا' وہ ہمارے مطلوبہ افراد نہیں ہیں۔ بہرحال اسے بھی دیکھ لیتے ہیں۔''

لف گائی ائیرپورٹ پہنچا تو آڈی مین تیزی سے چلتا ہوا آ کر اس سے ٹکرا گیا پھر بولا۔ ''سوری، مجھے جلدی ہے۔ واش روم جا رہا ہوں... ویری ویری سوری۔''

وہ دوڑنے کے انداز میں واش روم کی طرف جانے لگا۔ یوں اس کے قریب آنے سے لف گائی واضح طور پر اسکرین پر دکھائی دینے لگا..... برین ماسٹر اسے اپنی مشین میں سیو کر رہا تھا۔ اس کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے مشین کو آپریٹ کر رہا تھا۔ مشین لف گائی کو ٹریس کرنے لگی۔ اس کی اصلیت کا سراغ لگانے لگی۔

سیارے والوں نے بڑی خطرناک مشین ایجاد کی تھی۔ اس کی اسکرین پر جس کی بھی تصویر نظر آتی تھی۔ وہ اس کی اصلیت اس کا نام اور پتا ٹھکانا بتا دیتی تھی..... برین ماسٹر کو معلوم ہوا کہ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا لف گائی ہے اور ابھی ایک فلائٹ سے سوئٹزر لینڈ جا رہا ہے۔

اس نے خوش ہو کر سونیا کو مخاطب کیا۔ ''میڈم! ہم نے بازی مار لی۔ اپنی اسکرین پر نادیدہ تنظیم کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے لف گائی کو دیکھیں۔''

سونیا اسے اسکرین پر دیکھ رہی تھی۔ وہ بورڈنگ کارڈ لے کر ویٹنگ روم کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی ہدایت پر چار یار بھی اسے دیکھنے لگے۔ وہ بولی۔ ''فور کاسٹ کرنے والی مشین سے معلوم کرو' آئندہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

وہ بڑی سی اسکرین پر نظر آنے لگا۔ ایک گھنٹے بعد طیارے میں بیٹھا میگزین کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ سراج نے کہا۔ ''میڈم ہم سفر کے دوران اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ اپنا تابع دار بنا سکتے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''یہ نہ بھولو' نادیدہ تنظیم کے افسران اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وقتاً فوقتاً مشین کے ذریعے دیکھتے ہوں گے۔''

جوزف ہارڈی نے کہا۔ ''بے شک، وہ لوگ لف گائی کو اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوتے دیکھیں گے تو اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے خیالات پڑھنے کا حکم دیں گے۔ یوں انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم اسے ٹریپ کر رہے ہیں۔''

وہ بولی۔ ''اور انہیں یہی معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ اسے بڑے آرام سے' بڑے صبر سے اپنا تابع دار بنایا جائے گا۔

اس کے بعد اسے چھپائے رکھنے کا مسئلہ درپیش ہوگا۔ ہم اسے چوبیس گھنٹے سر سے پاؤں تک زرد رنگ میں چھپا کر نہیں رکھ سکیں گے۔ وقت کی چھلانگ لگاؤ اور دیکھو، آئندہ وہ ہم کیا کرنے والے ہیں اور اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟"

وہ مشین کو آپریٹ کرتے ہوئے ہر چھ گھنٹے کی چھلانگ لگانے لگے... پہلے چھ گھنٹے بعد برین ماسٹر نے کہا۔ "میڈم ٹف گائی سوئٹزر لینڈ پہنچنے والا ہے اور میں وہاں سے پچیس کلو میٹر دور ایک پہاڑی علاقے میں ہوں۔ میرے کاٹیج کو باہر سے زرد رنگ کا پینٹ کیا جائے گا تو تمام غیر معمولی مشینوں کی اسکرین پر وہ کاٹیج نظر نہیں آئے گا۔ جس طرح ہم زرد رنگ کے لباس میں چھپ جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ کاٹیج بھی دشمنوں کی مشینوں سے اوجھل ہو جائے گا پھر ٹف گائی کو یہاں لا کر چھپایا جا سکے گا۔"

لہٰذا اس حکمتِ عملی پر عمل کیا گیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس جو سوئٹزر لینڈ میں تھے۔ سونیا نے انہیں...... برین ماسٹر کے خفیہ کاٹیج کا پتا بتاتے ہوئے ہدایت کی کہ جتنی جلدی ممکن ہو، اس کاٹیج کو زرد رنگ میں رنگ دیں۔ کھڑکیاں، دروازے، برآمدے کے فرش اور لکڑی کے تمام ستونوں پر زرد رنگ چڑھا دیا جائے۔

وہ کاٹیج گھنے درختوں کے جھنڈ میں چھپا ہوا تھا۔ وہاں سے شاذ و نادر ہی کسی کا گزر ہوتا تھا۔ سونیا کی ہدایت کے مطابق عمل ہونے لگا۔ انہوں نے مزید چھ گھنٹے بعد دیکھا۔ ٹف گائی سوئٹزر لینڈ کے ایک ہوٹل میں تھا۔ اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔

اس وقت الپا ٹیلی پیتھی کے ذریعے سونیا سے کہہ رہی تھی۔ "...... برین ماسٹر ابھی ٹف گائی پر تنویمی عمل کر رہا ہے۔ میں بھی اس کے اندر جا رہی ہوں۔ جس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا جائے گا' اس کا علم ہمیں بھی ہونا چاہیے۔"

سونیا نے کہا۔ "بے شک، اگرچہ جوزف ہارڈی نے ...... برین ماسٹر کو ہمارا تابع دار بنا لیا ہے پھر بھی اس پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔"

اگلے بارہ گھنٹوں کے بعد سونیا نے چار یار سے کہا۔ "میری اسکرین پر برین ماسٹر کا کاٹیج نظر نہیں آ رہا ہے۔"

جوزف نے کہا۔ "وہ کاٹیج ہر طرف سے زرد رنگ میں رنگا جا چکا ہے۔ ہماری اسکرین پر نظر آ رہا ہے۔ سیارے کی کسی مشین کے ذریعے دکھائی نہیں دے گا۔"

یہ سب کچھ ایسا تھا جیسے ایک طویل خواب دیکھا گیا ہو کیونکہ ابھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ آئندہ چھتیس گھنٹوں میں منصوبے کے مطابق عمل کر کے وہ نتائج حاصل کیے جا سکتے تھے، جس کی پیش گوئی فورکاسٹ کرنے والی مشین نے کی۔

یوں سونیا ان نادیدہ افسران کے مقابلے میں پہلی بڑی کامیابی حاصل کرنے والی تھی۔

اس نے چھ گھنٹے بعد وہی سب کچھ دیکھا۔ الپا آ کر کہہ رہی تھی۔ "مما:... برین ماسٹر ابھی ٹف گائی پر تنویمی عمل کر رہا ہے۔ میں بھی اس کے اندر جا رہی ہوں۔ جس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ٹف گائی کے دماغ کو لاک کیا جائے گا' اس کا علم ہمیں بھی ہونا چاہیے۔"

سونیا نے کہا۔ "بے شک، اگرچہ جوزف ہارڈی نے برین ماسٹر کو ہمارا تابع دار بنا لیا ہے پھر بھی اس پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔"

اگلے بارہ گھنٹوں کے بعد برین ماسٹر کا کاٹیج زرد رنگ کے باعث غیر معمولی مشین کی اسکرین سے غائب ہو چکا تھا۔ برین ماسٹر اور ٹف گائی آئندہ وہاں چھپ کر رہنے والے تھے۔

دوسری طرف نادیدہ تنظیم کے افسران نے کسی ضرورت سے ٹف گائی کو کمیونیکیشن مشین کے ذریعے مخاطب کیا تو انہیں کوئی جواب نہ ملا۔ انہوں نے مشین کی اسکرین پر اسے تلاش کیا۔ سادہ اسکرین پر تحریر اُبھرنے لگی۔ "ہی از نو ویئر... ناٹ ٹریس ایبل۔"

اس افسر نے مشین کو بند کر کے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ اچانک اسے موت آ گئی ہے اور وہ دنیا سے نابود ہو گیا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "کوئی گڑبڑ ہے۔ کسی نے اسے ٹریپ کیا ہے اور زرد رنگ کے لباس میں چھپا دیا ہے۔"

"ایسا تو سونیا ہی کر سکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹف گائی اس کے شکنجے میں آ گیا ہے۔"

"ہم سونیا سے پوچھ نہیں سکتے' اگر اس نے ایسا نہ کیا... تو اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ایک اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔"

"بے شک، ہم اسے اپنی کوئی کمزوری نہیں بتائیں گے۔"

سونیا خاموش تھی۔ اس نے ٹف گائی کے متعلق ان سے کوئی بات نہیں کی۔ اتنی بڑی کامیابی حاصل کر کے چپ چاپ انہیں اُلجھا رہی تھی۔ وہ یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ اس کی موت واقع ہو چکی ہے۔ وہ کہیں بھی جا کر مرتا تو اس کے

پاسپورٹ کے مطابق واشنگٹن میں اطلاع پہنچائی جاتی اور ایسی کوئی اطلاع اب تک واشنگٹن نہیں پہنچی تھی۔

یہ سونیا کا نفسیاتی حملہ تھا۔ وہ ان پردہ نشینوں کو ذہنی طور دباؤ میں لارہی تھی۔

☆☆☆

میری زندگی ہنگاموں سے بھرپور رہی۔ اب یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ میں ایک طویل عرصے تک آرام سے بیٹھا رہ جاتا اور صرف سونیا زندگی کے کٹھن حالات سے نبرد آزما رہتی۔

اب میرے حالات بدلنے والے تھے۔ سونیا کا خیال تھا' میرے لیے پیچیدہ حالات پیدا نہیں ہوں گے۔ اس لیے میرے مستقبل کا حال جاننا ضروری نہیں تھا۔ وہ کبھی کبھی مجھ سے رابطہ کرتی تھی۔ مختصری بات کرتی اور مجھے خیر خیریت سے دیکھ کر مطمئن ہوجاتی تھی۔

اس نے میری اور ندا کی شادی کے دن مجھے شادی کی مبارکباد دی۔ میں نے ندا کو اس مشین کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔

سونیا نے مجھ سے کہا۔ ''تم ایک عام بزنس مین کی طرح گھریلو اور معاشرتی زندگی گزار رہے ہو۔ یہ مشین بھی تمہارے لیے مسائل پیدا کرسکتی ہے۔ تم ہماری سازشی دنیا کی ہیرا پھیری کو نہیں سمجھتے۔ نادیدہ تنظیم والے کبھی اپنی مشین پر تمہیں دیکھ سکتے ہیں۔ تمہاری پُرسکون زندگی میں ہلچل پیدا کرسکتے ہیں۔''

میں اس غیر معمولی مشین کو آپریٹ کرتا رہتا تھا۔ اس سے مجھے مفید معلومات حاصل ہوتی تھیں۔ یہ معلوم ہوا تھا کہ بابا صاحب کا ادارہ دینِ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ سونیا اور میرے ہم نام فرہاد کو ادارے کے اہم ستون کی حیثیت حاصل ہے۔

مجھے یورپ' امریکا کے اکابرین اور سیارے والوں کے متعلق بھی خاصی معلومات حاصل ہوچکی تھیں۔ سونیا کی عجیب و غریب دنیا اچھی لگتی تھی۔ اس لیے اس مشین کے ساتھ بڑی ہی دلچسپی سے وقت گزارتا تھا۔

سونیا نے کہا۔ ''سیارے سے آنے والا جمال احمد تمہاری بیٹی کے ساتھ ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس سے یہ مشین لے لی گئی ہے۔ وہ کبھی دشمنوں کی نظروں میں نہیں آئے گا۔ میں چاہتی ہوں' تم وہ مشین میرے حوالے کردو۔ ان جھمیلوں سے دور ہوجاؤ۔ ندا کے ساتھ چین و آرام سے زندگی گزارو۔''

میں نے کہا۔ ''میں تمہاری کسی بات سے انکار نہیں کروں گا۔ یہ مشین نہ رہے تب بھی خیال خوانی کے ذریعے اپنے آس پاس ہونے والی سازشوں سے باخبر رہوں گا مگر اس سے دلچسپی کی ایک ہی وجہ ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''وہ وجہ کیا ہے؟''

''میرا دل کہتا ہے' میں اس کی اسکرین پر کسی دن تمہارے فرہاد کو ڈھونڈ نکالوں گا۔''

''میں تمہارے جذبات کی قدر کرتی ہوں مگر میں یہ نہیں چاہتی کہ تم دشمنوں کی نظر میں آجاؤ۔ وہ اس مشین کو حاصل کرنے کے لیے تمہاری ندا کو' تمہاری بیٹی نہی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تمہاری جان کے دشمن بن سکتے ہیں۔''

''تم دُرست کہتی ہو۔ یہ مشین لے جاؤ۔ میں خیال خوانی کے ذریعے فرہاد علی تیمور کو تلاش کرتا رہوں گا۔''

''خدا تمہاری کوششوں میں تمہیں کامیاب کرے۔ میرا ایک کارکن ایک گھنٹے کے اندر تمہارے پاس آئے گا۔ وہ مشین اس کے حوالے کردو۔''

بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس لاہور میں تھا۔ وہ میرے پاس آگیا۔ کبھی میں اس ادارے کے ایک ایک جاسوس کو اچھی طرح جانتا تھا مگر اس وقت وہ میرے لیے اجنبی تھا۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے۔ سونیا نے مشین کے ذریعے اسے دیکھا پھر مجھ سے کہا۔ ''یہ میرا کارکن ہے۔ مشین اسے دے دو۔''

ہمارا یہ فیصلہ دُرست تھا۔ مجھے چین و آرام سے زندگی گزارنے کے لیے اس مشین سے اور ان لوگوں کے تمام معاملات سے دور رہنا چاہیے تھا۔ سونیا کا ماتحت مشین لے کر چلا گیا۔

یہ بیان کرتے ہوئے عجیب سا لگتا ہے کہ میں نے اس عمر میں ایک جوان لڑکی سے شادی کی تھی۔ ماضی کو بھولنے کے باعث یہ بھول گیا تھا کہ اب تک کتنی شادیاں کرچکا ہوں؟ گرہستی اور اولاد کے حساب سے آمنہ اور سونیا میری دو ہی بیویاں تھیں اور ان دونوں سے میری اولادیں تھیں۔

یہ میری بدنصیبی تھی کہ ان سب سے محروم ہوچکا تھا۔ سونیا سے رابطہ ہونے کے باوجود اسے پہچان نہیں پارہا تھا۔

ان حالات میں تقدیر نے ندا کو میری شریکِ حیات بنادیا تھا۔ اس کے دل میں یہ ارمان تھا کہ ہنی مون کے لیے سوئٹزر لینڈ جائیں لیکن وہ ہیڈ آفس کو جنرل منیجر کے حوالے کرکے ہنی مون منانا نہیں چاہتی تھی۔

جب میں نے سوئٹزر لینڈ جانے کے لیے اس کے سامنے ٹکٹ اور پاسپورٹ لاکر رکھا تو اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''یہ آپ کیا کررہے ہیں؟ کیا ہم اتنے بڑے کاروبار سے غافل ہوکر پرائے ملک میں خوشیاں منائیں گے؟''

میں نے کہا۔ ''تم جوان ہو۔ ایسے کاروبار اور ایسی دولت کا کیا فائدہ کہ میں تمہاری تمام خواہشات پوری نہ کرسکوں۔ چلو سامان پیک کرو۔ ٹکٹ واپس نہیں ہوں گے۔''

''مگر بزنس کے کچھ معاملات ایسے ہیں' جنہیں میں ہی یہاں رہ کر سنبھال سکتی ہوں۔''

''ہمارا جنرل منیجر تم سے زیادہ تجربہ کار ہے۔ ہم دونوں اس پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ بحث نہ کرو۔ تیاری کرو۔ کل صبح نو بجے کی فلائٹ ہے۔''

جنرل منیجر واقعی قابلِ اعتماد تھا۔ میں کبھی کبھی اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہوجاتا تھا۔ ہم دوسرے دن کی شام جنیوا پہنچ گئے۔ اتفاق سے وہی کاٹیج کرائے پر لیا' جس میں کبھی ثنا (نوی کرسٹل) کے ساتھ مختصر سے ازدواجی زندگی گزار چکا تھا۔ اسی کاٹیج کے ایک کمرے میں ڈرامائی طور پر میری موت ہوئی تھی۔ سونیا کے سوا سب ہی کو یقین ہوگیا تھا کہ میں مرچکا ہوں۔

میں نے اس کاٹیج کے اندر آکر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ایسا لگتا ہے' جیسے پہلے بھی یہاں آچکا ہوں۔''

ندا نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔ ''آپ بزنس کے معاملات میں پتا نہیں کتنی بار جنیوا آچکے ہیں۔ آپ کی یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔ خوانخواہ اُلجھا نہ کریں۔''

ندا نے اپنے پیار میں اُلجھالیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ سونیا اس وقت اسکرین پر ہمیں دیکھ رہی ہے۔ ایسی رازدار تنہائی کا منظر دیکھنا نہیں چاہیے۔ یہ اخلاقاً جائز نہیں ہے لیکن وہ کچھ دیکھ کر رک گئی تھی۔

میں پیار میں ندا کو جس طرح برت رہا تھا۔ وہ انداز سونیا کے اندر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ ''یہی میرا فرہاد ہے... یہی میرا مرد ہے... یہ اسی طرح ایک ایک بچے کے ساتھ عشق کے کتب کو کھنگالتا ہے۔ میں برسوں سے دن رات اس کی تنہائیوں کی رازدار رہی ہوں۔ یہ دنیا سے چھپ سکتا ہے' مجھ سے نہیں چھپ سکتا۔''

اس نے مشین کو آف کردیا۔ سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ دھڑکنیں بے ترتیب ہورہی تھیں۔ دل کا پاگل پن کہہ رہا تھا' ابھی اُڑ کر میرے پاس چلی آئے مگر عقل کہہ رہی تھی کہ اچھا ہوا' ابھی اس سے دور ہوں۔ اب یقین ہوچکا ہے۔ میں اور زیادہ محتاط رہوں گی۔ ہمارے درمیان فاصلہ رہے گا تو میرا فرہاد خیریت سے زندگی گزارتا رہے گا۔

وہ بڑے جذبے سے' بڑی محبت سے میرے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ایسے وقت جوزف ہارڈی نے آکر کہا۔ ''میڈم میں ڈسٹرب تو نہیں کررہا ہوں؟''

''نہیں' بولو... کچھ کہنے آئے ہو؟''

''جی ہاں' فورکاسٹ کرنے والی مشین کا اسٹیمنا ختم ہورہا ہے۔''

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''اب کیا ہوا؟''

''ہم ---- برین ماسٹر اور نف گائی کے بارے میں اگلے دو ماہ تک کی معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن مشین صرف آج اور کل کی باتیں بتا کر خاموش ہوگئی ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''مشین کے اندر کوئی خرابی بڑھتی اور پھیلتی جارہی تھی۔ تم لوگوں نے اس خرابی کو اہمیت نہیں دی۔ اب فوراً اسے کھول کر ایک ایک پرزے کو دیکھو۔ جو خرابیاں ہیں' انہیں دور کرو۔ اس کے علاوہ فاضل پرزے تیار کرو۔''

''ہم یہی کرنے جارہے ہیں مگر ناکارہ پرزوں کو دوبارہ تیار کرنے میں کئی ماہ لگ جائیں گے۔''

''جتنا بھی وقت لگے۔ مشین کی کارکردگی پہلے کی طرح بھرپور ہونی چاہیے۔ آئندہ فاضل پرزے تیار رہیں گے تو اس کی مرمت کرنے میں زیادہ وقت ضائع نہیں ہوگا۔''

اسے کہتے ہیں مقدر کا کھیل... اس فورکاسٹ کرنے والی مشین کے تمام پرزے کھل گئے۔ کچھ عرصے تک سونیا اور چار یار دشمنوں کی سازشوں کو عمل میں آنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

سونیا مجھے غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھتی اور اعلیٰ' عالی اور کبریا کے ذریعے میری خیریت معلوم کرتی رہتی تھی۔ میں بھی خیال خوانی کرتا اور ہر دوسرے تیسرے روز اس سے بات کرلیتا تھا۔ ابھی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اس لیے فورکاسٹ کرنے والی مشین کی کمی محسوس نہیں ہورہی تھی۔

پھر حالات نے کروٹ بدلی۔ ایک شام میں نے ندا سے کہا۔ ''آج ہم کیسینو چلیں گے۔ تاش کے پتوں سے قسمت کو آزمائیں گے۔''

ندا نے کہا۔ ''جوا کھیلنا اچھی بات نہیں ہے۔ اس کی لت پڑجائے تو بڑے بڑے دولت مند کنگال ہوجاتے ہیں۔''

''تم جانتی ہو' میں کبھی جوا نہیں کھیلتا۔ آج یونہی شغل کے طور پر دیکھوں گا کہ کس طرح ہار ہوتی اور کس طرح جیت مقدر بن جاتی ہے؟''

وہ مجھ سے کسی معاملے میں بحث نہیں کرتی تھی' اس

لیے میرے ساتھ کیسینو میں آ گئی۔ ہم نے وہاں ڈائننگ ہال میں ڈنر کیا۔ کافی پی پھر کیسینو کے اس حصے میں آ گئے جو تاش کھیلنے والوں کے لیے وقف تھا۔ میں اس بات سے بے خبر تھا کہ کوئی شخص مجھے دور ہی دور سے تاڑ رہا ہے۔

وہ نادیدہ تنظیم کا ایک اعلیٰ افسر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے ذہن نے چیخ کر کہا۔ ''یہ تو فرہاد علی تیمور ہے۔ سوئٹزر لینڈ میں روپوش رہ کر زندگی کے مزے لوٹ رہا ہے۔''

اس نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے ان تین اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا جو نادیدہ تنظیم کے سربراہ تھے۔ غیر معمولی مشین ان تینوں کے پاس رہا کرتی تھی۔ اعلیٰ افسر نے تحریری پیغام دیا۔ ''میں زیرو نوزیرو بول رہا ہوں۔ فرہاد علی تیمور کے متعلق یہ الجھن ہے کہ وہ مر چکا ہے یا روپوش ہے۔ آج یہ بھید کھل گیا ہے۔ میں جنیوا کے ایک کیسینو میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔''

ایک سربراہ نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''کیا یقین ہو چکا ہے کہ وہ فرہاد ہی ہے۔ کوئی بہروپیا نہیں ہے؟''

''یقین کرنے کے لیے اس کے دماغ میں گھسنا ہوگا۔ اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہو' میرے اندر آئے اور فرہاد کے اندر پہنچنے کا راستہ بنائے۔''

''انتظار کرو۔ ابھی کرسمن واسکوڈی تمہارے پاس آ رہا ہے۔''

میں ندا کے ساتھ ایک میز پر آ کر بیٹھ گیا۔ ایک شخص وہاں سے اٹھنا چاہتا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا میرے ساتھ ایک بازی ہو سکتی ہے؟''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ ''سوری... جتنی رقم تھی' اسے ہار چکا ہوں۔ کسی اور کے ساتھ کھیل کر مقدر کو آزماؤ۔''

وہ وہاں سے چلا گیا۔ اعلیٰ آفیسر زیرو نوزیرو نے میز کے دوسری طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''کون جانے مقدر کس کا ساتھ دیتا ہے اور کس کا ساتھ چھوڑتا ہے؟ آؤ آزما لیتے ہیں۔''

ایک حسینہ ایک ٹرالی میں تاش کی گڈی' مختلف شرابوں کی بوتلیں' سگریٹ کے پیکٹ اور ہزاروں ڈالرز کے ٹوکن لے کر آ گئی۔ اس نے تاش کی گڈی کو ہمارے درمیان رکھا۔ میں نے کہا۔ ''میں سگریٹ نہیں پیتا۔ پینے کی چیز پیتا ہوں۔ مجھے شی واز ریگل کا ڈبل پیگ دو۔''

ندا نے مجھے گھور کر دیکھا۔ وہ جانتی تھی' فرہاد انور شاہ رات کے کھانے سے پہلے دو چار پیگ لیتا ہے مگر وہ چاہتی تھی کہ میں کیسینو میں بیٹھ کر شرابی ہونے کا مظاہرہ نہ کروں۔

نادانستگی میں کیا گیا یہ مظاہرہ میرے حق میں تھا۔ زیرو نوزیرو مایوس ہو کر سوچ رہا تھا۔ ''فرہاد کا ریکارڈ کہتا ہے کہ وہ شراب نہیں پیتا۔ ویسے کوئی بھی یوگا اور ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی بھی نشے کو منہ نہیں لگاتا۔ کیا یہ فرہاد نظر آنے والا ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے؟''

وہ سوچ رہا تھا اور اپنے سامنے رکھا ہوا جام اٹھا کر پی رہا تھا۔ میں تاش کے پتے پھینٹتے ہوئے اس کے اندر پہنچ گیا۔ ایسے ہی وقت کرسمن واسکوڈی اس کے اندر آ کر پوچھ رہا تھا۔ ''فرہاد علی تیمور کہاں ہے؟''

اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''میرے سامنے بیٹھا پتے بانٹ رہا ہے۔ اس کے اندر جاؤ۔''

یہ سنتے ہی میں واپس آ گیا۔ میں نے کیسینو کے بینک میں پچاس ہزار ڈالرز جمع کرائے تھے۔ حسینہ میرے مطالبے کے مطابق پچیس ہزار ڈالرز کے ٹوکن رکھ رہی تھی۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا تھا مگر کوئی بے چینی ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ جب وہ خیالات پڑھ کر چلا گیا تو میں زیرو نوزیرو کے اندر پہنچ گیا۔

کوئی اس سے کہہ رہا تھا۔ ''یہ فرہاد علی تیمور نہیں' فرہاد انور شاہ ہے۔ سونیا سے اور بابا صاحب کے ادارے سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔''

ہمارے آگے سو سو ڈالرز کے ٹوکن رکھے ہوئے تھے۔ ہم دو دو' چار چار ٹوکن کی چالیں چل رہے تھے۔ میں معلوم کر چکا تھا کہ اس کے پتے کمزور ہیں۔ میں نے ایکدم سے پچاس ٹوکن آگے بڑھاتے ہوئے پانچ ہزار ڈالرز کی چال چلی۔ اس نے کرسمن واسکوڈی سے پوچھا۔ ''کیا فرہاد کے پاس مجھ سے بڑے پتے ہیں؟''

''اس کے پاس ٹریل نائن ہیں۔ تمہیں دس ہزار ڈالرز دے کر شو کرانا ہوگا۔''

اس نے کرسمن واسکوڈی سے کہا۔ ''مم... اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ میرے پتے کمزور ہیں؟ اس نے اچانک ہی پانچ ہزار کی چال چلی ہے۔ مجھے شبہ ہے' یہ خیال خوانی جانتا ہے۔''

واسکوڈی نے کہا۔ ''نہیں جانتا ہے... تم خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہو۔''

زیرو نوزیرو نے کہا۔ ''تم میرے اندر رہو' میں دوسری بازی کھیل کر اپنا شبہ دور کروں گا۔''

میں نے پہلی بازی میں دس ہزار ڈالرز سے زیادہ رقم جیت لی۔ ندا خوش ہو رہی تھی۔ میں نے پھر پتے بانٹے۔ اس بار میرے پاس دو کوئین اور ایک ستہ تھا اور اس کے پاس دو

بادشاہ اور ایک نہلا۔

واسکوڈی نے کہا۔ ''اس بار تمہارے پتے بڑے ہیں۔ لمبی چالیں چلو۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

''کہاں جا رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''مجھے یاد آ رہا ہے' فرہاد پر زہر اثر نہیں کرتا کیونکہ وہ زہریلا ہے' اس لیے شراب کو پانی کی طرح پیتا ہے۔ میں تھری مجس (تین سربراہ) کے پاس جا کر تصدیق کروں گا پھر آ جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے جاؤ۔ دس منٹ میں واپس آؤ۔''

وہ چلا گیا۔ دس منٹ بہت ہوتے ہیں۔ اس کے جاتے ہی میں نے زیرو نوزیرو کو غائب دماغ بنا دیا۔ آری کی خفیہ تنظیم یعنی نادیدہ تنظیم کے تمام افراد یوگا کے ماہر تھے۔ میرے سامنے بیٹھ کر کھیلنے والا ابھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا لیکن اس وقت وہ شراب پی رہا تھا۔ اس لیے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے اسے غائب دماغ بنا کر بڑی پھرتی سے پتے بدل دیے۔ میرے پاس تیسری کوئین بھی آ گئی۔ میں نے ایک دم سے پچیس ہزار ڈالرز کی چال چلی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''اچانک اتنی بڑی چال...؟ کیا تم اناڑی ہو؟ یا تمہارے پاس بڑے پتے آ گئے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''پچاس ہزار دے کر شو کراؤ' ابھی معلوم ہو جائے گا۔''

واسکوڈی اسے کہہ گیا تھا کہ میرے پتے کمزور ہیں۔ اس نے پچاس ہزار کے ٹوکن آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''شو!''

میں نے اسے پتے دکھائے تو وہ حیرانی سے تقریباً چیختے ہوئے بولا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تمہارے پتے تو...''

وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے دھوکا دیا ہے۔ واسکوڈی نے آ کر اس سے کہا۔ ''میں نے ابھی تھری مجس سے پوچھا وہ کہہ رہے ہیں...''

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''تم نے کچھ بھی پوچھا ہے۔ پہلے یہ بتاؤ' مجھ سے جھوٹ کیوں کہا تھا کہ میرے پتے بڑے ہیں؟''

''میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ اس کے پاس دو کوئین...''

''دو نہیں... تین کوئین تھیں۔ اس نے ایک ہی جھٹکے میں مجھ سے پچاس ہزار ڈالرز جیت لیے ہیں۔''

واسکوڈی نے کہا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے...؟ نہیں' میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

ہمارے پتے گڈی میں مل گئے تھے۔ انہیں دوبارہ نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ اس نے میرے خیالات پڑھے۔ میری سوچ نے کہا۔ ''میرے پاس تین کوئین تھیں۔''

اس نے میری سوچ میں کہا۔ ''نہیں' دو کوئین تھیں۔''

میری سوچ نے کہا۔ ''پتے اٹھاتے ہی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا' تین کوئین تھیں۔''

غصے میں اس کی آواز بدل گئی اور چیخ کر بولا۔ ''بکواس کرتے ہو۔ تمہارے پاس تین نہیں' دو کوئین تھیں۔''

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر پریشانی ظاہر کی۔ ندا نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

میں نے کہا۔ ''پتا نہیں... میں نے اپنے اندر کسی کی آواز سنی ہے۔ وہ غصے میں کہہ رہا تھا کہ بکواس نہ کرو۔ تمہارے پاس تین نہیں' دو کوئین تھیں۔''

زیرو نوزیرو مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ ''ایسے تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اندر آ کر بولتا ہے۔ کیا ابھی تم بول رہے تھے؟''

وہ بولا۔ ''فضول باتیں نہ کرو۔ میں یہ علم جانتا تو پہلے دس ہزار اور پھر پچاس ہزار ڈالرز کبھی نہ ہارتا۔ تم خیال خوانی جانتے ہو۔ تم نے فراڈ کیا ہے۔ میری اتنی بڑی رقم لے جا رہے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''ثابت کرو' میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ ثابت ہو جائے تو اپنی رقم لے جانا۔''

کیسینو کے منیجر نے آ کر ٹوکنوں کی گنتی کی پھر ساٹھ ہزار ڈالرز کی رسید میرے نام لکھ کر چلا گیا۔ میں وہاں کے بینک سے کسی وقت بھی وہ رقم لے سکتا تھا۔ میں موقع دیکھ کر زیرو نوزیرو کے اندر جاتا' کرسمن واسکوڈی کے ساتھ اس کی باتیں سنتا پھر واپس آ جاتا۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ندا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''آؤ' ہم یہ رقم اپنے بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرائیں گے پھر آئس اسکیٹنگ دیکھیں گے۔''

میں ندا کے ساتھ وہاں سے بینک میں چلا آیا۔ واسکوڈی نے نادیدہ تنظیم کے تھری مجس یعنی تین سربراہوں سے میرے زہریلے ہونے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا۔ ''فرہاد کی جو ہسٹری ہمارے ریکارڈ میں ہے' اس کے مطابق زہر اس پر اثر نہیں کرتا ہے۔ دنیا کا ہر نشہ اس کے لیے پانی ہے۔ وہ شراب کو پانی کی طرح پیتا ہے۔ کبھی نشے میں نہیں بہکتا۔ بالکل نارمل رہتا ہے۔''

زیرو لو زیرو نے کہا۔ ”جب اسے نشہ نہیں ہوتا‘ اس کا دماغ کمزور نہیں ہوتا تو پھر وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کرتا؟ یا محسوس کرتا ہے اور ہمیں دھوکا دیتا ہے؟ وہ کچھ ایسی مکاری کررہا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔“

”میں اس کے دماغ میں جارہا ہوں۔ اسے نظروں میں رکھوں گا۔ تم تھری بکس سے کہو‘ ہمیں ننانوے فیصد یقین ہے کہ یہ فرہاد علی تیمور ہے۔ جو ایک فیصد اُلجھن رہ گئی ہے اسے کسی طرح دور کرنا ہوگا۔ یہاں جنیوا میں سی آئی اے والے اس کے چاروں طرف جال بچھا دیں۔ اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے۔“

میں بینک کے معاملات سے نمٹ کر ثمرا کے ساتھ آئس اسکیٹنگ کلب میں آگیا۔ وہاں اسکیٹنگ کرنے والی عورتیں اور مرد برف کی چکنی سطح پر طرح طرح کے دلچسپ کمالات دکھا رہے تھے۔ ثمرا خوش تھی اور خوب انجوائے کررہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا۔ ”وہ کون لوگ تھے‘ جو مجھے فرہاد علی تیمور سمجھ رہے تھے؟ کیا اب وہ میرے پیچھے پڑے رہیں گے؟“

میں بڑی دیر تک اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا رہا۔ جب اس نے دیکھا‘ میں آئندہ ایک آدھ گھنٹے تک آئس اسکیٹنگ میں دلچسپی لیتا رہوں گا تو وہ چلا گیا۔

اس کے واپس آنے تک میں زیرو لو زیرو کے خیالات پڑھنے لگا۔ معلوم ہوا‘ اس نے کیمونیکیشن مشین کے ذریعے تھری بکس سے رابطہ کیا تھا۔ ان سے کہا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ اس سلسلے میں جو شبہ ہے‘ اسے جلد ہی دور کیا جائے گا۔ فی الحال سی آئی اے والوں سے اس کی نگرانی کرائی جائے۔ سی آئی اے کے افسران کو تاکید کی جائے کہ وہ ضروری معاملات میں میرے احکامات کی تعمیل کریں۔

ابھی میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا‘ وہ تھری بکس کون لوگ ہیں؟ ویسے غیر معمولی مشین کے ذریعے میں نے اچھی خاصی معلومات حاصل کی تھیں۔ اس حد تک سمجھ گیا تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور یوگا جاننے والے افسران مجھے گھیر رہے ہیں۔ جب تک انہیں یقین نہیں ہوگا کہ میں ان کا مطلوبہ فرہاد نہیں... فرہاد انور شاہ ہوں۔ وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔

تھری بکس نے اپنی مشین کی اسکرین پر مجھے دیکھا تھا۔ وہ مشین انہیں میری فیملی ہسٹری بتا رہی تھی۔ میری ایک بہن‘ دو بھائیوں اور دو بیٹوں نے میرا کاروبار اور دولت و جائیداد حاصل کرنے کے لیے کس طرح مجھ سے عداوت کی تھی؟ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے مگر خود ہی ایک ایک کرکے جہنم میں پہنچ گئے۔

روحانی عمل کے باعث میری اصل ہسٹری پردۂ راز میں تھی۔ بابا فرید واسطی نے کہا تھا‘ سیارے سے آنے والا جمال احمد بھی دشمنوں سے محفوظ رہے گا۔

ایمان کی بات ہے۔ جمال احمد نے سچے دل سے اسلام قبول کیا۔ یہ بہت بڑا انعام تھا کہ دشمن اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچے۔

غیر معمولی مشین نے تھری بکس کو بتایا۔ ”یہ فرہاد انور شاہ لاہور کا ایک کروڑ پتی بزنس مین ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔“

واسکوڈی کے علاوہ دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے آکر میرے خیالات اچھی طرح پڑھے۔ انہوں نے بھی تھری بکس کو رپورٹ دی۔ ”یہ فرہاد علی تیمور نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے‘ نہ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا ہے۔ اس کے خیالات بتا رہے ہیں‘ یہ لاہور میں ایک پُرامن شہری کی طرح زندگی گزار رہا ہے۔“

زیرو لو زیرو نے کہا۔ ”مگر اس کے پاس دو کوئین تھیں۔ تیسری کوئین کہاں سے آگئی؟“

تھری بکس نے کہا۔ ”واسکوڈی مغالطہ ہوا تھا۔ اس کے پاس تین کوئین تھیں مگر وہ پتوں کے نیچے چھپی ہوئی تیسری کوئین کو دیکھ نہ پایا۔ اس کی ایک غلطی کے باعث تم نے باسٹھ ہزار ڈالرز ہارے۔“

وہ بولا۔ ”میں مانتا ہوں‘ مغالطہ ہوا ہے۔ واسکوڈی کو تنبیہ کی جائے۔ اس کی ایک غلطی سے آج مالی نقصان پہنچا ہے‘ کل جانی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔“

ان کا شبہ تقریباً دور ہوچکا تھا۔ وہ مجھے فرہاد انور شاہ تسلیم کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حکم دیا کہ وہ کبھی کبھی میرے دماغ میں جھانک کر دیکھتے رہیں۔ میں ان سے غافل نہیں تھا۔ زیرو لو زیرو کے اندر جاکر اس کے خیالات پڑھ چکا تھا۔

میں نے سونے سے پہلے اس پر تنویمی عمل کیا۔ ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کردیا پھر مطمئن ہوگیا۔ میں آئندہ اس کے ذریعے معلوم کرسکتا تھا کہ وہ لوگ میرے متعلق کیا سوچ رہے ہیں اور کیا کررہے ہیں؟

سونیا مجھ سے غافل نہیں تھی۔ جنیوا میں میرے ساتھ جو کچھ ہوا‘ اسے اسکرین پر دیکھتی رہی تھی۔ اگر تھری بکس

میرے مشکلات پیدا کرتے تو میرے آگے ڈھال بن جاتی اور جوابی کارروائی کرتی۔

ویسے میں اس کی مدد کے بغیر مخالفین سے نمٹ رہا تھا۔ انہیں اپنے فرہاد نہ ہونے کا یقین دلا چکا تھا۔ سونیا نے بھی زیرو لو زیرو کو اپنی مشین میں قید کرلیا۔

اس نے الپا نے کہا۔ ”وہ نشے میں ہے۔ ابھی مصروفیات سے فارغ ہوکر سونے جائے گا تو تم اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابع دار بنالینا۔“

الپا اس کی ہدایت کے مطابق آدھی رات کے بعد زیرو لو زیرو کے اندر پہنچی تو مجھے اس پر تنویمی عمل کرتے ہوئے پایا۔ اس نے مداخلت نہیں کی۔ جس خاص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ وہ اسے ذہن نشین کرکے سونیا کے پاس آگئی پھر اسے میرے متعلق بتایا۔

سونیا مطمئن ہوکر بولی۔ ”اپنی حفاظت آپ کرنا اس کی فطرت ہے۔ مجھے یقین ہوگیا ہے الپا... وہ تمہارے پاپا ہیں۔“

الپا نے کہا۔ ”ایک بار پہلے بھی اپنوں کو اور دشمنوں کو یقین ہوگیا تھا کہ پاپا اس دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں۔ صرف آپ کو یقین نہیں تھا۔ ایک بیوی اپنے شوہر کو جس قدر ڈوب کر پہچانتی ہے۔ اس طرح کوئی اور پہچان نہیں سکتا۔ آپ کہہ رہی ہیں تو یہی ہمارے پاپا ہوں گے۔“

”آئندہ تم سب کو محتاط رہنا ہے۔ عالی اور کبریا سے بھی کہہ دو‘ نادیدہ تنظیم کے کسی فرد کو معلوم نہ ہو کہ ہم ان سے رابطہ رکھتے ہیں۔“

سونیا نہیں چاہتی تھی کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کے دوست یا دشمن مجھے کسی پہلو سے اہم سمجھیں اور کسی بھی بہانے مجھ سے رابطہ کریں۔ اس لیے اس نے غیر معمولی مشین مجھ سے لے لی تھی مگر اس کے باوجود گردشِ حالات مجھے نادیدہ تنظیم والوں کے نظروں میں لے آئے۔

میں بھی اپنی فطرت سے باز آنے والا نہیں تھا۔ میں نے اس تنظیم کے ایک افسر زیرو لو زیرو کو اپنا معمول اور تابع دار بنالیا تھا۔ میری اس حرکت کے باعث بات بڑھنے والی تھی جو سونیا نہیں چاہتی تھی‘ وہی ہونے والا تھا۔

برین ماسٹر زرد رنگ کے کاٹیج میں قیدی بن کر رہ گیا تھا۔ مف گائی اس کے ساتھ رہتا تھا۔ اگرچہ وہ تابع دار بن چکا تھا مگر...... برین ماسٹر اپنے اس تابع دار سے کوئی کام نہیں لے سکتا تھا۔ اس کی جگہ کوئی جوان عورت ہوتی تو دل بہلانے کے کام آتی۔

دل بہلانے کے لیے وہی ایک غیر معمولی مشین تھی۔ وہ مف گائی کو ایک کمرے میں بند رکھتا تھا۔ بوریت دور کرنے کے لیے مشین کو مختلف انداز میں آپریٹ کرتا رہتا تھا۔ اس طرح کچھ نئی معلومات حاصل ہو جاتیں۔

وہ بیزار ہوکر سوچتا تھا۔ ”میں ایسی معلومات کا کیا کروں؟ اس چاردیواری سے باہر کھلی فضا میں سانس لے سکتا ہوں‘ نہ ہی ان معلومات سے فائدہ اٹھاکر پہلے کی طرح آزاد اور خود مختار رہنے والا پُراسرار...... برین ماسٹر کہلا سکتا ہوں۔“

کبھی وہ سوچتا۔ ”اگر میں نادیدہ تنظیم والوں کی گرفت میں ہوتا تو وہ بھی مجھے سونیا سے اور مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بچانے کے لیے کسی چاردیواری میں اسی طرح قیدی بناکر رکھتے۔ کیا میں ہمیشہ قیدی بن کر زندگی گزارتا رہوں گا؟“

وہ باغیانہ انداز میں سوچنے لگتا۔ ”سونیا نے مجھے پناہ دے کر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ اس کی چالبازیاں اور مکاریاں دیر سے سمجھ میں آتی ہیں۔ اس نے دشمنوں کے حملوں سے بچانے کے لیے مجھے یہاں چھپایا ہے۔ نہ چھپاتی تو کیا ہوتا؟ کوئی دشمن کبھی مجھے جان سے نہیں مارے گا۔ میری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔“

وہ سونیا سے بدظن ہورہا تھا۔ عالی حیدرآباد دکن میں اور بے باک موسن لندن میں آزادی سے زندگی گزار رہے تھے۔ دشمن انہیں نقصان نہیں پہنچا رہے تھے۔ یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ سونیا ان کی حفاظت کرتی ہے۔

یہ خیال اسے مخالفانہ انداز سے بھڑکا رہا تھا۔ ”سونیا صرف مسلمانوں کی ہمدرد ہے۔ اسی لیے بے باک موسن کے لیے حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ میں عیسائی ہوں‘ اس لیے مجھے قیدی بناکر رکھا گیا ہے۔ مجھے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ سونیا مجھ سے مخلص نہیں ہے۔ مجھے اُلو بنا رہی ہے۔“

اس نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق سوچا۔ وہ سب آزادی سے زندگی گزارتے ہوئے اپنے ملک کے لیے کام کررہے تھے۔ نادیدہ تنظیم انہیں تحفظ فراہم کررہی تھی۔ دنیا میں آزادی اور خود مختاری سے رہنے کے لیے دل مچلنے لگا۔ اس کی عقل سمجھا رہی تھی کہ اسے زرد کاٹیج کی قید سے اور سونیا کے طلسم سے جلد از جلد نکلنا چاہیے۔

وہ سوچ رہا تھا اور مشین کو آپریٹ کررہا تھا۔ ایسے وقت اسکرین پر تحریر اُبھرنے لگی۔ ”اس مشین کی کارکردگی آٹھ ماہ

کے لیے تھی۔ وقت ختم ہو رہا ہے۔"

ماسٹر نے پریشان ہو کر وہ تحریر دوبارہ پڑھی۔ یہ ایک نئی پریشان کن اطلاع تھی۔

ٹھیک اسی وقت تمام مشینوں پر یہی اطلاع مل رہی تھی۔ سونیا اور عالی کی مشینیں، اکابرین اور نادیدہ تنظیم والوں کی مشینیں اپنی کارکردگی کے اختتام کو پہنچنے والی تھیں۔ یہ سب ہی کے لیے حیرانی اور پریشانی کی بات تھی۔

سونیا نے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا۔ وہاں کے سائنس والوں سے پوچھا۔ "سیارے سے آنے والی مشینیں ناکارہ ہو رہی ہیں۔ آپ حضرات نے جو مشینیں ایجاد کی ہیں۔ ان کی کارکردگی کیسی ہے؟"

انہوں نے جواب دیا۔ "ہماری تیار کی ہوئی مشینیں زیادہ سے زیادہ ایک ماہ تک کارکردگی دکھاتی ہیں پھر ناکارہ ہو جاتی ہیں۔"

اس نے پوچھا۔ "اس کی وجہ کیا ہے؟"

"ہم نے سیارے کی ایک مشین کی چند پرزوں کو آگ میں گلا کر دیکھا۔ ان فولادی پرزوں میں ایک ایسی دھات کی آمیزش ہے، جو ہماری دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ یہ نایاب دھات صرف سیارے والوں کے پاس ہے۔ اس کی اضافی مقدار سے مشین کی کارکردگی بڑھائی جاتی ہے۔"

اس ادارے کے ایک مکینک نے کہا۔ "اس دھات کی مقدار کے مطابق گریٹ اینشورارا نے حساب لگایا ہوگا کہ سیارے سے جانے والی مشینیں صرف آٹھ ماہ تک کارآمد رہیں گی پھر ناکارہ ہو جائیں گی۔"

امریکی سائنس داں بھی اپنے اکابرین کو اور نادیدہ تنظیم والوں کو یہی رپورٹ دے رہے تھے۔ ان سے کہہ رہے تھے۔ "ایسی ہی دوسری مشینیں تیار کی گئی ہیں مگر یہ سب کھلونوں کی طرح ہیں۔ کچھ دنوں تک کام کرتی ہیں پھر ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ سیارے میں پیدا ہونے والی دھات کسی طرح لائی جائے تب دوبارہ ایسی مشینیں تیار ہو سکیں گی۔"

یہ ایسی بات تھی کہ نہ نو من تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی۔ نہ سیارے سے وہ دھات آسکے گی، نہ آئندہ غیر معمولی مشینیں تیار ہو سکیں گی۔۔۔۔ برین ماسٹر نے خوشی سے اچھل کر حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے آزادی کا نعرہ لگایا پھر زرد رنگ کے نقاب کو اتارتا ہوا، دوڑتا ہوا اس کاٹیج سے باہر آگیا۔

لف گائی بھی اس کے ساتھ کھلے آسمان کے نیچے آگیا تھا۔ دونوں خوشی سے پاگل ہو کر اِدھر سے اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ اب وہ زرد رنگ کے قیدی نہیں رہے تھے۔

دنیا کے تمام رنگ ان کے لیے تھے۔ وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک آزادی سے آجا سکتے تھے۔

وہ ہری بھری گھاس کو اور رنگ برنگے پھولوں کو دیکھتے رہے خوش ہوتے رہے پھر برین ماسٹر نے سوچا۔ "مجھے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اس کاٹیج کو فوراً چھوڑ دینا چاہیے۔"

اس نے لف گائی کو حکم دیا۔ "کاٹیج میں چلو۔ اپنا ضروری سامان پیک کرو۔ ہم ابھی یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔"

وہ دونوں اندر آکر ضروری سامان پیک کرنے لگے۔ اس نے پچھلی رات لف گائی پر دوبارہ عمل کیا تھا۔ اسے یقین تھا، وہ آئندہ کئی دنوں تک اس کا تابع دار بن کر رہے گا۔ کبھی اسے دھوکا نہیں دے گا۔ تنویمی عمل کا اثر ختم ہونے سے پہلے اس پر دوبارہ عمل کیا جائے گا۔ وہ کبھی اسے رہائی پانے نہیں دے گا۔

وہ دونوں اپنا اپنا سفری بیگ اٹھا کر چل دیے مگر دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی لڑکھڑا کر گر پڑے۔ فوراً ہی اٹھنا چاہا تو اٹھتے اٹھتے پھر گر پڑے۔ دماغ ان کے قابو میں نہیں تھا۔ وہ پریشان ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

تب برین ماسٹر نے اپنے اندر جوزف ہارڈی کی آواز سنی۔ "ہیلو برین ماسٹر! کہاں کا ارادہ ہے؟"

وہ سانس روک کر آنے والے کو بھگانا چاہتا تھا مگر اپنی مرضی سے ایسا نہ کر سکا۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کون ہو تم۔۔۔؟ کیا تم نے میری لاعلمی میں مجھے تابع دار بنا لیا ہے؟"

اسے آواز سنائی دی۔ "کوئی سوال نہ کرو۔ میڈم تمہیں بلا رہی ہیں۔ فوراً جاؤ۔"

بات سمجھ میں آگئی، سونیا کی گرفت مضبوط ہے۔ وہ فرار نہیں ہو سکے گا۔ اڑنے سے پہلے ہی اس کے پر کاٹے جا چکے ہیں۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے اندر آکر بولا۔ "میڈم آپ کا یہ خادم حاضر ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "کہاں جا رہے ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "آپ کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں؟ سوچا زرد رنگ کے پردوں سے نکلنے کی آزادی مل رہی ہے۔ اب کسی دشمن کی مشین مجھے دیکھ نہیں سکے گی۔"

"اور تم نے سوچا، میری مشین بھی تمہیں نہیں دیکھ سکے گی۔"

وہ جلدی سے بولا۔ "نہیں، آپ کی تو ہزار آنکھیں ہیں۔ میں بھلا آپ سے چھپ کر کہاں رہ سکتا ہوں؟ میں نے سوچا تھا، کسی دوسری خفیہ پناہ گاہ میں پہنچ کر آپ سے رابطہ کروں گا۔"

"یہ کاٹیج بھی خفیہ ہے۔ اکابرین اور نادیدہ تنظیم والے پہلے اس کے بارے میں کچھ جانتے تھے نہ آئندہ جان سکیں گے پھر یہاں سے کیوں جا رہے ہو؟"

"میرا دل گھبرا رہا تھا۔ کیا میں آپ کے سائے میں رہ کر اپنی مرضی سے جگہ نہیں بدل سکتا؟"

"بے شک۔ تم آزاد تھے، آزاد ہی رہتے لیکن جگہ بدلنے سے پہلے تمہاری نیت بدل گئی۔ میرے خیال خوانی کرنے والوں نے بتایا ہے، تم مجھ سے بدظن ہو چکے ہو۔ تمہارے دماغ میں یہ بات سما گئی ہے کہ میں اپنی بیٹی عالی اور بے باک مومن کو بھرپور تحفظ فراہم کرتی ہوں۔ اس لیے وہ آزادی سے دنیا میں رہتے ہیں۔ تم مسلمان نہیں ہو، اس لیے تمہیں قیدی بنا کر رکھا ہے۔"

"میڈم کیا یہ سچ نہیں ہے؟"

"نہیں، یہ تمہارے دماغ کا فتور ہے۔ تمہاری نیت بدل گئی۔ اس لیے تمہاری سوچ اور وفاداری بھی بدل گئی۔ عالی قیدی بن کر نہیں رہتی ہے لیکن آزاد رہ کر اس نے دو بار جان لیوا حملوں سے خود کو بچایا ہے۔" وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ "اگرچہ وہ حملے گریٹ اینشورارا کی طرف سے ہوئے تھے لیکن نادیدہ تنظیم والوں کو عقل آگئی کہ ہم پر حملے کرنے کے نتائج کیا ہوتے ہیں؟ گریٹ اینشورارا کے دو اہم ماتحت مارے گئے تھے اور ان کی مشینیں چھین لی گئی تھیں۔ ان نتائج کے پیش نظر بے باک مومن پر حملے نہیں کیے جا رہے ہیں۔"

برین ماسٹر نے کہا۔ "پھر تو وہ خوفزدہ ہو کر مجھ پر بھی حملے نہ کرتے۔ آپ مجھے چھپنے پر کیوں مجبور کرتی رہیں؟"

"اس لیے کہ بے باک مومن کے پاس غیر معمولی مشین نہیں ہے۔ یہ مشین تمہارے پاس ہے۔ تمہارے پاس دو بڑی قوتیں جمع ہو گئی تھیں۔ ایک قوت یہ کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو، دوسری یہ کہ غیر معمولی مشین رکھتے ہو۔ نادیدہ تنظیم والے ان دو قوتوں کے ساتھ تمہیں حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کا خطرہ مول لے سکتے تھے۔" وہ ذرا توقف سے بولی۔ "میں تمہاری بہتری کے لیے کچھ عرصے تک تمہیں روپوش رہنے دیتی۔ ساری زندگی قیدی بنا کر نہ رکھتی مگر تم جیسے لوگ پیدائشی طور پر احسان فراموش ہوتے ہو۔ جاؤ، میں تمہیں آزاد کرتی ہوں۔ تم یہاں سے جا سکتے ہو۔"

وہ بولا۔ "پر کاٹ کر کہتی ہیں، میں اڑ سکتا ہوں۔ آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے غلام بنا چکے ہیں۔ میں دنیا کے کسی بھی خطے میں پہنچ کر غلام ہی رہوں گا۔"

"تم بھول رہے ہو۔ کیا ہماری لائف ہسٹری یاد نہیں ہے؟ ہماری یہ خوبی بھول چکے ہو کہ دوست ہو یا دشمن۔۔۔ ہم کسی کو غلام بنا کر نہیں رکھتے؟ یہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا لف گائی تمہارے سامنے ہے۔ اس سے پوچھو، بہت عرصہ پہلے ہم نے اسے اور اس کے ساتھی کو تابع دار بنایا تھا۔ جب ان کے سروں سے خطرہ ٹل گیا تب ہم نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔"

وہ بولا۔ "میں مانتا ہوں، آپ اور فرہاد صاحب زبان کی دھنی ہیں۔ جو کہتے ہیں، اسے سچ کر دکھاتے ہیں۔ کیا آئندہ میرے دماغ میں میری اجازت کے بغیر کوئی نہیں آئے گا؟"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔ میری طرف سے کوئی حامل تمہارے دماغ میں نہیں آئے گا۔ تم آج سے آزاد ہو کر صرف تم۔۔۔ لف گائی نہیں۔۔۔ تم اسے اپنے ساتھ نہیں لے جاؤ گے۔ وہ ہمارا شکار ہے۔"

"میڈم، میں جانتا ہوں۔ آپ جو کہہ رہی ہیں، وہی ہوگا۔ میں جسمانی طور پر ہی نہیں، دماغی طور پر بھی آزاد ہو جاؤں گا۔ لف گائی کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ بہت گریٹ ہیں۔"

وہ سونیا کے دماغ سے چلا گیا۔ لف گائی کو اسی کاٹیج میں چھوڑ گیا۔ اسے آزادی مل گئی تھی۔ یہ بہت بڑی بات تھی۔ سونیا نے الپا سے کہا۔ "لف گائی کو تم سنبھالو۔ ابھی اس پر تنویمی عمل کر کے۔۔۔۔ برین ماسٹر کا عمل ضائع کر دو۔ کسی دوسرے لب و لہجے سے اس کے دماغ کو لاک کرو۔"

دوسرے دن سونیا کی کمیونیکیشن مشین پر سیارے سے سگنل موصول ہوا۔ اس نے مشین کے ایک بٹن کو دبایا۔ گریٹ اینشورارا تحریر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "تمہاری دنیا میں جتنی کمیونیکیشن مشینیں ہیں۔ ان سب کی اسکرین پر میری یہ تحریر پڑھی جا سکتی ہے۔ اے زمین کی پستیوں میں رہنے والو! کہاں ہیں، وہ غیر معمولی مشینیں جو میرے وفاداروں سے چھین لی گئی تھیں؟ میرے جاں نثار جان سے گئے۔ مشینیں بھی گئیں۔ میرا حوصلہ دیکھو کہ میں نے صبر کیا۔ میں جانتا تھا، آٹھ ماہ بعد تم سب ان مشینوں سے محروم ہو جاؤ گے۔ کمیونیکیشن مشین سے بھی آئندہ رابطہ نہیں ہو سکے گا۔ اس کے پرزوں میں بھی اسی دھات اور کیمیکلز کی آمیزش ہے۔ یہ دھات، یہ کیمیکلز صرف ہمارے سیارے میں ہیں۔ میں پچھلے آٹھ ماہ سے خاموش تھا۔ مجھے اسی دن کا انتظار تھا۔ اب میرے سیارے کی کوئی چیز تمہاری دنیا میں نہیں ہے۔ میرا کوئی ماتحت تمہاری زمین پر نہیں ہے۔ کیا تم سوچ سکتے ہو، آئندہ کیا ہونے والا ہے؟"

سونیا نے تحریری جواب دیا۔ ''اور کیا ہو سکتا ہے؟ ہمارے پاس غیر معمولی مشینیں نہیں رہیں۔ تمہیں یہ اندیشہ تھا کہ ہماری دنیا میں آؤ گے تو ہم اپنی مشینوں کے ذریعے تمہیں دیکھ لیں گے۔ تم ہم سے چھپ کر کہیں نہیں رہ سکو گے۔''

اس نے کہا۔ ''بے شک، اب مجھے کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ میں آؤں گا اور ایسے انوکھے انداز میں آؤں گا کہ تمہاری روحانی قوتیں بھی مجھے چھو نہیں سکیں گی۔ پچھلے تجربات نے سمجھا دیا ہے' تم ناقابلِ تسخیر ہو۔ اس بار میں سمجھاؤں گا کہ میں ناقابلِ تسخیر ہوں۔ آئندہ سیارے سے کوئی مشین نہیں آئے گی۔ میرا کوئی ماتحت نہیں آئے گا... مگر ہوگا کیا؟ ہوگا یہ کہ صرف میں آؤں گا... تنہا... بالکل تنہا... اور یہ تنہا گریٹ ایشورارا پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دے گا۔ میرے حساب سے آئندہ ایک برس کے اندر پوری دنیا میں میری حکومت قائم ہو جائے گی... میں آنے والا ہوں۔ میرا انتظار کرو۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ یہ حقیقت ابتدا سے سب ہی کے ذہن میں تھی کہ گریٹ ایشورارا شکست کھانے کے بعد کوئی جوابی کارروائی ضرور کرے گا لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ جوابی کارروائی کیا ہوگی؟

اگرچہ اس نے بہت ہی بے تکے انداز میں چیلنج کیا تھا۔ تاہم اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اب دنیا والوں کو بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔

نادیدہ تنظیم کے افسران یوگا میں مہارت رکھتے تھے مگر وہ خیال خوانی نہیں جانتے تھے۔ خیال خوانی کی یہ کمی غیر معمولی مشین کے ذریعے پوری ہوتی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے بغیر مشین کی اسکرین پر تمام مطلوبہ افراد کے چھپے ہوئے راز معلوم کر لیتے تھے۔

اس طرح اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بھی وہ محتاج نہیں رہے تھے۔ انہیں اپنے اندر آ کر باتیں کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اب تو اپنے دماغ کے دروازوں کو کھولنا ضروری ہو گیا تھا۔ وہ ٹاپ سیکرٹ معاملات کو ٹیلی فون کے ذریعے طے نہیں کر سکتے تھے۔

مختصر یہ کہ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے نادیدہ نہیں رہے تھے۔ گریٹ ایشورارا کی حکمتِ عملی نے انہیں اپنوں کے سامنے بے نقاب کر دیا تھا۔ آئندہ وہ ہمارے سامنے بھی کھل کر آنے پر مجبور ہو سکتے تھے۔

میں نہیں جانتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں زبردست انقلاب آیا ہے! میرے پاس غیر معمولی مشین نہیں تھی۔ اس لیے اس کے ناکارہ ہو جانے سے میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ البتہ میری لاعلمی میں مجھے موجودہ انقلاب کا فائدہ پہنچنے والا تھا۔

نادیدہ تنظیم کے تھری بکس پہلے کی طرح پُراسرار بن کر رہنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سوچا' اگر پہلے کی طرح گریٹ ایشورارا سے سمجھوتا ہو جائے تو دوست بن کر عارضی طور پر ہی سہی اس سے دوبارہ غیر معمولی مشین حاصل کی جا سکتی ہے۔

ایک افسر نے کہا۔ ''وہ تنہا پوری دنیا کو تسخیر کر کے یہاں حکومت کرنا چاہتا ہے جبکہ یہ ناممکن ہے۔ اسے ہماری ضرورت پڑے گی۔ ہم اس کے کام آئیں گے تو وہ ہمارے کام آئے گا۔''

''ہمیں اس سے رابطہ کرنا چاہیے۔ باتوں ہی باتوں میں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ آئندہ کیا کرنے والا ہے؟''

انہوں نے کیمونیکیشن مشین کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ہم یوگا جاننے والی خفیہ آرمی کے افسران تم سے ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔''

تحریری جواب موصول ہوا۔ ''جو کہنا ہے' فوراً مختصر الفاظ میں کہو۔''

''ہم کامیابی سے پہلے تمہیں یہاں کا حکمران تسلیم کرتے ہیں۔ دوست اور معاون بن کر تمہاری حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں بھرپور تعاون کرنا چاہتے ہیں۔''

''تم لوگ بار بار مسلمانوں سے اور سونیا جیسی ایک تنہا عورت سے مات کھاتے رہے ہو۔ میری مدد کیا خاک کرو گے؟''

''سونیا غیر معمولی مشین کے ذریعے ہم پر بھاری پڑ گئی تھی۔ تمہیں بھی اپنے جانبازوں سمیت یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ آئندہ وہ ہم پر حاوی نہیں ہو سکے گی۔''

''آئندہ کیا ہوگا' یہ میں جانتا ہوں۔ میری باتیں مضحکہ خیز لگ رہی ہیں مگر جلد ہی دیکھو گے' میں تنہا پوری دنیا کو تسخیر کرتا ہوا دکھائی دوں گا۔''

''تم ہم سے دوستی کر کے اپنی طاقت بڑھا سکتے ہو۔''

''مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ جب میں اپنے جانثار ماتحتوں کو مدد کے لیے ارضی دنیا میں نہیں لاؤں گا تو تم لوگوں سے تعاون کیوں چاہوں گا؟ میں نے ایسی حکمتِ عملی تیار کی ہے کہ میرے لیے کسی کا تعاون ضروری نہیں۔''

شاید وہ آگے بھی کچھ کہنے والا تھا مگر کیمونیکیشن مشین کی اسکرین بجھ گئی۔ وہاں اُبھرنے والی تحریریں مٹ گئیں۔ انہوں نے ہر طرح سے اسے آن کرنا چاہا مگر وہ مشین مردہ

ہو چکی تھی۔

انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا۔ ''سونیا اور اکابرین کے پاس کیوٹیکیشن مشینیں ہیں۔ معلوم کرو، کیا وہ کام کر رہی ہیں؟''

یہی بات اکابرین بھی معلوم کرنا چاہتے تھے۔ پتا چلا غیر معمولی مشینوں کی طرح تمام کیوٹیکیشن مشینیں بھی ناکارہ ہو گئی ہیں۔ آئندہ اس دنیا کے لوگ سیارے کی کسی ٹیکنالوجی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔

نادیدہ تنظیم کے تھری جمس مایوس ہو گئے۔ گریٹ ایشورارا نے انہیں ٹکا سا جواب دیا تھا کہ وہ کسی سے دوستی کیے بغیر، کسی سے مدد حاصل کیے بغیر اس دنیا پر حکومت کرے گا۔

میں زیرو ٹو زیرو کے خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ اس سے پتا چلا کہ مشینوں سے محروم ہونے کے بعد نادیدہ تنظیم کے تھری جمس بہت پریشان ہیں۔ کیوٹیکیشن مشینیں بھی کہیں رہی تھیں۔ اس لیے اب وہ فون کے ذریعے اپنی تنظیم کے تمام اہم افسران سے بات کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو اپنی آوازیں سنانے لگے تھے۔

میں زیرو ٹو زیرو کے ذریعے کتنے ہی اہم افسران کی آوازیں سن چکا تھا۔ وہ سب ہی یوگا میں مہارت رکھتے تھے۔ میں نے کسی کے اندر جگہ بنانا ضروری نہ سمجھا۔ فی الوقت زیرو ٹو زیرو کے گھریلو معاملات سے دلچسپی لے رہا تھا۔

اس کی بیٹی ریچی ایک ادھیڑ عمر شخص سے متاثر ہو گئی تھی اور اس سے شادی کرنا چاہتی تھی۔

زیرو ٹو زیرو نے ریچی سے پوچھا۔ ''وہ بوڑھا کون ہے؟ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

ریچی نے کہا۔ ''ڈیڈ وہ بوڑھا نہیں ہے۔ بس عمر کچھ زیادہ ہے۔''

''لیکن جوان لڑکی کے سامنے بوڑھا ہی لگے گا۔''

''نہیں، بوڑھی عورتوں کے سامنے جوان لگتا ہے۔ میری پسند ہے۔ میری اپنی لائف ہے۔ مجھے اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا حق ہے۔''

''پھر بھی کھرے اور کھوٹے کو پہچاننا ضروری ہے۔ ایک بار اس سے ملاقات کراؤ۔''

''آل رائٹ، آج شام اسے چائے پر بلاؤں گی۔''

میں ریچی کے معاملے سے اس لیے دلچسپی لے رہا تھا کہ میں بھی بوڑھا تھا اور ریچی کے طرح ندا بھی جوان تھی۔ شادی سے پہلے میرے عشق میں گرفتار تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ریچی کے عشق کا اونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا ہے؟

صبح کا وقت تھا۔ ندا ناشتا کرنے کے دوران لاہور ہیڈ آفس کے جنرل منیجر سے فون پر بات کر رہی تھی۔ وہ ہنی مون کے لیے آئی تھی مگر دن رات کاروباری معاملات میں اُلجھی رہتی تھی۔

اس نے فون بند کرتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں واپس جانا چاہیے۔ ہمارے جنرل منیجر صاحب اتنے بڑے کاروبار کو تنہا سنبھال نہیں پا رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''ابھی چار دن ہوئے ہیں اور تم واپس جانے کی بات کر رہی ہو؟''

''بس بہت ہو گیا ہنی مون... آپ بزنس کے معاملات سے کچھ زیادہ ہی بے پروا ہوتے جا رہے ہیں۔ پلیز، آج ہی کسی فلائٹ میں سیٹیں حاصل کریں۔''

''سوری ندا، میں اتنی جلدی نہیں جاؤں گا۔ اگر تمہاری موجودگی وہاں ضروری ہے تو تم جاؤ، میں یہاں ایک کاٹیج خریدنا چاہتا ہوں۔ ڈیلنگ ہو جائے گی تب پاکستان جاؤں گا۔''

تھوڑی سی بحث کے بعد وہ تنہا واپس جانے کے لیے راضی ہو گئی۔ میں نے رات گیارہ بجے کی ایک فلائٹ میں اس کے لیے سیٹ او کے کرائی۔ دوپہر تک اسے جی بھر کے شاپنگ کراتا رہا پھر میں نے کاٹیج میں آ کر کہا۔ ''میں تھک گیا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔ تم سفر کی تیاری کرو۔''

میں ایک کمرے میں آ کر بیڈ پر لیٹ گیا۔ زیرو ٹو زیرو نے ہونے والے داماد کو پرکھنے کے لیے اپنی نادیدہ تنظیم کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خدمات حاصل کیں۔ اس سے کہا۔ ''شام کو میرے دماغ میں آنا پھر میرے ہونے والے داماد کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ جانا۔ اس کی اصلیت معلوم کرو۔ میں اپنی بیٹی کو کسی سے دھوکا کھانے نہیں دوں گا۔''

میں زیرو ٹو زیرو کے اندر پہنچا تو وہاں ایک خیال خوانی کرنے والے کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ تمہارا یہ ہونے والا داماد لاکھوں میں ایک ہے۔ ریچی بہت سمجھدار ہے۔ اس نے خوب سوچ سمجھ کر اس شخص کو پسند کیا ہے۔ وہ اس کے ساتھ بھی خوشی زندگی گزارے گی۔''

''کیسے گزارے گی؟ میری بیٹی آگے دوڑے گی، وہ پیچھے رہ جائے گا۔ میری بیٹی کے لیے آسمان سے تارے توڑ کر کیا خاک لائے گا؟ ہاتھ بڑھا کر ایک سیب کو بھی توڑ نہیں سکے گا۔ ہانپنے لگے گا۔''

وہ بولا۔ ''ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نہ کوئی مل سکتا ہے، نہ کوئی ہمیں دیکھ سکتا ہے۔ تم نے مجھے نہیں دیکھا ہے۔ میں بھی بوڑھا ہوں مگر یوگا کا ماہر ہوں۔ پندرہ منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔ کسی عورت کے آگے نہیں ہانپتا۔ ریچی کا آئیڈیل بھی زبردست ہے۔ بیٹی بالغ ہے۔ تم انکار کرو گے تب بھی یہ اسی سے شادی کرے گی۔ بہتر ہے، راضی خوشی اسے داماد بنا لو۔''

ریچی کے خیالات نے مجھے بتایا تھا، اس کا آئیڈیل خاصا صحت مند ہے۔ شراب نہیں پیتا۔ اس نے ایک بار ریچی کے سامنے پندرہ منٹ تک سانس روکنے کا مظاہرہ کیا تھا۔

میں یہ پڑھ کر حیرانی سے سوچ رہا تھا، جب وہ سانسیں روکنے کا ماہر ہے تو وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا کیسے اس کے اندر پہنچ گیا؟ اس آئیڈیل نے سانس روک کر اسے واپس کیوں نہیں بھگایا؟

سوچنے کی بات تھی۔ اس آئیڈیل نے اسے اپنے اندر کیوں محسوس کیوں نہیں کیا؟ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے خیالات پڑھ کر اس کی حمایت میں بول رہا تھا۔ زیرو ٹو زیرو کو قائل کر رہا تھا کہ اسے داماد بنا لیا جائے۔

دراصل یہ قصہ کچھ دلچسپ تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا والکس مین، ریچی کے نوخیز حسن و شباب کو دیکھ کر اس پر لٹو ہو گیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس حسینہ کو اپنی معمولہ بنا لیا تھا۔ اس لیے وہ اس کی دیوانی ہو گئی تھی۔

زیرو ٹو زیرو اور والکس مین اگرچہ نادیدہ تنظیم کے اہم افسران تھے تاہم ایک دوسرے کو چہروں سے نہیں پہچانتے تھے۔ اس تنظیم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے سامنے نہیں آتے تھے۔ فون کے ذریعے ایک دوسرے سے شناسائی رکھتے تھے۔

زیرو ٹو زیرو نے فون پر والکس مین سے کہا۔ ''میں اپنے ہونے والے داماد کی خوبیاں اور خامیاں جاننا چاہتا ہوں۔ آج شام تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس آ کر اس بوڑھے کے خیالات پڑھو۔''

یوں اس نے انجانے میں اپنے ہونے والے داماد کو خیال خوانی کے لیے بلایا تھا پھر اس کے سمجھانے سے سمجھ گیا تھا کہ بیٹی جہاں چاہتی ہے، وہیں اس کی شادی کر دی جائے۔

اس وقت میں یہ قصہ نہیں جانتا تھا مگر اس ہونے والے داماد پر شبہ کر رہا تھا۔ جب وہ نشہ نہیں کرتا تھا اور پندرہ منٹ کے لیے سانس روک لیتا تھا تو اس نے کسی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے اندر کیوں آنے دیا؟ میں اس سوال کا جواب چاہتا تھا اور جواب حاصل کرنے سے پہلے ریچی کے آئیڈیل کے اندر جانا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے رات کے گیارہ بجے ایک فلائٹ کے ذریعے ندا کو پاکستان روانہ کیا۔ وہیں ائرپورٹ میں ایک جگہ بیٹھ کر ریچی کے خیالات پڑھے۔

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی والکس مین کی رہائش گاہ کی طرف جا رہی تھی۔ مجھے یوں لگا، جیسے وہ جانا نہیں چاہتی ہے مگر بے اختیار چلی جا رہی ہے۔

میں نے توجہ سے خیالات پڑھے۔ اس کے اندر ایک کمزور سی سوچ کہہ رہی تھی۔ ''مجھے شادی سے پہلے اتنی رات کو اس کے پاس نہیں جانا چاہیے۔''

اس کے برعکس دوسری سوچ اس پر حاوی ہو کر کہہ رہی تھی۔ ''جان وکٹر میرا یار ہے، دلدار ہے۔ میرے حسن و شباب کا مالک ہے۔ شادی سے پہلے اس کے ساتھ رات گزاروں گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

میں فوراً ہی اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اُدھر جانے لگا۔ ریچی کی سوچ سے جان وکٹر کی رہائش گاہ کا پتا معلوم ہو گیا تھا۔ یادداشت گم ہونے کے باوجود مجھے ٹیلی پیتھی کے تمام ہتھکنڈے اچھی طرح یاد تھے۔ میں سمجھ رہا تھا، کوئی خیال خوانی کرنے والا ریچی کو اس کی مرضی کے خلاف جان وکٹر کے پاس پہنچا رہا ہے۔

وہ رہائش گاہ ائرپورٹ سے زیادہ دور نہیں تھی۔ میں ریچی کے پیچھے پیچھے وہاں پہنچ گیا۔ وہ کار سے اتر رہی تھی۔ دروازے پر جان وکٹر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ دونوں بازو پھیلا کر کہہ رہا تھا۔ ''ویلکم مائی ڈارلنگ! دیکھو محبت میں کتنی کشش ہوتی ہے؟ تم خود ہی کھنچی چلی آئی ہو۔''

وہ پریشان سی تھی۔ قریب آ کر بولی۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کیسے آ گئی؟ شادی سے پہلے اتنی رات کو...''

وہ بات پوری نہ کر سکی۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا پھر دونوں بازوؤں میں اٹھا کر ایک پاؤں سے ٹھوکر مار کر دروازہ کھولا ہوا اندر جانے لگا۔ میں پنجوں کے بل دوڑتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

وہ ریچی کو ملائم بیڈ پر پھینکتے ہوئے بولا۔ ''جسٹ آ منٹ... دروازہ بند کر کے ابھی آیا۔''

وہ دروازے کے قریب آیا تو میں نے اچانک ہی سامنے آ کر اسے ایک لات ماری۔ وہ تکلیف کی شدت سے پیٹ پکڑتا ہوا جھک گیا۔ میں نے منہ پر ٹھوکر ماری وہ جھکا ہوا تھا۔ سیدھا ہو گیا۔ بڑا اگی دار تھا۔ تکلیف کے باوجود اس نے

حملہ کیا۔ گھونسا مارنا چاہتا تھا مگر ہاتھ گھوم کر رہ گیا۔ میں نے ایک الٹا ہاتھ منہ پر رسید کیا تھا۔ اسی جگہ پہلے ٹھوکر پڑ چکی تھی۔ ادھیڑ عمری کے دانت ڈھیلے ہو گئے۔ منہ لہو سے تر ہو گیا۔ اس کی زبان اپنے ہی لہو کا ذائقہ چکھ رہی تھی۔

میں نے اسے سنبھلنے نہیں دیا۔ اس کے منہ کو ہی نشانہ بنا کر تابڑ توڑ گھونسے مارتا چلا گیا۔ وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ پہلے ڈگمگایا پھر فرش پر گر پڑا۔ میں نے سوچا۔ ”اگر یہ یوگا کا ماہر ہے تو اب میری سوچ کی لہروں کو نہیں روک سکے گا۔ معلوم تو ہو یہ کون ہے؟“

میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ گرنے کے بعد پھر اٹھنا چاہتا تھا۔ میں نے ایک ٹھوکر رسید کی‘ وہ دوبارہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی ابتدائی سوچ نے بتایا‘ اس کا نام واکس مین ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے ربیکا کو دیکھا۔ وہ بیڈ پر ایک طرف سکڑی سمٹی بیٹھی ہوئی تھی۔

میں نے کہا۔ ”گھبراؤ نہیں، میں دشمن نہیں ہوں۔ تم میری بیٹی جیسی ہو۔ کیا یہ سمجھ گئی ہو کہ اس شخص سے دھوکا کھا رہی تھیں؟“

اس نے بڑی معصومیت سے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس میں اٹھنے کی سکت بھی نہیں تھی۔ میں نے پھر اس کے منہ پر ٹھوکر مارتے ہوئے خیالات پڑھے۔ معلوم ہونے لگا کہ اس نے کس طرح ربیکا کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تسخیر کیا تھا؟

میں نے ربیکا سے کہا۔ ”یہ اپنے ایک خطرناک علم کے ذریعے تمہاری مرضی کے خلاف تمہیں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ آئندہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ تم گھر جاؤ۔ یہ باتیں اپنے باپ کو نہ بتانا۔ اس سے کہنا‘ تم اپنی نادانی کو سمجھ گئی ہو۔ آئندہ جان وکیز کا نام بھی زبان پر نہیں لاؤ گی۔“

وہ بیڈ سے اتر کر میرا شکریہ ادا کرتی ہوئی چلی گئی۔ میں آرام سے بیٹھ کر واکس مین کے خیالات پڑھنے لگا۔ مجھے بہت کچھ معلوم ہو رہا تھا۔

عقل نے سمجھایا کہ اس شکار کو سونیا کے حوالے کرنا چاہیے۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ”میں فرہاد انور شاہ بول رہا ہوں۔“

وہ خوش ہو کر بولی۔ ”ہاں، بولو میری یاد کیسے آ گئی؟“

”میں نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے واکس مین کو ٹریپ کیا ہے۔“

وہ ایک دم سے چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ ”کیا واقعی؟ کیا تم اسے زیر کر چکے ہو؟“

”ہاں، میں نے اس کی پٹائی کی ہے۔ یہ نیم بے ہوشی کی حالت میرے سامنے فرش پر پڑا ہے۔“

”الپا کئی بار تمہارے اندر آ چکی ہے۔ کیا تمہیں اس کا لب و لہجہ یاد ہے؟ اگر یاد ہے تو اسے فوراً اپنے پاس بلاؤ۔ وہ تمام پوزیشن سنبھال لے گی۔“

میں نے الپا کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ”میں فرہاد انور شاہ بول رہا ہوں۔ فوراً میرے پاس آؤ۔“

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ میرے اندر آ کر خیالات پڑھنے لگی۔ وہاں کی تمام صورت حال معلوم کر کے بولی۔ ”آپ نے بہت بڑا شکار مارا ہے۔ مجھے اس کے اندر پہنچا دیں۔“

میں واکس مین کے اندر گیا۔ وہ میرے ساتھ وہاں پہنچ کر بولی۔ ”ٹھیک ہے۔ آپ مما سے کہہ دیں‘ میں اسے معمول اور تابع دار بنا رہی ہوں۔ ہمارے ادارے کے جاسوسوں کو یہاں بھیج دیں۔“

میں نے سونیا کے پاس آ کر یہ بات کہی۔ اس نے پوچھا۔ ”کیا علی یا کبریا کے پاس پہنچ سکتے ہو؟“

میں نے کہا۔ ”سوری، وہ ایک آدھ بار میرے پاس آئے تھے۔ مجھے ان کی آواز اور لب و لہجہ یاد نہیں ہیں۔“

”کوئی بات نہیں، میں ان سے رابطہ کرتی ہوں۔“

اس نے فون کے ذریعے کبریا کو مخاطب کیا پھر کہا۔

”بیٹے اپنی سسٹر (الپا) کے پاس جاؤ۔ تمام حالات کو سمجھو پھر ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوسوں کو وہاں پہنچاؤ۔ اپنے شکار کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہے۔“

”او کے مما، میں سسٹر کے پاس جا رہا ہوں۔“

وہ فون بند کر کے مسکرانے لگی۔ مجھے اپنے اندر محسوس کر رہی تھی اور چشم تصور سے دیکھ رہی تھی پھر بولی۔ ”کیا تم جانتے ہو جینوا پہنچ کر کیسے کارنامے انجام دے رہے ہو؟ پہلے تم نے نادیدہ تنظیم کے ایک افسر زیرو فور زیرو کو اپنے شکنجے میں لیا۔ اب ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے واکس مین کو ان سے چھین لیا ہے۔“

”میں نے جو بھی کیا‘ اس کا سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ تم خوش ہو رہی ہو۔ دیکھ لینا‘ آج تمہارے دشمنوں کے اہم مہروں تک پہنچ رہا ہوں۔ انشاء اللہ کل فرہاد علی تیمور تک پہنچ کر انہیں تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ یہ میری زندگی کا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔“

”میں تمہاری باتوں سے تمہارے دلی جذبات کی شدت اور سچائی کو سمجھ رہی ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”میری ایک خواہش ہے۔“

اس نے کہا۔ ”ہاں، بولو...؟“

”میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔“

یہ ایسی بات تھی کہ سنتے ہی اس کا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ وہ میرے لیے جان دے سکتی تھی مگر قریب نہیں آ سکتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ”چپ کیوں ہو؟ مجھ سے ملنا نہیں چاہتیں؟“

وہ جلدی سے بولی۔ ”تم سے ملنا چاہوں گی لیکن...“

”لیکن کیا...؟“

”تمہیں روبرو دیکھوں گی تو مجھے یوں لگے گا جیسے میرا فرہاد سامنے آ گیا ہے۔“

میں نے واقعی جذباتی ہو کر کہا۔ ”اوہ خدایا! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ میرے روبرو آنے سے تم فرہاد صاحب کو مجسم پاؤ گی اور پا کر بھی محروم رہو گی۔ یہ محرومی تمہیں رلائے گی۔ نہیں... مجھے تم سے دور ہی رہنا چاہیے۔“

یہ محبت کرنے والی بہت ہی مکار تھی۔ اس نے مجھے ایک بچے کی طرح بہلا دیا۔ میں انجان تھا۔ مجھے اپنے متعلق صحیح حالات کا علم نہیں تھا لہٰذا اس نے جو سمجھایا‘ وہی میں نے سمجھ لیا۔

دوسرے دن نادیدہ تنظیم کے تھری بگس کو معلوم ہوا کہ ان کا دوسرا اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا واکس مین لاپتا ہو گیا ہے۔

ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے فون پر رابطہ کیا جاتا تھا۔ واکس مین کے پاس دو فون تھے۔ دونوں نمبروں پر یہ ٹیپ چل رہا تھا۔ ”آپ کا مطلوبہ نمبر عارضی طور پر بند ہے پھر کسی وقت رابطہ کریں۔“

وہ لوگ اس کے نمبر پنچ کرتے رہے... صبح سے شام ہو گئی۔ واکس مین کی آواز سنائی نہیں دی۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اپنے طور پر اسے تلاش کر رہے تھے۔ آخر انہوں نے مایوس ہو کر تھری بگس سے کہا۔ ”ہماری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔“

تھری بگس میں سے ایک افسر نے پوچھا۔ ”کیا یہ مان لیا جائے‘ وہ مر چکا ہے؟“

”یا تو مر چکا ہے یا برین واش کر کے اس کی آواز اور لب و لہجہ بدل دیا گیا ہے۔“

دوسرے افسر نے کہا۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے؟ الف گائی کے بعد ہمارا یہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا نابود ہو گیا ہے۔“

تیسرے افسر نے کہا۔ ”ایسا یقیناً گہری سازش کے تحت کیا جا رہا ہے۔“ نادیدہ تنظیم والوں نے سونیا کی پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔

ان کے اس تکبر کے جواب میں سونیا نے کہا تھا۔ ”تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں گر کر سمجھوتا کروں گی؟ تمہارے تیور اور تمہارے تخریبی ارادے سمجھ میں آ گئے ہیں۔ آج یہ لکھ لو‘ تم لوگوں نے اپنی شامت کو پکارا ہے۔ آج سے نیند آئے تب بھی ایک آنکھ سے جاگتے رہو ورنہ بے خبری میں مارے جاؤ گے۔“

تھری بگس کو اس کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ ذہن کو جھٹکے لگ رہے تھے۔ بے خبری میں ان کی تنظیم کے دو اہم ستون گرا دیے گئے تھے۔ وہ جھنجلانے لگے۔ مٹھیاں بھینچنے اور دانت پیسنے لگے۔ اس خطرناک بلا نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم لوگوں نے اپنی شامت کو پکارا ہے۔

یہ باتیں اب یاد آ رہی تھیں۔ اب سمجھ میں آ رہا تھا‘ وہ ایک جگہ چپ چاپ بیٹھی ان کے پیروں تلے سے زمین کھسکا رہی ہے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ ”کیا کرنا چاہیے؟“

ایک افسر نے کہا۔ ”کیا کیا جا سکتا ہے؟ اگر اس نے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو اس سے بات کر کے جھنجلاہٹ ہوگی۔ ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔“

دوسرے افسر نے کہا۔ ”اگر ہمارے دونوں خیال خوانی کرنے والے زندہ ہوں گے تو ہم ان کی واپسی کا مطالبہ کریں گے۔“

”وہ مطالبہ نہیں مانے گی تب ہم کیا کریں گے؟“

”کیا ہم اتنے گئے گزرے ہیں کہ اس کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کر سکتے؟“

”پہلے اس کے خلاف کارروائیاں کرنے کے ٹھوس انتظامات کیے جائیں پھر اس سے بات کی جائے۔“

انہوں نے سی آئی اے کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا۔ ”تمہارے جاسوس ایک عرصے سے سونیا کو تلاش کر رہے ہیں۔ وہ ہماری اسی دنیا میں ہے پھر کیوں اسے ڈھونڈ نہیں پاتے؟“

اس نے کہا۔ ”پچھلے دنوں ہمارے اکابرین کے پاس غیر معمولی مشین تھی۔ ہم نے اس مشین کی اسکرین پر سونیا کو دیکھنا چاہا تو وہ ہمیں نظر نہیں آئی۔“

تھری بگس میں سے ایک نے کہا۔ ”وہ زرد رنگ کے لباس اور نقاب میں چھپی رہتی تھی۔ اس لیے وہ مشین اسے ڈیٹیکٹ نہیں کر پاتی تھی لیکن وہ جہاں بھی ہوگی تو وہاں پہنچ کر اسے دیکھا جاسکتا ہے۔ اسے ہلاک کیا جاسکتا ہے۔“

”ہمارے سراغ رسانوں کا بیان ہے' جہاں اس کی موجودگی کا پتا چلتا ہے' وہاں وہ ہوتی ہے مگر ہمیں نظر نہیں آتی۔“

تھری بگس نے بے یقینی سے کہا۔ ”یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا وہ نادیدہ ہے کہ وہ ہوتی اور دکھائی نہیں دیتی؟“

”ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ نادیدہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی روحانی عمل کے نتیجے میں ہمیں بھی دکھائی نہ دیتی ہو۔“

”تو پھر وہ تلاش کرنے والوں کو نظر کیوں نہیں آتی؟“

”اس کی حکمت عملی سمجھ میں نہیں آتی۔ ہماری دنیا میں نظروں سے اوجھل رہنے والی وہی ایک عورت نہیں ہے۔ اسامہ بن لادن کو بھی برسوں سے تلاش کیا جارہا ہے۔ جہاں اس کی موجودگی کی اطلاع ملتی ہے' وہاں پہنچ کر معلوم ہوتا ہے' وہ ان ہی اطراف میں ہے مگر تلاش بسیار کے باوجود نظر آتا ہے نہ اسے تلاش کرنے والے زندہ واپس آتے ہیں۔“

تھری بگس نے کہا۔ ”تمہارے سراغ رسانوں کو یہ بھید معلوم کرنا ہوگا' وہ عورت نظروں سے اوجھل رہنے کے لیے کیسے ہتھکنڈے آزماتی ہے؟“

دوسرے افسر نے کہا۔ ”اپنے سراغ رسانوں کی پوری فوج کو اس کی تلاش کے لیے وقف کردو۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے کھانا' پینا' سونا' جاگنا بھول جاؤ۔ اگر ساری توجہ اس پر مرکوز کی جائے گی تو کامیابی ضرور حاصل ہوگی۔ یہ سختی سے حکم دو کہ وہ نظر آئے تو ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دی جائے۔“

انہوں نے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ سے رابطہ ختم کیا۔ ایک افسر نے کہا۔ ”مالی اور بے باک موسن ہماری نظروں میں ہیں۔ ہم انہیں شکنجے میں لے کر اپنے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مطالبہ کرسکتے ہیں۔“

دوسرے افسر نے کہا۔ ”ہمیں آرمی ہیڈ کوارٹر کی تباہی کو بھولنا نہیں چاہیے۔ ہزاروں سپاہی زخمی ہوئے... مارے گئے۔ اس عورت نے درجنوں اعلیٰ افسران کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کروڑوں ڈالرز کے ایٹمی ہتھیاروں کو دھواں بنا کر اڑادیا۔ ہم اس کی بیٹی کی طرف ایک قدم بڑھیں گے تو وہ دس قدم آگے بڑھ کر پہلے سے زیادہ نقصان پہنچائے گی۔“

وہ تینوں تھوڑی دیر تک سوچتے رہے پھر ایک افسر نے کہا۔ ”کامیابی اسی وقت ممکن ہے' جب سونیا ماری جائے گی۔ وہ نہیں رہے گی تو ہم اس کے تمام بچوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل دیں گے۔“

افسوس... خواب سہانے ہوتے ہیں مگر ان کی تعبیر نہیں ملتی۔ انہوں نے سونیا سے فون پر رابطہ کیا۔ ”ہیلو میڈم ہم تھری بگس آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“

اس نے کہا۔ ”اپنی اوقات پر آگئے؟ پہلے غیر معمولی مشین کے پیچھے پُراسرار بن کر رہتے تھے۔ کمیونیکیشن مشین پر تحریر کے ذریعے باتیں کرتے تھے۔ اپنی آوازیں نہیں سناتے تھے۔ آج فون پر میرے کان کے قریب بول رہے ہو۔“

اس نے کہا۔ ”حالات نے مجبور کردیا ہے۔ ہم اپنی آواز آئندہ بھی سنائیں گے لیکن ہمیشہ کی طرح نادیدہ اور پُراسرار بن کر رہیں گے۔“

”یہ بات اب تک تمہاری سمجھ میں نہیں آئی ہے کہ میں کس طرح تمہاری تنظیم کے ایک ایک فرد کو بے نقاب کررہی ہوں؟“

”ہم سمجھ رہے ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی پردۂ راز میں رہتے ہیں۔ تم لف گائی اور روکس مین کو بے نقاب کرچکی ہو۔ ہم نے ان کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لیے ہی رابطہ کیا ہے۔“

”اتنی جلدی مطالبہ نہ کرو۔ تمہارے پاس سات ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اب پانچ رہ گئے ہیں۔ کانٹوں کی سیج پر بیٹھ کر دیکھتے رہو' میں ان پانچوں کو بھی اسی طرح باری باری بے نقاب کروں گی۔ جب تمہاری تنظیم خیال خوانی کی قوتوں سے خالی ہوجائے گی تو تم تینوں کی باری آئے گی۔“

”پلیز' چیلنج نہ کرو۔ ہم مانتے ہیں' تم ہماری توقع سے زیادہ خطرناک ہو۔ ہماری کوشش ہوگی' تم ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہ کرو۔ ہم دوستی اور امن و امان کی خاطر سمجھوتا کرنا چاہتے ہیں۔“

”یاد کرو' میں نے کبھی سمجھوتا کرنا چاہا تھا۔ تم نے کہا تھا ... سمجھوتا اور دوستی اسی وقت ہوگی' جب میں اور بچے روپوش نہیں رہیں گے... آج میں بھی یہی کہتی ہوں' سمجھوتا اس وقت ہوگا' جب تھری بگس اور نادیدہ تنظیم کے تمام افسران اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سمیت روپوش نہیں رہیں گے۔“

”یہ بات تم نے نہیں مانی تھی۔ ہم بھی نہیں مانیں گے۔ پرانی باتیں بھول جاؤ۔ ہمارے درمیان ایسا معاہدہ ہونا چاہیے کہ اُدھر تم... اِدھر ہم آرام سے رہ سکیں۔“

”تم لوگ آرام سے رہنا نہیں چاہتے۔ کانٹوں کے بستر پر پیدا ہوئے ہو۔ اسی بستر پر مروگے۔“

”تم ہمیں باتیں سنا رہی ہو۔ کام کی بات کرو۔ ایک بار ہم سے دوستی کرو۔ ہمارے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس کردو پھر دیکھو' ہماری دوستی تمہیں کتنا فائدہ پہنچائے گی۔“

”تم لوگ کس طرح فائدہ پہنچاتے ہو' یہ میں دیکھ رہی ہوں۔ جہاں ابھی ہوں' وہاں تمہارے جاسوس کتے میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ میں انہیں دیکھ رہی ہوں مگر وہ مجھے دیکھ نہیں پارہے ہیں۔“

تھری بگس چونک کر سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ انہوں نے پوچھا۔ ”وہ تمہیں کیوں نہیں دیکھ پارہے ہیں؟ تم کہاں ہو؟“

فون پر اس کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”اچھا... تو بتادوں' میں کہاں ہوں...؟“

ایک افسر نے کہا۔ ”وہ... دراصل... ہم نہیں چاہتے کہ وہ تمہیں تلاش کریں۔ تم وہ جگہ بتاؤ۔ ہم ابھی انہیں وہاں سے جانے کا حکم دیں گے۔ کوئی تمہیں ڈسٹرب نہیں کرے گا۔“

”کیا میں بھروسا کرلوں' تمہارے یہ جاسوس مجھے نقصان نہیں پہنچائیں گے؟ اور فوراً یہاں سے چلے جائیں گے!“

”ایک بار... بس ایک بار بھروسا کرو۔ ہم تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اپنے تمام سی آئی اے والوں کو وہ جگہ' وہ ملک چھوڑ دینے کا حکم دیں گے۔ بس ایک بار ہمیں آزما کر دیکھ لو۔“

”اچھی بات ہے۔ جکارتہ میں جتنے سی آئی اے والے ہیں۔ ان سے کہہ دو' وہاں کے معروف ہوٹل مارکو پولو کے قریب نہ جائیں۔ جو مجھے ہوٹل کے اندر تلاش کررہے ہیں' وہ فوراً اس ہوٹل سے باہر چلے جائیں۔“

”تھینک یو' تم نے ہم پر بھروسا کیا ہے۔ ہم ابھی جکارتہ میں سی آئی اے والوں کو ہوٹل سے جانے کا حکم دے رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر تم سے رابطہ کریں گے۔“

انہوں نے سونیا سے رابطہ ختم کیا۔ فوراً ہی سی آئی اے کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کو فون پر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”جکارتہ میں اپنے تمام آدمیوں کو الرٹ کردو۔ سونیا ہوٹل مارکو پولو میں ہے۔ اپنے آدمیوں سے کہو' اس ہوٹل سے باہر چلے جائیں۔“

ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ نے پوچھا۔ ”تھوڑی دیر پہلے آپ نے کہا تھا' سونیا دیکھتے ہی گولی ماردی جائے پھر اسے سیکیورٹی کیوں دی جارہی ہے؟“

”اس سے ہماری ڈیلنگ ہورہی ہے۔ تم کوئی سوال نہ کرو۔ ہوٹل مارکو پولو میں تمہارے جو جاسوس ہیں۔ سونیا انہیں دیکھ رہی ہے۔ وہ سب وہاں سے چلے جائیں گے تو وہ ہم پر بھروسا کرے گی۔ تم دوسرے سراغ رسانوں کو مسافروں کے بھیس میں وہاں بھیجو گے۔ وہ رازداری سے معلوم کریں گے کہ سونیا کس نام سے... کس بہروپ میں وہاں ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔ پہلے اسے پہچاننا ہوگا۔ جب یہ یقین ہوجائے کہ وہ سونیا ہے تو اسے گولی ماردی جائے گی۔“

کتوں کی دم کبھی سیدھی نہیں ہوسکتی۔ وہ دوہری چالیں چل رہے تھے۔ جلد ہی سونیا کو یقین دلانے والے تھے کہ تمام سی آئی اے والے وہاں سے جاچکے ہیں۔

اُدھر الپا اور کبریا نے سونیا کی ہدایت کے مطابق پہلے فون کے ذریعے ہوٹل مارکو پولو کے منیجر کی آواز سنی پھر اس کے اندر پہنچ گئے۔ اس کے ذریعے ہوٹل کے دوسرے اسٹاف اور مسافروں تک پہنچنے لگے۔ وہ سونیا کی ایک ڈمی بنانے کے لیے کسی عورت کی تلاش میں تھے۔

انہیں ایسی عورت کی تلاش تھی۔ جو مجرمانہ زندگی گزار رہی ہو۔ وہ کسی سیدھی سادی شریف عورت کو آلۂ کار بنا کر اسے دشمنوں کے حوالے نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جکارتہ میں جرائم سے تعلق رکھنے والی عورتیں پائی جاتی تھیں۔ جنہیں منفی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا تھا۔

دوسری طرف امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہوٹل مارکو پولو کے اسٹاف کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ ان کے ذریعے ایسی بے شمار عورتوں کے اندر جارہے تھے۔ جو اس ہوٹل میں قیام کرنے آئی ہوئی تھیں۔ ان میں پیشہ ور عورتیں بھی تھیں جو مسافروں کا دل خوش کرنے کے لیے وہاں گھومتی پھرتی تھیں۔

سونیا اس ہوٹل میں تو کیا اس ملک میں بھی نہیں تھی۔ اس نے نادیدہ تنظیم والوں کے جھوٹ' فریب کو اور ان کی کمینگی کو ثابت کرنے کے لیے ایک شوشا چھوڑ دیا تھا۔ یوں دشمنوں کی تمام توجہ اس ہوٹل مارکو پولو پر مرکوز ہوگئی تھی۔

تھری بگس نے سونیا سے پھر فون پر رابطہ کیا اور کہا۔ ”تم دیکھ رہی ہوگی' سی آئی اے کے تمام جاسوس وہاں سے جاچکے ہیں۔ اگر کوئی رہ گیا ہے' وہاں چھپا ہوا ہے تو تم نشاندہی کرو۔ ہم اسے بھی نکال دیں گے۔“

سونیا نے کہا۔ ”واقعی تم لوگوں نے جو کہا تھا' وہی کررہے ہو۔ میں دیکھ رہی ہوں جو دشمنوں کی طرح مجھے تلاش

کرتے پھر رہے تھے۔ اب وہ نظر نہیں آرہے ہیں۔"

"ہمیں خوشی ہے تم مطمئن ہو رہی ہو۔"

اس نے کہا۔ "مگر اس ہوٹل کی وزیٹر لابی میں ایک سیکیورٹی افسر ہے۔ مجھے اس پر شبہ ہے وہ تمہاری سی آئی اے کا جاسوس ہو سکتا ہے۔"

"ہم ابھی تمہارا شبہ دور کریں گے۔ وہ ہمارا جاسوس ہو یا نہ ہو ابھی اسے اس ہوٹل سے نکال دیں گے۔"

سونیا جھوٹ بول کر وقت ضائع کر رہی تھی۔ چاہتی تھی؛ الپا اور کبریا کو زیادہ سے زیادہ وقت ملے اور وہ کسی عورت کو اس کی ڈمی بنا دیں۔

اس نے کبریا کے ذریعے معلوم کیا۔ ہوٹل والوں نے اپنے سیکیورٹی افسر کو چھٹی دے دی تھی۔ اس سے کہا تھا؛ ابھی وہ آرام کرے پھر کسی دن اسے ڈیوٹی پر بلا لیا جائے گا۔

سونیا نے فون کے ذریعے تھری مکس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "میں دیکھ رہی ہوں؛ اس سیکیورٹی افسر کی چھٹی کر دی گئی ہے۔ تم سب واقعی میرا اعتماد حاصل کر رہے ہو۔"

انہوں نے کہا۔ "جب اعتماد حاصل ہو گیا ہے تو ہمیں بتاؤ سف گائی اور واکس مین کو کب ہمارے حوالے کر رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "یہ تو پہلی آزمائش ہے۔ ابھی اعتماد حاصل ہوا ہے مگر اعتماد قائم نہیں ہوا ہے۔ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے پاس تمہاری امانت ہیں۔ انہیں بہت جلد تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"فی الحال ان کی آواز سنا دو۔ ہمیں اطمینان ہونا چاہیے۔"

"سوری... کچھ ایسی مجبوریاں ہیں کہ میں ان کی آواز نہیں سنا سکتی۔ بس مجھ پر بھروسا کرو۔ جو کہہ رہی ہوں؛ وہ ہو جائے گا۔"

وہ اپنے خیال خوانی کرنے والوں کی آوازیں سننے کے لیے سونیا سے ضد نہیں کر سکتے تھے۔ تھری مکس میں سے ایک نے کہا۔ "ہمارے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی قید میں ہیں۔ وہ انہیں واپس نہیں کرے گی۔ ہمیں اسی طرح ٹرخاتی رہے گی۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "یہ تو یقین ہو گیا ہے؛ وہ واقعی ہوٹل مارکو پولو میں ہے۔ ہم نے جیسے ہی اس سیکیورٹی افسر کی وہاں سے چھٹی کرائی؛ ویسے ہی اس نے فون کے ذریعے ہمارا شکریہ ادا کیا۔ اس کا مطلب یہی ہے؛ وہ وہاں موجود ہے۔

چھپ کر دیکھ رہی ہے کہ ہم اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کیا کر رہے ہیں؟"

تیسرے افسر نے کہا۔ "اس سے اچھا موقع نہیں ملے گا۔ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس ہوٹل میں اسے ڈھونڈ نکالیں گے مگر بہت دیر ہو رہی ہے۔ ہمارے لوگوں کو مستعدی دکھانی چاہیے۔"

وہ سی آئی اے کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ کرنے لگے۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی فون کے ذریعے تاکید کرنے لگے کہ جلد سے جلد سونیا کو تلاش کیا جائے ورنہ اسے ذرا بھی شبہ ہوا تو وہ ہاتھوں سے نکل جائے گی۔

الپا خیال خوانی کرتی ہوئی اس ہوٹل میں ایک ایسی عورت کے اندر پہنچی؛ جو انتہائی ظالم اور سفاک تھی۔ وہ تین مرڈر کر چکی تھی۔ تیسرا مرڈر شہر کے ایک معزز اور بہت ہی دولت مند شخص کا کیا تھا۔ وہ در پردہ انڈر ورلڈ کا بہت اہم کارکن تھا۔

اس عورت کا نام رچنا کوہلی تھا۔ صرف انڈر ورلڈ کے لوگ ہی نہیں جکارتہ کی پولیس اور انٹیلی جنس والے بھی اسے تلاش کر رہے تھے۔ الپا نے اپنی بیٹی انوشے سے کہا۔ "اس ہوٹل میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہیں۔ میں نہیں چاہتی؛ ان سے ہمارا ٹکراؤ ہو۔ ایسا ہوا تو بات بگڑ جائے گی۔ ہم جس عورت کو تمہاری گرینڈ مما کی ڈمی بنانا چاہتے ہیں۔ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے بے نقاب ہو جائے گی پھر ہم اپنی پلاننگ پر عمل نہیں کر سکیں گے۔"

انوشے نے کہا۔ "آپ چاہتی ہیں؛ وہ عورت بھرپور طریقے سے خود کو گرینڈ مما ثابت کرے۔"

"ہاں، تم اس کے اندر رہو گی تو دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یقین ہو جائے گا کہ وہ ہی ہماری مما ہیں۔"

انوشے نے کہا۔ "وہ ہماری گرینڈ مما بن کر مفت میں ماری جائے گی۔"

"بیٹی! اسے تو مرنا ہی ہے۔ یہاں کی پولیس؛ انٹیلی جنس والے اور انڈر ورلڈ کے لوگ سب ہی اس کے پیچھے پڑے ہیں۔ اسے اچھی طرح بھیس بدلنا بھی نہیں آتا۔ آج نہیں تو کل پکڑی جائے گی۔ وہ کالی ماتا کی پجارن ہے۔ ایسی سنگدل ہے کہ اس نے دیوی ماں کو خوش کرنے کے لیے ایک معصوم بچے کی بلی چڑھائی ہے۔"

انوشے نے کہا۔ "یا خدا! ہماری دنیا میں کیسی بے رحم عورتیں ہیں۔ ایسی عورتوں کا انجام عبرتناک ہونا چاہیے۔"

وہ چشم زدن میں رچنا کوہلی کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ہوٹل کے ایک کمرے میں بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔ "ہائے میں تو سونیا ہوں۔ دشمن مجھے ڈھونڈتے ہی رہیں گے۔ پہچان سکیں گے نہ میرے قریب آسکیں گے۔ میں خوامخواہ کمرے میں چھپی ہوئی ہوں۔"

ایسے ہی وقت امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کرسن واسکوڈی نے ایک ویٹر کے خیالات پڑھے۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "اس ہوٹل میں ایک عورت ایسی ہے؛ جو پچھلے دو دنوں سے کمرے کے اندر بند ہے۔ باہر نہیں نکلتی۔ فون پر کھانے پینے کا آرڈر دیتی ہے اور اسی کمرے میں دن رات گزارتی ہے۔"

کرسن واسکوڈی نے سی آئی اے کے چار سراغ رسانوں کو اس کمرے کے سامنے پہنچا دیا۔ ایسے ہی وقت وہ دروازہ کھول کر باہر آرہی تھی۔ انہیں دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

ایک جاسوس نے کہا۔ "ویل میڈم! ہم نے ہوٹل کے رجسٹر سے معلوم کیا ہے؛ تمہارا نام مونیکا وسائی ہے۔ کیا یہ بتانا پسند کرو گی کہ تمہارا اصل نام اور اصل شناخت کیا ہے؟"

اس نے پوچھا۔ "تم لوگ کون ہو؟"

اس نے سی آئی اے کا بیج نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔

"وی آر آفیسرز آن اسپیشل ڈیوٹی۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "پھر تو کوئی بات نہیں ہے۔ اندر آجاؤ۔ تمہارے تھری مکس سے میرے معاملات طے ہو چکے ہیں۔"

وہ چاروں اس کے پیچھے کمرے میں آگئے۔ وہ بولی۔ "ریسیور اٹھاؤ اور نادیہ عظیم کے تھری مکس سے رابطہ کرو۔ میں بھی ان سے بات کروں گی۔"

اس جاسوس نے کہا۔ "پہلے آپ اپنا نام اور اپنی شناخت بتائیں۔"

"میں مسز سونیا فرہاد ہوں۔ میری شناخت کے لیے یہ دو نام ہی کافی ہیں۔ باقی باتیں تمہارے اعلیٰ افسران سے ہوں گی۔"

اس جاسوس نے ریسیور اٹھا کر ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "میڈم سونیا اس ہوٹل کے روم نمبر ایٹ زیرو تھری میں ہیں۔ ہم اسی کمرے کے فون سے رابطہ کر رہے ہیں۔ میڈم نادیہ عظیم کے تھری مکس سے بات کرنا چاہتی ہیں۔"

دوسری طرف سے پوچھا۔ "کیا پوری طرح یقین ہو گیا ہے کہ وہ سونیا ہے؟"

"ابھی یہ تھری مکس سے بات کریں گی تو یقین ہو جائے گا۔"

ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے تھری مکس سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "سونیا حراست میں ہے۔ آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہے۔ ہوٹل مارکو پولو کے فون پر رابطہ کریں۔ وہ روم نمبر ایٹ زیرو تھری میں ہے۔"

انہوں نے فوراً ہی رابطہ کیا۔ پہلے سی آئی اے کے ایک جاسوس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون ہے؟"

انہوں نے کہا۔ "ہم تھری مکس ہیں۔ کیا سونیا وہاں موجود ہے؟"

اس جاسوس نے کہا۔ "یس سر میں سی آئی اے کا آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی ہوں۔ آپ میڈم سے بات کریں۔"

فون پر سونیا کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو تھری مکس... یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ایک افسر نے غراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہو رہا ہے میڈم... کیا تمہارے مزاج کے خلاف وہاں کوئی بات ہو رہی ہے؟"

"ہاں، سراسر میرے مزاج کے خلاف ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا اس ہوٹل میں ایک بھی سی آئی اے کا جاسوس نہیں رہے گا۔ تم نے سب کو یہاں سے باہر بھیج دیا تھا پھر یہ چار جاسوس میرے کمرے میں کیسے گھس آئے ہیں؟"

"تم پریشان نہ ہو۔ ہمارے لف گائی اور واکس مین کو ان کے حوالے کر دو۔ یہ یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"میں نے وعدہ کیا ہے؛ وہ دونوں تمہاری امانت ہیں۔ میں جلد ہی انہیں واپس کر دوں گی لیکن مطالبہ کرنے کا یہ طریقہ دوستانہ نہیں ہے۔"

"تم دوستی رکھنا چاہتی ہو تو دشمنی کو ہوا نہ دو۔ فوراً ان دونوں کو ہمارے حوالے کر دو۔"

"تم سمجھ رہے ہو؛ میں ان چار جاسوسوں سے ڈر کر تمہارا مطالبہ پورا کر دوں گی...؟ ہرگز نہیں... میں ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہاری کمزوری بنا کر رکھوں گی۔ انہیں کبھی واپس نہیں کروں گی۔ تمہاری مکاری سمجھ میں آگئی ہے۔ تم لوگوں نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ میں نے بڑی بھول کی جو اپنا ٹھکانا بتا دیا مگر اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ دیکھو میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان چاروں جاسوسوں کو کس طرح موت کے گھاٹ اتارنے والے ہیں؟"

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان جاسوسوں کے اندر موجود تھے۔ سونیا کی بات سنتے ہی انہوں نے کہا۔ "اسے ایک پل کی بھی مہلت نہ دو؛ فوراً گولی مار دو۔"

انہوں نے ایک پل بھی ضائع نہیں کیا۔ فوراً ہی اپنا اپنا ریوالور نکال کر تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ وہ فون پر بات کرنے والی رچنا کولی گولیوں سے چھلنی فرش پر گر پڑی۔

الوشے نے سونیا کے پاس آکر کہا۔ ''گرینڈ مما! اب وہ آپ کی موت کی تصدیق کرنے کے لیے یہاں آئیں گے۔ آپ خاموش رہیں۔ جب تک میں یہاں موجود رہوں گی، کوئی آپ کے دماغ کو چھو بھی نہیں سکے گا۔''

یہی ہو رہا تھا۔ تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سونیا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے اور سوچ کی لہریں واپس آ رہی تھیں۔ ان جاسوسوں کے سامنے سونیا بن کر رہنے والی کی لاش پڑی تھی۔ یہ تصدیق ہو گئی تھی کہ وہ مر چکی ہے۔ اس کا مردہ دماغ سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کر رہا ہے۔

نادیدہ تنظیم کے تھری ہکس کو ایک ایک رپورٹ مل رہی تھی۔ ایک دشمن عورت کی موت کی تصدیق ہو رہی تھی پھر انہوں نے خود اس کی موت سے پہلے فون پر بات کی تھی۔ یقین کیا تھا کہ سونیا سے جو معاملات طے ہوئے تھے۔ انہی معاملات پر وہ گفتگو کر رہی تھی۔ انہیں یقین ہو رہا تھا کہ سونیا جیسی خطرناک عورت سے ہمیشہ کے لیے نجات مل چکی ہے۔

وہ تھری ہکس خوشی سے اچھل پڑے۔ اپنی افسرانہ سنجیدگی اور شان و شوکت کو بھول کر ناچنے لگے تھے۔ انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاکید کی کہ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد خیال خوانی کی پرواز کریں۔ سونیا کے دماغ میں جانے کی کوشش کرتے رہیں۔ بار بار یقین کریں کہ وہ واقعی مر چکی ہے۔

یہ خوشخبری امریکا اور یورپ کے تمام اکابرین تک پہنچائی جا رہی تھی۔ وہ لوگ بھی تصدیق کرنا چاہتے تھے۔ پہلے انہوں نے فون کے ذریعے سونیا سے رابطہ کرنا چاہا مگر اس سے رابطہ نہ ہو سکا۔ انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا۔ ''ہم میڈم سونیا سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

ادھر سے جواب ملا۔ ''سوری، میڈم سے ہمارا کوئی رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔''

''رابطہ نہ ہونے کی کوئی وجہ تو ہو گی؟''

''ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ یہ میڈم کا ذاتی معاملہ ہے۔ وہ کبھی کبھی طویل عرصے کے لیے گوشہ نشین ہو جاتی ہیں۔''

''ہم نے تو سنا ہے، وہ مر چکی ہیں۔ انہیں قتل کیا گیا ہے؟''

''ہمیں ایسی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے... آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟''

اکابرین نے رابطہ ختم کر دیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تصدیق نہیں ہو رہی تھی۔

انہوں نے فون کے ذریعے تھری ہکس سے رابطہ کیا اور کہا۔ ''سونیا کی ہلاکت کو چھ گھنٹے ہو چکے ہیں لیکن بابا صاحب کے ادارے سے کہا جا رہا ہے کہ انہیں ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے۔''

تھری ہکس نے کہا۔ ''ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہیں گے کہ سونیا نے ہمارے آرمی ہیڈ کوارٹر کو بری طرح تباہ کیا تھا۔ ہم نے اس جرم کی سزا دینے کے لیے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔''

''خوشی سے پاگل ہونا چھوڑ دیں۔ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ ان کے پاس درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان سب نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی خیریت معلوم کی ہو گی۔ وہ لوگ مطمئن ہیں، اسی لیے آرام سے خاموش بیٹھے ہیں۔ کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کر رہے ہیں۔''

اس بات نے تھری ہکس کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے، نہ سونیا کے بیٹوں اور بیٹی کی طرف سے کوئی ردِعمل ظاہر ہو رہا تھا۔ اگر اسے قتل کیا جاتا تو مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے جان کو آ جاتے... ایک قیامت برپا کر دیتے لیکن کسی کی طرف سے کوئی احتجاج نہیں ہو رہا تھا۔ ایسی خاموشی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

ایسے وقت سی آئی اے کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے کہا۔ ''جسے قتل کیا گیا تھا، وہ سونیا نہیں ہے۔ اس کی لاش پوسٹ مارٹم کے لیے لے جائی گئی۔ بکارت کی ایک جنس والے وہاں موجود تھے۔ اس لاش کے بائیں ہاتھ کو دیکھ کر کہا، یہ ایک بہت ہی خطرناک عورت رچنا کولی ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ میں چھ انگلیاں ہیں۔ جب اس کے چہرے کو کیمیکل کے ذریعے صاف کیا گیا تو تصدیق ہو گئی۔ اس نے قانون کی نظروں سے چھپنے کے لیے اپنے چہرے پر دوسرا چہرہ چڑھا رکھا تھا۔''

ایک افسر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ ''تم کیسے سراغ رساں ہو؟ تم لوگوں نے اسے پہچاننے میں غلطی کی؟''

ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے کہا۔ ''آپ ناحق ناراض ہو رہے ہیں۔ آپ ہی نے آخری وقت اس سے فون پر بات کی تھی اور یہ تصدیق کی تھی کہ وہ سونیا ہے۔ اسے کوئی مار دی جائے۔''

تھری بکس ٹھنڈے پڑ گئے۔ نڈھال ہو کر جہاں بیٹھے تھے وہیں بیٹھے رہ گئے۔ سونیا زندہ ہے... وہ اچانک بجلی بن کر گرنے والی زندہ ہے... ابھی موت کی طرح خاموش ہے... اس نے لف گائی کو اغوا کیا تھا تب بھی خاموش تھی۔ کوئی چیلنج نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد واکس مین کو اغوا کیا تب بھی خاموش رہی تھی۔

وہ سمجھ رہے تھے سونیا اپنی خاموشی سے ان کے اندر بے چینی اور اضطراب پیدا کر رہی ہے۔ اب تو بہت بڑی واردات ہوئی تھی۔ اسے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی گئی تھی۔ وہ مر بھی سکتی تھی مگر زندہ تھی اور چپ تھی۔ یوں جیسے موت چپ چاپ دبے قدموں ان کی طرف چلی آ رہی ہو۔ اس کی خاموشی ہمیشہ رنگ لاتی تھی۔ پتا نہیں اب وہ کیا رنگ دکھانے والی تھی؟

وہ تو خاموش تھی لیکن تمام امریکی اکابرین ان تھری بکس کے خلاف چیخ رہے تھے۔ غصے سے کہہ رہے تھے۔ ”نادیدہ تنظیم کے یوگا جاننے والے افسران نے انتہائی نااہلی کا ثبوت دیا ہے۔ بیٹھے بٹھائے سونیا کو دشمن بنا لیا ہے۔ اس خطرناک بلا نے آرمی ہیڈ کوارٹر کو ناقابلِ برداشت نقصان پہنچایا تھا۔ اب پھر اسے بدترین انتقامی کارروائی کرنے کی دعوت دی ہے۔“

آرمی کے اعلیٰ افسران کہہ رہے تھے۔ ”نادیدہ تنظیم والے خوامخواہ پُراسرار بن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ نادیدہ بن کر پُراسرار بن کر ملک کو کیا فائدہ پہنچا رہے ہیں؟ آج تک انہوں نے ملک کو کیا دیا ہے؟ کچھ نہیں... انہوں نے کبھی گریٹ ایشورارا کے حملوں سے ہمیں تحفظ فراہم نہیں کیا۔ ان کی کسی حکمتِ عملی سے کبھی ملک کا وقار بلند نہیں ہوا بلکہ ہماری سبکی ہو رہی ہے۔“

اعلیٰ حکام کہہ رہے تھے۔ ”فی الحال سلامتی اور ملک میں جو اہم تنصیبات ہیں۔ ان کی حفاظت کا مسئلہ اہم ہے۔ سونیا اس بار بہت ہی تباہی مچائے گی۔ قیامت سے پہلے قیامت لے آئے گی۔ ہم نے سپر پاور ہو کر پہلے اس کا کیا بگاڑ لیا جو آئندہ بگاڑ سکیں گے؟“

سب ہی کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے سونیا سے فوراً مذاکرات کیے جائیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی نقصان پہنچائے۔ اس سے کوئی سمجھوتا کیا جائے۔ سمندر کی خاموشی کسی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ پھٹ پڑے۔ ہمیں اس کے زخموں پر مرہم رکھنے کی کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔

انہوں نے فون کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا۔ وہ بولی۔ ”کس سونیا سے باتیں کر رہے ہو؟ اسے تو تم لوگوں نے مار ڈالا ہے۔“

انہوں نے کہا۔ ”ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ آپ زندہ سلامت ہیں۔“

”نہیں، میں مر چکی ہوں۔ تھری بکس نے مجھے قتل کرنے کی جو تدبیر کی تھی وہ اس میں کامیاب رہے اور ایک سونیا کو بڑی بے دردی سے مار ڈالا۔ مجھے اس کے لہو کی قیمت چاہیے۔“

”ایسی قیمت مانگو جسے ہم ادا کر سکیں اور آئندہ صلح صفائی سے رہ سکیں۔“

”میں نے تمہارے تھری بکس سے کہا تھا تم لوگ صلح صفائی سے رہنا نہیں جانتے۔ آئندہ بھی سازشوں سے باز نہیں آؤ گے لہٰذا آئندہ کی نہیں... ابھی کی بات کرو۔ سونیا کا جو لہو بہایا گیا ہے تم لوگ اس کی قیمت آسانی سے ادا کر سکتے ہو۔ میں بہت کم قیمت لگا رہی ہوں۔“ وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ”میرے پیچھے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ تمہاری اہم تنصیبات کے کارکنوں کے دماغوں میں گھس کر ان کے ذریعے جہاں چاہیں گے بم بلاسٹ کریں گے۔ کیا تم کسی کے اندر گھس کر معلوم کر سکو گے کہ ہم نے کسے اپنا آلۂ کار بنایا ہے؟ تم کس طرح اپنی اہم تنصیبات کی حفاظت کر سکو گے؟“

”ہم مانتے ہیں پچھلی بار تم نے آرمی ہیڈ کوارٹر کے ہی افسران کو آلۂ کار بنا کر وہاں تباہی مچائی تھی۔ ہمیں آج تک معلوم نہ ہو سکا وہاں کس نے خفیہ طور پر بم نصب کیے تھے؟“

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”انتہائی سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔ تمہیں بھی کوئی روک نہیں پائے گا۔ تم یہ بتاؤ جو زخم دیا گیا ہے۔ اس کی تلافی کیسے ہوگی؟“

”نہایت ہی آسان ہے۔ نادیدہ تنظیم کے تمام افسران کو کہہ دو وہ آہنی پردے کے پیچھے سے باہر آ جائیں۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے اپنے دماغوں کے دروازے کھول دیں۔ میں صرف تھری بکس کا محاسبہ کروں گی۔ باقی کسی سے کوئی انتقام نہیں لوں گی۔“

”یعنی تم نادیدہ تنظیم کو ختم کر دینا چاہتی ہو؟“

”یہی بات ہے۔ اگر وہ ختم نہ ہوئے تو اپنا خاتمہ سمجھو۔ میری بات مان لینے سے تم لوگوں کو ایک اور بڑا فائدہ پہنچے گا۔ میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے لف گائی اور واکس مین کو

تمہارے حوالے کر دوں گی لیکن شرط یہی ہے کہ وہ تینوں میرے سامنے بے نقاب ہوں گے اور آئندہ نادیدہ تنظیم نہیں رہے گی۔ اچھی طرح سوچ لو سمجھ لو میں دو گھنٹے بعد رابطہ کروں گی۔“

سوچنا کیا تھا؟ سمجھنا کیا تھا؟ اس نے اپنے لہو کی قیمت بہت کم بتائی تھی۔ ان سے رعایت کر رہی تھی۔ اپنے تمام اکابرین کی جان کی سلامتی کے لیے اور اپنے پورے ملک کو تخریبی کارروائیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے وہ راضی ہو گئے۔

تھری بکس خود کو سونیا کے سامنے پیش کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن آرمی کے تمام افسران ان کے خلاف ہو گئے تھے۔ دو گھنٹے بعد انہیں گرفتار کر کے ایک کھلے میدان میں پہنچایا گیا۔ سونیا سے کہا گیا۔ ”یہ تینوں تمہارے مجرم ہیں۔ تم ان کے خلاف کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہو۔“

اس نے حکم دیا کہ وہ تینوں اپنے دماغوں کے دروازے کھول دیں۔

لیکن وہ راضی نہیں ہو رہے تھے۔ آرمی کے افسران نے انہیں گن پوائنٹ پر لیتے ہوئے کہا۔ ”اگر تم نے بات نہ مانی تو تمہیں زخمی کیا جائے گا پھر وہ سب آسانی سے تمہارے اندر پہنچ جائیں گے۔“

تھری بکس بہت طاقتور آزاد اور خود مختار تھے لیکن تقدیر نے انہیں بے بس اور مجبور بنا کر بلندی سے ذلت کی پستیوں میں پھینک دیا تھا۔ انہوں نے سر جھکا کر دماغ کے دروازے کھول دیے۔

الپا عالی اور کبریا ان کے اندر پہنچ گئے۔ ان تینوں کے خیالات اچھی طرح پڑھنے لگے جب یقین ہو گیا کہ وہی تھری بکس ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی فراڈ نہیں کیا جا رہا ہے۔ تب عالی نے کہا۔ ”میری مما نے تم لوگوں سے کہا تھا نادیدہ اور پُراسرار بن کر رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے خدائی دعویٰ کیا وہ ایسے ہی عبرتناک انجام کو پہنچے۔“

اس کے بعد انہوں نے ان کے اندر زلزلے پیدا کیے۔ ان کے دماغوں کو کمزور بنا دیا۔ تب سونیا نے اعلیٰ حکام اور تمام آرمی افسران سے کہا۔ ”میں انہیں جان سے نہیں ماروں گی۔ یہ زندہ رہیں گے۔ دماغی کمزوریوں میں مبتلا رہیں گے اور سڑکوں پر بھیک مانگتے پھریں گے۔ سرکاری یا غیر سرکاری طور پر ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ جو مدد کرے گا وہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے گا۔“

چند دنوں کے بعد وہ تینوں بہت ہی بدحال دکھائی دینے لگے۔ ان کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ داڑھیاں بڑھی ہوئی تھیں اور وہ سڑکوں پر بھیک مانگتے پھر رہے تھے۔ اور خیرات کی رقم سے اپنا پیٹ بھرتے تھے۔

سونیا نے سپر پاور کے لیے اور دوسرے تمام بڑے ممالک کے لیے انہیں عبرت کا تماشا بنا دیا تھا۔ یہ سمجھا دیا تھا کہ مسلمانوں سے دشمنی کرنے کا انجام اس سے بھی زیادہ عبرتناک ہو سکتا ہے۔

میں خیال خوانی کے ذریعے بہت کچھ دیکھ رہا تھا۔ سونیا کو ایسی شاندار کامیابی حاصل کرتے ہوئے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کامیابی صرف اس کی نہیں میری بھی ہے۔ اگرچہ اس سے کوئی رشتہ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ یادداشت ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ بالکل اپنی لگ رہی تھی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔

”ہیلو! میں فرہاد انور شاہ ہوں۔“

وہ مسکرا کر بولی۔ ”اپنا نام نہ بتاؤ تب بھی میں آہٹ سے تمہیں پہچان لوں گی۔“

”بے شک، تم غیر معمولی ذہانت کی حامل ہو۔ میرے لیے یہ فخر کی بات ہے تم میرے لیے اچھے جذبات رکھتی ہو۔ بائی دا وے... یہ تم کہاں جا رہی ہو؟“

اس وقت وہ ہوائی جہاز میں سفر کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ”میں پیرس پہنچنے والی ہوں۔ بابا فرید واسطی نے طلب کیا ہے۔ میں حاضری دینے جا رہی ہوں۔“

”سونیا... میں نے سنا ہے بابا فرید واسطی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ کیا میں ایک التجا کرنے کے لیے ان سے ہم کلام ہو سکتا ہوں؟“

”میں تمہاری سفارش کروں گی۔ وہ مناسب سمجھیں گے تو تم سے ہم کلام ہوں گے۔ بائی دا وے... تمہاری التجا کیا ہے؟“

”ایک ہی التجا ہے۔ میں ان کے آگے دست بستہ عرض کروں گا وہ تمہارے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دیں کہ فرہاد علی تیمور تمہیں جلد ہی مل جائے۔“

فرطِ جذبات سے سونیا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ میں نے کہا۔ ”اوہ خدایا! کیا میں تمہیں رُلا رہا ہوں؟“

وہ جلدی سے آنکھیں پونچھتے ہوئے بولی۔ ”نہیں، تم بہت اچھے ہو۔ اپنی باتوں سے اپنے سچے جذبوں سے میرے دل میں اُتر جاتے ہو۔“

جہاز کی اناؤنسر کہہ رہی تھی کہ وہ طیارہ رن وے پر اترنے والا ہے۔ تمام مسافر اپنی سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔

سونیا نے کہا۔ ''میں اب سے ڈیڑھ گھنٹے بعد بابا صاحب کے ادارے میں پہنچوں گی۔ اس وقت تم میرے پاس آنا۔ بابا صاحب کے حجرے میں کوئی خیال خوانی کے ذریعے بھی داخل نہیں ہوسکتا۔ جب میں حجرے میں قدم رکھوں گی اور بابا صاحب کو منظور نہیں ہوگا تو تمہاری سوچ کی لہریں میرے دماغ سے نکل جائیں گی ورنہ تم میرے ساتھ حجرے میں جاسکو گے۔''

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ میں اس وقت جنیوا میں تھا۔ پیرس سے اور بابا صاحب کے ادارے سے زیادہ دور نہیں تھا۔ جی چاہتا تھا' میں بھی اس کے پیچھے پیچھے جاؤں اور دیکھوں کہ بابا صاحب کا ایمان افروز ادارہ کیسا ہے؟

میں دوسری بار اس کے اندر پہنچا تو وہ بابا صاحب کے ادارے کے سامنے پہنچ چکی تھی۔ کار سے اتر کر اندر جارہی تھی۔ وہاں صرف مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی سوچ کی لہریں اندر جاسکتی تھیں۔ میری سوچ کی لہریں سونیا کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں آگئیں۔

وہ ایک ٹرالی میں بیٹھ کر بابا فرید واسطی کے حجرے کے قریب پہنچی۔ وہاں چاروں طرف سیکڑوں عقیدت مند سبز گھاس پر سر جھکائے دوزانو بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا یہ ماتمی انداز دیکھ کر سونیا تیزی سے چلتی ہوئی حجرے کے دروازے پر آئی۔ اسے اندر جانے سے کوئی نہیں روکتا تھا۔

وہ دروازہ کھول کر اندر پہنچی تو بابا فرید واسطی ایک بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ سفید چادر تھی۔ سفید لباس تھا۔ داڑھی اور سر کے بال بھی سفید تھے۔ شخصیت میں ایسی روحانی کشش تھی کہ دل ان کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔

بابا صاحب نے آنکھیں کھول کر دروازے کی طرف دیکھا پھر ایک ہاتھ ذرا سا اٹھا کر کہا۔ ''آؤ بیٹی، میں تمہارا ہی انتظار کررہا ہوں۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی بستر کے سرے پر آکر بیٹھ گئی۔ ان کے ہاتھ کو اور پیشانی کو چھو کر بولی۔ ''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

انہوں نے بڑی نقاہت سے کہا۔ ''ہم سدا اس دنیا میں رہنے کے لیے نہیں آئے ہیں۔ مجھے بھی جانا ہے۔ بس تمہارے لیے دم رُکا ہوا ہے... میں نے ساری عمر عبادت کی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے... میں نے ساری عمر تمہیں دُعائیں دیں' تمہاری سربلندی اور سرفرازی کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے' اس نے میری دُعائیں قبول کیں۔ وہ تمہیں سربلندی عطا کررہا ہے۔''

میں سونیا کے اندر موجود تھا۔ یہ اطمینان تھا کہ مجھے اس حجرے میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی ہے۔ میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''ہر انسان پر گردشیں آتی ہیں۔ تمہارے اور فرہاد کے مقدر میں بھی یہی لکھا تھا کہ تم دونوں گردش میں رہو۔ نیک نامی اور سربلندی حاصل کرنے کے باوجود زندگی کے مصائب سے دوچار رہو اور تمہارے ساتھ یہی ہورہا ہے۔'' انہوں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''میں گوشہ نشینی ترک کرکے دوبارہ یہاں آیا تب سے تمہارے لیے دُعائیں مانگ رہا ہوں کہ گردش ختم ہوجائے، وہ جو ایک گرہ بندھی ہوئی ہے کہ تم اپنے فرہاد کے قریب جاؤ گی تو وہ اس کا آخری وقت ہوگا۔''

انہوں نے ایک ہلکی سی سانس کھینچتے ہوئے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ بڑا ساز گار ہے۔ وہ ہونی کو انہونی اور انہونی کو ہونی بنا دیتا ہے۔ آخری وقت مجھے آگہی مل رہی ہے کہ تمہاری گردش ختم ہوچکی ہے۔ بندش ختم ہوچکی ہے۔ تم اپنے فرہاد سے مل سکو گی۔ تمہاری قربت اس کی موت کا سبب نہیں بنے گی۔ البتہ میری یہ پیش گوئی اٹل ہے کہ جب فرہاد کی طبعی عمر پوری ہوگی' اس کا آخری وقت ہوگا تو ایسے وقت صرف تم اس کے پاس ہوگی۔''

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہے پھر بولے۔ ''ایسا کیوں ہوتا ہے؟ قدرتی حالات کیسے بدل جاتے ہیں؟ خدا کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو کچھ باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔''

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''آئندہ فرہاد کے ساتھ تمہارا رہنا لازمی ہوگیا ہے کیونکہ ہماری دنیا پر ایک بہت بڑی آفت آنے والی ہے۔ دینِ اسلام کو خطرہ لاحق ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے' وہ دینِ اسلام کی حفاظت خود کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا ساز گار ہے۔ آئندہ تم اپنے دین کے لیے اپنے فرہاد سے ملنے والی ہو۔ جاؤ، نمازِ شکرانہ ادا کرو۔''

اسی وقت عصر کی اذان سنائی دینے لگی۔ وہ کلمۂ طیبہ پڑھنے لگے۔

کلمہ طیب کی ادائیگی کے ساتھ ہی ان کی آنکھیں بند ہوگئیں اور وہ ابدی نیند سو گئے۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو تراسی ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

دیوتا

ہنگاموں
رنگینیوں
اور تحیر کے اُس
بے تاج بادشاہ کی
سحرانگیز کہانی جس نے
اپنی بھرپور زندگی میں کبھی
شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب
اور جس کے ذہن میں چاہتا جھانک لیتا
اور یہی اُس کا مُہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں
پر محیط وہ طلسمِ ہوش رُبا جسے قارئین کی
دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے
اور مُلک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک
ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی
تیمور کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو
کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار رہے۔

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات تھی۔ بابا فرید واسطی کے آخری وقت مجھے ان کے حجرے میں داخل ہونے کی اجازت ملی تھی۔ اگرچہ میں ان کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا... سب کچھ بھول گیا تھا۔ تاہم ان کی وفات پر مجھے دلی صدمہ ہوا۔ سونیا کو پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھ کر یہ صدمہ اور بڑھ گیا۔

ایسے وقت سونیا کے اندر مسلسل رہنا مناسب نہیں تھا۔ صدمے کا بوجھ کم کرنے کے لیے رونا اور ماتم کرنا لازمی ہوتا ہے۔ ایسے وقت صبر کرنے کی تلقین محض رسمی سی ہوتی ہے۔ میں چاہتا تھا' وہ اس وقت تنہا رہے اور یہ بھی چاہتا تھا کہ اس ادارے میں رہ کر بابا صاحب کی آخری رسومات میں شریک بھی رہوں۔

مگر ایسا ممکن نہیں تھا۔ وہاں رہنے کے لیے مجھے کسی اور کے دماغ میں جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ وہ سب ہی میرے لیے اجنبی تھے۔ میں اپنی کمزور یادداشت کے باعث ایسا سوچ رہا تھا ورنہ اس ادارے میں سب ہی میرے اپنے تھے۔ میں انہیں اجنبی سمجھ رہا تھا مگر خود ان کے لیے اجنبی نہیں تھا۔

میں سونیا کے دماغ سے نکلتا تو دماغی طور پر وہاں سے دور جنیوا کے کاٹیج میں آ جاتا مگر ایسا نہیں ہوا۔ میں نے شدید حیرانی سے دیکھا، سونیا کے دماغ سے نکلتے ہی میں کسی کے اندر پہنچ گیا تھا اور اس کے ذریعے بابا فرید واسطی کی تدفین کے سوگوار مناظر دیکھ رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کہاں پہنچا ہوا ہوں؟

میں جس ہستی کے اندر تھا' اس کی سوچ کو پڑھ سکتا تھا۔ یہ معلوم کر سکتا تھا کہ وہ ہستی کون ہے اور اس وقت کیا سوچ رہی ہے!

حیرانی کی بات یہی تھی۔ میں اس کے خیالات پڑھ نہیں پا رہا تھا۔ ایسے وقت مجھے بہت ہی معصوم سی میٹھی سی آواز سنائی دی۔ ''آپ پریشان نہ ہوں۔ جب تک خیال خوانی کے ذریعے اس ادارے میں رہنا چاہتے ہیں... رہ سکتے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''بیٹی... ! تم کون ہو؟''

''میں اپنے گرینڈ پاپا فرہاد علی تیمور کی پوتی انوشے ہوں۔''

''میں آپ ہی آپ تمہارے دماغ میں کیسے آ گیا؟''

''یہ قدرتی کشش ہے۔ ابھی آپ نہیں سمجھیں گے۔ جلد ہی وقت آپ کو سمجھا دے گا۔''

میں نے کہا۔ ''تمہارے لیے خوشخبری ہے۔ تمہارے دادا فرہاد جلد ہی تم سب سے ملنے والے ہیں۔''

''یہ آپ سے کس نے کہا ہے کہ وہ جلد ہی ملنے والے ہیں؟''

''جب تمہاری دادی (سونیا) حجرے میں گئی تھیں تو میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے ساتھ تھا۔ میں نے بابا صاحب کی باتیں سنی ہیں۔ وہ فرما رہے تھے' تمہاری دادی اور دادا پر جو گردش تھی' وہ ختم ہو چکی ہے۔ آئندہ وہ دونوں ساتھ رہیں گے۔''

''یہ تو واقعی بہت بڑی خوش خبری ہے۔ ویسے آپ ہماری گرینڈ مما کے ساتھ یہاں کیوں آئے ہیں؟ ہمارے معاملات میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟''

''میں تمہاری گرینڈ مما کے کارناموں سے بہت متاثر ہوں۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا' میرے داماد جمال احمد کو گریٹ ایشو رارا کی عداوت سے بچائیں گی۔ واقعی یہی ہوا۔ میرا داماد محفوظ ہے اور گریٹ ایشو رارا کے کارندے یہ دنیا چھوڑ کر اپنے سیارے میں واپس چلے گئے ہیں۔''

انوشے روحانی علوم کے ذریعے یہ تمام باتیں جانتی تھی۔ ایک پوتی کی حیثیت سے مجھے پہچانتی تھی۔ بس یونہی شوخی سے اپنے دادا کو ٹٹول رہی تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ مجھے اس کی دادی سے کتنا لگاؤ ہے؟ اس لگاؤ کی نوعیت کیا ہے؟ کیا عجیب زندگی تھی' اپنی لاڈلی پوتی کو بھی بھول گیا تھا۔

سونیا نے تین دن تک خاموشی اختیار کر لی تھی۔ بابا فرید واسطی کے حجرے میں رہ کر عبادت کرتی تھی۔ راتوں کو وہیں سوتی تھی۔ اکابرین نے فون کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا۔ ادارے کے انچارج نے کہا۔ ''میڈم تین دن تک دنیاوی معاملات میں دلچسپی لیں گی نہ کسی سے بات کریں گی۔ کوئی اہم پیغام ہو تو انہیں پہنچا دیا جائے گا۔''

اکابرین میں سے ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''میڈم نے وعدہ کیا تھا' ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں... ٹف گائی اور وائس مین کو ہمارے حوالے کر دیں گی۔''

جواب دیا گیا۔ ''جب انہوں نے زبان دی ہے تو وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ تین دن انتظار کریں۔''

اکابرین کو یقین تھا' سونیا اپنا وعدہ پورا کرے گی۔ وہ صبر سے انتظار کرنے لگے۔ میں انوشے کا شکریہ ادا کر کے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

سونیا کو تین دن تک اس کے حال پر چھوڑ دینا مناسب تھا۔ میں دوسرے دن جنیوا سے لاہور واپس آ گیا۔ وہاں مما کے ساتھ گھریلو اور کاروباری معاملات میں سرسری طور پر دلچسپی لینے لگا۔

میں نے بابا صاحب کے ادارے میں کئی گھنٹے گزارے تھے۔ وہاں کا پاکیزہ اور ایمان افروز ماحول مجھے یاد آتا تھا۔ بابا فرید واسطی کی باتیں بھی یاد آتی تھیں۔ انہوں نے فرمایا تھا۔ ''سونیا اور فرہاد پر جو گردش تھی، وہ ختم ہو چکی ہے۔ آئندہ ان کی ملاقات ہوگی۔''

ان کی یہ باتیں میرے اندر گونجتی رہتی تھیں۔ میں بے چین ہو کر سوچتا تھا۔ ''آخر کب ان کی ملاقات ہوگی؟''

میں اسے اپنے فرہاد سے ملتے اور مسرتوں سے سرشار ہوتے دیکھنا چاہتا تھا۔ بابا صاحب نے فرمایا تھا۔ ''عالمِ اسلام پر برا وقت آنے والا ہے۔''

انہوں نے وضاحت نہیں کی تھی کہ وہ برا وقت کب آئے گا؟ کیا دینِ اسلام کے دشمن بہت طاقتور ہوں گے؟ کیا مسلمان اپنی بقا کے لیے جنگ لڑ سکیں گے؟

ہاں... یہ ضرور فرمایا تھا کہ سونیا اور فرہاد یہ جنگ لڑنے کی خاطر ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہو جائیں گے۔ دیکھا جائے تو میں قدرتی طور پر بزنس مین نہیں تھا۔ اس لیے کبھی سنجیدگی سے کاروبار کے متعلق سوچتا ہی نہیں تھا۔ میرے اندر جو فرہاد چھپا ہوا تھا وہ میرے خیالات کو سونیا اور اس کے معاملات کی طرف بہائے لیے جاتا تھا۔

تمام اکابرین نے بابا فرید واسطی کی وفات پر رسمی طور پر رنج و غم کا اظہار کیا تھا۔ بھلا انہیں بابا صاحب سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی؟ وہ محض رسم دنیا نبھانے اور سونیا سے دوستی قائم رکھنے کے لیے تعزیت کر رہے تھے۔

فی الحال وہ سونیا' فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کوئی سازش نہیں کر رہے تھے۔ یہی ارادہ تھا کہ آئندہ بھی نہیں کریں گے۔ ہمیشہ دوستانہ روش پر چلیں گے۔ وہ ایسے فیصلے سیکڑوں بار کر چکے تھے۔ امن و امان سے رہنے کے وعدے کرتے تھے اور انہیں توڑ دیتے تھے۔ قسمیں کھاتے تھے اور بھول جاتے تھے۔

برین ماسٹر اپنی ایک خفیہ رہائش گاہ میں تھا۔ خیال خوانی کے اور آوڈی مین کے ذریعے بہت سی معلومات حاصل کر رہا تھا لیکن یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ سونیا بابا صاحب کے ادارے میں کب تک رہے گی اور کیا کرتی رہے گی؟ اس نے ٹف گائی اور وائس مین کو کہاں چھپا رکھا ہے اور انہیں کب امریکی اکابرین کے حوالے کرے گی؟

وہ یہ سب کچھ نہیں جانتا تھا مگر جاننے کی بھرپور کوششیں کر رہا تھا۔

چند اکابرین کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ سونیا تین دن کے بعد ٹف گائی اور وائس مین کو واشنگٹن پہنچائے گی۔ یہ بہت بڑی خبر تھی۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ دونوں کہاں ہیں اور کس ملک کے ائرپورٹ سے روانہ ہو کر واشنگٹن پہنچیں گے؟

اس نے آوڈی مین سے کہا۔ ''نادیدہ تنظیم ختم ہو چکی ہے۔ آرمی کے پانچ یوگا جاننے والے افسران پھر سے پاور میں آ گئے ہیں۔ تم ان پانچوں میں سے کسی کی آواز سنو اور مجھے بھی سناؤ۔''

اس نے کہا۔ ''تم ان کے اندر کیسے پہنچو گے؟''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''وہ پانچوں یوگا جاننے والے صرف آفس کے بند کمرے میں ہی نہیں' اپنے گھروں میں بھی کسی نہ کسی سے باتیں کرتے ہوں گے۔ اس طرح ان کے گھروں کا پتا معلوم ہو سکے گا۔''

''بے شک، آخر وہ انسان ہیں۔ سماجی معاشرتی زندگی گزارتے ہوں گے۔ کلبوں اور شادی بیاہ کی تقریبات میں شریک ہوتے ہوں گے یا کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے ہوں گے۔''

''ہاں۔ ایسے وقت میں اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے ان میں سے کسی کو ٹریپ کر سکوں گا۔''

برین ماسٹر کو سونیا سے یہ شکایت تھی کہ اس نے ٹف گائی کو اس سے چھین لیا تھا۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو برین ماسٹر نے آوڈی مین کے ذریعے ٹریپ کیا تھا۔ اصولاً اس شکار پر برین ماسٹر کا حق تھا۔ اس کا خیال تھا' سونیا نے اس سے ناانصافی کی ہے۔ جبکہ وہ ٹف گائی کو تو کیا' وائس مین کو بھی اپنے زیرِ اثر رکھنے والی نہیں تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا' سونیا انصاف کر رہی ہے۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان کے گھر واپس بھیج رہی ہے۔

اپنی غرض پوری نہ ہو تو انصاف کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ برین ماسٹر ایک ہی بات جانتا تھا کہ ٹف گائی پر اس کا حق ہے۔ وہ اپنا حق مانگے گا تو سونیا نہیں دے گی۔ لہٰذا وہ مانگنا نہیں' چھین لینا چاہتا تھا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ ٹف گائی کے ساتھ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا وائس مین سود کے طور پر حاصل ہو جائے۔

اسے یہ اندیشہ تھا کہ سونیا ناراض ہو جائے گی پھر اس نے سوچا' اسے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس وقت حاصل کرے گا جب سونیا کی ذمے داری ختم ہو جائے گی۔ وہ انہیں رہائی دے چکی ہوگی۔ سونیا سے ان کا معاملہ ختم ہو چکا ہوگا۔ رہائی پانے کے بعد وہ کسی کے بھی ہتھے چڑھ سکتے ہیں۔

وہ سی آئی اے کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس شعبہ کے افسران اور ان کے جاسوس شراب پینے کے عادی تھے۔ اسے کتنے ہی اعلیٰ افسران کے دماغوں میں جگہ ملتی رہی۔ یہ معلوم ہوتا رہا کہ پانچ یوگا جاننے والے افسران اہم معاملات میں ان سے دن رات رابطہ رکھتے ہیں۔ اسے وہیں سے اہم معلومات حاصل ہونے لگیں۔

تین دن گزر گئے۔ سونیا نے پانچ یوگا جاننے والے اکابرین سے کہا۔ ”دوسرے دن صبح چھ بجے تمہارے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں ٹف گائی اور وائس مین کو پیرس... ائرپورٹ پہنچا دیا جائے گا۔ وہاں ہمارے آدمی انہیں تمہاری سیکیورٹی میں دیں گے۔ اس طرح میرا وعدہ پورا ہوگا اور انہیں بہ حفاظت لے جانا تمہاری ذمے داری ہوگی۔“

جب ان پانچ افسران نے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کو یہ خبر سنائی تو برین ماسٹر اس کے اندر موجود تھا۔ وہ لوگ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بہ حفاظت واشنگٹن لانے کے لیے سخت سیکیورٹی کے انتظامات کر رہے تھے۔ ایک اسپیشل طیارہ اسی وقت پیرس کے لیے روانہ کر دیا گیا۔

اس طیارے میں آرمی کے دو افسران، سی آئی اے کے چار جاسوس اور بیس مسلح سپاہی تھے۔ برین ماسٹر یکے بعد دیگرے ان کے اندر جگہ بنا رہا تھا۔ ان میں تین یوگا جاننے والے بھی تھے۔ یہ ساری باتیں وہ دوسرے آلۂ کاروں کے ذریعے معلوم کر رہا تھا۔

اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس اسپیشل طیارے کے پائلٹ، کو پائلٹ، افسران اور مسلح سپاہیوں کے اندر جاتے آتے رہیں گے۔

اگرچہ سونیا بڑی فراخ دلی سے ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس کر رہی تھی پھر بھی اندیشہ تھا، مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس دیا ہوا مال کسی وجہ سے پھر چھین سکتے ہیں۔ برین ماسٹر بھی ان کی بلیک لسٹ میں تھا۔

ٹف گائی اور وائس مین کو بابا صاحب کے ادارے میں امانت کے طور پر رکھا گیا تھا۔ ادارے کے چھ مسلح افراد انہیں ہیلی کاپٹر میں بٹھا کر پیرس ائرپورٹ لے گئے۔ وہاں سی آئی اے کے مسلح جاسوس موجود تھے۔

انہوں نے فون پر سونیا سے رابطہ کیا پھر امریکی اکابرین کی طرف سے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ ”ہم نے ٹف گائی اور وائس مین کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ ہم امریکی حکام کی جانب سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہمارے اکابرین پوری نیک نیتی سے یقین دلاتے ہیں، گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ ہماری دوستی مستحکم ہوتی رہے گی۔“

سونیا نے کہا۔ ”اپنے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو، ٹف گائی اور وائس مین کے خیالات پڑھیں۔ ابھی یہ بیان دیں کہ یہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند ہیں۔ ہم نے انہیں کسی طرح کی ذہنی کمزوری میں مبتلا نہیں کیا ہے۔“

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بیان دیا کہ وہ ان دونوں کے دماغوں کو اچھی طرح ٹٹول چکے ہیں۔ انہیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا گیا ہے۔ بعد میں میڈم سونیا سے کسی قسم کی شکایت نہیں کی جائے گی۔

لین دین کی تمام ضروری کارروائیاں مکمل ہونے کے بعد ٹف گائی اور وائس مین کو اسپیشل طیارے میں پہنچا دیا گیا۔ اس طیارے میں تین یوگا جاننے والوں کو چھوڑ کر باقی جتنے افراد تھے، برین ماسٹر ان سب کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ جب جہاز وہاں سے پرواز کرنے لگا تو برین ماسٹر پائلٹ کے دماغ میں آ گیا۔

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا کرمسن واسکوڈی اس پائلٹ کے اندر موجود تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا۔ ”میں تمہارے ذریعے اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔ طیارہ اپنی صحیح سمت بحرِ اوقیانوس کی طرف جا رہا ہے۔ تمہارا ذہن توانا اور تر و تازہ ہے۔ پھر بھی پوچھ رہا ہوں، تم کسی طرح کی بے چینی سے یا کسی غیر معمولی احساس سے دوچار تو نہیں ہو رہے ہو؟“

پائلٹ نے کہا۔ ”بالکل نہیں۔ میرا ذہن ایک دم فریش ہے۔ البتہ تم میرے اندر آ کر خاموش رہتے ہو تو مجھے کچھ پتا نہیں چلتا۔ جب بولتے ہو تو بے چینی سی محسوس ہوتی ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ آئندہ تمہارے اندر آ کر خاموش رہوں گا۔ تمہیں ڈسٹرب نہیں کروں گا۔“

وہ شاید چلا گیا۔ پائلٹ کے اندر خاموشی چھا گئی۔ برین ماسٹر چپ چاپ اس کے ذریعے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ وہ طیارہ فرانس کی حدود سے نکل کر بحرِ اوقیانوس کی سمت جا رہا تھا۔ برین ماسٹر تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر اس نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ پوری طرح خیال خوانی کی گرفت میں آ گیا۔ طیارے کی سمت بدل کر اسے شمالی مغربی افریقا کے روٹ پر لے جانے لگا۔

ایسے وقت اس نے ٹھہر ٹھہر کر جہاز کو دھکا دیا تو اس کی پرواز ناہموار ہونے لگی۔ سب ہی پریشان ہو گئے، کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پائلٹ کے اندر آ کر پوچھا۔ ”کیا مسئلہ ہے؟ پرواز ناہموار کیوں ہو رہی ہے؟“

برین ماسٹر نے پائلٹ کے لب و لہجے میں کہا۔ ”کوئی گڑبڑ ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے کسی ائرپورٹ پر اترنا ہوگا۔ وہاں اس کی خرابی کا پتا چلے گا۔“

برین ماسٹر خود نہیں بول رہا تھا۔ پائلٹ کو اپنی موجودگی کا احساس نہیں دلا رہا تھا۔ جو سوالات کیے جا رہے تھے، ان کے جوابات اسی کے لب و لہجے میں دے رہا تھا۔ کسی کو کسی طرح کا شبہ نہیں ہوا۔ اور جہاز مراکش پہنچ گیا۔

برین ماسٹر مراکش کے ان صحرائی علاقوں کو جانتا تھا جہاں سیکڑوں کلومیٹر تک ریگستان تھا۔ وہاں سے گزرنے والی پختہ سڑک کے اطراف کوئی درخت یا پتھریلے ٹیلے نہیں تھے۔ طیارہ وہاں آسانی سے اتر سکتا تھا۔ جب اس کی پرواز نیچی ہونے لگی تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے چونک کر پوچھا۔ ”کیا تم یہاں لینڈ کرنا چاہتے ہو؟“

تب برین ماسٹر نے کہا۔ ”طیارے کو یہیں اترنے دو۔ پائلٹ کو روکنا چاہو گے تو یہ اترنے سے پہلے تباہ ہو جائے گا۔“

یہ سنتے ہی پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر پوچھا۔ ”تم کون ہو؟“

پائلٹ کا دماغ اس کی گرفت سے نکلا تو وہ ایک افسر کو آلۂ کار بنا کر کیبن میں لے آیا۔ اس افسر نے وہاں پہنچتے ہی کو پائلٹ کو گولی مارتے ہوئے کہا۔ ”اگر پائلٹ کے دماغ کو آزاد نہ چھوڑا گیا تو میں اسے بھی گولی مار دوں گا۔“

دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس افسر کے دماغ پر بھی قبضہ جما لیا۔ برین ماسٹر ایک اور آلۂ کار کو دوڑاتا ہوا وہاں لایا۔ اس نے اس افسر کو گولی مار دی پھر کہا۔ ”اس جہاز میں صرف تین یوگا جاننے والے ہیں۔ باقی سب ہی میرے آلۂ کار بنتے رہیں گے۔ کیا تم لوگ چاہتے ہو، میں پائلٹ کو گولی مار کر جہاز کو تباہ ہو جانے دوں؟“

ایک نے پوچھا۔ ”تم کیا چاہتے ہو؟“

”پہلے اس طیارے کو یہاں اترنے دو پھر باتیں ہوں گی۔“

انہوں نے پائلٹ کے دماغ کو ڈھیل دے دی۔ وہ برین ماسٹر کی مرضی کے مطابق طیارے کو اس صحرا کی وسیع پختہ سڑک پر اتارنے لگا۔ افسران اور سی آئی اے کے جاسوس فون کے ذریعے اکابرین کو اور ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کو بتا رہے تھے کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے طیارے کو ہائی جیک کر لیا ہے۔

برین ماسٹر انہیں فون کرنے سے روک نہیں رہا تھا۔ یہ جانتا تھا، فون پر پابندی لگائے گا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے

قارئین توجہ ہوں

قرآن حکیم کی مقدس آیات و احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر آیات اور احادیث درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

اطلاع پہنچائیں گے۔ اس نے ایک آلۂ کار کے ذریعے چیخ کر کہا۔ ”اپنے اکابرین سے کہہ دو۔ اس ویرانے میں کسی طرح کی مدد پہنچانے کی حماقت نہ کی جائے ورنہ میں تمہارے ٹف گائی اور وائس مین کو گولی مار دوں گا۔“

وہ لوگ ان دونوں کی لاشیں واشنگٹن نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ ان کی سلامتی چاہتے تھے۔ برین ماسٹر کا آلۂ کار ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے گن لیے کھڑا تھا۔ اگر اس آلۂ کار کو مارا جاتا تو برین ماسٹر وہاں موجود کسی دوسرے شخص کو آلۂ کار بنا لیتا۔ وہ فی الحال بہت مجبور ہو گئے تھے۔

اس سے پوچھا گیا۔ ”ہمیں بتاؤ، تم کیا چاہتے ہو۔ تمہارے تمام مطالبات پورے کیے جائیں گے۔“

برین ماسٹر نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے ایک یوگا جاننے والے افسر کو گولی مار کر زخمی کیا پھر کہا۔ ”میں نہیں چاہتا یہاں کوئی سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا دے۔ یوگا جاننے والوں سے پوچھتا ہوں، یہ اپنے دماغوں کے دروازے کھولیں گے یا انہیں بھی زخمی کروں؟“

ان دونوں نے جلدی سے کہا۔ ”ہم پر گولی نہ چلاؤ۔ تم جب چاہو، ہمارے اندر آ سکتے ہو۔“

اس نے کہا۔ ”یہاں جو جاسوس اور افسران ہیں ان کے سامان میں شراب کی بوتلیں ہیں۔ تم دونوں فوراً اٹھو اور شراب پیو۔ جب تک نشے میں رہو گے، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔“

وہ دونوں ایک افسر سے شراب کی بوتل لے کر پینے لگے۔ اس افسر نے کہا۔ ”اب تو معاملہ طے کر دو۔ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟ کیا مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو؟ کیا میڈم سونیا اپنے وعدے سے پھر رہی ہیں؟“

وہ بولا۔ ”میں جھوٹ بول سکتا ہوں جو واردات کر رہا ہوں، اس کا الزام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر لگا سکتا ہوں لیکن سچ بولوں گا۔“ وہ ذرا چپ ہوا پھر بولا۔ ”آگے چل کر سچ نہیں چھپے گا۔ جھوٹا الزام لگا کر میڈم کو ناراض نہیں کرنا چاہتا پھر یہ کہ میں پہلے بھی ناقابلِ شکست پُراسرار برین ماسٹر تھا۔ آج بھی اپنی طاقت کا لوہا منوانا چاہتا ہوں۔“

''اچھا تو تم برین ماسٹر ہو؟''

دوسرے افسر نے پوچھا۔ ''خوامخواہ ہم سے عداوت کیوں مول لے رہے ہو؟''

''خوامخواہ نہیں... اینٹ کا جواب پتھر سے دے رہا ہوں۔ جب میں روپوش رہتا تھا۔ تب تمہارے اکابرین غیر معمولی مشین کے ذریعے مجھے تلاش کرنا اور ٹریپ کرنا چاہتے تھے۔ اب وہ مشین نہیں رہی۔ اپنے اکابرین سے کہو مجھے ٹریپ کریں۔ میں تمہارے ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واشنگٹن پہنچنے نہیں دوں گا۔ انہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔''

''یہ ریگستان سیکڑوں کلو میٹر تک غیر آباد ہے۔ تمہارے پاس گاڑی نہیں ہے۔ تم کس طرح انسانی آبادی میں پہنچو گے؟ اس ملک کے ہر حصے میں سخت چیکنگ ہوگی۔ تم انہیں اپنے ساتھ نہیں لے جاسکو گے۔''

''اگر نہ لے جاسکا تو انہیں موت کی نیند سلا دوں گا۔ یہ دونوں تمہارے ملک کے لیے بہت اہم ہیں۔ ان کی زندگی چاہو گے تو آگے کہیں میرا راستہ نہیں روکنا۔''

وہ پانچ خیال خوانی کرنے والے اپنے اکابرین کو برین ماسٹر کے متعلق بتا رہے تھے۔ وہ کچھ عرصہ پہلے سونیا کی سرپرستی میں تھا۔ یہ شبہ ہو رہا تھا کہ اسی سرپرستی میں واردات کرنے آیا ہے۔ سونیا اس کے پیچھے رہ کر دہری چالیں چل رہی ہے۔

یوگا جاننے والے پانچ افسران نے سونیا سے فون پر رابطہ کیا۔ ایک نے پوچھا۔ ''کیا آپ برین ماسٹر کی سرپرستی فرما رہی ہیں؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میں کسی کی سرپرست بن کر نہیں رہتی۔ جب کوئی مجھ سے مدد مانگتا ہے تو میں اس کے کام آتی ہوں۔ کام آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کسی کی سرپرست بن گئی ہوں۔ بائی دا وے... مجھ سے یہ سوال کیوں کیا جا رہا ہے؟''

''آپ کی پناہ میں رہنے والے نے اس جہاز کو ہائی جیک کرلیا ہے۔ جس میں لف گائی اور وائس مین کو واشنگٹن لایا جا رہا ہے۔''

''میری پناہ میں تو لوگ آتے جاتے ہی رہتے ہیں۔ اس کا نام بتاؤ۔''

''وہ برین ماسٹر ہے۔ اس نے طیارے کو مراکش کے ایک ریگستانی علاقے میں اتارنے پر مجبور کیا ہے۔ ہمارے کئی جاسوس اور افسران کو زخمی اور ہلاک کرچکا ہے۔''

''وہ چاہتا کیا ہے؟''

''یہ تو آپ بھی اچھی طرح جانتی ہوں گی۔''

وہ غصے سے بولی۔ ''بکواس مت کرو۔ مجھ پر شبہ کرتے ہوئے تم لوگوں کو شرم آنی چاہیے۔ میں چاہتی تو لف گائی کو اور وائس مین کو تمہارے حوالے نہ کرتی پھر تم سب میرا کیا بگاڑ لیتے؟'' وہ ذرا چپ ہوئی پھر اس نے پوچھا۔ ''بولو میرا کیا بگاڑ لیتے....؟ کیا میں تم لوگوں کے زیرِ اثر تھی؟ کیا میں نے کسی وجہ سے مجبور ہو کر انہیں واپس کیا ہے؟''

''ہوسکتا ہے' آپ اپنے فیصلے پر پچھتا رہی ہوں اور ان دونوں کو واپس لینا چاہتی ہوں۔''

''لعنت ہے تم لوگوں کی عقل پر.... کیا میں ایک بڑے ملک کا طیارہ اغوا کرنے اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پھر سے چھین لینے کے لیے ایک تنہا برین ماسٹر سے کام لوں گی؟ جبکہ میرے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔''

''ہوسکتا ہے' آپ کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے تمام جاسوسوں' افسروں اور مسلح سپاہیوں کے دماغوں پر خاموشی سے قبضہ کر رکھا ہو۔ وہ سب گونگے بن گئے ہوں اور صرف برین ماسٹر وہاں بول رہا ہو۔''

وہ خوامخواہ شبہ کر رہے تھے۔ سونیا کو غصہ دلا رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''تو پھر یہی سمجھو۔ میں نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر دوستی اور خیر سگالی کے طور پر ان دو قیمتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہاری تحویل میں دیا۔ تمہارے آدمی انہیں یہاں سے لے گئے۔ اس کے بعد جو ہو رہا ہے۔ اس کی ذمے دار میں نہیں ہوں۔ تم مجھ پر شبہ کرو اور کرتے ہی رہو۔ اپنا سر پیٹتے ہی رہو۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ وہ پانچ یوگا جاننے والے افسران آپس میں بحث کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''ہمیں سونیا پر صرف شبہ ہے۔ کیا یہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے وعدے سے پھر گئی ہے؟ مجھے تو یقین نہیں ہے۔ وہ ہماری امانتیں واپس کر کے پھر انہیں چھین لینے کی حماقت نہیں کرے گی۔''

دوسرے نے کہا۔ ''وہ ایسا کر رہی ہے۔ تم نے سنا نہیں' اس نے آخر میں جھنجلا کر سچ کہہ دیا کہ ہم اس پر شبہ کرتے رہیں۔ اپنا سر پیٹتے رہیں یعنی ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔''

''کسی کی بات کا یقین نہیں کیا جائے گا۔ اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کیا جائے گا تو وہ غصے میں یہی کہے گا کہ جاؤ میں نے یہ کیا ہے جو بگاڑ سکتے ہو... بگاڑ لو۔''

اغوا شدہ طیارے میں بیٹھے ہوئے ایک افسر نے فون پر کہا۔ ''برین ماسٹر ہمارے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو طیارے سے باہر لے جا رہا ہے۔ ہم انہیں روکنا چاہیں گے تو

وہ دونوں کو گولی مار دے گا۔''

ایک یوگا جاننے والے افسر نے کہا' ''لف گائی اور وائس مین کو ہر حال میں زندہ رکھنا ہے' انہیں جانے دو۔ ہم دیکھیں گے' وہ اس ریگستان میں انہیں کہاں لے جائے گا؟ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس پر نظر رکھیں گے۔''

دوسرے یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ برین ماسٹر کہاں روپوش رہتا ہے؟ یہ بھی معلوم کرو کہ کتنے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے لوگوں کے اندر موجود ہیں؟''

واسکوڈی نے کہا۔ ''ہم سب خیال خوانی کرنے والے یہ اچھی طرح یقین کرچکے ہیں کہ برین ماسٹر بالکل تنہا ہے۔''

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سیمسن نے کہا۔ ''ہم طیارے کے اندر جس کے دماغ میں جاتے ہیں' یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک آواز اور لب و لہجے والا آ کر انہیں آلۂ کار بناتا ہے پھر اپنا کام نکال کر چلا جاتا ہے۔''

ایک یوگا جاننے والے افسر نے پوچھا۔ ''اس کا مطلب ہے' سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں نہیں ہے؟''

''کوئی نہیں ہے۔ برین ماسٹر تنہا یہ واردات کر رہا ہے۔''

وہ پانچوں یوگا جاننے والے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ ''تم نے سونیا کو الزام دے کر اچھا نہیں کیا۔''

اس نے کہا۔ ''تم نے بھی اس پر شبہ کیا تھا۔''

''میں نے صرف شبہ ظاہر کیا تھا۔ تم نے کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر اس کی ناراضی مول لی ہے۔''

''ابھی مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہم نے سونیا کے ساتھ کیا رویّہ اختیار کیا؟ مسئلہ یہ ہے کہ اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کس طرح برین ماسٹر کے شکنجے سے نکال کر لایا جائے؟''

''ہم سونیا کے تعاون سے ان دونوں کو دوبارہ حاصل کر سکتے تھے مگر اب وہ ہمارے لیے کچھ نہیں کرے گی۔''

ایک اور افسر نے کہا۔ ''انٹیلی جنس والے مراکش کے ہر شہر اور ہر بستی میں پہنچنے والے ہیں۔ ہمارے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی لف گائی اور وائس مین کے اندر رہیں گے۔ یہ معلوم کرتے رہیں گے کہ برین ماسٹر انہیں کہاں پہنچا رہا ہے؟''

''وہ لف گائی اور وائس مین کو کوما میں پہنچا سکتا ہے۔ انہیں کسی طرح غائب دماغ بنا سکتا ہے پھر ہم کیا کرسکیں گے؟''

''وہ تنویمی عمل کے بغیر ایسا کچھ نہیں کرسکے گا اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی خاموشی سے اس کے تنویمی عمل کو ناکام بناتے رہیں گے۔''

''پھر تو یہ سلسلہ نہ جانے کب تک چلتا رہے گا؟ وہ ان دونوں پر تنویمی عمل کرتا رہے گا اور ناکام ہوتا رہے گا۔ آخر جھنجلا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دے گا۔''

وہ سب پریشانی سے سوچنے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''جو کام ہم نہیں کرسکتے' وہ سونیا کرسکتی ہے۔ اس سے تعاون حاصل کرنا ہوگا۔''

''وہ ناراض ہوگئی ہے۔ اب ہمارے کام نہیں آئے گی.... آئے گی تو بڑے نخرے دکھائے گی۔ ہم سے خوشامدیں کروائے گی۔'' دوسرے نے کہا۔

''ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے۔ ہم اسے ماں بنالیں گے، خوشامدیں بھی کریں گے۔ اس طرح اپنے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تو حاصل کرلیں گے۔'' تیسرے نے کہا۔

انہوں نے اس بات پر متفق ہو کر بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا۔ وہاں کے انچارج سے کہا۔ ''ہم میڈم سونیا سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

انچارج نے کہا۔ ''انتظار کیجیے، میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

وہ انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد فون پر آواز سنائی دی۔ ''سوری۔ میڈم بات نہیں کریں گی۔''

''ہم گزارش کرتے ہیں۔ صرف ایک بار ہم سے....''

قطع کلامی کرتے ہوئے کہا گیا۔ ''میڈم کی بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ ہمارے ادارے کا فون نمبر بھول جاؤ.... وِیش آل۔''

ادھر سے رابطہ ختم کردیا گیا۔ وہ اپنی توہین محسوس کرتے ہوئے جھنجلانے لگے۔ ایک نے کہا۔ ''ہم خوامخواہ اس سے امیدیں وابستہ کر رہے تھے۔ وہ مغرور ہے۔ بدمزاج ہے۔ ہمیں موقع ملے گا تو ہم بھی اس کی انسلٹ کریں گے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''ہم وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ برین ماسٹر سے بھی نمٹ لیں گے۔ لف گائی اور وائس مین کو ضرور اس سے چھین لیں گے۔''

ادھر برین ماسٹر ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو طیارے سے باہر لے آیا تھا۔ ان کے اطراف حدِ نظر تک ریگستان تھا۔ ریت کے اونچے نیچے ٹیلے دکھائی دے رہے تھے۔

وائس مین نے کہا۔ ''برین ماسٹر! میں تمہاری سوچ کی

لہروں کو محسوس کر رہا ہوں۔ یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس صحرا میں ہمیں میلوں دور تک کہاں لے جاؤ گے؟''

لف گائی نے کہا۔ ''تم تو کہیں آرام سے بیٹھے ہو۔ ہم صحرا کی دھوپ اور گرمی میں بھوکے پیاسے کب تک چلتے رہیں گے؟ کیا کسی انسانی آبادی میں زندہ پہنچ سکیں گے؟''

اس نے کہا۔ ''میری کوشش ہوگی کہ زندہ سلامت ایسی جگہ پہنچ جاؤ، جہاں سے میں تمہیں کسی دوسرے ملک کی کسی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا سکوں۔ فی الحال چلتے رہو۔ اس طیارے سے بہت دور چلے جاؤ۔''

وہ دونوں اپنا سفری بیگ اٹھائے جا رہے تھے۔ ان کے پاس پانی سے بھرے ہوئے کین تھے۔ بیگ میں دو چار دن کا راشن تھا۔ ہتھیار بھی تھے۔ لف گائی نے کہا۔ ''ہم پر مہربانی کرو، ہمیں اس جہنم کی دھوپ اور گرمی سے بچاؤ۔ تم چاہو تو ہمارے لیے ایک گاڑی کا بندوبست کر سکتے ہو۔''

''چپ چاپ چلتے رہو۔ آگے جا کر معلوم ہوگا' میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔''

وہ بہت دور نکل آئے۔ وہاں سے وہ طیارہ گرم لو میں دھندلا سا ایک کھلونے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ داسکوڈی نے دائس مین کے اندر آ کر پوچھا۔ ''برین ماسٹر... ! ہم انتظار کر رہے ہیں۔ آخر یہاں کب تک رہیں گے؟ ہمیں جانے دو۔''

وہ بولا ''میری اجازت کے بغیر جاؤ گے تو تمہارے ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اوپر پہنچا دوں گا۔ ابھی وہیں رہو، تھوڑی دیر بعد جانے کی اجازت ملے گی۔''

برین ماسٹر خیال خوانی کے ذریعے طیارے کے اندر آ گیا۔ وہاں آرمی کے افسران' سپاہی اور جاسوس پریشان تھے۔ اس نے حکم دیا تھا کہ کوئی طیارے سے باہر نہیں نکلے گا۔ وہ کھڑکیوں سے دیکھ رہے تھے۔ لف گائی اور دائس مین وہاں سے دور جا چکے تھے۔ اب انہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ انہیں اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ دونوں اپنا سامان اٹھائے ریت میں دھنستے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔

ایسے وقت برین ماسٹر کے ایک آلۂ کار افسر نے پائلٹ کیبن کے دروازے پر پہنچ کر ان سب کو مخاطب کیا۔ ''اٹینشن پلیز! مجھے آخری بار دیکھو اور آخری بار سنو۔ میں ہوں برین ماسٹر... تم سب کو الوداع کہہ رہا ہوں۔''

اس بولنے والے نے اپنا ایک ہاتھ پیچھے سے آگے کیا تو سب ہی ایک دم سے گھبرا کر چیخنے لگے۔ اس کی طرف دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ اسے روکنا چاہتے تھے مگر اس سے پہلے ہی ہتھیلی پر رکھا ہوا بم بلاسٹ ہو گیا۔

لف گائی اور دائس مین چلتے چلتے اچھل کر ریت پر اوندھے منہ گر پڑے۔ دھماکے کی آواز اتنی شدید تھی جیسے ان کے قریب ہی بم پھٹا ہو۔ جبکہ وہ طیارہ دو کلومیٹر دور تھا۔ اس میں رکھے ہوئے دوسرے بم بھی بلاسٹ ہو رہے تھے۔ اس جہاز کے مختلف ٹکڑے شعلوں میں لپٹے ہوئے دور تک اڑتے جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ انسانی لاشوں کے ٹکڑے بھی پرواز کر رہے تھے۔

وہ دونوں دہشت زدہ تھے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قیامت کا منظر دیکھ رہے تھے۔ پانچوں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان دونوں کے اندر آ کر غصے سے چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔ ''یو ڈرٹی برین ماسٹر...! یو ڈرٹی ڈیول...! تم خبیث درندے ہو۔ ان بے چاروں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟ تم نے اتنی سفاکی سے انہیں کیوں مارا؟ آخر کس دشمنی کا بدلہ لیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''جو مارے گئے' ان سے زیادہ اہم یہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان کی فکر کرو۔ ان کی سلامتی چاہو۔ اگر تم سب اپنے ان ساتھیوں کے اندر نہیں آؤ گے تو یہ سلامت رہیں گے ورنہ جانتے ہو کیا ہوگا؟''

اس نے یہ کہتے ہی لف گائی کے اندر زلزلہ پیدا کیا، وہ حلق کے بل چیختا ہوا ریت پر گر کر تڑپنے لگا۔ داسکوڈی نے دائس مین کے ذریعے کہا۔ ''کیوں ایسا ظلم کر رہے ہو؟ ہم مان گئے ہیں' تم ان دونوں کے ساتھ بھی جو چاہو گے' کرو گے۔ ہم تمہیں کسی طرح روک نہیں سکیں گے۔''

وہ بولا۔ ''جب سمجھ گئے ہو اور مان گئے ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ کبھی مجھے پتا چلا گا کہ تم میں سے کوئی چھپ کر ان کے اندر آتا ہے اور ان کے ذریعے میری مصروفیات پر نظر رکھتا ہے تو میں انہیں یعنی ان دونوں کو ہلاک کر کے سارا قصہ تمام کر دوں گا۔''

داسکوڈی نے کہا۔ ''ہم اسی لمحے میں جا رہے ہیں۔ یہ امید رکھتے ہیں' تم کم از کم اپنے فائدے کے لیے ہی سہی' انہیں دماغی اور جسمانی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔''

لف گائی کی دماغی تکلیف کچھ کم ہوئی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے اور دائس مین کے اندر خاموشی تھی۔ وہ پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی بہتری کے لیے فی الحال چلے گئے تھے۔ آئندہ وہ خاموشی سے آتے جاتے رہتے تو برین ماسٹر کبھی ان کی موجودگی کو سمجھ نہ پاتا۔

سی آئی اے کے جاسوس' آرمی کے افسران اور دیگر سپاہی بے قصور مارے گئے تھے۔ امریکی اکابرین غصے سے کھول رہے تھے۔ برین ماسٹر ان کے ہاتھ آ جاتا تو وہ اسے ہلاک کرنے سے پہلے اذیتیں دینے کی انتہا کر دیتے۔

سی آئی اے کے علاوہ انٹر پول اور دنیا کے تمام انٹیلی جنس والوں کو ہائی الرٹ کیا جا رہا تھا۔ یہ قسم کھائی جا رہی تھی کہ اس زمین پر جہاں جہاں خفیہ اڈے ہیں' وہاں تک پہنچا جائے گا اور جلد سے جلد اسے گرفتار کیا جائے گا۔

☆☆☆

فورکاسٹ کرنے والی مشین کے پرزے پرزے کھل چکے تھے۔ اس میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں' وہ چاروں انہیں سمجھنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ کچھ سمجھ میں آ رہا تھا مگر بات نہیں بن رہی تھی۔ وہ اسے تھوڑا بہت درست کرتے تو مشین چلنے سے انکار کر دیتی تھی۔ وہ ہر اعتبار سے اپنی تکمیل چاہتی تھی۔

اگر وہ پہلے کی طرح کارکردگی دکھاتی تو یہ معلوم کیا جا سکتا تھا کہ برین ماسٹر ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ کیسا سلوک کر رہا ہے؟ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ وہ بے چارے اس کے شکنجے سے نکل کر اپنے ملک' اپنے لوگوں میں جا سکیں گے یا نہیں؟

سب سے اہم بات یہ معلوم ہوتی کہ مرحوم بابا فرید واسطی کی آخری پیش گوئی کے مطابق سونیا کب اور کتنے عرصے بعد اپنے فرہاد سے ملنے والی ہے؟

افسوس.... ایسے وقت وہ مشین ناکارہ ہو گئی تھی۔ اب پہلے کی طرح مستقبل کے راستے پر اندھے بن کر چلنا تھا۔ اس مشین کو درست کرنے کے سلسلے میں مزید رکاوٹ پیش آ گئی۔ جوزف ہارڈی پر دل کا دورہ پڑا اور اسے اسپتال پہنچا دیا گیا۔ اب سے پہلے بھی اس پر دورہ پڑ چکا تھا۔ آئندہ جب تک علاج مکمل نہ ہوتا۔ اسے اسپتال میں ہی رہنا تھا۔ وہ ایک ماہر مکینک اور انجینئر تھا۔ باقی تینوں نے اس کی رہنمائی میں ہی فورکاسٹ کرنے والی مشین بنائی تھی۔

گویا مشین کی طرح جوزف ہارڈی کے کل پرزے بھی ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ اسپتال میں اس کی مرمت ہو رہی تھی اور خفیہ رہائش گاہ میں مشین بکھری پڑی تھی۔ اس مشین کا ڈاکٹر اپنے علاج کے بعد ہی واپس آ کر اس کی مرمت کر سکتا تھا۔

سونیا چالیس دن تک ادارے میں رہنے والی تھی۔ بابا صاحب کی آخری پیش گوئی نے اسے بھی بے چین کر دیا تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی' اپنے فرہاد سے ملنے کی مبارک گھڑی کب آئے گی؟ اگرچہ وہ دل کی گہرائیوں سے مجھے اپنا فرہاد سمجھ رہی تھی۔ تاہم پوری طرح یقین اسی وقت ہوتا' جب میری یادداشت بحال ہو جاتی اور میں ذہن سے اور دل سے پہچان کر اسے گلے لگا لیتا۔

مجھے کہیں ایک جگہ سکون سے رہنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ میں ساری زندگی ایک جگہ سے دوسری جگہ متحرک رہا ہوں۔ کسی نہ کسی معاملے میں مصروف اور بھرپور ایکشن میں رہتا آیا ہوں۔ حالانکہ مجھے یہ باتیں' یہ عادتیں یاد نہیں تھیں پھر بھی اندر سے مزاج وہی تھا۔

میں مسلسل لاہور میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ ندا نے کہا۔ ''آپ بزنس ٹور پر جائیں۔ ترکی' مصر اور لیبیا میں ہمارے ڈسٹری بیوٹرز ہیں۔ وہاں کی مارکیٹ کے مطابق کام کیا جائے تو اس طرح ہماری پروڈکشن اور منافع بڑھے گا۔''

مجھے کاروبار کے بہانے ملک سے باہر جانے کا موقع مل گیا۔ میں لاہور سے سیدھا مصر کے شہر قاہرہ کی سمت روانہ ہو گیا۔ دن میں ایک آدھ بار سونیا سے بات ضرور کرتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ ''میں اس وقت ایک جہاز میں سفر کر رہا ہوں۔ قاہرہ پہنچ کر کچھ کاروباری معاملات طے کرنے ہیں۔'' وہ بابا فرید واسطی مرحوم کے حجرے میں رہتی تھی۔ اسے صاف ستھرا رکھتی تھی۔ وہیں عبادت کرتی تھی۔

میں نے پوچھا۔ ''وہاں کب تک رہو گی؟''

اس نے کہا۔ ''پچیس دن بعد چالیسواں ہے۔ اس کے بعد ادارے سے باہر نکلوں گی۔ یہ اچھی بات ہے کہ تم کاروبار میں دلچسپی لے رہے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''سچ پوچھو تو مجھے بزنس سے خاص لگاؤ نہیں ہے۔ سارا کاروبار ندا نے سنبھال رکھا ہے۔ میں تو کاروبار کے بہانے نگر نگر کی سیر کر رہا ہوں۔''

''جب جنیوا میں تھے' تب تم نے نادیدہ تنظیم کے ایک افسر زیرو ٹو زیرو کو ٹریپ کیا تھا۔''

''ہاں۔ میں نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بھی بنا لیا تھا۔''

''کیا تم بڑے ممالک کے اکابرین سے اور ٹیلی پیتھی کی دنیا کے معاملات میں دلچسپی لے رہے ہو؟''

''میں خوامخواہ دلچسپی لینا نہیں چاہتا مگر پتا نہیں کیوں ذہن اس طرف مائل رہتا ہے۔ میں کبھی کبھی بے اختیار زیرو ٹو زیرو کے ذریعے دوسرے اکابرین کے اندر پہنچ کر ان کے خیالات معلوم کر لیتا ہوں۔''

''کیا اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں؟''

''ہاں۔ کتنی ہی دلچسپ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے معلوم ہوا' تم نے مف گائی اور روائس مین کو رہائی دی تھی۔ انہیں امریکی افسران کے حوالے کیا تھا لیکن برین ماسٹر انہیں چھین کر لے گیا ہے۔"

سونیا نے کہا۔"ہاں وہ انتقاماً ایسا کر رہا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے اکابرین نے اسے ٹریپ کرنا چاہا تھا۔ جواباً وہ ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لے گیا ہے۔"

"تم اس معاملے میں دلچسپی نہیں لے رہی ہو؟"

"میں برین ماسٹر کو سمجھاتی تو شاید وہ مف گائی اور روائس مین کو ان کے حوالے کر دیتا لیکن اکابرین بہت ہی احسان فراموش ہیں۔ مجھے الزام دے رہے تھے کہ میں ان دونوں کو واپس کرنے کے بعد پھر سے چھین رہی ہوں۔ میں نے ان پر لعنت بھیج دی ہے۔ وہ اپنے معاملات سے خود ہی نمٹ لیں گے۔"

"ان کی بات جانے دو۔ اپنی بات کرو۔ بابا صاحب کی پیش گوئی کب پوری ہوگی' تمہیں کچھ اندازہ ہے؟"

"میں کہہ نہیں سکتی' میرا فرہاد کب عید کا چاند بن کر آئے گا؟ مگر بابا صاحب پر عقیدہ پختہ ہے۔ جب انہوں نے کہہ دیا ہے تو وہ ضرور مجھے ملے گا۔"

"سونیا! تمہارا انتظار میرا انتظار ہے۔ تمہاری تلاش میری تلاش ہے۔ میں بھی دن رات انتظار کرتا رہتا ہوں۔ انشااللہ جلد ہی تمہاری مرادیں بر آئیں گی۔"

میں بڑی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا پھر دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو گیا۔ کھانے کی ٹرالی گردش کر رہی تھی۔ ایک ائر ہوسٹس نے میرے آگے کھانے کی ٹرے رکھتے ہوئے پوچھا۔"آپ کیا پینا پسند کریں گے۔ وہسکی یا واڈکا؟"

"میں شراب نہیں پیتا۔ سافٹ ڈرنک لوں گا۔"

وہ سیون اپ کا ایک ٹن رکھ کر چلی گئی۔ جو لوگ کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں' کسی کو اپنا دشمن نہیں بناتے امن وامان سے شریفانہ زندگی گزارتے ہیں۔ وہ بھی نہیں جانتے کہ کب خوامخواہ کوئی ان کا دشمن بن جائے گا؟ کب اچانک ہی بم دھماکا ہوگا اور بے قصور لوگ مارے جائیں گے۔

اس جہاز میں کوئی بم دھماکا ہونے والا نہیں تھا مگر کوئی مجھ سے دشمنی کر رہا تھا۔ میرے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی گئی تھی۔ وہ دشمن دوا کے بجائے زہر دے کر مجھے ہلاک کر سکتا تھا مگر مہربانی کر رہا تھا۔ شاید اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے میرے دماغ میں جگہ بنانا چاہتا تھا۔

میں بے خبر تھا۔ ایسے دشمن بہت کم ہیں جو میرے بارے میں یہ جانتے ہیں۔ میں خود بھول چکا تھا کہ زہر مجھ پر اثر نہیں کرتا۔ جب زہر اثر نہیں کرتا ہے تو اعصابی کمزوری لانے والی دوا کس گنتی میں ہے؟

اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں دشمن کو خوش کرنے کے لیے وہ کھانا ضرور کھاتا۔ اپنے طور پر یہ خیال قائم کرتا کہ کوئی دشمن مجھے فرہاد علی تیمور سمجھ کر ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ جنیوا میں بھی زیرو ٹو زیرو نے مجھے مطلوبہ فرہاد سمجھ کر فریب کرنا چاہا تھا۔

مگر اس وقت ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اس جہاز میں مجھے ٹریپ کرنے والا کوئی پرانا دشمن نہیں تھا بلکہ ایک نئی چاہنے والی تھی۔ میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک ہٹا کٹا قوی ہیکل بیگرد بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو کر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا ایک منٹ کے اندر ہی ایک ادھیڑ عمر کی عورت اس خالی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ مجھے اپنا عاشق بنانے کے جتن کر رہی تھی۔

میں نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ دوسری بار اسے دیکھنے کو جی نہیں چاہا۔ دیکھتے ہی ذہن نے چیخ کر کہا۔"یہ خطرناک عورت ہے۔"

وہ خیالی کہانیوں کی چڑیلوں کی طرح بدصورت تھی۔ کسی چیز پر بھی پنجے گاڑ کر اسے حاصل کر لینے والی بلا دکھائی دیتی تھی۔

وہ میری طرف جھک کر بھدی اور بے سُری آواز میں بولی۔"اے...! میرے کو دیکھ کے منہ کیوں پھیر لیا رے...؟ میں جیسی دکھائی دیتی ہوں۔ اتنی بدصورت نہیں ہوں۔ جب دن ڈھلے گا اور اندھیارا چھا جائے گا۔ تب دیکھنا' میں کتنی سندر دکھائی دوں گی؟"

میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔"میں نے نفرت سے منہ نہیں پھیرا ہے اور مجھے تمہاری بدصورتی یا خوبصورتی سے کچھ نہیں لینا۔"

وہ مسکرا کر بولی۔"دنیا میں جب آئے ہیں تو کچھ لینے کے لیے دینا پڑتا ہے اور کچھ دینے سے لینے کا راستہ کھلتا ہے۔"

"سوری۔ میں تم سے کوئی لین دین رکھنا نہیں چاہتا۔"

"ایسا مت بول۔ آدمی' آدمی کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سب ہی کو ایک دوسرے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ میں نے اپنے علم سے معلوم کیا ہے' جلد ہی تجھ کو میری ضرورت پیش آئے گی پھر تو مجھے ڈھونڈے گا۔ میں ڈھونڈنے سے پہلے ہی آ گئی ہوں۔"

"اچھا تو تم کوئی پُراسرار علم جانتی ہو۔ مجھے بتاؤ' تمہارا علم میرے بارے میں اور کیا کہتا ہے؟"

''بہت کچھ کہتا ہے رے....! یہ کہتا ہے کہ ٹو بڈھا شیر ہے۔ میرے کو چیر پھاڑ کے رکھ دے گا۔ میری بوٹی بوٹی کر دے گا اور میں یہی چاہتی ہوں۔''

''کیا تیرا علم یہ کہتا ہے کہ میں ایسا کروں گا؟''

''میں کوشش کروں گی۔ تیرے کو شیشے میں اتاروں گی۔ ٹو میری منو کامنا ضرور پوری کرے گا۔''

''تو پھر یہ بھی بتا دے ٹو مجھے شیشے میں کیسے اتارے گی؟''

''کوشش کر رہی ہوں۔ وہیں میں جہاز پر سوار ہوتے ہی تیرے پر نجر پڑی۔ میں پہلے ہی اپنے جنتر منتر کے چمتکار آئینے میں تیرے کو دیکھ چکی تھی۔ اپنے دھیان گیان سے معلوم ہوا ٹو ہی میری بوڑھی جوانی کا ساتواں مرد ہے۔ تجھ سے پہلے پانچ کو نچوڑ کو پھینک چکی ہوں۔ چھٹا وہ ہٹا کٹا مرد ہے جو تھوڑی دیر پہلے یہاں بیٹھا ہوا تھا۔''

میں نے ایک طرف سر گھما کر دیکھا۔ وہ شخص دور ایک سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ بولی۔ ''وہ میرا داس ہے۔ میرے تلوے چاٹتا ہے۔ میرے اشاروں پر ناچتا ہے۔ وہ فولادی روبوٹ کے جیسی شکتی والا ہے۔ تیری گردن مروڑ کے رکھ دے گا۔''

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ ''کب مروڑے گا؟''

''تو میری بات کو مسکھری سمجھتا ہے۔ جب ایسا برا سمے آئے گا تو اپنی ٹوٹی ہوئی گردن دیکھنے کے لیے جندہ نہیں رہے گا۔''

پھر وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ''مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ ٹو میرے بہت کام آنے والا ہے۔ میں تیرے بہت کام آنے والی ہوں۔ جس رات تو میرے شریر سے کھیلے گا۔ میری تپسیا اور منتروں کے انوسار ساتویں مرد کی گنتی پوری ہو جائے گی پھر میں سدا کے لیے... رہتی دنیا تک سندر اور جوان ہو جاؤں گی۔''

''سب ہی کو سہانے خواب دیکھنے کا حق ہے۔ ٹو بھی دیکھتی رہ... قاہرہ پہنچ کر ہمارے راستے الگ ہو جائیں گے۔''

اناؤنسر کہہ رہی تھی۔ ''خواتین و حضرات سے گزارش ہے کہ سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔ جہاز اترنے والا ہے....''

میں سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا' وہ مجھے زیرِ اثر لانے کے لیے کئی طرح کے منتر پڑھتی رہی تھی لیکن مجھ پر اثر نہیں ہو رہا تھا۔ تب اس کی عقل نے سمجھایا۔ میں مضبوط اعصاب کا مالک ہوں۔ مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گی' تب میں غلام بن کر اس کے پیچھے پیچھے چل پڑوں گا۔

اس نے مجھے کمزور بنانے کا یہ حربہ بھی آزما لیا تھا۔ وہ جس قدر ناکام ہو رہی تھی' اسی قدر میری طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کے پُراسرار علم نے یہ اٹل بات کہہ دی تھی کہ اس کی تپسیا کے مطابق میں ہی اس کی بوڑھی جوانی کا ساتواں اور آخری مرد ہوں۔ میرے بعد وہ قیامت تک حسین اور جوان رہے گی۔

اس کی سوچ نے کہا۔ ''اسے تو میں چھوڑوں گی نہیں... یہ جہاں جانا ہے' جائے۔ میں اس کے پیچھے نہیں جاؤں گی۔ یہ خود ہی میرے پاس آئے گا۔ ہاں... مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس پر میرے منتروں کا اثر کیوں نہیں ہوتا ہے؟''

اسے جو گیان حاصل ہوا تھا۔ اس کے مطابق میں خود کسی ضرورت سے اس کے پاس جانے والا تھا۔ اسے اپنے پُراسرار علم پر اور حاصل ہونے والے گیان پر پورا یقین تھا۔ میرے خیال کے مطابق وہ خوش فہمی میں مبتلا تھی۔ میں تو پلٹ کر اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

اس نے ائرپورٹ سے رخصت ہوتے ہوئے کہا تھا۔ ''تو میرے چمتکار آئینے میں قید ہو چکا ہے۔ جہاں بھی جائے گا' میں تیرے کو واپس آنے پر مجبور کر دوں گی۔ کوئی بات نہیں.... ابھی جا۔''

میں اسے نظر انداز کر کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں آ گیا۔ وہاں ایک کمرا حاصل کرنے کے بعد آرام سے لیٹ کر تھکن دور کرنا چاہتا تھا۔ سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی پھر تھوڑی دیر بعد ہی گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

پتا نہیں' کتنی دیر تک سوتا رہتا۔ ایک خواب نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے نیند کی حالت میں اسی بوڑھی ساحرہ کو دیکھا۔ ایک بڑی سی انگیٹھی میں آگ روشن تھی۔ شعلے بھڑک رہے تھے اور وہ لہک لہک کر منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ ہر منتر کے اختتام پر ایک سفوف آگ میں پھینکتی تھی تو شعلے اور زیادہ بھڑکنے لگتے تھے۔ میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

ہوٹل کے اس کمرے میں گہری خاموشی تھی مگر دماغ میں اس کی آواز گونج رہی تھی۔ وہی الٹے سیدھے منتر سنائی دے رہے تھے۔ میں فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگاتا ہوا اس کے اندر پہنچ گیا۔ بالکل وہی خواب والا منظر تھا۔ وہاں ایک

انگیٹھی میں شعلے بھڑک رہے تھے اور وہ منتر پڑھتے ہوئے سفوف چھڑک رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی' وہ میرا نام لیتے ہوئے کسی اجنبی زبان میں منتر پڑھ رہی ہے۔

اس سے پہلے وہ طیارے میں بھی منتر پڑھتی رہی تھی اور مجھ پر اثر نہیں ہوا تھا۔ اب باقاعدہ آگ روشن کر کے جادوئی ہتھکنڈوں کے مطابق عمل کر رہی تھی پھر بھی ناکام ہو رہی تھی۔ اس کالے عمل کے اثر سے مجھے اس کے پاس پہنچ جانا چاہیے تھا۔ اس نے یہ دعویٰ کیا تھا' میں خود بخود اس کے پاس دوڑا چلا آؤں گا اور ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پریشان تھی اور یہ سمجھنے سے بھی قاصر تھی کہ مجھ پر جادو اثر کیوں نہیں کر رہا ہے؟

اس نے فون کے ذریعے اپنے گرو گھنشال سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''گرو دیو..! میں ساتواں مرد حاصل کرنے کے لیے ایک شخص پر کئی منتر آزما چکی ہوں۔ اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے، ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ میں ناکام کیوں ہو رہی ہوں؟''

گرو گھنشال نے کہا۔ ''تجھ سے کوئی غلطی ہو رہی ہے۔ اپنی غلطی کو سمجھ کر ٹھیک طرح سے عمل کر... کامیابی ضرور ہوگی۔''

''میرے سے منتر پڑھنے میں کوئی غلطی نہیں ہو رہی ہے۔ یہ بات میں پورے وشواس سے کہتی ہوں۔''

گرو گھنشال نے پوچھا۔ ''کیا اگنی کے شعلے کا رنگ لال' پیلا اور نیلا ہے.... اچھی طرح دیکھ' یہ تینوں رنگ دکھائی دے رہے ہیں یا نہیں؟''

انگیٹھی میں شعلے بھڑک رہے تھے۔ وہ توجہ سے دیکھنے کے بعد بولی۔ ''لال اور پیلا رنگ ہے مگر نیلا نہیں ہے۔''

اس کے گرو نے کہا۔ ''نیلا نہیں ہے تو اس کا نام صحیح نہیں ہے۔ صحیح نام لے کر پڑھے گی۔ تب نیلا رنگ آئے گا پھر منتر اثر کرے گا۔''

وہ تعجب سے بولی۔ ''میں تو صحیح نام لے کر پڑھ رہی ہوں۔ اس کا نام فرہاد انور شاہ ہے۔''

''یہ ہو نہیں سکتا۔ نیلا رنگ نہیں ہے تو اس کا نام یہ نہیں ہے۔ جب درست ہوگا تو شعلوں میں تینوں رنگ دکھائی دیں گے۔''

''میں نے اس کے بورڈنگ کارڈ پر یہی نام پڑھا ہے۔ تیری باتیں سن کر شبہ ہو رہا ہے۔ شاید وہ بہروپیا ہے۔ نام بدل کر ایک ملک سے دوسرے ملک آیا ہے۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔''

وہ ائرپورٹ میں بظاہر مجھ سے رخصت ہو گئی تھی لیکن میرا تعاقب کر کے یہ معلوم کر چکی تھی کہ میں نے کس ہوٹل میں قیام کیا ہے؟ اس نے ہوٹل کے استقبالیہ کاؤنٹر مین سے کہا۔ ''مسٹر فرہاد انور شاہ تمہارے ہوٹل میں دو گھنٹے پہلے آئے ہیں۔ ان سے بات کراؤ۔''

میں اس کے اندر موجود تھا۔ اپنے کمرے میں بیٹھا کالے عمل کو اور اس کے کالے ارادوں کو دیکھ رہا تھا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''ہیلو کون؟''

اس کی آواز سنائی دی۔ ''میں کلیانی بول رہی ہوں۔''

میں نے انجان بن کر پوچھا۔ ''کون کلیانی؟ میں اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتا؟''

''ٹو جانتا ہے۔ میرے ساتھ ہوائی جہاز میں بیٹھ کر آیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''اچھا تو ٹو ہے!''

''ہاں۔ میں تجھے اپنا داس بنانا چاہتی تھی مگر تیری داسی بن گئی ہوں۔ ایک بات سچی سچی بتائے گا؟''

''کونسی بات؟''

''تیرا نام پوچھتی ہوں۔ جو نام سچا ہے' وہ بتا دے۔''

''ایک ہی نام سچا ہے اور وہ نام ہے اللہ۔''

''میں تیرا نام پوچھتی ہوں۔''

''میرے ماں باپ نے جو نام بتایا' وہ ہے فرہاد انور شاہ۔ اب ماں باپ نے سچ بتایا ہے یا جھوٹ ... یہ میں نہیں جانتا۔''

''میرا علم کہتا ہے' ٹو بہروپیا ہے۔ پاکستان سے بھیس بدل کر آیا ہے۔ میں تیرے بہت کام آؤں گی۔ میرے سے اپنا اصلی روپ' اصلی نام نہ چھپا۔''

''تیرا علم جھوٹا ہے۔ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں فرہاد انور شاہ لاہور شہر کا بہت بڑا بزنس مین ہوں۔ کاروباری دنیا میں سب مجھے برسوں سے جانتے پہچانتے ہیں۔ ٹو کسی بھی طرح انکوائری کر لے۔ میری بات سچی ہوگی اور تیرا علم جھوٹا ثابت ہوگا۔''

''اگر سچ بول رہا ہے تو پھر تجھے کوئی پُراسرار علم آتا ہے اور ٹو میرے منتروں کا توڑ کر رہا ہے۔''

''میرا نام فرہاد انور شاہ ہے۔ میں کوئی پُراسرار علم نہیں جانتا۔ تیرے یقین کرنے یا نہ کرنے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں خواہ مخواہ تجھ سے باتیں کر کے اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں۔''

میں ریسیور رکھ کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ یوں رابطہ ختم کرنے کے باعث وہ جھنجلا رہی تھی۔ اس کے خیالات نے

بتایا' وہ پچھلے تیس برسوں سے کالا علم کرنے کے سلسلے میں ناکام نہیں ہوئی۔ ہمیشہ اپنے من کی مرادیں پوری کرتی آئی ہے۔ پہلی بار ناکامی ہوئی اور ناکامی کی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

اس کے خیالات پڑھ کر میں مان گیا تھا' وہ بہت ہی خطرناک وچ لیڈی ہے۔ بہت زبردست کالا عمل کرتی آرہی ہے۔ خود کو سدا جوان بنائے رکھنے کے سلسلے میں تقریباً کامیاب ہو چکی ہے۔ بس اپنے بڑھاپے کے تابوت میں ایک آخری کیل ٹھونکنے کے لیے رہ گئی ہے... اور وہ آخری کیل میں تھا۔

پہلے تو میری سمجھ میں بھی نہیں آیا کہ اس کا جادو مجھ پر کیوں اثر نہیں کر رہا ہے؟ پھر گرد گھنٹال کی اس بات نے چونکا دیا کہ وہ میرا غلط نام لے کر عمل کر رہی ہے۔ اگر میرا نام فرہاد انور شاہ ہوتا تو وہ اب تک مجھے اپنے زیرِ اثر لا کر غلام بنا چکی ہوتی۔

گرد گھنٹال کی یہ بات مجھے ایک بار پھر سوچنے پر مجبور کر رہی تھی کہ پچھلے دنوں اپنی یادداشت گم ہونے کے سلسلے میں بہت الجھا رہتا تھا۔ سوچتا تھا۔ ''میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ اب سے پہلے ماضی میں کیا تھا؟''

اس گرد گھنٹال کی بات نے میرے سوئے ہوئے ذہن کو جھنجوڑ دیا تھا۔ میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ ''کیا میرا نام فرہاد انور شاہ نہیں ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر میرا نام کیا ہے؟ میں دراصل کون ہوں؟ کلیانی جیسی خطرناک وچ لیڈی صرف میرے نام کے ہیر پھیر کے باعث ناکام ہو رہی ہے۔''

میرا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ میرے اور فرہاد علی تیمور کے ناموں کے تین حصے ہیں.... فرہاد۔ انور۔ شاہ.... اور فرہاد۔ علی۔ تیمور۔ ہم دونوں کے ناموں میں فرہاد مشترک ہے پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کا ہم شکل ہوں۔

شاہ کوٹ کے بوڑھے بابا نے اور شاہدرہ کی ایک بوڑھی محبوبہ نے پورے یقین سے مجھے فرہاد علی تیمور کہا تھا۔ سیارے سے آنے والا نائب ایشوارا جمال احمد بھی پہلی بار مجھے فرہاد علی تیمور سمجھ کر خوف زدہ ہو گیا تھا۔ جنیوا میں زیرو ٹو زیرو نے بھی یہی سمجھا تھا۔ اتنے سارے شواہد کے بعد سمجھنے کے لیے اب کیا رہ گیا تھا؟ یہ تمام ثبوت چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ میں ہی اپنی سونیا کا فرہاد ہوں۔

ایسے زبردست انکشاف سے میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ جس سونیا کے کارناموں سے میں متاثر ہوتا آیا تھا وہ میری شریکِ حیات ہے، میری جان ہے۔ اس بات کا یقین نہیں ہو رہا تھا۔ میں تڑپ کر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے پاس پہنچ کر بولا۔ ''میں فرہاد بول رہا ہوں۔''

میرا لہجہ' میرا انداز ایسا تھا کہ اس کے دل کی دھڑکنیں بھی شور مچانے لگی تھیں۔ اس نے کہا۔ ''ہاں بولو... کیسے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''سونیا....! میں نے پہلے دھیان نہیں دیا تھا۔ آج واضح طور پر محسوس کر رہا ہوں۔ میرے آتے ہی میری آواز سنتے ہی تمہاری دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ تمہارا نام بھی فرہاد ہے۔ میں غیر معمولی مشین کی اسکرین پر تمہیں کئی بار دیکھ چکی ہوں۔ تم میرے فرہاد کے ہم شکل ہو۔''

''اتنی مماثلت کے باوجود تم مجھے اپنا فرہاد علی تیمور تسلیم نہیں کر رہی ہو۔''

''میری بہو الپا نے' میری بیٹی عالی اور میرے بیٹے کبریا نے تمہارے خیالات پڑھے ہیں۔ پوری طرح اطمینان حاصل کرنے کی حد تک تمہارے ذہن کو کھنگالا ہے۔ تمہارا ہم نام ہونا اور ہم شکل ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ہماری دنیا میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں۔''

''لیکن آج کچھ عجیب سی بات ہو رہی ہے۔ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں اور یہ کہ میں فرہاد انور شاہ نہیں ہوں۔''

میں اسے وچ لیڈی کلیانی اور اس کے گرد گھنٹال کے متعلق بتانے لگا۔ وہ تمام باتیں سن کر بولی۔ ''اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ واقعی وہ غلط نام لے کر تم پر عمل کر رہی ہے۔ تمہارا نام شاید فرہاد انور شاہ نہیں ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تم فرہاد علی تیمور ہو۔''

میں نے شاہ کوٹ کے بوڑھے بابا اور شاہدرہ کی بوڑھی محبوبہ کے یقین کامل کے متعلق بتایا تو وہ بولی۔ ''بے شک۔ میں بھی پہلی بار غیر معمولی مشین کی اسکرین پر تمہیں دیکھ کر چونک گئی تھی۔ میرے دل نے چیخ چیخ کر کہا تھا' تم ہی میرے فرہاد ہو۔ آج بھی میرا دل' میرا دماغ یہی کہتا ہے لیکن.....''

''جب دل اور دماغ یہی کہہ رہا ہے۔ حالات اور واقعات بھی یہی سمجھا رہے ہیں تو پھر مجھے اپنا فرہاد تسلیم کر لو۔''

وہ بولی۔ ''کبھی ایسا بھی ہوتا ہے' ہم جو دیکھتے ہیں' وہ فریبِ نظر ہوتا ہے۔ جو سوچتے ہیں آگے چل کر غلط ہو جاتا ہے پھر آنے والا وقت بتاتا ہے کہ ہم سمجھ کر بھی سمجھ نہیں پاتے۔ سمجھتے کچھ ہیں' بعد میں ہوتا کچھ ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تم کچھ بھی کہو۔ میرا دل پورے یقین

سے کہہ رہا ہے' میں ہی تمہارا فرہاد ہوں۔ میری گمشدہ زندگی میں اگر میری کوئی سونیا گم ہو گئی ہے تو وہ تم ہو اور تمہارے جو بچے ہیں' وہ میرے لہو کی پیداوار ہیں۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''خدا کی قسم میرا دل بھی تڑپ تڑپ کر یہی کہتا ہے لیکن...''

''میرے خدا....! پھر وہی لیکن کہاں سے آ گیا؟''

''عقل کی دہلیز سے آیا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے جذبات کو بھول جاؤ' تب عقل تم سے پوچھے گی۔ کیا ثبوت ہے کہ تم اپنی یادداشت کھو چکے ہو؟ کیا یہ ثابت کر سکتے ہو کہ تم فرہاد انور شاہ نہیں ہو جبکہ پوری تاجر برادری یہی کہتی ہے۔ تم خود سے غافل رہ کر خود کو یکسر بھلا کر برسوں سے کروڑوں کا کاروبار کرتے نہیں آ رہے ہو۔ کوئی اپنی شخصیت کو' اپنی شناخت کو بھول کر تمہاری طرح بے انتہا دولت مند نہیں بن سکتا۔''

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''تم میرے فرہاد ہو مگر اتنی بڑی بات کہتے وقت اور کسی کو اپنا مجازی خدا تسلیم کرتے وقت عورت کو ہزار بار سوچنا اور سمجھنا چاہیے۔ پہلی اور آخری سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تمہیں شکوک و شبہات سے بالاتر ہو کر اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنا ہوگا۔ جس دن تم یہ بتا دو گے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی میں کیسے داخل ہوئے تھے اور ہم نے اپنے بچوں کے ساتھ کس طرح جدوجہد سے بھرپور زندگی گزاری ہے؟ اس دن ہر بات آئینے کی طرح صاف ہو جائے گی۔ میں پورے یقین کے ساتھ تمہیں اپنا مجازی خدا' اپنے جسم و جان کا مالک تسلیم کر لوں گی۔''

''تم اپنے طور پر درست کہہ رہی ہو۔ مرد تو کسی بھی عورت کو اپنا بنا لیتا ہے مگر عورت سوچے سمجھے بغیر آنکھیں بند کر کے کسی کو اپنا ہاتھ پکڑنے نہیں دیتی۔ میں اپنے لیے دعا مانگتا ہوں۔ تم بھی میرے لیے دعا کرو۔ اگر واقعی میں اپنی پچھلی زندگی بھول چکا ہوں تو بھولی ہوئی تمام باتیں مجھے یاد آ جائیں۔''

''میں یہی دعا مانگتی رہتی ہوں۔ جب تک میرا فرہاد مجھے نہیں ملے گا۔ اسی ایک دعا کے لیے میرے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھتے رہیں گے۔''

اس روز ہم دونوں نئے احساسات نئے جذبات سے مغلوب ہو کر بول رہے تھے۔ یہ محسوس کر رہے تھے کہ پہلے کی طرح اجنبیت نہیں رہی ہے۔ دور ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے ہیں۔ ہم بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے پھر اس نے کہا۔ ''اب تمہیں دماغی طور پر حاضر رہنا چاہیے۔ وہاں خوامخواہ ایک دشمن عورت پیدا ہو چکی ہے۔ تمہیں کلیانی سے ہوشیار رہنا ہوگا۔''

میں نے وعدہ کیا۔ اس عورت سے دور ہی رہوں گا۔ اگر وہ سنگین مسئلہ بنے گی تو سونیا سے ضرور تعاون حاصل کروں گا پھر میں دماغی طور پر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک بڑے ہی جذباتی انداز میں سونیا کے متعلق محبت سے سوچتا رہا۔ یہ بات بھی ذہن میں تھی کہ ایک خبیث عورت سے محتاط رہنا ہے۔ میں چپ چاپ اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ عارضی طور پر میری طرف سے مایوس ہو گئی تھی۔ تھک ہار کر سو رہی تھی۔ اس وقت بیدار ہونے والی تھی جب رات کا اندھیرا پھیل جاتا۔ وہ پہلے بھی کہہ چکی تھی۔ اب بھی اس کی خوابیدہ سوچ کہہ رہی تھی کہ رات کی تاریکی پھیلتے ہی اس کی شخصیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ وہ بوڑھی سے جوان ہو جاتی ہے۔ وقت آنے پر دیکھا جاتا کہ وہ کیا سے کیا ہونے والی ہے؟ فی الحال سو رہی تھی۔ شام چھ بجے بیدار ہونے والی تھی۔ میں بھی اس وقت تھکن اتارنے کے لیے گہری نیند سو گیا۔

جب ہم حالات کے مطابق یا حالات کے خلاف زندگی گزارتے ہیں۔ تب یہ جان نہیں پاتے کہ تقدیر ہمیں کہاں لے جا رہی ہے؟ میں بھی نہیں جانتا تھا کہ بدلتے ہوئے حالات مجھے فرہاد انور شاہ سے دور اور فرہاد علی تیمور کے قریب لے جا رہے ہیں۔

وہ اغوا کیے جانے والے لف گائی اور واکس مین اسی ہوٹل میں پہنچے ہوئے تھے جہاں میرا قیام تھا۔ برین ماسٹر ان کو اغوا کرنے کے بعد اپنے دن رات کا سکون برباد کر چکا تھا۔ اسے ہمہ وقت ان کی نگرانی کرنی پڑتی تھی۔ اگر ایسا نہ کرتا تو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ان دو ساتھیوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر انہیں اس سے چھین کر لے جاتے۔

برین ماسٹر ان پر پوری طرح مسلط رہنے کے لیے تنویمی عمل کر چکا تھا۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا تھا مگر یہ شبہ تھا کہ تنویمی عمل کے دوران امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے چپ چاپ لف گائی اور واکس مین کے اندر چھپے ہوں گے۔ انہوں نے معلوم کیا ہوگا کہ کس مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ان تابعداروں کے دماغوں کو لاک کیا گیا ہے؟

اس کا شبہ درست تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی خاموشی سے ان کے اندر آتے جاتے تھے۔ برین ماسٹر نے جس طریقۂ کار سے ان کے دماغوں کو لاک کیا تھا۔ وہ طریقۂ کار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اچھی طرح معلوم کر چکے تھے۔ بہرحال وہ سمجھ گیا تھا کہ پورے یقین سے ان

دونوں کو تابعدار بنا کر نہیں رکھ سکے گا۔ کسی نہ کسی موقع پر دھوکا ضرور کھائے گا۔

آخر اس نے جھنجلا کر انہیں قاہرہ کے اس ہوٹل میں پہنچا کر دل ہی دل میں کہا۔ ''میں ان دونوں کو کسی بھی راستے سے کسی خفیہ پناہ گاہ تک نہیں پہنچا سکوں گا۔ وہ پانچ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں مجھ سے چھین کر لے جائیں گے۔ وہ کم بخت چپ چاپ ان کے اندر آتے ہیں۔ ان سے باتیں نہیں کرتے۔ اپنی آوازیں نہیں سناتے۔ بس اس موقع کی تاک میں رہتے ہیں کہ میں کب سونے کے لیے جاؤں اور کب چار چھ گھنٹے کے لیے ان سے غافل ہو جاؤں؟''

وہ تھکے ہوئے انداز میں سوچ رہا تھا۔ ''مجھے تو نیند پوری کرنی ہی پڑے گی۔ دن رات چوکیداری نہیں کر سکتا۔ پچھلی رات سے جاگ رہا ہوں۔ ان دونوں پر لعنت بھیج رہا ہوں۔ ویسے تو انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہوں۔ نیند پوری کرنے کے بعد آ کر دیکھوں گا۔ اگر کسی نے انہیں ٹریپ نہ کیا تو پھر ان دونوں کو ایک خفیہ پناہ گاہ میں پہنچاؤں گا۔ اگر یہ میرے ہاتھوں سے نکل جائیں گے تو اپنی ناکامی پر صبر کر لوں گا۔''

وہ ان دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ گیا تھا۔ وہ تابعدار اس کے تنویمی عمل سے خود رہائی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ جب تک عمل کے زیرِ اثر رہتے۔ اس کے خلاف نہ سوچ سکتے تھے نہ غلامی کی اَن دیکھی زنجیریں توڑ سکتے تھے۔ البتہ وہ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے آ کر انہیں برین ماسٹر کے عمل سے رہائی دلا سکتے تھے۔

وہ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے اتفاق سے ان لمحات میں ٹف گائی اور واکس مین سے بے خبر تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ برین ماسٹر بھی ان سے بے خبر ہے۔ کہیں چار چھ گھنٹے کی نیند پوری کر رہا ہے۔ ٹف گائی اور واکس مین بھی نہیں جانتے تھے کہ ان کا عامل انہیں عارضی طور پر آزادی سے وقت گزارنے کے لیے چھوڑ گیا ہے۔

میں نے شام چھ بجے بیدار ہو کر غسل کر کے لباس تبدیل کیا۔ ایسے وقت کلیانی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ یہ حیرانی کی بات تھی۔ اب تک اس کا بوڑھا دماغ کمزور اور بے حس تھا۔ اچانک اس میں توانائی کیسے آ گئی؟ اور وہ یوگا جاننے والوں کی طرح حساس کیسے ہو گئی؟

اس وقت یہ بات ذہن میں نہیں آئی کہ رات کی تاریکی پھیلتے ہی وہ تبدیل ہو چکی ہے۔ میں اس کے متعلق سوچتا ہوا ہوٹل کے اس حصے میں آیا' جہاں مصری حسینائیں نیم عریاں رقص کرتی تھیں۔ کتنی ہی عورتیں گاہکوں کو پھانسنے کے لیے طرح طرح کی ادائیں دکھاتی ہوئی گھومتی پھرتی رہتی تھیں۔ وہیں ٹف گائی اور واکس مین موج مستی کے لیے پہنچے ہوئے تھے۔

وہ دونوں مجھے دیکھتے ہی چونک گئے۔ ایک نے کہا۔ ''وہ دیکھو... فرہاد علی تیمور!''

دوسرے نے پوچھا۔ ''کہاں ہے؟''

''وہ جو نیوی بلیو سوٹ میں ہے۔''

واکس مین نے مجھے دیکھا پھر کہا۔ ''یہ تو وہی ہے جسے جنیوا میں دیکھا گیا تھا پھر ثابت ہوا تھا کہ یہ فرہاد علی تیمور کا ہم شکل فرہاد انور شاہ ہے۔''

''کوئی ضروری نہیں ہے' یہ جنیوا والا فرہاد ہو۔ یہ فرہاد علی تیمور بھی ہو سکتا ہے۔''

اس وقت میں ایک ویٹر کو ڈبل پیگ کا آرڈر دے رہا تھا۔ ایک بہت ہی حسین دوشیزہ نے آ کر کہا۔ ''ایک نہیں۔ دو ڈبل پیگ لے آؤ۔''

ویٹر چلا گیا۔ وہ میز کے دوسری طرف میرے روبرو بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''میں اجازت کے بغیر تمہاری میز پر آ گئی ہوں۔ مجھے غلط نہ سمجھنا میں پیشہ کرنے والی نہیں ہوں۔ کھانے پینے کا بل میں ادا کروں گی۔ اس ہوٹل میں جب تک رہو گے، اس کا بھی بل پے کروں گی۔''

میں نے پوچھا۔ ''یہ مہربانی آپ کیوں کریں گی؟''

وہ ایک ادا کے ساتھ بولی۔ ''ہائے...! کیا کروں؟ تم پر دل آ گیا ہے۔''

مجھے اس کا لب ولہجہ کچھ جانا پہچانا سا لگا۔ وہ مجھ پر کیوں مہربان ہو رہی ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے اس کے اندر پہنچا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پریشان ہو کر آس پاس دیکھنے لگی۔ میں سمجھ گیا' وہ کلیانی ہے۔

اس میں غضب کی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔ سولہ سترہ برس کی بہت ہی حسین دوشیزہ دکھائی دے رہی تھی۔ رات کا اندھیرا ہوتے ہی جب سے وہ تبدیل ہوئی تھی۔ تب سے دوسری بار اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔ ''کون میرے اندر آنا چاہتا ہے؟ کیا یہاں کوئی مجھے کلیانی کی حیثیت سے پہچان رہا ہے؟''

اس نے مجھے دیکھا۔ میں بھی اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''تمہارا بدلتا ہوا روپ دیکھ رہا ہوں۔''

اسے یوں لگا جیسے میں اسے پہچان گیا ہوں۔ اس نے پوچھا ''بدلتا ہوا روپ....؟ تم...تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''یہی کہ تم ابھی پندرہ منٹ پہلے یہاں آئیں تو مستی بھرے انداز میں بڑی اداؤں سے مسکرا رہی تھیں۔ اب اچانک پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی ہو۔ اچانک پریشان ہونے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟''

وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولی۔ ''پریشانی کی وجہ میرا حسن ہے۔ میری دلکشی ہے۔ اِدھر اُدھر دیکھتی ہوں تو سب ہی بری نظروں سے تکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔''

ایسے وقت ٹف گائی ہمارے قریب سے گزرتا ہوا گیا۔ اس نے کلیانی کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے پھر سانس روکتے ہوئے ٹف گائی کو وہاں سے جاتے ہوئے دیکھا۔

میں نے کہا۔ ''شاید یہ شخص تمہیں پریشان کر رہا ہے۔ تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔''

وہ اپنے ساتھی واکس مین کے پاس جا کر بیٹھ گیا تھا۔ کلیانی ان دونوں کو گھور کر دیکھ رہی تھی۔ واکس مین کہہ رہا تھا۔ ''تم اس حسینہ کی طرف گئے اور میں فرہاد کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ یہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہے اور یہ تو میں نے پہلے ہی کہا تھا' یہ فرہاد انور شاہ ہے۔''

ٹف گائی نے کہا۔ ''اس فرہاد کو جانے دو۔ وہ حسینہ کچھ پُراسرار لگ رہی ہے، اس نے سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا دیا ہے۔''

ویٹر دو بڑے پیگ ہمارے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ وہ سوچنے لگی۔ ''ابھی مجھے پینا نہیں چاہیے۔ کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو میرے اندر گھسنے کا موقع مل جائے گا۔''

وہ ٹف گائی اور واکس مین کے متعلق معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا' وہی دونوں اس کے اندر آنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ ''میں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کیبرے ہال سے گزر کر واش روم میں آئی۔ دروازے کو اندر سے لاک کر کے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے ٹف گائی اور واکس مین دکھائی دے رہے تھے۔ وہ انہیں دیکھتے ہوئے منتر پڑھنے لگی۔ فوراً ہی ان کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

ٹف گائی اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ ''وہ کوئی عام سی سیدھی سادی لڑکی نہیں ہے۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو بھگا دیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ فرہاد انور شاہ کو یہ کیوں پھانس رہی ہے۔''

واکس مین نے کہا۔ ''اس لڑکی کے سامنے بھی ایک ڈبل پیگ لا کر رکھا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے' وہ ابھی واپس آ کر شراب پیئے گی۔ اس کے بعد یقیناً ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔ تب ہم اسے ٹریپ کر سکیں گے۔''

یہ باتیں کلیانی کے مزاج کے اور منصوبے کے خلاف تھیں۔ اس وقت وہ مجھے پھانسنے اور اپنا ساتواں مرد بنا کر رات گزارنے آئی تھی۔ سدا حسین اور جوان بن کر رہنے کے لیے آج کی رات بہت اہم تھی۔ وہ کسی کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ٹوائلٹ سے نکل کر وزیٹرز لابی میں آ گئی۔

اس کا چھٹا مرد ایک غلام کی طرح وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے حکم دیا۔ ''میرے پیچھے آ... ایک میز پر دو آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان کے پاس جا کر ذرا رک جاؤں گی پھر آگے بڑھ جاؤں گی۔ تُو ان دونوں کو گن پوائنٹ پر ہوٹل کے باہر لے جائے گا۔ اس کے بعد انہیں واپس نہیں آنا چاہیے۔''

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلتی ہوئی کیبرے ہال میں آئی۔ غلام اس کے پیچھے تھا۔ وہ ٹف گائی اور واکس مین کے پاس آ کر رک گئی۔ ایک ذرا مسکرائی تو وہ بھی مسکرانے لگے۔ اچانک ہی اس کی مسکراہٹ بدل گئی اور وہ بڑی سفاکی سے بولی۔ ''یہ تمہاری آخری مسکراہٹ ہے۔''

وہ بولتی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ کر میری میز پر آ گئی۔ اس کے غلام نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ اس نے ٹف گائی سے کہا۔ ''تم گن پوائنٹ پر ہو۔ کوئی سوال کیے بغیر اپنے ساتھی کے ساتھ میرے آگے آگے نہیں چلو گے تو یہیں تم دونوں کو گولی مار دوں گا۔ مجھے اپنے انجام کی پروا نہیں ہے۔''

دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے اندر پہنچنا چاہا مگر ناکام رہے۔ سمجھ گئے' یہاں موت ہے۔ باہر جا کے ہی اس سے کوئی سمجھوتا ہو سکتا ہے۔

انہوں نے گھور کر دور سے کلیانی کو دیکھا پھر وہاں سے اٹھ کر اس غلام کے آگے آگے جانے لگے۔ میں یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس غلام کو بھی طیارے میں سفر کے دوران دیکھ چکا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ کلیانی مجھے پھانسنے کے لیے ان دونوں کو راستے سے ہٹانا چاہتی ہے۔ انہیں اپنے دماغ میں بار بار آنے والا دشمن سمجھ رہی ہے۔

میں فوراً ہی اٹھ کر ان کے پیچھے جانے لگا۔ کلیانی میرے پیچھے آتے ہوئے بولی۔ ”یہ اچانک تم کہاں جا رہے ہو؟“

میں نے اسے پلٹ کر دیکھے بغیر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔ تمہارا یہ غلام ان بے چاروں کے ساتھ کوئی خطرناک کھیل کھیلنے جا رہا ہے۔“

وہ دوڑنے کے انداز میں میرے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔ ”وہ بے چارے نہیں ہیں۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں، میرے دشمن ہیں۔“

میں ان دونوں کو نف گائی اور وائس مین کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ میں نے کہا۔ ”تم خوامخواہ ان پر شبہ کر رہی ہو۔“

”میں نے اپنے منتروں کے ذریعے معلوم کیا ہے۔ وہ دونوں مجھے ٹریپ کر کے میرے دماغ میں گھس کر میری اصلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔“

”اگر یہ سچ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو انہیں جانی نقصان پہنچانے کے بجائے اپنا تابعدار بنالو۔“

وہ بے پروائی سے بولی۔ ”مجھے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے تابعدار کی ضرورت نہیں ہے۔ آج رات صرف تیری ضرورت ہے۔“

”تو پھر انہیں میرا تابعدار بنادے۔“

ہم سب آگے پیچھے چلتے ہوئے ہوٹل سے باہر آ گئے۔ وہ اپنے غلام سے بولی۔ ”انہیں گولی نہ مار... میں ابھی حکم دوں گی‘ ان کے ساتھ کیا کرنا ہے؟“

پھر وہ میرے ساتھ ایک طرف آ کر بولی۔ ”اگر تُو آج کی رات میرے ساتھ گزارے گا تو ان دونوں کو تیرا غلام بنا دوں گی۔ بول...! منظور ہے؟“

میں اس کی مدد کے بغیر انہیں اپنا تابعدار بنا سکتا تھا مگر جو کام آسانی سے ہو رہا تھا اس کے لیے دردِ سری کیوں مول لیتا؟ میں نے کلیانی سے کہا۔ ”ان دونوں کو میرا تابعدار بنانا آسان نہ ہوگا۔“

وہ بولی۔ ”تُو چنتا نہ کر۔ میں ان دونوں کے دماغوں کو ایسا بنا دوں گی کہ تیرے سوا کوئی ان کے اندر کبھی نہیں جا سکے گا۔“

”تو پھر جو کرنا ہے‘ ابھی کر...“

”پہلے وعدہ کر‘ میرے سے پیار کرے گا۔ صبح تک میرے ساتھ رہے گا۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں لیکن اس سے پہلے ان کے دماغوں کو دنیا والوں کے لیے لاک کر دے۔ صرف میرے لیے کھلا رہنے دے۔“

”میں انہیں اپنے مکان میں لے جا رہی ہوں۔ وہاں ان دونوں کو تیرا تابعدار بنا دوں گی پھر تیرے پاس ہوٹل میں آؤں گی۔“

وہ اور اس کا غلام دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گن پوائنٹ پر وہاں سے لے گئے۔ میں کلیانی کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ انہیں کہاں لے گئی ہے؟ ان پر کس طرح عمل کرنے والی ہے اور یہ معلوم کرنا ضروری بھی نہیں تھا۔

کلیانی نے دو گھنٹے بعد فون پر کہا۔ ”میں تیرا کام کر چکی ہوں۔ تُو ان کے اندر آ سکتا ہے۔ لے ان کی آوازیں سن....“

نف گائی اور وائس مین نے فون پر اپنی اپنی آواز سنائیں۔ میں کسی رکاوٹ کے بغیر ان کے اندر پہنچ گیا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا‘ وہ دونوں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نف گائی اور وائس مین ہیں اور انہیں برین ماسٹر نے اغوا کر کے اپنا تابعدار بنایا تھا۔

میں نے ان سے کہا۔ ”تم دونوں اسی لمحے سے آزاد ہو۔ برین ماسٹر اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔ تم کسی کے زیر اثر نہیں آؤ گے۔ جتنی جلدی ممکن ہو‘ اپنی آواز‘ لب و لہجہ اور چہرے بدل لو پھر جہاں جانا چاہو‘ چلے جاؤ۔ کوئی تمہارا راستہ نہیں روکے گا۔“

وہ خوش ہو رہے تھے۔ ایک نے بے یقینی سے پوچھا۔ ”کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟“

میں نے کہا۔ ”جب آزادی سے رہنے لگو گے‘ تب یقین آ جائے گا۔“ پھر میں نے کلیانی سے کہا۔ ”ان دونوں کو وہاں سے جانے دے۔“

اس نے پوچھا۔ ”کیا تُو انہیں اپنا تابعدار بنا کر نہیں رکھے گا؟“

میں نے پوچھا۔ ”کیا میرے علاوہ اور کوئی ان کے دماغوں میں جا سکے گا؟“

اس نے جواب دیا۔ ”نہیں.... ان میں سے کسی کا دماغ کسی کو نہیں ملے گا۔ سب یہی سمجھیں گے کہ یہ دونوں مر چکے ہیں۔ صرف تُو ہی ان کے اندر جا سکے گا۔“

”تو پھر انہیں جانے دے۔ یہ جہاں بھی جائیں گے۔ میں ضرورت کے وقت ان کے اندر پہنچ جاؤں گا۔“

وہ بولی۔ ”میں انہیں رہائی دے کر ابھی تیرے پاس آ رہی ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”میرے پاس نہ آ.... کسی مہنگے ہوٹل کا ایک کمرا اپنے نام سے حاصل کر۔ وِھسکی کی دو بوتلیں اور گوشت مچھلی وغیرہ کا انتظام کر۔ میں ایک گھنٹے بعد تیری نئی جوانی کا جشن منانے آؤں گا۔“

وہ خوش ہو گئی۔ برسوں کی محنت کا پھل اسے ملنے والا تھا۔ اس نے ہر بارہ مہینے بعد کسی ایک شخص کے ساتھ جوانی کی راتیں اور بڑھاپے کے دن گزارے تھے۔ ہر بارہ مہینے بعد وہ پچھلے یار کو موت کے گھاٹ اتار کر نئے دلدار کے ساتھ پورا ایک برس گزارتی تھی۔ اس طرح چھ برسوں میں وہ چھ یاروں کو بھگتا چکی تھی۔

میں نے اس چھٹے قد آور باڈی بلڈر کو دیکھا تھا۔ کلیانی اس پہاڑ کے آگے ایک تنکا لگتی تھی مگر اپنے کالے منتروں سے اسے غلام بنائے ہوئے تھی۔ اس کے ایک کمرے میں کالی مائی کی چھوٹی سی مورتی رکھی رہتی تھی۔

اس نے مجھے ساتواں یار بنانے سے پہلے اس چھٹے یار کو حکم دیا کہ وہ کالی مائی کے چرنوں میں جھک کر اپنے گلے پر چھری پھیر لے۔

وہ سحر زدہ تھا۔ کلیانی اس کو بدن کے جس حصے کو کاٹنے کا حکم دیتی‘ وہ اسے کاٹ کر پھینک دیتا.... اس نے بڑی تابعداری سے اپنے گلے پر چھری پھیر لی۔

کلیانی سات مردوں کو کالی مائی کی بھینٹ چڑھانے کے بعد ہی اپنا حسن و شباب قیامت تک حاصل کر سکتی تھی۔ میں نے بعد میں اس کے چور خیالات پڑھ کر یہ ساری باتیں معلوم کی تھیں۔ ساتواں قربانی کا بکرا میں تھا۔ اگلے بارہ مہینوں کے بعد وہ میری بلی چڑھانے والی تھی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے نف گائی اور وائس مین کے اندر آ کر دیکھا۔ وہ جلدی جلدی اپنا سامان پیک کر رہے تھے۔ مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کر رہے تھے۔ کلیانی نے بڑی مہارت سے ان پر عمل کیا تھا۔ آئندہ تنویمی عمل کرنا ضروری نہیں تھا۔ اس کے بغیر ہی میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر اپنی مرضی کے مطابق ان سے کوئی بھی کام لے سکتا تھا۔

کلیانی نے رات کے گیارہ بجے فون پر کہا۔ ”ہوٹل نائیل ویو کے کمرا نمبر فور زیرو فور میں چلا آ۔ میں بے چینی سے انتظار کر رہی ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”میں یہاں ایک ڈبل پیگ پی رہا ہوں۔ تیرے پاس آنے سے پہلے موڈ بنا رہا ہوں۔ تُو بھی تھوڑی سی پی لے۔ موڈ میں رہے گی تو ملاقات کا مزہ آئے گا۔“

وہ خوشی سے جھوم کر بولی۔ ”ہائے کیا بات کرتا ہے؟ دل کھینچ لیتا ہے۔ سچ مچ مجا آئے گا۔“ وہ اپنی پیدائشی عادت کے مطابق بولنے لگی۔ ”میں ابھی پہلا پیگ لے رہی ہوں۔ فون بند نہ کرنا۔“

میں نے کہا۔ ”ریسیور میرے کان سے لگا رہے گا۔ میں جوانی دیوانی کی باتیں کروں گا۔ آنے سے پہلے تجھے خوب بھڑکاؤں گا۔“

”ہائے جالم....! بڑی پکی باتیں کرتا ہے۔ باتوں کے چولہے پر میری ہنڈیا پکا رہا ہے۔“

”تُو صرف سن رہی ہے یا پی بھی رہی ہے؟“

”پی رہی ہوں۔ یہ لے پہلا جام ہونٹوں سے لگا رہی ہوں۔“

وہ ذرا چپ ہوئی۔ کچھ لوگ یوں پیتے ہیں کہ پانی حلق سے اتارتے وقت گھونٹ بھرنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ ریسیور کان سے لگا ہوا تھا۔ میں نے دو گھونٹ پینے کی آواز سنی پھر اس سے کہا۔ ”تُو ایسے پی رہی ہے جیسے مجھے ہونٹوں سے لگا کر حلق سے اتار رہی ہو۔ یہ پینے کی آواز اچھی لگ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کوئی گیت گنگنا رہی ہے۔“

اس نے اونچی آواز میں ایک ایک گھونٹ پیتے ہوئے جام خالی کر دیا پھر کہا۔ ”یہ لے پہلا پیگ اندر اور تُو ابھی تک باہر....؟ بس اب چلا آ۔ میں فون بند کرتی ہوں۔“

اب میں اس کے اندر پہنچ سکتا تھا۔ وہ سانس روکنے کے قابل نہیں رہی تھی پھر بھی میں نے اسے ایک اور پیگ پینے کے لیے کہا۔ ”کچھ مزہ نہیں آ رہا ہے۔ تُو مستی میں آ کر بلائے گی تو میں دوڑتا ہوا نہیں..... اڑتا ہوا آؤں گا۔“

”اچھا تو لے.... تجھے ہوا میں اڑا کر لانے کے لیے ایک اور پیگ پی رہی ہوں۔“

ایک ذرا سی خاموشی رہی پھر میں نے پینے کی آواز سنی اور چپ چاپ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے اندر پہنچ گیا۔ اسے نشہ نہیں ہوا تھا مگر سرور میں آ گئی تھی۔ اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی تھی۔ اس نے سانس روکنے کی کوشش کی مگر روک نہ سکی۔ پی ہوئی شراب کے دو چار قطرے حلق سے باہر زبان پر آ گئے۔ میں نے فون بند کرتے ہوئے پوچھا۔ ”چپ کیوں ہے؟“

وہ بولی۔ ”میرے اندر کوئی ہے۔“

”یہ میں ہوں۔ ریسیور سے میری آواز تیرے اندر پہنچ رہی ہے۔ کیا تجھے ایسا لگ رہا ہے‘ میں تیرے اندر پہنچ کر بول رہا ہوں؟“

”ہاں ہاں۔ میرے کو ایسا ہی لگ رہا ہے۔ تُو آتا کیوں

نہیں؟ کب تک دور سے بولتا رہے گا؟''

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق بوتل کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اسے اٹھا کر منہ سے لگایا اور غٹا غٹ پینے لگی۔ اس کا سر گھوم رہا تھا۔ آدھی بوتل سے زیادہ شراب حلق سے اتر گئی تھی۔ وہ بوتل رکھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

میں نے کہا۔ ''جوانی میں سر نہیں چکراتا مگر تیری آنکھوں کے سامنے در و دیوار گھوم رہے ہیں۔ تو آدھی بوتل پیتے ہی بوڑھی ہوگئی ہے۔''

وہ میز پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔ ''بکواس نہ کر.... میں جوان ہوں۔ تیرے ساتھ بارہ مہینے گزارنے کے بعد ہمیشہ کے لیے جوان بن جاؤں گی۔''

میں نے کہا۔ ''پھر میری ضرورت نہیں رہے گی۔ وہ تیرے پچھلے چھ یار کہاں ہیں؟ ان کی طرح مجھے بھی کہاں پہنچا دے گی؟''

وہ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگی۔ اپنی ہسٹری بیان کرنے لگی۔ وہ بہت ہی سنگدل اور بے رحم تھی۔ کالا جادو سیکھنے اور مہارت حاصل کرنے کے لیے اب تک کتنے ہی معصوم بچوں کا' جوان کنواریوں کا اور اپنے چھ یاروں کا لہو کالی مائی کے چرنوں میں بڑی بے دردی سے بہا چکی تھی۔

میں نے پھر اسے بوتل اٹھا کر پینے پر مجبور کیا۔ شراب اس کی برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔ وہ پینا نہیں چاہتی تھی مگر پی رہی تھی۔ آخر ایک زوردار جھٹکا لگا تو بوتل ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ وہ بھی صوفے پر سے اٹھتے اٹھتے گر پڑی تھی۔ اندر اتنی شراب بھر گئی تھی کہ منہ سے اور ناک سے تھوڑی باہر چھلکنے لگی تھی۔ وہ بڑی تکلیف سے گزر رہی تھی۔ جان نکلتی ہوئی سی لگ رہی تھی۔

میں نے پوچھا۔ ''یوں مرتے وقت کیسا لگ رہا ہے؟''

وہ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ یوں گہری گہری سانسیں لے رہی تھی جیسے روٹھی ہوئی سانسوں کو کھینچ کھینچ کر واپس لا رہی ہو پھر اس نے قے کی۔ شراب کی اچھی خاصی مقدار باہر نکل آئی۔ اسے ایک ذرا سا آرام آیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے ذرا سا بھی آرام آئے اور وہ منتر پڑھنے کے قابل ہو جائے۔

میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی فرش پر تڑپنے لگی۔ میں نے کہا۔ ''تو مجھے بھی منتروں کی زنجیروں میں جکڑ کر بارہ مہینوں تک غلام بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اس کے بعد مجھے کالی مائی کی بھینٹ چڑھا دیتی... مگر سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں۔ اب تجھے پل پل کی خبر ہو رہی ہے۔ تیرے برسوں کا کالا جادو ختم ہو رہا ہے۔ یہ جادو تجھے ڈبو رہا ہے۔''

میں نے پھر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ اتنی بے جان سی ہوگئی تھی کہ اس کے حلق سے آواز نہ نکلی، وہ بن جل کی مچھلی کی طرح پھڑ پھڑا رہی تھی، بڑی مشکل سے کراہ رہی تھی۔ میں نے پھر زلزلہ پیدا کیا تو وہ آخری ثابت ہوا۔ دل کی دھڑکنیں یک لخت بند ہوگئیں۔ میری سوچ کی لہریں اس کے اندر سے نکل آئیں۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر خدا کا شکر ادا کیا۔ وہ دوسروں کو اب تک اپنی دیوی کی بھینٹ چڑھاتی رہی تھی اور میں نے اسے ایک شیطانی زندگی سے نجات دلا دی تھی۔

☆☆☆

برین ماسٹر ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نگرانی کرنے کے لیے تقریباً چالیس گھنٹے تک جاگتا رہا پھر تھک ہار کر سو گیا تھا۔ خیال تھا' چھ گھنٹے بعد بیدار ہو کر ان کی خبر لے گا لیکن نیند کا غلبہ ایسا تھا کہ وہ دس گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ اس کے بعد بھی شاید سوتا رہتا مگر اچانک ہی آنکھ کھل گئی۔ وہ دماغ کو ہدایات دے کر سوتا تھا کہ کوئی خلافِ معمول بات ہو تو اس کی آنکھ فوراً کھل جائے..... اور ایسا ہی ہوا تھا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کمرے سے دور ہلکی سی کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ بیڈ سے اتر کر ادھر جانے لگا۔ اس مکان کی کھڑکیاں اور دروازے بند رہتے تھے۔ ادھر سے گزرنے والے یہی جانتے تھے کہ وہ مکان اکثر مقفل رہتا ہے۔ کبھی کبھی ایک شخص وہاں دیکھا جاتا ہے ورنہ پورے مکان میں خاموشی اور تاریکی رہتی ہے۔

برین ماسٹر پہلے کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ کوئی باہر سے مقفل دروازے کو کھولنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ وہ بستر سے اتر گیا۔ اپنے سفری بیگ میں سے ریوالور نکال کر تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے میں آیا پھر گرجنے کے انداز میں بولا۔ ''کون ہے؟''

وہ آگے بھی کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ تین افراد گنیں لیے دندناتے ہوئے اندر آگئے۔ وہ انہیں دیکھتے ہی بوکھلا گیا کیونکہ تنہا تھا۔ وہ تین تھے۔ اِدھر سے ایک گولی بھی چلتی تو ادھر سے گولیوں کی موسلا دھار بارش ہونے لگتی۔ وہ فوراً ہی ریوالور کو ان کے آگے پھینکتے ہوئے بولا۔ ''کون ہو تم لوگ؟''

اس کا ذہن سہما ہوا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ امریکی

سی آئی اے والے اسے ڈھونڈتے ہوئے سر پر آ پہنچے ہیں۔ ٹف گائی اور وائس مین کو واپس لینے کے لیے ابھی اسے گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ ''ہم سے تعاون کرو گے تو زندہ رہو گے۔ ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔''

یہ بات سنتے ہی اسے اطمینان ہوا۔ وہ سی آئی اے والے نہیں تھے۔ ان کے پاس دو بڑے بڑے بیگ تھے۔ دوسرے شخص نے کہا۔ ''ہم نے ایک بینک میں ڈاکا ڈالا ہے۔ پولیس ہمیں ڈھونڈ رہی ہے۔ امید ہے' وہ ادھر نہیں آئیں گے۔ ہم یہاں محفوظ ہیں۔''

تیسرے شخص نے کہا۔ ''ہمارے پاس تقریباً پچاس کروڑ ڈالرز کا سونا ہے۔ تمہیں دس لاکھ ڈالرز بھی دیں گے۔ تم بیٹھے بیٹھے رئیس اعظم بن جاؤ گے۔''

اس نے کہا۔ ''میں کسی لالچ کے بغیر تم تینوں کو یہاں پناہ دوں گا۔ اس گھر کو اپنا ہی سمجھو، آزادی سے کھاؤ پیو اور جب تک چاہو' بے فکری سے رہو۔''

وہ سب دوسرے کمرے میں آ گئے۔ ایک نے کہا۔ ''جب تک یہاں رہیں گے' تب تک تم گن پوائنٹ پر رہو گے۔ ہم تمہیں نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔''

ان میں سے دو افراد واش روم کی طرف چلے گئے۔ تیسرے نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے حکم دیا۔ ''اپنے تمام فون بند کر دو، کسی کو کال کرو نہ کسی کی کال اٹینڈ کرو۔''

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ تینوں اچھے خاصے صحت مند تھے، اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتے تھے۔ یہ معلوم کرنا لازمی تھا کہ وہ یوگا میں مہارت رکھتے ہیں یا نہیں؟

اس نے کہا۔ ''میرے پاس بہترین اسکاچ وہسکی اور رُوسی واڈکا ہے۔ کیا میں پیش کروں؟''

ایک انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا۔ ''شراب عقل کی دشمن ہے۔ ہم اسے پیتے ہیں تو یہ ہمیں پی جاتی ہے۔ کسی کام کے قابل نہیں چھوڑتی۔''

برین ماسٹر نے مایوس ہو کر پوچھا۔ ''تم تینوں میں سے کوئی نہیں پیتا....؟''

''کوئی نہیں.... تم کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا سکتے ہو۔ اس لیے کچن اور فریج کی طرف نہیں جاؤ گے۔ ہم تمہیں کھانے پینے کو دیا کریں گے۔''

اس کا اطمینان غارت ہو گیا پھر اسے شبہ ہونے لگا کہ وہ سی آئی اے سے تعلق رکھتے ہیں اور اسے ڈھونڈتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔ نشہ نہ کرنے کا مطلب یہی ہوا کہ وہ تینوں سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتے ہیں۔ یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے۔

ان حالات میں عقل سمجھا رہی تھی کہ وہ لوگ پہلے واش روم سے فریش ہو کر آئیں گے پھر اس کا محاسبہ کریں گے۔ پوچھیں گے ''تم کون ہو؟ یہ مکان باہر سے مقفل کیوں رہتا ہے جبکہ تم اندر موجود ہوتے ہو؟ اس علاقے میں کسی سے تمہاری شناسائی نہیں ہے۔ تم یہاں تنہا پُراسرار بن کر کیوں رہتے ہو؟''

وہ طرح طرح کے سوالات کر سکتے تھے۔ معقول جوابات نہ ملنے پر اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے یا گولی سے زخمی کر کے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے راستہ کھول سکتے تھے پھر وہ اپنی حقیقت چھپا نہ پاتا، چور خیالات اس کی اصلیت ظاہر کر دیتے۔

اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ جب وہ لوگ واش روم سے فارغ ہو کر آئے تو اس نے کہا۔ ''میں بھی واش روم جانا چاہتا ہوں پھر ہم آرام سے بات کریں گے۔''

انہوں نے اجازت دے دی۔ دو گن مین اس کے ساتھ بیڈ روم میں گئے۔ ایک نے اندر جا کر اطمینان کیا کہ اس واش روم سے فرار ہونے کے لیے کوئی دوسرا دروازہ یا کھڑکی تو نہیں۔ اچھی طرح مطمئن ہو کر اسے تنہا جانے کی اجازت دی گئی۔

اس نے اندر آ کر دروازے کو لاک کیا پھر باتھ ٹب میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہاں ٹھنڈے اور گرم پانی کے اور صابن کا جھاگ بنانے کے کئی بٹن تھے۔ اس نے دو بٹن کے درمیان انگلی رکھ کر ایک حصے کو دبایا تو وہ باتھ ٹب فرش میں دھنستا ہوا نیچے جانے لگا۔

وہ ایک تہ خانے میں پہنچ گیا۔ اس نے ایک اور بٹن کو دبایا تو وہ باتھ ٹب اوپر جا کر واش روم میں پہلے کی طرح اپنی جگہ فکس ہو گیا۔ وہ روپوش رہنے اور فرار ہونے کے تمام ہتھکنڈے جانتا تھا۔ برا وقت آنے سے پہلے اپنی سلامتی کے مکمل انتظامات رکھا کرتا تھا۔

وہ تہ خانے کی سرنگ سے گزرتے ہوئے اپنا حلیہ تبدیل کرنے لگا۔ سر سے بڑے بالوں والی وگ اتار پھینکی۔ ایک جگہ رک کر آنکھوں سے لینس نکالے پھر آگے بڑھتے ہوئے نقلی مونچھیں نوچ کر پھینک دیں۔ دونوں نتھنوں میں اسپرنگ پھنسے ہوئے تھے۔ انہیں بھی باہر نکال کر پھینک دیا۔ پہلے ناک چوڑی تھی' اب ستواں ہو گئی تھی۔ وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا اور تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔

اس نے ایک زینے کے پاس پہنچ کر اپنی شرٹ اور پینٹ بھی اتار دی۔ بدن پر صرف ایک انڈر ویئر رہ گیا۔ وہ زینے پر چڑھتا ہوا چور دروازے سے گزرتا ہوا ایک گیراج میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک کار موجود تھی۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ضرورت کا تمام سامان اس سیٹ پر رکھا ہوا تھا۔ اس نے ایک اچھا سا لباس پہنا۔ پالش کیے ہوئے جوتے پہنے پھر دروازہ کھول کر کار میں آ کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ جلد سے جلد ایسے انجانے دشمنوں سے دور ہو جانا چاہتا تھا جو بعد میں سی آئی اے والے ثابت ہو سکتے تھے۔

سی آئی اے میں بہترین تربیت یافتہ کتے بھی تھے۔ بو سونگھ کر اس ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کا پیچھا کر سکتے تھے۔ لہٰذا وہ جلد سے جلد اس ملک کو چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ وہ سیدھا ائرپورٹ نہیں گیا۔ پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے ایک طیارے میں بیٹھ کر دوسرے شہر پہنچا۔ وہاں کی ایک فلائنگ کمپنی کے جہاز کے ذریعے تیسرے شہر میں پہنچ گیا۔ وہاں اس نے نیا پاسپورٹ اور ویزا حاصل کیا۔ خیال خوانی کے ذریعے ان مشکل مراحل سے بہ آسانی گزرتا ہوا مصر کے شہر قاہرہ کی طرف جانے لگا۔

سی آئی اے والوں سے جان چھڑا کر ذرا اطمینان حاصل ہوا تب اس نے اپنے تابعداروں ٹف گائی اور وائس مین کی خبر لی۔ خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ ان میں سے کسی کے بھی دماغ میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ میری سوچ کی لہریں مطلوبہ دماغ تک کیوں نہیں پہنچ رہی ہیں؟ کیا وہ دونوں مر چکے ہیں؟ یا ان کی آواز' لب و لہجہ اور شخصیت بدل چکی ہے؟''

ان لمحات میں ایسی ہی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ پہلا خیال یہی پیدا ہوا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں حاصل کر کے تنویمی عمل کے ذریعے ان کی شخصیت تبدیل کر چکے ہیں۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے ساکت ہو گیا۔ اپنے ذہن کو ہر طرح کی سوچ سے خالی کر کے سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اس نے بڑی محنت کی تھی اور پلک جھپکتے ہی اپنی ساری محنت ہار بیٹھا تھا۔

وہ تسلیم کر رہا تھا۔ اس نے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیرِ اثر لانے کے لیے بہت ہی کمزور منصوبہ بنایا تھا۔ یہ پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ وہ دن رات ٹف گائی اور وائس مین کی نگرانی نہیں کر سکے گا۔ وہ دونوں مر جائیں گے یا مار دیے جائیں گے یا پھر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں چھین کر لے جائیں گے۔ بہر حال وہ اپنے مقدر میں لکھی ہوئی ناکامی کو برداشت کر رہا تھا۔

اس نے تھوڑی دیر بعد پانچ یوگا جاننے والے افسران کو فون پر مخاطب کیا۔ ''ہیلو یو ڈرٹی فائیو....! آخر تم لوگوں نے اپنے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ سے چھین ہی لیا!''

ایک افسر نے ناگواری سے کہا۔ ''کیوں بکواس کر رہے ہو؟ ایک تو تم نے انہیں ہم سے چھین لیا پھر یہ کہ ان کا لب و لہجہ تبدیل کر دیا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان میں سے کسی کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آ رہی ہیں۔ کیا تم نے انہیں مار ڈالا ہے؟''

برین ماسٹر نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''یہ کیا بکواس ہے؟ میں انہیں ہلاک کرنے کی حماقت کیوں کروں گا؟ خود میری سوچ کی لہریں بھٹک رہی ہیں' انہیں ڈھونڈ نہیں پا رہی ہیں۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''برین ماسٹر! کیا تم کوئی نیا ڈراما پلے کر رہے ہو؟''

''ڈراما تو تم لوگ کر رہے ہو۔ ان دونوں کو مجھ سے چھین کر ان کے لب و لہجہ بدل کر دھوکا دے رہے ہو کہ وہ دونوں تمہاری پناہ میں نہیں ہیں۔''

ایک اور یوگا جاننے والے افسر نے کہا۔ ''اگر تم سنجیدگی سے یہ بات کہہ رہے ہو تو پھر یقین کر لو' ہم سب ہی دھوکا کھا رہے ہیں۔ وہ دونوں مر چکے ہیں یا کسی اور کے ہتھے چڑھ چکے ہیں۔''

یہ سوال برین ماسٹر اور اکابرین کے لیے بہت اہم اور پریشان کن تھا کہ وہ زندہ ہیں تو کس کے ہتھے چڑھ گئے ہیں؟ وہ کون ہے' جو ان کے منہ سے شکار چھین کر لے گیا ہے؟ ایک بات تو طے تھی' کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہی یہ فائدہ اٹھایا ہوگا۔

برین ماسٹر اور اکابرین نقصان اٹھا رہے تھے۔ وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف سوچنے لگے۔ ان کے علاوہ کسی پر شبہ نہیں تھا۔ ٹونی جے اور فرمان علی دو ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے' جو عرصہ دراز سے گمنام رہ کر آزادی سے زندگی گزار رہے تھے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے دوست ہوں یا دشمن... کسی کے بھی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا ان پر شبہ نہیں کیا جا رہا تھا۔

شبہ تھا سونیا پر.... اکابرین جس طرح اپنی نیت اور اپنا مزاج بدلتے تھے' ویسے ہی طوطے کی آنکھ سے سونیا کو دیکھتے تھے۔ انہوں نے برین ماسٹر سے کہا۔ ''سونیا نے محض

دکھاوے کے طور پر لف گائی اور وائس مین کو ہمارے حوالے کیا تھا پھر انہیں واپس حاصل کرنے کے لیے تمہیں ڈھیل دے دی۔ جب تم انہیں اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو وہ انہیں چھین کر لے گئی۔"

برین ماسٹر نے کہا۔ "تم لوگ سونیا کو اپنی طرح فراڈ نہ سمجھو۔ جب وہ وعدہ کرتی ہے تو ہر حال میں اسے پورا کرتی ہے۔ اس نے اور فرہاد نے کبھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا غلام بنا کر نہیں رکھا۔"

"یہ محض کہنے کی باتیں ہیں۔ کبھی تم اس کے شکنجے میں آؤ گے تو تلملا کر رہ جاؤ گے۔ اس سے کبھی نجات حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"میں ذاتی تجربے کی بنیاد پر سونیا کے گن گا رہا ہوں۔ کچھ عرصہ پہلے میں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیرِ اثر آ گیا تھا۔ تم لوگوں کی عداوت سے بچنے کے لیے سونیا کی پناہ میں رہتا تھا۔ جب خطرات ٹل گئے تو اس نے اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مجھے آزاد چھوڑ دیا۔ یہ تم سب دیکھ رہے ہو کہ میں کسی کے زیرِ اثر نہیں ہوں۔ آزادی سے اپنے فیصلے کرتا ہوں۔ کسی کی مداخلت کے بغیر زندگی گزار رہا ہوں۔"

"اگر ایسا ہے تو ہمارے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی آزادی سے زندگی گزارنی چاہیے مگر وہ انہیں آزاد نہیں کرے گی۔"

"تم لوگ اس پر شبہ کرتے رہو۔ اس کا کچھ نہیں بگڑے گا، تمہارے وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اگر زندہ ہیں تو کسی نامعلوم خیال خوانی کرنے والے یا کسی کالا جادو جاننے والے کے غلام بن چکے ہیں۔ تم سب سونیا کے پیچھے بھاگتے رہو گے، اصل دشمن تک کبھی پہنچ نہیں سکو گے۔"

وہ ان سے رابطہ ختم کر کے سوچنے لگا۔ "وہ نامعلوم خیال خوانی کرنے والا کون ہے؟ کس نے میری تمام محنت کو خاک میں ملایا ہے؟ پتا نہیں، وہ خیال خوانی کرنے والے فرمان علی اور ٹونی بے کہاں ہیں؟ ایک طویل مدت سے لاپتا رہنے والوں کو کس طرح تلاش کروں؟"

برین ماسٹر نے پہلے بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے بابر علی کو اپنے زیرِ اثر رکھا تھا۔ اسے نقلی فرہاد بنا کر دنیا والوں کے سامنے پیش کیا تھا اور اس نے بھی بڑی کامیابی سے خود کو اصلی فرہاد علی تیمور ثابت کیا تھا۔

ابھی اس کا ذکر اس لیے کیا جا رہا ہے کہ وہ نقلی فرہاد یعنی بابر علی مر چکا تھا۔ برین ماسٹر کو اب ایک ایسے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کی ضرورت تھی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اس نے لف گائی اور وائس مین کو اغوا کیا تھا اور بری طرح ناکام رہا تھا۔ یہ ناکامی اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔ ان دونوں سے محروم ہونے کے بعد وہ ایک اور خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔

بے باک مومن اس کا داماد تھا۔ پہلے وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی ایک مسلمان سے شادی کرے۔ لیکن بیٹی نے صرف اس سے شادی ہی نہیں کی تھی بلکہ اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔ باپ نے بیٹی کو اپنے دل سے اور دماغ سے نکال دیا تھا لیکن بیوی اور لاڈلے بیٹے کی موت کے بعد اس کا اپنا خون کا کوئی رشتہ نہیں رہا تھا۔ اب ایک بیٹی ہی رہ گئی تھی۔ لہٰذا اس نے بیٹی اور داماد بے باک مومن سے سمجھوتا کر لیا تھا۔

یوں اسے داماد تسلیم کرنے کے پیچھے ذہن میں ایک سازش چھپی ہوئی تھی۔ دماغ میں یہ بات پک رہی تھی کہ وہ بے باک مومن کو بڑی رازداری سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اپنا تابعدار بنا سکتا ہے۔ خوب سوچ سمجھ کر اسے غلام بنائے گا تو سونیا کو یہ بات کبھی معلوم نہیں ہو گی اور وہ اس خطرناک عورت کا بظاہر فرمانبردار بن کر رہا کرے گا۔

وہ بہت پہلے ہی یہ منصوبہ بنا چکا تھا اور اسی کے مطابق عمل کرنا چاہتا تھا لیکن ایسے ہی وقت لف گائی اور وائس مین کے معاملات میں الجھ گیا۔ ایک مومن کے بجائے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے حاصل ہو رہے تھے، وہ انہیں ٹریپ کر کے کسی خفیہ اڈے میں پہنچانے کے سلسلے میں مصروف ہو گیا۔ ایسے وقت بے باک مومن کی مثال گھر کے مرغے جیسی تھی، اسے کسی وقت بھی ذبح کیا جا سکتا تھا۔

ایک تھکا دینے والی جدوجہد کے بعد ناکامی ہوئی تو وہ گھر کے مرغے کو دبوچنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹی کو مخاطب کیا۔ "ہیلو اینا! کیسی ہو؟ خوش ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "اوہ ڈیڈ! کتنے دنوں کے بعد بیٹی کی یاد آئی ہے؟ میں تو خوش ہوں۔ تمہارے لیے فکرمند رہتی ہوں۔"

"میری فکر نہ کرو۔ میری تنہائیاں دور کرنے والا اب کوئی نہ رہا۔ تمہاری ممی اور تمہارے بھائی کی موت نے میری زندگی ویران کر دی ہے، تم بھی شادی کر کے پرائی ہو گئی ہو۔ جو تھوڑی سی زندگی رہ گئی ہے۔ اسے کسی طرح گزار رہا ہوں۔"

وہ بڑے دکھ سے بولی۔ "کیوں تنہا رہ کر باقی زندگی

گزار رہے ہو؟ کیا بیٹی اور داماد کے ساتھ لائف انجوائے نہیں کر سکتے؟"

"تمہارے ساتھ رہوں گا تو تمہاری ماں اور بھائی کی کمی پوری ہو جائے گی۔ ایک محبت کرنے والی بیٹی سے خوشیاں ملتی رہیں گی۔"

"تو پھر آج ہی میرے پاس چلے آؤ۔"

"یہی تو مجبوری ہے۔ میں محبت کرنے والی بیٹی سے بھی نہیں مل سکتا۔ دشمن میری تاک میں رہتے ہیں، تم سے ملنے آؤں گا تو وہ تمہیں بھی نقصان پہنچائیں گے۔ میں ایسا کوئی رسک نہیں لوں گا۔ یہ بتاؤ میرا داماد کہاں ہے؟"

"صبح سے کہیں گئے ہیں، کسی اہم معاملے میں مصروف ہیں۔"

"کیا تم اس کے اہم معاملات میں دلچسپی نہیں لیتی ہو؟"

"یہ ٹیلی پیتھی کے جھمیلے ذہن کو الجھا دیتے ہیں۔ بے باک خود ہی کسی مصروفیت کا ذکر کرتے ہیں تو سن لیتی ہوں۔"

"اس نے موجودہ مصروفیت کے بارے میں کچھ کہا تو ہو گا؟"

"ہاں کہہ رہے تھے انہیں دو اجنبی افراد پر شبہ ہے کہ وہ باہر سے کچھ ہیں اور اندر سے کچھ.... بے باک کو ان کے دماغوں میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ وہ انہیں ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

یہ ایسی بات تھی کہ برین ماسٹر کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس نے فوراً پوچھا۔ "کیا وہ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟"

"بے باک کو یہی شبہ ہے۔"

اس نے بیٹی سے اپنے داماد کا فون نمبر معلوم کیا پھر اس سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ "میں ابھی اینا سے بات کر رہا تھا۔ معلوم ہوا، تم دو یوگا جاننے والوں پر شبہ کر رہے ہو۔ پلیز مجھے ان کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔"

بے باک مومن نے پوچھا۔ "کیوں بتاؤں؟ تم میرے کیا لگتے ہو؟"

"میں تمہارا سسر ہوں اور تم میرے داماد ہو۔"

"میں اینا کو اپنے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں نہ لے جاتا تو تم ہمیں زندہ نہ چھوڑتے۔ بیوی اور بیٹے سے محروم ہونے کے بعد اینا سے کسی حد تک محبت کرنے لگے ہو مگر میری جان کے دشمن اب بھی ہو۔"

"فضول باتیں نہ کرو، میں نے بیٹی کی خاطر تمہیں معاف کر دیا ہے۔"

"میں نے کوئی غلطی کی ہے نہ کبھی معافی مانگی ہے پھر تم کیسے معاف کر رہے ہو؟ میں محض اینا کی خاطر چپ رہتا ہوں ورنہ تمہارے پیچھے پڑ جاتا۔ تمہارا دن رات کا سکون برباد کر دیتا۔"

برین ماسٹر نے کہا۔ "سیدھی سی بات کرو۔ ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتے۔ میں تمہارا محتاج نہیں ہوں۔ لندن میں میرے کئی آلۂ کار ہیں۔ میں ان کے ذریعے تم سے پہلے ان دونوں تک پہنچ جاؤں گا۔"

وہ فون بند کر کے چپ چاپ بیٹی کے دماغ میں آ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا، بے باک مومن ایک گھنٹے بعد آئے گا اور اس کے ساتھ لنچ کرے گا۔ بیٹی اس وقت کچن میں مصروف تھی۔ اس نے اسے ذرا سی دیر کے لیے غائب دماغ بنا کر کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

جب ایک گھنٹے بعد بیٹی کے پاس پہنچا تو وہ بے باک کے ساتھ کھانے کی میز پر تھی۔ وہ دونوں ہی کھاتے کھاتے رک گئے تھے، وہ اچانک کمزوری محسوس کر رہے تھے۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ "مجھے کمزوری سی محسوس ہو رہی ہے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

بے باک نے کہا۔ "میرے خدا...! میری مدد فرما.. دشمن کا حملہ کامیاب ہو رہا ہے۔"

اینا کمزوری کے باعث نڈھال ہو رہی تھی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے بے باک کو دیکھا۔ وہ بولا۔ "دشمن تمہارا باپ ہے۔ وہی مجھے اپنا غلام داماد بنانے کے لیے ایسی چالیں چل رہا ہے۔"

برین ماسٹر اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ سانس روکنے اور خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا اور لمحہ بہ لمحہ کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ سامنے رکھے ہوئے فون کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ الیا اور کبریا کو مدد کے لیے بلانا چاہتا ہے مگر اس کا ہاتھ فون تک نہیں پہنچ رہا تھا۔ برین ماسٹر اس کے دماغ سے کھیل رہا تھا۔ اس وقت بے باک اپنے نہیں... دشمن کے اختیار میں تھا۔

اس نے داماد کو تابعدار بنانے کے لیے بیٹی کو بھی بیمار بنا دیا تھا۔ وہ ناقابلِ برداشت کمزوری کے باعث وہیں فرش پر لیٹ گئی تھی۔ کراہ رہی تھی۔ گہری گہری سانسیں لینا چاہتی تھی مگر سانسیں لینے میں بھی دقت محسوس کر رہی تھی۔

باپ کو بیٹی کی پروا نہیں تھی۔ وہ کتنی ہی کمزوری برداشت

کرے۔ زندہ بچے نہ بچے وہ تو بے باک کے دماغ میں گھسا ہوا تھا۔ اسے الپا یا کبریا سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ ”تم میرے دن رات کا سکون برباد کرنے کی دھمکی دے رہے تھے۔ آئندہ میرے غلام بن جاؤ گے تو میں تمہیں بڑے آرام سے زندگی گزارنے دوں گا۔ سونیا اور دوسرے مسلمان خیال خوانی کرنے والوں کو شبہ نہیں کرنے دوں گا کہ تم میرے تابعدار بن چکے ہو۔“

بے باک مومن ذہنی طور پر مفلوج ہو گیا تھا۔ کمزوری غالب آ گئی اور وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں خود سے غافل ہوتا چلا گیا۔ برین ماسٹر طویل جدوجہد کے بعد ایک خیال کرنے والے کو اپنا تابعدار بنانے والا تھا۔

میں قاہرہ میں تھا۔ میرے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ میں ہی اپنی سونیا کا فرہاد ہوں۔ تب سے یہ بے چینی پیدا ہو گئی تھی کہ جلد از جلد میری یادداشت واپس آ جانی چاہیے۔

سونیا کی یہ بات میرے اندر گونج رہی تھی۔ اس نے کہا تھا۔ ”پہلی اور آخری سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تمہیں شکوک و شبہات سے بالاتر ہو کر اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنا ہو گا۔ جس دن تم یہ بتا دو گے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی میں کیسے داخل ہوئے تھے اور ہم نے اپنے بچوں کے ساتھ کس طرح جدوجہد سے بھرپور زندگی گزاری ہے؟ اس دن ہر بات آئینے کی طرح صاف ہو جائے گی۔ میں پورے یقین کے ساتھ تمہیں اپنا مجازی خدا... اپنے جسم و جان کا مالک تسلیم کر لوں گی۔“

اس نے خوب سوچ سمجھ کر ایسا کہا تھا۔ اس کی یہ باتیں میری رگوں میں لہو کی طرح دوڑ رہی تھیں۔ میرے اندر ضد اور تڑپ پیدا کر رہی تھیں کہ مجھے جلد سے جلد ماضی کے آئینے میں اپنا اصلی چہرہ دیکھنا ہو گا اور اسے دکھانا ہو گا۔ تب ہی میں اپنی سونیا کو جیت سکوں گا۔

اس سلسلے میں ایک ہی اہم اور بنیادی سوال تھا کہ وہ آئینہ کہاں سے لاؤں؟ وہ گم شدہ البم کہاں ہے جس میں گزری ہوئی زندگی کی ایک ایک تصویر موجود ہے؟ جنہیں دیکھتے ہی میری جان آ کر میری دھڑکنوں سے لگ جائے گی۔

کیسی عجیب سی بات تھی۔ میں دوسروں کے دماغوں میں گھس کر ان کے اندر کے راز معلوم کر لیتا تھا۔ مگر اپنے اندر ڈوب کر خود کو پہچان نہیں پا رہا تھا۔

دیکھا جائے تو میرے ماضی میں سونیا تھی۔ الپا، عالی اور کبریا تھے۔ مجھے چہرے سے پہچاننے والے دوست اور دشمن اکابرین بھی تھے۔ ان میں سے کوئی اپنی انگلی تھما کر مجھے ماضی کے اندھیروں میں لے جا کر روشنی کی کرن بن سکتا تھا۔ ایسے وقت فرمان علی اور ٹونی جے سے سامنا ہو گیا۔

وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک طویل مدت سے گوشۂ گمنامی میں آرام اور سکون سے زندگی گزار رہے تھے۔ انہوں نے خیال خوانی تقریباً ترک کر دی تھی۔ کسی کے دماغ میں جاتے تھے نہ کسی کے معاملات میں دلچسپی رکھتے تھے اور نہ ہی کسی کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے۔

فرمان علی مسلمان اور ٹونی جے یہودی تھا۔ کہتے ہیں، آگ اور پانی کی طرح مسلمان اور یہودی یکجا نہیں ہو سکتے مگر وہ دونوں ایک دوسرے سے بے لوث محبت کرنے والے دوست بن چکے تھے۔ پوری سچائی سے دوستی نبھاتے آ رہے تھے۔ فرمان علی قاہرہ سے تقریباً دو سو کلومیٹر دور وسیع و عریض زمینوں کا مالک تھا۔ وہ زمیندار کی حیثیت سے اور ٹونی جے فرینکفرٹ میں بزنس مین کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔

ان دونوں کی خیال خوانی محدود تھی۔ وہ صرف ایک دوسرے کے دماغ میں آ کر باتیں کرتے تھے۔ ٹونی جے نے فرمان علی سے کہا تھا۔ ”میں بزنس کے سلسلے میں قاہرہ پہنچ رہا ہوں۔ تم بھی وہاں چلے آؤ۔ ہم چند روز ایک ساتھ رہ کر اچھا وقت گزاریں گے۔“

اس پروگرام کے مطابق انہوں نے قاہرہ کے اسی ہوٹل میں ایک کمرا حاصل کیا جہاں میرا قیام تھا۔ وہ ہوٹل کیبرے ڈانس اور قمار بازی کے حوالے سے بہت مشہور تھا۔ وہاں دنیا جہاں سے آنے والی حسیناؤں اور سیاحوں کا میلہ لگا رہتا تھا۔ وہ دونوں بھی چند روز عیش و عشرت میں گزارنے آئے تھے۔

پہلے دن ہمارا سامنا نہیں ہوا۔ حالانکہ ہمارے کمرے ایک ہی فلور کے ایک ہی کوریڈور میں تھے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے، لوگ بالکل قریب ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو دیکھ نہیں پاتے۔ رات کو وہ کسینو میں جوا کھیلنے آئے۔ میں ان سے کچھ دور دوسری میز پر کھیل رہا تھا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد یہ خبر گشت کرنے لگی کہ کیبن نمبر سیون کے دو کھلاڑی انتہائی شاطر ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹے کے اندر دو لاکھ ڈالرز جیت چکے ہیں۔ کتنے ہی کھلاڑی ان سے ایک ہی بازی میں ہزاروں ڈالرز ہارتے جا رہے ہیں۔

میں اپنی میز سے اٹھ کر ان کی طرف گیا۔ اس میز کے اطراف میں جواریوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ لوگ ان دونوں کے کھیلنے کے طریقۂ کار کو توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ ہر جواری اگلی بازی ان سے کھیلنا چاہتا تھا۔ میں بھی توجہ سے ان کا کھیل دیکھ رہا تھا۔ اگلی دو بازیوں میں ہی مجھے یقین ہو گیا کہ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔

وہ دونوں کھیل میں مصروف تھے، اس لیے جواریوں کی بھیڑ میں مجھے نہیں دیکھ پائے اور میں انہیں دیکھتے ہوئے بھی پہچان نہیں رہا تھا۔ اسی وقت ایک خونخوار قسم کا مقامی باشندہ ہارنے کے بعد غصے سے کہہ رہا تھا۔ ”دنیا جانتی ہے، جوا کسی کا نہ ہوا.... پھر تمہارا کیسے ہو رہا ہے؟ بڑے سے بڑا شاطر کھلاڑی ہارتا ضرور ہے مگر تم دونوں جیتتے چلے جا رہے ہو۔“

فرمان علی نے کہا۔ ”تم غلط کہہ رہے ہو۔ میں اب تک تین بازیاں ہار چکا ہوں۔“

ٹونی جے نے کہا۔ ”اور میں دو بازیاں ہار چکا ہوں۔ یہاں کھڑے ہوئے حضرات گواہی دیں گے۔“

وہ میز پر گھونسا مارتے ہوئے بولا۔ ”بہت تھوڑی رقم ہارتے ہو مگر دوسری بار ہاری ہوئی رقم سے کئی گنا زیادہ جیت لیتے ہو۔“

”ہم جوش میں آ کر نہیں کھیل رہے ہیں۔ جب یہ بھانپ لیتے ہیں کہ مقابل کے پاس بڑے پتے ہیں تو ہم دوگنی رقم دے کر شو کراتے ہیں یا کھیل چھوڑ دیتے ہیں۔“

وہاں کھڑے ہوئے کھلاڑیوں نے ان دونوں کی حمایت میں کہا کہ وہ کسی طرح کا فراڈ نہیں کر رہے ہیں بلکہ بڑی مہارت سے کھیل رہے ہیں۔

جو لوگ ان سے ہار چکے تھے، وہ ان کی مخالفت میں بول رہے تھے۔ فرمان علی نے کہا۔ ”ہم کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتے۔ کسی سے جھگڑا نہیں کرنا چاہتے۔ محض شغل کے طور پر کھیلنے آئے ہیں۔“

ٹونی جے نے کہا۔ ”ہارنے والے غصہ نہ کریں۔ ہم دوستی اور امن و امان رکھنے کی خاطر جیتی ہوئی رقم آپ کو واپس دے دیں گے۔“

جوئے میں ہاری رقم واپس نہیں کی جاتی۔ کسینو کے اصول کے مطابق تمام رقم فرمان کے بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دی گئی۔ میں نے اس ہارنے والے کے خیالات پڑھے تھے وہ اپنی رقم حاصل کرنے کی خاطر مارنے مرنے کی پلاننگ کر چکا تھا۔

فرمان علی اور ٹونی جے بھی اس کے خیالات پڑھ چکے تھے۔ کسینو سے باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھ گئے تھے۔ اسی وقت وہ خونخوار شخص اپنے ایک ساتھی کے ساتھ پچھلی سیٹ کے دروازے کھول کر اندر آ گیا۔ ٹونی جے نے انجان بن کر پوچھا۔ ”یہ کیا بدتمیزی ہے؟ کار سے باہر نکلو۔“

وہ انہیں اپنے ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ ”چپ چاپ گاڑی اسٹارٹ کرو اور جہاں ہم کہتے ہیں وہاں چلو۔“

فرمان نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس شخص نے فون کے ذریعے کسی سے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔ ”ہاں... ہم انہیں لے جا رہے ہیں۔ تم سب ہمارے ساتھ رہو۔“

جب ان کی کار نے کسینو کے احاطے سے باہر نکل کر ایک کشادہ سڑک پر چلنا شروع کیا تو فرمان اور ٹونی جے نے دیکھا، ان کی گاڑی کے آگے پیچھے دو گاڑیاں آ گئی تھیں۔ وہ شخص فون پر کہہ رہا تھا۔ ”ہاں، ٹھیک ہے۔ اسی طرح ہمارے ساتھ چلتے رہو۔“

اس کے خیالات بتا رہے تھے، وہ اب تک چھ قتل کر چکا ہے۔ طویل عرصے سے مجرمانہ زندگی گزارتا آ رہا ہے۔ کبھی گرفت میں آتا ہے تو قانون کے محافظوں کو بھاری رشوتیں دے کر عائد کردہ الزامات سے بری ہو جاتا ہے۔

ٹونی جے نے پوچھا۔ ”تم ہمیں گن پوائنٹ پر کہاں لے جا رہے ہو؟ جو چاہتے ہو، وہ کہو۔ ہم یہیں تمہارا مطالبہ پورا کر دیں گے۔“

اس شخص نے کہا۔ ”آج تم لوگوں نے ڈھائی لاکھ ڈالرز جیتے ہیں، ہم وہ ساری رقم چاہتے ہیں۔“

”یہ تو ہم نے کسینو میں بھی کہا تھا کہ وہ رقم تم سب کو لوٹا دیں گے۔“

”سب کو نہیں... وہ تمام رقم میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہم اپنی جان کی سلامتی کے لیے تمہارا یہ مطالبہ پورا کریں گے اور ابھی کریں گے۔“

”کیا تمہارے پاس نقد ڈھائی لاکھ ڈالرز موجود ہیں؟“

”نقد نہیں ہیں۔ آج جو رقم ہم نے جیتی ہے۔ وہ کل صبح تک بینک میں ٹرانسفر ہو گی۔ ہم وہاں سے وہ رقم لے آئیں گے۔“

وہ بولا۔ ”میں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ تم دونوں بینک نہیں جاؤ گے۔ تم میں سے ایک ہماری قید میں رہے گا۔ دوسرا بینک جا کر رقم لائے گا۔ جب ہمارا مطالبہ پورا ہو جائے گا تو تمہارے اس ساتھی کو بھی رہا کر دیا جائے گا۔“

فرمان کار ڈرائیو کرنے کے ساتھ ان سے باتیں بھی

کرر ہا تھا۔ٹونی جے خیال خوانی میں مصروف تھا۔تھوڑی دیر پہلے اس شخص نے اپنے جس ساتھی سے فون پر گفتگو کی تھی۔ اس کی آواز ٹونی جے سن چکا تھا اور اب اس کے اندر پہنچا ہوا تھا۔اس کے ذریعے گاڑی چلانے والے کے اندر پہنچنے میں دیر نہیں لگی۔

دوسرے ہی لمحے میں کار ڈرائیو کرنے والا غائب دماغ ہوگیا۔ اسٹیرنگ اس کے ہاتھوں سے بہکنے لگا۔اس کے ساتھیوں نے چیخ کر کہا۔"یہ کیا کررہے ہو؟ گاڑی کی رفتار کم کرو...اسے قابو میں رکھو۔"

مگر وہ قابو سے باہر ہو چکی تھی۔سڑک کو چھوڑ کر فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک دکان کے شوروم میں شیشوں کو توڑتے ہوئے اندر گھس گئی تھی۔پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے حیرانی سے چیخ کر کہا۔"ارے...یہ کیا ہوگیا؟"

فرمان تیزی سے اپنی گاڑی ڈرائیو کررہا تھا۔وہ لوگ پلٹ کر پچھلے شیشے سے اس گاڑی کو دیکھ رہے تھے۔اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ساتھی نے کہا۔"ہمیں گاڑی روک کر اپنے ساتھیوں کی خبر لینی چاہیے۔"

اس شخص نے ڈانٹ کر کہا۔"بکواس مت کرو۔ہم...خوامخواہ کسی چکر میں نہیں پھنسیں گے۔ہمیں ان سے بھاری رقم وصول کرنی ہے۔"

میں نے کسینو میں اس شخص کے دو ساتھیوں کی آوازیں سنی تھیں۔ان میں سے ایک ساتھی پچھلی گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا اور میں اس کے اندر موجود تھا۔ایک چوراہے پر دور سے سرخ سگنل دکھائی دے رہا تھا۔وہ گاڑی کو روکنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے رکنے نہیں دیا۔

دوسری طرف سے سگنل ملنے والی گاڑیاں آرہی تھیں۔ وہ اپنی گاڑی کی رفتار بڑھاتا ہوا ان گاڑیوں سے ٹکرا گیا۔ کتنے ہی گاڑیوں کے بریک چرچرائے، وہ سب ایک دوسرے سے ٹکرا کر اِدھر سے اُدھر گھومنے اور مڑنے لگیں۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے حیرانی و پریشانی سے چیخ کر کہا۔"یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ میرے آدمی حادثے کا شکار کیوں ہو رہے ہیں؟"

اس بار فرمان اور ٹونی جے بھی حیران تھے۔انہوں نے دوسری گاڑی والوں کو ٹریپ نہیں کیا تھا۔وہ حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ٹونی نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔"یہ دوسری گاڑی والے کس طرح حادثے سے دوچار ہوگئے؟"

پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔"گاڑی کی رفتار بڑھاؤ ورنہ پولیس والے ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔اس نے اسی لمحے اپنے ریوالور کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔جب اس کار نے کچھ فاصلہ طے کیا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر بولا۔"میرا ریوالور کہاں ہے؟ ابھی تو میرے ہاتھ میں تھا...؟"

ٹونی جے نے پلٹ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا۔میں نے دوسرے شخص کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔اس نے میری مرضی کے مطابق کہا۔"باس! جب تم نے اپنا ریوالور پھینک دیا ہے تو میں اپنے پاس کیوں رکھوں؟"

یہ کہتے ہی اس نے اپنا ریوالور بھی کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ٹونی جے نے حیرانی سے سوچ کے ذریعے کہا۔"فرمان! تم دیکھ رہے ہو۔یہ دونوں نہتے ہوگئے ہیں۔ہم نے پچھلی گاڑی والوں کے ساتھ کچھ نہیں کیا تھا اور وہ بھی حادثے کا شکار ہوگئے تھے۔اس کا مطلب تم سمجھ رہے ہو؟"

فرمان نے کہا۔"صاف ظاہر ہے' یہاں کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلا پھر اس شخص نے باہر چھلانگ لگائی تو اس کی چیخ سنائی دی۔وہ تیز رفتار کار اس سے دور ہوتی چلی گئی۔ٹونی جے نے شدید حیرانی سے کہا۔"اوہ گاڈ! کوئی خیال خوانی کرنے والا ہماری مدد کررہا ہے۔"

اسی وقت پچھلی سیٹ کا دوسرا دروازہ کھلا میں نے دوسرے کو بھی اٹھا کر باہر پھینک دیا۔اس کی چیخ نے بھی بتایا کہ وہ مر چکا ہے یا...بے ہوش ہوگیا ہے۔فرمان نے آگے جا کر گاڑی روک دی پھر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"ہم سمجھ رہے ہیں' تم جو کوئی بھی ہو۔ہمارے دوست ہو۔پلیز ہم سے بات کرو۔"

ٹونی جے نے کہا۔"ہم دونوں کے دماغوں میں کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود نہیں ہے۔پچھلی سیٹ پر کوئی آلۂ کار دشمن نہیں ہے پھر وہ کس کے ذریعہ ہماری باتیں سنے گا؟"

وہ دونوں گاڑی سے باہر آکر سڑک پر دیکھنے لگے۔میں کار ڈرائیو کرتا ہوا ان کے آگے آکر رک گیا۔پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔وہ دونوں مجھے سوالیہ نظر سے دیکھ رہے تھے۔میں اندھیرے میں تھا۔جب میں کار کی ہیڈ لائٹس کے سامنے آیا تو وہ ایکدم سے چونک گئے۔دونوں نے خوشی سے اچھل کر بیک وقت کہا۔"پاپا...! یہ آپ ہیں؟"

وہ دوڑتے ہوئے میرے پاس آگئے۔دونوں نے میرے

ہاتھ تھام لیے اور انہیں چومنے لگے۔میں نے اپنے ہاتھ ان سے چھڑا کر پیچھے ہٹتے ہوئے پوچھا۔"کیا تم دونوں مجھے پہچانتے ہو؟"

وہ ذرا ٹھٹک گئے۔انہوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر مجھ سے پوچھا۔"پاپا! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ نے ہمیں بیٹا بنایا تھا۔"

ٹونی جے نے کہا۔"ہم آپ کو اپنا باپ سمجھتے ہیں۔کیا آپ ہمیں نہیں پہچان رہے ہیں؟"

میں شہادت کی انگلی سے اپنی پیشانی کو رگڑتے ہوئے انہیں دیکھنے لگا۔سوچنے لگا۔وہ دونوں مجھے پاپا کہہ رہے تھے۔میرے منہ بولے بیٹے بن رہے تھے۔میں نے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"میں وہاں اوپن ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر تم دونوں سے بات کرنا چاہوں گا۔"

وہ میرے ساتھ چلنے لگے۔فرمان نے کہا۔"آپ کچھ تبدیل ہوگئے ہیں۔پریشان بھی لگ رہے ہیں۔"

ہم اس اوپن ریسٹورنٹ میں آکر میز کے اطراف بیٹھ گئے۔میں نے کہا۔"ہاں میں پریشان ہوں۔کبھی یوں لگتا ہے' اپنی یادداشت کھو چکا ہوں۔ماضی کو بھول چکا ہوں۔میرا نام فرہاد انور شاہ ہے۔میں لاہور کا ایک بزنس مین ہوں۔ بزنس کمیونٹی میں برسوں سے لوگ مجھے پہچانتے ہیں۔ایسے بہت سے ثبوت ہیں جن سے یقین ہوتا ہے کہ میں فرہاد انور شاہ ہوں اور میں نے اپنے ماضی کو نہیں بھلایا ہے۔یہ بتاؤ' تم دونوں کون ہو؟"

وہ دونوں اپنے اپنے بارے میں بتانے لگے پھر ٹونی جے نے کہا۔"پاپا! اگر آپ ہمیں بھول چکے ہیں تو کیا مما کو بھی بھلا دیا ہے؟ عالی' کبریا' پارس اور پورس کو تو پہچانتے ہوں گے؟"

میں نے انکار میں سر ہلایا پھر ایک گہری سانس لے کر کہا۔"تمہاری مما سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتا ہوں۔ان سے بات ہوتی رہتی ہیں۔"

"انہوں نے تو آپ کو پہچان لیا ہوگا؟"

"ان کے پہچان لینے سے کیا ہوتا ہے؟ وہ کہتی ہیں جب تک میں خود کو نہیں پہچانوں گا۔ماضی کی ایک ایک بات یاد نہیں کروں گا۔تب تک انہیں یہ یقین نہیں ہوگا کہ میں ہی ان کا فرہاد علی تیمور ہوں۔"

"مما درست کہتی ہیں۔آپ کو پچھلی زندگی کی تمام باتیں یاد آئیں گی۔تب ہی یقین کیا جائے گا کہ آپ ہی ہمارے پاپا ہیں۔"

فرمان نے پوچھا۔"لاہور میں آپ کے جو موجودہ رشتے دار اور خاندان والے ہیں، کیا وہ آپ کو بچپن سے جانتے ہیں؟"

میں نے کہا۔"اس خاندان میں کوئی بزرگ تو نہیں رہا مگر کتنے ہی رشتہ دار میرے ہم عمر ہیں اور وہ مجھے بچپن سے جانتے پہچانتے آرہے ہیں۔گھر میں تصویروں کی کئی البم ہیں۔ ان میں میرے بچپن سے لے کر موجودہ عمر تک کی بے شمار تصویریں ہیں۔"

ٹونی جے نے کہا۔"آپ فرماتے ہیں' لاہور کے بزنس مین ہیں پھر آپ نے یہ ٹیلی پیتھی کا علم کہاں سے حاصل کرلیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا' یہ علم میرے اندر کیسے سما گیا ہے؟"

"رشتے دار تو جانتے ہوں کہ آپ نے خیال خوانی کیسے سیکھی؟"

"یہ راز کوئی نہیں جانتا کہ میں خیال خوانی کرتا ہوں۔"

"آپ نے اتنا زبردست علم حاصل کیا ہے اور اس کی خبر آپ کی موجودہ وائف اور بچوں کو نہیں ہے۔خود آپ بھی نہیں جانتے کہ یہ علم کیسے حاصل کیا ہے؟ یہ بڑی عجیب سی بات ہے۔"فرمان نے پوچھا۔"آپ کو یہ کب معلوم ہوا کہ اپنی یادداشت کھو چکے ہیں؟"

میں ان دونوں کو بتانے لگا کہ کس طرح بیمار ہوگیا تھا' اپنے آپ سے غافل ہوگیا تھا پھر مجھے پتا نہیں چلا کہ میں داتا دربار میں کیسے پہنچ گیا؟ ایک خاتون مجھے وہاں سے ہاسپٹل لے گئی تھیں۔میرا علاج کرایا تھا۔انہوں نے بتایا' وہ میری شریکِ حیات ہیں۔

میرا علاج کرنے والے ڈاکٹروں نے کہا' میرے ذہن پر کوئی برا اثر پڑا ہے۔میں کسی بہت بڑے صدمے سے دوچار ہونے کے بعد اپنی یادداشت کھو چکا ہوں۔میری ایک بہن، دو بھائی اور دو بیٹے تھے۔وہ سب میری جان کے دشمن تھے۔ مجھے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے پہچانتے تھے۔وہ تمام دشمن مرچکے ہیں۔میری وائف نائلہ بھی ان کم بختوں کی سازشوں کا شکار ہوگئی۔اس کے بعد میں نے دوسری شادی کی۔ موجودہ وائف کا تعلق میرے خاندان سے ہی ہے۔دور تک پھیلے ہوئے خاندان کے تمام رشتے دار مجھے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے جانتے پہچانتے ہیں۔

ٹونی جے نے کہا۔"آپ کی یہ روداد سن کر ایسا لگتا ہے' آپ ہمارے پاپا ہیں اور فرہاد انور شاہ آپ کا ہم شکل تھا جو نہ جانے کہاں گم ہوگیا ہے؟ تقدیر کی ہیرا پھیری بڑی مشکل سے

سمجھ میں آتی ہے۔ یوں لگتا ہے مقدر نے آپ کو فرہاد انور شاہ کی جگہ پہنچا دیا ہے۔''

''میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ تمہاری مما سونیا بھی میرے متعلق یہی سوچتی ہیں۔ لیکن یہ ثابت ہونا چاہیے کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں اور کسی طرح فرہاد انور شاہ کی جگہ پہنچ گیا ہوں۔''

فرمان نے کہا۔ ''ہمارا دل کہتا ہے' آپ ہمارے پاپا ہیں۔ اگر ہم آپ کو ایسے تمام ممالک کے ان علاقوں میں لے چلیں جہاں آپ نے بڑے زبردست دشمنوں کو مات دی ہے۔ بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں تو شاید پچھلی زندگی کی بہت سی باتیں یاد آ جائیں گی؟''

میں نے کہا۔ ''سیارے سے آنے والی غیر معمولی مشین میں فرہاد علی تیمور کی پوری ہسٹری ریکارڈ کی گئی ہے۔ میں نے وہ ہسٹری پڑھی ہے اور آڈیو فلم میں فرہاد علی تیمور کو متحرک دیکھا ہے۔ اتنا کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد بھی مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔ تمہارے پاپا فرہاد علی تیمور مجھے یکسر اجنبی سے دکھائی دیے۔''

وہ دونوں سر جھکا کر سوچنے لگے۔ میرے لیے بہت پریشان نظر آ رہے تھے پھر فرمان نے کہا۔ ''ایک ہی راستہ ہے۔ آپ اپنی بھولی ہوئی زندگی یاد کر سکتے ہیں۔''

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے کہا۔ ''بابا صاحب کے ادارے میں جا کر رہیں گے تو آپ کا روحانی علاج ہو سکے گا۔ انشاء اللہ آپ کو تمام باتیں یاد آ جائیں گی۔''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''شاید وہاں بھی میرا علاج نہیں ہو سکے گا۔ اگر ایسا ہو سکتا تو تمہاری مما مجھے بہت پہلے ہی وہاں پہنچا دیتیں۔ ویسے بابا فرید واسطی مرحوم نے اپنی آخری سانسوں میں کہا تھا کہ سونیا کو اس کا فرہاد جلد اور ضرور ملے گا۔'' میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''میں نے بابا صاحب کے ادارے میں خیال خوانی کے ذریعے کئی گھنٹے گزارے ہیں۔ فرہاد علی تیمور کی پوتی الوشے نے مجھے اپنے دماغ میں جگہ دی تھی۔ میں اس کے ذریعے بابا فرید واسطی کی تدفین کے مناظر دیکھتا رہا تھا۔'' میں نے ایک ذرا مایوس ہو کر کہا۔ ''اس ادارے میں کئی گھنٹے گزارنے کے باوجود مجھے یہ یاد نہیں آیا کہ میں وہاں ہمیشہ آتا جاتا رہا ہوں۔ یہ باتیں مایوس کرتی ہیں اور سمجھاتی ہیں کہ میں صرف اور صرف فرہاد انور شاہ ہوں۔''

وہ دونوں مایوس ہو رہے تھے مگر ان کے دل نہیں مان رہے تھے۔ ایک ہی بات ذہن میں نقش ہو گئی تھی کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں اور اپنی یادداشت کھو چکا ہوں۔

میں نے کہا۔ ''میرے متعلق جتنا سوچو گے' جتنی بات کرو گے۔ اُتنا ہی الجھتے چلے جاؤ گے۔''

میرے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ میں نے اسے جیب سے نکال کر ننھی سی اسکرین پر نمبر پڑھے پھر اس کا بٹن دبا کر کان سے لگا کر کہا۔ ''ہیلو ندا! کیسی ہو؟''

وہ بولی۔ ''خیریت سے ہوں۔ آپ بتائیں' کہاں اڑتے پھر رہے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''بعض اوقات انسان کہیں آنا جانا نہیں چاہتا' سکون سے بیٹھنا چاہتا ہے لیکن حالات اسے اڑائے پھرتے ہیں۔''

''کیا یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ حالات آپ کی مرضی کے موافق نہیں ہیں اور آپ اِدھر اُدھر بھٹکتے پھر رہے ہیں؟''

''تم تو جانتی ہو۔ ایک ہی مسئلہ مجھے بھٹکاتا رہتا ہے۔ آج کل یہ بات شدت سے میرے اندر گردش کر رہی ہے کہ میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں اور فرہاد انور شاہ نہیں ہوں۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''ہائے اللہ! آپ خود کو فرہاد انور شاہ تسلیم نہ کر کے میرے مجازی خدا ہونے سے انکار کر رہے ہیں۔''

''میرا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ ایسی باتیں نہ سوچو۔ تمہارا نکاح مجھ سے پڑھایا گیا ہے۔ تمہیں میری شخصیت سے منسوب کیا گیا ہے۔ تم ایک ایسے مسلمان کی بیوی ہو' جس کا نام مختلف سکتا ہے لیکن شخصیت اس ایک مسلمان کی ہو گی۔ وہ تمہارے لیے نامحرم کبھی نہیں ہو گا۔''

وہ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے بولی۔ ''درست کہہ رہے ہیں۔ میں نے اس لیے فون کیا ہے کہ اب آپ کو واپس آ جانا چاہیے۔ کچھ تو کاروبار میں دلچسپی لیں۔ دو دن بعد جاپان کا ایک وفد آنے والا ہے۔ ان سے ڈیلنگ ہو جائے گی تو وہ پاکستان میں اپنی پروڈکٹس کی سول ایجنسی ہمیں دے دیں گے۔ ایسے وقت آپ کی موجودگی لازمی ہے پلیز کل ہی کسی فلائٹ سے چلے آئیں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی ٹریولنگ ایجنسی سے کسی فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں پھر تمہیں فون کر کے بتاؤں گا کہ کب وہاں پہنچ رہا ہوں؟''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اپنی زندگی کے سب سے اہم معاملے میں الجھا ہوا تھا کہ میں کون ہوں؟ کیا ہوں اور کیا نہیں ہوں؟ اُدھر ندا بزنس کے معاملات میں الجھانا چاہتی تھی۔

وہ اپنی جگہ درست تھی۔ جب سے اس نے میرے کاروبار کو سنبھالا تھا، تب سے منافع کی شرح بڑھتی جارہی تھی۔ اگر وہ جاپانی کمپنی کے وفد سے ڈیلنگ میں کامیاب ہوجاتی تو یہ اس کی بہت بڑی کامیابی ہوتی۔ ایسے وقت میرا فرض تھا کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہ کر ہر پہلو سے اس کی حوصلہ افزائی کرتا رہوں۔

فرمان نے کہا۔ ''قاہرہ کا ایک ٹریولنگ ایجنٹ میرا شناسا ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو میں کل کسی فلائٹ میں آپ کے لیے سیٹ اوکے کراسکتا ہوں۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''ویسے تو آپ خود بھی خیال خوانی کے ذریعے بہ آسانی ایک سیٹ حاصل کرسکتے ہیں لیکن ہم کسی نہ کسی بہانے آپ کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔''

ان کے ذہنوں میں یہ بات تھی کہ میں کوئی بھی ہوں مگر ان کے پاپا کا ہم شکل ہوں۔ لب ولہجہ بھی وہی ہے۔ مزاج بھی ویسا ہی ہے۔ پھر یہ کہ میں نے تھوڑی دیر پہلے دشمنوں سے انہیں نجات دلائی تھی۔ اگرچہ وہ خود نجات حاصل کرسکتے تھے لیکن میں نے آگے بڑھ کر دوستی کا ثبوت دیا تھا۔ اس طرح وہ مجھ سے متاثر ہوگئے تھے اور بڑی عقیدت سے سوچ رہے تھے کہ میں ہی ان کا مہربان سرپرست فرہاعلی تیمور ہوں۔

انہوں نے میرے لیے ایک سیٹ اوکے کرائی۔ ہم نے رات کا کھانا ایک ساتھ کھایا۔ ہوٹل کے ایک ہی فلور میں ہمارے کمرے تھے۔ ہم دیر تک باتیں کرتے رہے پھر اپنے اپنے کمرے میں جاکر سوگئے۔ دوسرے دن ائرپورٹ میں انہوں نے مجھے رخصت کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ ہمارے پاپا ہیں۔ جب چاہیں، ہمارے اندر آکر ہم سے کوئی کام لے سکتے ہیں۔ ہم آدھی رات کو بھی آپ کی خدمت کے لیے تیار رہوں گے۔''

انہوں نے مجھے رخصت کرنے کے بعد سونیا سے رابطہ کیا اور کہا۔ ''مما! ہم فرمان اور ٹونی جے ہیں۔ اپنے پاپا کے بارے میں کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔''

سونیا نے ذرا محبت سے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''اچھا... تو پاپا کی بات کرنے کے لیے ماں کی یاد آئی ہے؟''

ٹونی جے نے کہا۔ ''ایسی بات نہیں ہے مما! آپ ہی نے ہمیں مشورہ دیا تھا اور کہا تھا کہ ہمیں خیال خوانی ترک کردینی چاہیے۔ جب بہت ضروری ہو۔ زندگی اور موت کا مسئلہ پیدا ہوجائے تب ہی خیال خوانی کریں۔''

فرمان نے کہا۔ ''واقعی جب سے ہم آپ کے مشورے پر عمل کررہے ہیں، پُرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن کل رات اچانک ہی پاپا سے سامنا ہوگیا۔''

سونیا نے ایکدم سے چونک کر دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ ''کیا فرہاد سے ملاقات ہوئی ہے؟''

''یہی تو الجھن ہے مما! وہ خود کو پہچان نہیں پارہے ہیں۔ الجھے ہوئے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں، ان کی یادداشت گم ہوچکی ہے۔''

''اچھا تو تمہاری ملاقات فرہاد انور شاہ سے ہوئی ہے۔''

''جی ہاں۔ وہ بھی آپ کا ذکر کررہے تھے۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں، ان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ کا دل کیا کہتا ہے؟''

اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''دل کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔ دماغ سے فیصلہ کرنا چاہیے۔ ہر پہلو پر غور کرنے سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ فرہاد انور شاہ تمہارے پاپا کے ہم شکل ہوسکتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر صرف ہم ہی نہیں، ہمارے دشمن بھی دھوکا کھارہے ہیں۔'' وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ''یہ ہم سب ہی جانتے ہیں، تمہارے پاپا جہاں بھی ہیں۔ زندہ سلامت ہیں لیکن اپنی یادداشت کھوچکے ہیں۔ اس لیے ہم سے رابطہ نہیں کررہے ہیں۔ اب اگر یہی فرہاد انور شاہ تمہارے پاپا ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی یادداشت گم ہوچکی ہے تو انہیں خود کو یاد کرنا ہوگا۔ یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ماضی میں یہ کون تھے؟ کیا تھے؟ اگر یہ ہمارے اپنے ہیں تو انہیں ہمارے ماضی کی تمام باتیں یاد آنی چاہئیں۔''

وہ تینوں میرے متعلق بات کررہے تھے۔ ایسے وقت برین ماسٹر نے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ بے باک موسن کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔ اپنی بیٹی اینا پر بھی تنویمی عمل کیا تھا۔ ان دونوں کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوں گے تو یہ بات یکسر بھول جائیں گے کہ کسی نے انہیں دماغی کمزوری میں مبتلا کرکے ٹریپ کرنے کی کوشش کی تھی۔

وہ بیٹی اور داماد کی طرف سے مطمئن ہوگیا تھا مگر سونیا کی طرف سے اندیشہ تھا۔ اکثر یہ دیکھنے میں آیا تھا جو بات انتہائی راز میں رکھی جاتی تھی۔ وہ اس گہرے راز تک پہنچ جاتی تھی۔ ناممکن کو ممکن بنادیا کرتی تھی۔

وہ سونیا سے رابطہ کرکے سن گن لینا چاہتا تھا۔ یہ اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ اس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ یہ سوچ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سونیا کے اندر پہنچا تو اس نے اسے محسوس نہیں کیا۔ وہ بھی

چپ رہا کیونکہ اس وقت سونیا فرمان علی اور ٹونی جے سے میرے متعلق بات کررہی تھی۔

برین ماسٹر کے لیے ان کی گفتگو بڑی معلوماتی تھی۔ ایک تو یہ کہ بہت عرصے بعد وہ فرمان اور ٹونی جے کی آوازیں سن رہا تھا۔ اسے امید تھی، باتوں کے دوران ان دونوں میں سے کسی کا پتا ٹھکانا معلوم ہوجائے گا۔

جب برین ماسٹر کے پاس وہ غیر معمولی مشین تھی، تب اس نے مجھے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے اسکرین پر دیکھا تھا۔ یہ یقین ہوگیا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں لیکن اس وقت انکشاف ہورہا تھا کہ میں خیال خوانی کرسکتا ہوں۔

ٹونی جے سونیا سے کہہ رہا تھا۔ ''جب ہم کسینو سے باہر آئے تو دشمنوں نے ہمیں گن پوائنٹ پر اغوا کیا تھا۔ اس وقت فرہاد انور شاہ نے خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کو حادثات سے دوچار کیا تھا اور ہمیں ان سے نجات دلائی تھی۔''

فرمان نے کہا۔ ''ہم نے ان سے پوچھا تھا، اگر وہ ہمارے پاپا نہیں ہیں تو ٹیلی پیتھی کیسے جانتے ہیں؟ مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکے کیونکہ خود نہیں جانتے تھے کہ یہ علم انہوں نے کب اور کہاں سے سیکھا ہے؟''

برین ماسٹر کے لیے یہ بہت ہی اہم معلومات تھیں۔ وہ اس مسئلے میں نہیں الجھ رہا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں یا نہیں؟ اسے تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت تھی۔ بے باک موسن کو حاصل کرچکا تھا۔ اب مجھے بھی ٹریپ کرنے میں کامیاب ہوتا تو اس کے پاس ایک کے بجائے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوجاتے۔ اس طرح ٹف گائی اور وائس مین کی کمی پوری ہوجاتی۔

اُن لمحات میں برین ماسٹر کا خیال تھا کہ تقدیر اس پر مہربان ہورہی ہے۔ ایک کے بعد دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے شکنجے میں بھیج رہی ہے۔ اس کا یہ خیال اس طرح بھی درست ثابت ہورہا تھا کہ ایسے ہی وقت میں سونیا کے پاس پہنچ کر اسے یہ بتانا چاہتا تھا کہ ابھی قاہرہ سے لاہور جارہا ہوں۔

سونیا کے پاس آکر معلوم ہوا، فرمان اور ٹونی جے بھی وہاں پہنچے ہوئے ہیں اور میرے متعلق بات کررہے ہیں۔ میں بھی ان کی گفتگو میں شامل ہوگیا۔ اس طرح ہم انجان رہے اور برین ماسٹر کی معلومات میں اضافہ ہوگیا۔

میں ان سے کہہ رہا تھا۔ ''تم سب مجھے دل سے فرہاد علی تیمور تسلیم کررہے ہو لیکن عقل کہتی ہے، مجھے خود کو تمہارا فرہاد ثابت کرنا ہوگا۔ ماضی کی بھولی ہوئی تمام باتوں کو یاد کرنا ہوگا۔ میرے ذہن میں یہ بات آرہی ہے کہ جلد ہی میری یادداشت بحال ہوجائے گی۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''تمہارے ذہن میں یہ بات کیسے پیدا ہورہی ہے؟''

''میں نے پہلی بار داتا دربار میں خود کو محسوس کیا تھا۔ یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں؟ اب میرے دماغ میں یہ بات آرہی ہے۔ اگر دوبارہ داتا دربار جاؤں... وہاں عبادت کروں، اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگوں تو شاید میری یادداشت واپس آجائے گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''جب مایوسیاں انتہا کو پہنچ جاتی ہیں تو صرف دعاؤں کی قبولیت کا سہارا رہ جاتا ہے۔ بے شک تمہیں داتا دربار میں حاضری دینی چاہیے۔ ایمان مستحکم ہو، عقیدہ پختہ ہو تو بگڑی ہوئی بات بن جاتی ہے۔''

ایسے وقت موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ سونیا نے بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا پھر پوچھا۔ ''ہیلو۔ کون...؟''

ندا کی آواز سنائی دی۔ ''میں ندا فرہاد بول رہی ہوں۔ پہلی بار آپ کو فون پر مخاطب کررہی ہوں۔ ویسے فرہاد دن رات آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔''

میں نے سوچ کے ذریعے سونیا سے کہا۔ ''تعجب ہے۔ آج ندا تم سے رابطہ کیوں کررہی ہے؟''

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''خاموش رہو۔ ابھی معلوم ہوجائے گا۔'' پھر اس نے ندا سے فون پر کہا۔ ''پہلی بار تمہاری آواز سن کر اچھا لگ رہا ہے۔ ویسے اچانک میری یاد کیسے آگئی؟''

''میں ایک الجھن میں ہوں اور اس الجھن کا تعلق آپ سے ہے۔''

''خدا خیر کرے۔ الفاظ کے پیچھے چھپ کر نہ بولو۔ کھل کر بات کرو۔''

ندا نے کہا۔ ''وہ آج کل بہت پریشان رہتے ہیں۔ اکثر کہتے ہیں، فرہاد انور شاہ نہیں ہیں۔ کیا وہ... وہ شخص نہیں ہیں جن سے میرا نکاح پڑھایا گیا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تم اس بات کو منفی انداز میں سوچ رہی ہو۔ ہمارے دین کے مطابق تم زوجہ فرہاد انور شاہ ہو۔ اگر کسی وجہ سے شوہر کا نام بدل جائے تب بھی تمہارا نکاح فرہاد سے برقرار رہے گا۔''

ندا نے ایک ذرا طنزیہ انداز میں پوچھا۔ ''کس فرہاد سے...؟ آپ برا نہ مانیں۔ وہ خود کو سونیا کا فرہاد کہتے

ہیں۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "یہ جھوٹ کہہ رہی ہے۔ میں نے اس کے منہ پر کبھی ایسی بات نہیں کی۔"

سونیا نے ندا سے پوچھا۔ "کیا تمہارے فرہاد نے تم سے یہ بات کہی ہے؟"

"نہیں۔ منہ پر نہیں کہی۔ مگر دل میں ان کے یہی بات ہے۔ وہ آپ کی بات اس طرح کرتے ہیں جیسے کوئی خزانہ گم ہو گیا ہو اور وہ اس کی تلاش میں بھٹک رہے ہوں۔" وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میں نے فرہاد کو ایک ڈائری دی تھی۔ تاکہ وہ بزنس کی آمدنی اور اخراجات کا حساب رکھ سکیں۔ ابھی میں نے وہ ڈائری اٹھا کر پڑھی تو ہر صفحے پر مختلف انداز میں آپ ہی کا ذکر ہے۔ ایک ایک صفحہ پڑھ کر پتا چلتا ہے، وہ آپ کے کس قدر دیوانے ہیں۔"

میں سونیا کے اندر رہ کر ندا کی یہ باتیں سن رہا تھا اور جھینپ رہا تھا۔ وہ انجانے میں سونیا کے سامنے میرا بھید کھول رہی تھی۔

سونیا نے کہا۔ "دنیا کے ہر مرد کو اپنی بیوی کم اور دوسروں کی بیویاں زیادہ حسین اور پُرکشش دکھائی دیتی ہیں مگر ہم عورتیں ایسی نہیں ہوتیں۔ کیا تم کسی دوسرے مرد کو اپنے فرہاد کی جگہ دینا چاہو گی؟"

وہ جلدی سے بولی۔ "ہرگز نہیں... میں ایسا سوچنے سے پہلے مر جاؤں گی۔"

"میں بھی اپنے فرہاد کی جگہ کسی دوسرے کا تصور نہیں کر سکتی۔ تم نہیں جانتیں، تمہاری لاعلمی میں کوئی چاہنے والا اپنے دل کی ڈائری میں تمہارا نام لکھتا رہتا ہو، تمہارے بارے میں جذباتی ہو کر بہت کچھ سوچتا ہو اور اگر تمہیں معلوم ہو بھی جائے تو کیا تم اسے یک طرفہ پیار کرنے سے روک سکو گی؟"

وہ بولی۔ "میری بلا سے... کوئی بھی عاشق بنا پھرے۔ میں کسی کو گھاس نہیں ڈالوں گی۔"

"پھر تم نے کس الجھن کے تحت مجھے فون کیا ہے؟ کیا یہ سمجھ رہی ہو، میں تمہارے فرہاد کے سامنے گھاس ڈال رہی ہوں؟ اگر ایسا سمجھ رہی ہو تو اپنے شوہر کو گھاس کھانے والا کہہ کر اس کی توہین کر رہی ہو۔"

وہ گڑبڑا گئی۔ جلدی سے بولی۔ "مم... میں ایسا نہیں سمجھ رہی ہوں۔ وہ... دراصل وہ...."

"ہاں ہاں بولو... بہتر ہے، بولنے سے پہلے اپنی الجھن کو سمجھو۔ ابھی تم خود ہی سمجھ نہیں پا رہی ہو کہ تمہارے اندر کیسے اندیشے پیدا ہو رہے ہیں....؟ کیا میں تمہیں سمجھاؤں؟"

"آں... ہاں... آپ درست کہہ رہی ہیں۔ میں اپنی الجھن کو وضاحت سے سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔"

"تو پھر آرام سے سنو اور سمجھو۔ تم نے ایک عمر رسیدہ شخص سے شادی کی ہے۔ وہ اپنی یادداشت کے معاملے میں الجھا ہوا ہے۔ اگر آئندہ کبھی یہ انکشاف ہو کہ واقعی اس کی یادداشت گم ہو گئی تھی اور وہ پہلے ہی کئی بیویوں کا شوہر اور کئی بچوں کا باپ ہے تو تم کیا کرو گی؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "نہیں... ایسا نہیں ہوگا۔"

"کیا مقدر سے اور پیش آنے والے حقائق سے لڑو گی؟ جب یہ ثابت ہوگا کہ تمہارے فرہاد پر پہلے ہی کسی دوسری بیوی کا حق ہے تو کیا اس کے حقوق چھین سکو گی؟ یا اپنے فرہاد سے علیحدگی اختیار کر لو گی؟"

"کبھی نہیں... میں ان سے الگ ہو کر زندہ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔"

"تو پھر الجھنا چھوڑ دو۔ بعض حالات میں عورتوں کو اپنی مرضی کے خلاف جھکنا پڑتا ہے۔ اپنے دلی جذبات کے مطابق سمجھوتا کرنا پڑتا ہے۔ میری دعا ہے، تمہارا فرہاد صرف تمہارا ہی ہو۔ ایسا نہ ہوا تو تمہیں دو عورتوں کے درمیان تقسیم ہونے والے شوہر کے ساتھ گزارا کرنا پڑے گا۔"

ندا نے شکست خوردہ انداز میں گہری سانس لے کر کہا۔ "آپ بڑی تلخ باتیں کر رہی ہیں مگر سچ کہہ رہی ہیں۔ اب یہ بھی سچ بتا دیں، کیا آپ میرے فرہاد کو اپنا فرہاد سمجھ رہی ہیں؟"

"ہاں۔ دل کی گہرائیوں سے اپنا فرہاد سمجھ رہی ہوں مگر صحیح معنوں میں اسی وقت زبان سے انہیں اپنا کہوں گی جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ واقعی ان کی یادداشت گم ہو چکی تھی اور اب بحال ہو چکی ہے۔ وہ مجھے اور میرے بچوں کو اچھی طرح پہچان لیں گے تو پھر تمہیں بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ پہلے میرے شوہر ہیں۔ بعد میں تمہارے...."

وہ بڑے دکھ سے بولی۔ "یا خدا...! ایسا کبھی نہ ہو۔ آپ کے فرہاد کوئی اور ہوں۔"

"بے شک۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے لیکن تمہیں ہر طرح کے حالات سے سمجھوتا کرنے کے لیے ذہنی طور پر آمادہ رہنا چاہیے۔ میں اس مشورے کے ساتھ رابطہ ختم کر رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر سونیا نے فون بند کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"فرہاد! ندا کے پاس جاؤ۔ اسے مایوس اور بددل نہ ہونے دو۔ وہ تمہاری ایک بہترین شریکِ حیات ہے۔ بہت کم عورتیں اتنی ذہین ہوتی ہیں۔ وہ تمہاری زندگی میں ہی

کروڑوں کا کاروبار تنہا سنبھال رہی ہے۔"

میں ندا کے دماغ میں آ گیا۔ میں نے اب تک خیال خوانی کی صلاحیت اس پر ظاہر نہیں کی تھی۔ یہ ضروری بھی نہیں تھا۔ میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس کی سوچ اور لب و لہجہ میں سمجھانے لگا۔ وہ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگی۔

"سونیا نے درست مشورہ دیا ہے۔ اگر کبھی یہ تلخ حقیقت سامنے آئے گی کہ میرے فرہاد کی دوسری بیوی اور بچے بھی ہیں تو مجھے حالات سے سمجھوتا کرنا ہی ہوگا۔ ہائے ری عورت....! سمجھوتا نہیں کرے گی تو کیا کرے گی؟ کہاں جائے گی....؟"

برین ماسٹر سونیا کے اندر آ کر چپ چاپ ہماری باتیں سنتا رہا تھا۔ چونکہ میں، فرمان اور ٹونی بے وہاں موجود تھے۔ اس لیے سونیا نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ نہ ہم میں سے کسی نے اس کی آہٹ سنی تھی۔ اس طرح اس نے میرے متعلق معلوم کیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ سونیا دل سے مجھے فرہاد علی تیمور تسلیم کر رہی ہے۔

اس نے خاموش رہ کر ندا کی آواز بھی سنی۔ اب وہ اس کے اندر پہنچ کر فرہاد انور شاہ کے خاندانی حالات معلوم کر رہا تھا۔ اس خاندان میں سب ہی یہ جانتے تھے کہ میری یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔ پہلی بیوی نائلہ نے مجھے ماضی کی باتیں یاد دلائی تھیں۔ اب ندا مجھے اور میرے کاروبار کو سنبھال رہی تھی۔

ایسی معلومات کے پیشِ نظر برین ماسٹر کو بھی یقین ہو رہا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "اگر میں فرہاد انور شاہ کو ٹریپ کر دوں گا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤں گا تو تنویمی عمل کے دوران اس کے اندر کی ڈھکی چھپی باتیں ضرور معلوم ہوں گی۔ اگر وہ سچ مچ فرہاد علی تیمور ثابت ہوگا تو پھر میری زندگی کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہوگی کہ ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلانے والا میرا غلام بن کر رہے گا۔"

یہ اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے والی بات تھی کہ وہ خوشی سے اچھل پڑا اور بڑی بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ ایسے وقت محسوس کر رہا تھا، اس کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے ہیں۔ وہ ہواؤں میں اڑنے لگا تھا۔ صرف مجھے اپنے شکنجے میں رکھ کر تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا تھا۔

وہ اپنے طور پر درست سوچ رہا تھا۔ مجھے ٹریپ کرنا آسان دکھائی دے رہا تھا۔ وہ میری وائف ندا کے ذریعے کھانے پینے کی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا سکتا تھا۔

اب سے پہلے اپنی بیٹی اور داماد کے ساتھ بھی یہی کر چکا تھا۔

ندا مجھے لینے ائرپورٹ آئی تھی۔ میں امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر باہر آیا پھر اس کے ساتھ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔ "ایک بہت بڑی خوش خبری سناؤں؟"

وہ ذرا میرے قریب ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "کیا خوشخبری پوچھ کر سنائی جاتی ہے؟ ویسے میں جانتا ہوں، تم نے کاروباری معاملات میں کوئی بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہو گی۔"

"کوئی کاروباری معاملہ نہیں ہے، صرف میرا اور آپ کا معاملہ ہے۔"

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔ "میں خوشی سے پاگل ہو رہی ہوں۔"

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ وہ اتنی خوش تھی کہ رونے لگی۔ روتے روتے کہنے لگی۔ "ابھی لیڈی ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔ اس نے کہا ہے کہ میں آپ کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

اس بڑھاپے میں میرے لیے یہ بہت زیادہ خوشی کی بات نہیں تھی پھر بھی میں نے اسے خوش کرنے کے لیے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ "واقعی! یہ بہت بڑی خوش خبری ہے لیکن اس بڑھاپے میں باپ بنوں گا تو دنیا والے کیا کہیں گے؟"

وہ بولی۔ "جو بوڑھے ہیں، وہ آپ پر رشک کریں گے۔ جو جوان ہیں، وہ جلیں گے، کڑھیں گے۔ دنیا والے کسی کی خوشی میں خوش نہیں ہوتے۔ ہاں اگر کوئی ماتم کرے تو راضی خوشی اس کے ماتم میں شریک ہو جاتے ہیں۔ آپ دنیا والوں کی پروا نہ کریں۔"

ہماری کار کے شیشے کلرڈ تھے۔ باہر سے کوئی ہمیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے ہم بے جھجک ایک دوسرے کو خراجِ محبت پیش کر رہے تھے پھر میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ شام کے سات بج رہے تھے۔ ہم گھومتے پھرتے گھر پہنچے تو آٹھ بج چکے تھے۔

اس نے کہا۔ "آج میں نے اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "بھئی تمہارے ہاتھوں میں تو جادو ہے۔ بہت لذیذ کھانے پکاتی ہو اور آج کا کھانا تو کچھ زیادہ ہی اسپیشل ہوگا۔"

ہاں... اسپیشل کھانا اس لیے تھا کہ برین ماسٹر نے ہمارے خانساماں کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس کے

ذریعے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی تھی۔ اسے میری پوری ہسٹری معلوم تھی۔ یہ یاد تھا کہ مجھ پر سانپوں کا زہر اثر نہیں کرتا ہے۔

اس نے سوچا۔ ''اگر یہ فرہاد علی تیمور ہے تو اس پر اعصابی کمزوری کی دوا اثر نہیں کرے گی۔ اس طرح یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ واقعی میرا مطلوبہ فرہاد ہے۔ اگر دوا بہت ہی مہلک اور زود اثر ہوگی تو فرہاد کا ذہن ذرا کمزور ہوگا۔ اس کی ذرا سی کمزوری میرے لیے کافی ہوگی۔ میں اسی وقت اس کے اندر زلزلہ پیدا کر کے اسے اپنے زیرِ اثر لے آؤں گا۔'' اس نے ذرا توقف سے سوچا۔ ''اور اگر یہ فرہاد علی تیمور نہیں بلکہ فرہاد الور شاہ ہے تو کیا ہوگا؟ زیادہ سے زیادہ یہ مہلک دوا کے اثر سے مر جائے گا اور اس کی موت سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

میں ندا کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر آ گیا۔ خانساماں نے ڈشیں لا کر رکھیں۔ ندا بہت خوش تھی' چاہتی تھی' میں زیادہ سے زیادہ اس کے بارے میں باتیں کروں۔ اس نے پوچھا۔ ''آپ بچے کا کیا نام رکھیں گے؟''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''پہلے معلوم تو ہو' بیٹی ہوگی یا بیٹا؟''

وہ بولی۔ ''جو بھی ہوگا' وہ ہمارا ہوگا۔ آپ بیٹے کا نام تجویز کریں۔ میں بیٹی کا نام سوچتی ہوں۔''

''وہ تو میں نے پہلے ہی سوچ لیا ہے۔''

وہ خوشی سے چہکتے ہوئے بولی۔ ''اچھا تو آپ نے پہلے سے سوچ رکھا ہے؟''

''ارے نہیں۔ جب تم نے خوش خبری سنائی۔ تب ہی میں نے سوچ لیا تھا کہ بیٹے کا نام عمران الور شاہ یا کامران الور شاہ رکھا جائے گا۔''

وہ بولی۔ ''مجھے عمران نہیں' کامران پسند ہے۔''

''چلو یہی سہی... اب تم بیٹی کا نام بتاؤ۔''

وہ بڑی شوخی سے بولی۔ ''بتاؤں....؟ اگر بیٹی ہوگی تو ہم اس کا نام سونیا رکھیں گے۔''

میرے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ عورت پھر عورت ہوتی ہے۔ کسی نہ کسی طرح حسد اور جلاپے کا اظہار کر دیتی ہے۔ وہ جانتی تھی' میں سونیا کو محبوب کی نظروں سے دیکھتا ہوں، اپنی ڈائری میں اس کا نام لکھتا ہوں اور طرح طرح سے بڑے جذبوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ ہونے والی بیٹی کو میری محبوبہ کا نام دے رہی تھی... یعنی محبوبہ کو بیٹی بنا رہی تھی۔

اس وقت مجھے چور نظروں سے دیکھ کر یہ سمجھنا چاہتی تھی کہ سونیا کا نام سن کر میرے چہرے کے تاثرات کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا۔ ''میں کاروبار کے ہر معاملے کو بڑی ذہانت سے سلجھاتی ہوں۔ اپنے ذاتی معاملے کو اس طرح نہیں الجھانا چاہیے۔ ایک محبوبہ کے نام کو بیٹی کا نام نہیں بنانا چاہیے۔ مجھے اپنے فرہاد کے بچے کی ماں بننے کا بہت بڑا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ اس سے بڑی خوشی تو میرے لیے کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ ایسے موقع پر مجھے فرہاد کو کسی آزمائش میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔''

وہ بولی۔ ''سوری فرہاد! بیٹی کے لیے یہ نام مناسب نہیں ہوگا۔ میں نے یونہی چھیڑنے کے لیے یہ نام تجویز کیا تھا۔ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ کیا آپ مجھے معاف نہیں کریں گے؟''

میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''کوئی بات نہیں... میری جان! تم بہت ہی ذہین شریکِ حیات ہو۔ کسی بھی بات کو بگڑنے سے پہلے بنا لیتی ہو۔''

میں نے روٹی توڑ کر ایک لقمہ سالن میں بھگو کر اس کی طرف بڑھایا اور کہا۔ ''تم مجھے باپ بنا رہی ہو۔ یہ پہلا لقمہ انعام کے طور پر ہے۔''

وہ خوش ہو کر لقمہ منہ میں لے کر چبانے لگی۔ میں ان لمحات میں یہ نہیں جانتا تھا کہ اسے انعام نہیں دے رہا بلکہ سزا دے رہا ہوں۔ اپنے ہی ہاتھ سے اپنی چاہنے والی کو زہر کھلا رہا ہوں۔

میں لقمہ توڑ کر کھانے لگا۔ وہ لقمہ چبا کر نگلتے وقت منہ بنا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''کچھ عجیب سا ذائقہ ہے، کڑوا کڑوا سا لگ رہا ہے۔''

اس نے آزمائش کے طور پر دوسرا لقمہ سالن میں بھگو کر منہ میں رکھا، اسے چبانے لگی۔ ایسے وقت ابکائی سی آئی اور وہ لقمہ باہر نکل آیا۔ مجھے بھی سالن کا ذائقہ عجیب سا لگا تھا لیکن میں نے اس کی طرح کڑواہٹ محسوس نہیں کی تھی۔ اس کا سر چکرانے لگا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر میز کی طرف جھکنے لگی۔ میں فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آتے ہوئے بولا۔ ''کیا بات ہے؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

وہ نڈھال سی ہو کر مجھ سے لپٹ گئی۔ گہری گہری سانسیں لے کر بولی۔ ''فرہاد! میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔ بہت کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔''

میں نے تھپکتے ہوئے کہا۔ ''حوصلہ رکھو۔ میں ابھی ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔''

ایسا کہتے وقت میں محسوس کر رہا تھا' اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ اس میں اتنی سکت بھی نہیں رہی تھی کہ مجھ سے لپٹ کر رہ سکے۔ میں نے اسے دونوں بازوؤں میں سنبھال لیا۔ وہ ڈوبتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔ ''پلیز مجھے فوراً ہوسپٹل لے چلو۔''

میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ خانساماں اور دوسرے ملازم آ گئے تھے۔ میں نے کہا۔ ''فوراً گاڑی نکالو۔''

ایک ملازم دوڑتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ میں اسے دونوں بازوؤں میں اٹھائے کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا باہر آیا۔ پھر اسے کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا۔ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اسپتال کی طرف جانے لگا۔

ادھر برین ماسٹر نے خانساماں کے دماغ پر قبضہ جما کر سالن کی وہ ڈش اٹھوا لی اور اس سالن کو باہر پھنکوا دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مجھ پر بیوی کو زہر دینے کا الزام آئے اور میں خوانخواہ پولیس کیس میں الجھ کر رہ جاؤں۔

وہ اپنی جگہ خوش تھا۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ مجھ پر مہلک دوائیں اثر نہیں کرتی ہیں۔ میں نے ایک دو لقمے چبائے تھے۔ مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ میں اس کی سازشوں سے بے خبر تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا' آئندہ وہ مجھے کس طرح فریب کرنے والا ہے؟

میں فی الحال ندا کی بگڑتی ہوئی حالت سے پریشان ہو گیا تھا۔ ایمرجنسی وارڈ میں ڈاکٹروں نے فوراً ہی اسے اٹینڈ کیا۔ ایسی دوائیں کھلائیں کہ اس نے جو دو لقمے کھائے تھے وہ قے کی صورت میں باہر آ گئے تھے۔ طبیعت کسی حد تک سنبھل گئی تھی۔ اس کے باوجود اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ ڈاکٹر اسے بڑی توجہ سے اٹینڈ کر رہے تھے۔

میں اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ ماں بننے کے آثار پیدا ہوئے ہیں۔ اس لیے اس کی حالت ایسی ہو رہی ہے۔ میں فرہاد الور شاہ کی حیثیت سے ایک مشہور و معروف بزنس مین تھا۔ وہاں کے ڈاکٹر مجھے اچھی طرح پہچانتے تھے۔ ایک ڈاکٹر نے مجھے اپنے چیمبر میں بلا کر پوچھا۔ ''کیا آپ کی وائف کسی وجہ سے بہت ہی پریشان بہت ہی بددل ہو گئی تھیں؟''

میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''آپ یہ سوال کیوں کر رہے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''آپ کی وائف نے بہت ہی مہلک دوا کی استعمال کی ہے۔ ایسا لگتا ہے' انہوں نے خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔''

میں نے حیرانی سے ڈاکٹر کو دیکھا پھر کہا۔ ''نہیں میری ندا خودکشی نہیں کرے گی۔ وہ تو بہت خوش ہے۔ اسے لیڈی ڈاکٹر نے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ وہ ماں بننے والی ہے۔''

ڈاکٹر نے کہا۔ ''سوری مسٹر فرہاد! اب وہ ماں نہیں بن سکیں گی۔ جو آثار پیدا ہوئے تھے' وہ ختم ہو چکے ہیں۔''

میں ڈاکٹر کا منہ تک رہا تھا۔ میرا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ میں نے اسے پہلا لقمہ کھلایا تھا۔ اس کے بعد اس کی حالت بگڑنی شروع ہوئی تھی۔ یہ سوال پیدا ہو رہا تھا' کیا کھانے میں کوئی مہلک دوا ملائی گئی تھی؟

ایک اعلیٰ پولیس افسر میرے شناسا تھے۔ میری عزت کرتے تھے۔ میں نے آئی جی آف پولیس سے فون پر رابطہ کیا پھر کہا۔ ''مجھے شبہ ہے' میرے کھانے میں زہر ملایا گیا تھا۔ میں چاہتا ہوں' آپ تحقیقات کے لیے کسی کو میرے گھر بھیج دیں۔''

میں اپنی کوٹھی میں آیا۔ وہاں ایک پولیس آفیسر خانساماں وغیرہ سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ کچن میں جتنے بھی پکوان ہیں۔ ان سب کو طبی معائنے کے لیے لیبارٹری بھیجا جائے۔ میں نے آفیسر سے کہا۔ ''میرا بوڑھا خانساماں برسوں کا وفادار ملازم ہے۔ اس نے کھانے میں کوئی مہلک دوا نہیں ملائی ہوگی۔''

صبح تک میڈیکل رپورٹ آ گئی۔ کسی بھی کھانے کی چیز میں کوئی مہلک دوا نہیں پائی گئی تھی۔ اب پولیس والے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ آخر وہ مہلک دوا ندا کے حلق تک کیسے پہنچ گئی تھی؟

اور یہ کبھی معلوم ہونے والا نہیں تھا کیونکہ برین ماسٹر نے اس مہلک دوا والی ڈش کو پہلے ہی ضائع کرا دیا تھا۔ اس نے مجھ سے جو دشمنی کی تھی' وہ ندا کو مہنگی پڑی۔ وہ بے چاری ماں بننے کی خوشی میں پاگل ہو رہی تھی۔ جب یہ معلوم ہوا کہ حمل ضائع ہو چکا ہے تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں اسے روتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ذہن میں یہ بات گونج رہی تھی کہ جو لقمہ میں نے اسے کھلایا تھا' اسی میں کچھ گڑبڑ تھی۔ میں نے بھی اس ڈش کا سالن چکھا تھا۔ وہ کچھ بدمزہ سا تھا۔ یعنی اسی سالن میں ملاوٹ کی گئی تھی۔ اسے بھی لیبارٹری میں چیک کیا گیا تھا مگر وہ مضر رساں ثابت نہیں ہوا تھا۔

میں نے سونیا سے رابطہ کر کے اسے یہ ساری باتیں بتائیں۔ اس نے کہا۔ ''یقیناً کوئی گڑبڑ ہے۔ کوئی تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ وہ مہلک دوا ہانڈی

کے پورے سالن میں نہیں' صرف ایک ڈش میں ملائی گئی ہوگی۔ میرے خیال خوانی کرنے والے وہاں پہنچ رہے ہیں۔تم بھی خیال خوانی کے ذریعے تمام رشتے داروں کے چور خیالات پڑھو۔معلوم کرو' کسے آلۂ کار بنا کر ایسی حرکت کی گئی ہے؟ یہ جاننا ضروری ہے' وہاں کون تمہارا دشمن پیدا ہو گیا ہے؟''

میرے علاوہ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس خاندان کے ایک ایک فرد تک پہنچنے لگے۔کاروبار سے تعلق رکھنے والے ایک ایک فرد کے چور خیالات پڑھنے لگے۔ یہ معلوم کر کے سونیا کا دل خوشی سے دھڑک رہا تھا کہ مجھ پر مہلک دوا نے اثر نہیں کیا تھا۔اس سے ثابت ہو رہا تھا' میں ہی اس کا زہریلا فرہاد ہوں۔

فرمان اور ٹونی جے بھی مجھ سے دشمنی کرنے والے کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ مجھ سے کہہ رہے تھے۔''ہماری ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آپ کے دو ہی دشمن ہیں۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسی سازش کر سکتے ہیں یا پھر برین ماسٹر آپ کو ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔''

ایسا کرنے والوں کو الزام دیا جاتا تو وہ کبھی اسے تسلیم نہ کرتے۔کبھی کوئی مجرم اپنے جرم کا اقرار نہیں کرتا۔جرم ثابت کرنے کے لیے ٹھوس ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔لہٰذا بڑی خاموشی سے کسی سازش کرنے والے تک پہنچنے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔

برین ماسٹر اپنی خفیہ پناہ گاہ میں جیسے دم سادھے بیٹھا ہوا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح سازش کرنے والے تک پہنچ پائیں گے؟ مگر یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ جب سونیا تلاش کرنے نکلی ہے تو وہ کبھی نہ کبھی' اچانک ہی خلافِ توقع اس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گی۔

اس نے فیصلہ کیا کہ ابھی کچھ دنوں تک خیال خوانی نہیں کرے گا۔فون کے ذریعے اپنی بیٹی اور داماد سے بھی باتیں نہیں کرے گا۔ داماد کی طرف سے اطمینان تھا کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ اس کی اس مجرمانہ حرکت سے سونیا اب تک بے خبر تھی۔اتنی بڑی دنیا میں وہ صرف سونیا ہی سے خوفزدہ رہتا تھا۔

فرمان اور ٹونی جے نے اپنی خدمات میرے لیے وقف کر دی تھیں۔وہ میرے آس پاس رہنے والے رشتے داروں کے اور کاروباری مخالفین کے دماغوں میں آتے جاتے رہتے تھے۔ میرے ساتھ ہمیشہ ایک یا دو باڈی گارڈ رہنے لگے تھے۔فرمان اور ٹونی جے ہر چھ چھ گھنٹے بعد باری باری آ کر ان کے اندر رہتے تھے۔ دو مہینے گزر گئے۔ میرے خلاف پھر کوئی سازش نہیں ہوئی۔

میں نے فرمان اور ٹونی جے سے کہا۔''تم دونوں نے بیٹوں کی حیثیت سے خدمت گزاری کا حق ادا کر دیا ہے۔ اب بہت ہو چکا ہے۔ میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔لہٰذا آرام کرو۔خدانخواستہ کوئی مصیبت آئی یا کوئی مسئلہ پیدا ہوا تو میں تمہیں ضرور بلاؤں گا۔''

وہ دونوں یہ کہہ کر چلے گئے کہ کبھی کبھی سیکیورٹی گارڈز اور میرے رشتہ داروں کے اندر چپ چاپ آ کر اطمینان حاصل کرتے رہیں گے۔ مجھے بڑی حد تک اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔یوں بھی کوئی کب تک محتاط رہ سکتا ہے؟ دن رات اپنی سلامتی کی فکر نہیں کرتا۔اپنی ذات سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ میں کسی اندیشے کے بغیر معمول کے مطابق زندگی گزارنے لگا۔

جمعرات کی شام داتا دربار میں گیا۔وہاں وسیع و عریض احاطے کے ایک حصے میں مردوں' عورتوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ پتا چلا' ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی پر کوئی عامل کامل بیٹھے ہیں جس کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں' اس کے من کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ان بزرگ کے متعلق لوگوں کا عقیدہ اتنا پختہ تھا کہ داتا صاحب کے مزار پر آ کر دعا مانگنے والے... منتیں مانگنے والے پہلے ان بزرگ کے پاس جاتے تھے،اپنی پریشانیاں بیان کرتے تھے اور وہ بزرگ بڑی حد تک ان کی پریشانیاں دور کر دیتے تھے۔

میں حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔داتا دربار میں عقیدت مندوں کی بھیڑ کم ہو گئی تھی اور ان بزرگ کے اطراف اچھا خاصا مجمع لگا ہوا تھا۔

اس روز فروری کی تین تاریخ تھی۔ وہ عامل صاحب صرف اسی کا دکھڑا سن رہے تھے۔ اسی کی پریشانی دور کر رہے تھے۔جس کا تعلق عدد تین سے تھا۔وہ ہر روز بدلتی ہوئی تاریخ اور بدلتے ہوئے اعداد کے مطابق اپنے عقیدت مندوں سے ملتے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔

میں اس بھیڑ میں جگہ بناتا ہوا۔لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں ایک عقیدت مند سر جھکائے دوزانو بیٹھا تھا اور وہ بزرگ چارپائی پر بیٹھے اس کی طرف جھکے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے دائیں شانے پر رکھ کر کہہ رہے تھے۔''ہاں عدد تین سے تیرا تعلق ہے۔''

یہ سنتے ہی میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر پہنچ گیا۔ان کی بند آنکھوں کے پیچھے تین کا عدد سرخ رنگ کا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔''لہو سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔تُو نے تین ہستیوں کا لہو بہایا ہے۔ تین قتل کیے ہیں لیکن قانون کی گرفت میں نہیں آئے گا۔''

بزرگ نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ میں ان کے خیالات پڑھ کر معلوم کر رہا تھا کہ وہ اعداد کے حساب سے اور بدلتے ہوئے رنگوں کے مطابق اس عقیدت مند کے معاملات کو سمجھ رہے تھے اور سچی باتیں کہہ رہے تھے۔

وہاں سب ہی ان کی باتیں سن کر حیران ہو رہے تھے۔ وہ اس عقیدت مند کا راز کھول رہے تھے کہ اس نے تین قتل کیے ہیں مگر وہ قانون کی گرفت میں کبھی نہیں آئے گا۔

وہ کہہ رہے تھے۔''کیونکہ تُو ڈاکٹر ہے۔ بڑے کامیاب آپریشن کرتا ہے لیکن تین آپریشن ناکام ہوئے ہیں۔ تین ہستیوں کی جان تیرے ہاتھوں سے گئی ہے۔ آپریشن کے دوران تجھ سے غلطی نہیں ہوئی۔ دراصل ان تین مریضوں کا وقت پورا ہو چکا تھا۔''

ان کی بند آنکھوں کے پیچھے تین کا عدد پہلے سرخ رنگ کا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ سبز ہو گیا کیونکہ وہ ڈاکٹر تین مریضوں کا قاتل نہیں تھا۔

میں نے دیکھا' ان کی بند آنکھوں کے پیچھے وہ تین کا عدد پھر سرخ ہو رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔''تیرے تین لاکھ روپے چوری ہو گئے ہیں۔تُو معلوم کرنے آیا ہے کہ یہ رقم کس نے چرائی ہے؟''

وہ چند لمحوں تک خاموش رہے پھر بولے۔''کل رات تین بجے تیرے بیٹے نے وہ رقم چرا کر گاڑی کی سیٹ کے نیچے چھپا دی ہے۔ اس نے سوچا تھا۔ صبح اس گاڑی میں کالج جائے گا تو وہاں وہ تین لاکھ روپے سیٹ کے نیچے سے نکال لے گا۔'' بزرگ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔''بس وہی ایک معبود سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید بنانے والا ہے۔ تیرے بیٹے نے جو سوچا' وہ نہ ہو سکا۔ صبح ہاسپٹل سے ایمرجنسی کال آئی تو بیٹے کی گاڑی تیرے استعمال میں آ گئی۔ تُو اس گاڑی میں اسپتال چلا گیا اور اب تک وہ گاڑی تیرے استعمال میں ہے۔''

ان کی بند آنکھوں کے سامنے تین کا ہندسہ پھر رنگ بدل رہا تھا اور سبز ہو رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ڈاکٹر کی بگڑی ہوئی بات بن گئی تھی۔ بزرگ نے اس کے شانے پر سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔''جا... اپنی گاڑی میں جا کر دیکھ،سیٹ کے نیچے تیری رقم پڑی ہوئی ہے۔''

وہ ڈاکٹر بزرگ کے قدموں کو چھو کر فوراً ہی اٹھ گیا۔ الٹے قدموں سر جھکائے انہیں سلام کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔اس کے بعد دوسرا شخص ان کے سامنے آیا۔ جھک کر سلام کرتے ہوئے بیٹھنا چاہتا تھا۔انہوں نے اسے گھور کر دیکھا پھر ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔''تیرا عدد تین نہیں ہے۔ پانچ ہے' پرسوں آنا۔ ہر بات کا' ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔اس سے پہلے میں کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔''

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ایک جوان عورت چادر میں لپٹی ہوئی ان کے سامنے آئی پھر دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے آنکھیں بند کیں۔ ایک ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے دائیں شانے پر رکھنا چاہتے تھے۔مگر رک گئے۔ عدد تین کے شعلے بھڑک رہے تھے۔انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔اسے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔''جا چلی جا یہاں سے۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر رونے کے انداز میں بولی''کیا میرے دل کی مرادیں پوری نہیں ہوں گی؟ آپ ناراض کیوں ہو رہے ہیں؟''

انہوں نے گھور کر کہا۔''تُو نے تو اپنے من کی مرادیں خوب پوری کی ہیں۔ تین شادیاں کیں اور تینوں شوہروں کو....''

انہوں نے اپنی بات ادھوری چھوڑ کر پوچھا۔''کیا سب کے سامنے تیرا بھید کھول دوں؟''

وہ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر بھاگنے کے انداز میں تیزی سے چلتی ہوئی لوگوں کی بھیڑ میں گم ہو گئی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر رہا تھا، ان کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے،صرف علم الاعداد اور رنگوں کے فرق سے سامنے آنے والوں کی پوری ہسٹری بتا دیتے تھے۔

وہ ڈاکٹر دوڑتا ہوا واپس آیا۔اس کے ہاتھوں میں اخبار کا ایک بنڈل تھا۔اس نے بابا صاحب کے قدموں میں اس بنڈل کو رکھتے ہوئے کہا۔''بے شک۔ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔آپ نے درست فرمایا تھا' یہ تین لاکھ روپے اسٹیئرنگ سیٹ کے نیچے چھپائے گئے تھے۔''

انہوں نے پوچھا۔''جب تیرا کام ہو چکا ہے تو پھر کیوں آیا ہے؟''

وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔''میں اپنی خوشی سے کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔''

انہوں نے اسے گھور کر دیکھا پھر قدموں کے پاس رکھی

ہوئی گڈیوں کو ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ ''دور ہو جا یہاں سے۔ ایسی لعنت کو یہاں سے لے جا' جس کی وجہ سے بیٹا باپ کے گھر میں چوری کرتا ہے اور بھائی بھائی کا خون کرتا ہے۔''

نوٹوں کی وہ گڈیاں اِدھر اُدھر بکھر گئی تھیں۔ ڈاکٹر جھک جھک کر انہیں اٹھا رہا تھا پھر وہاں سے الٹے قدموں چلتا ہوا بھیڑ میں گم ہو گیا۔ ایسے وقت میں ان کے سامنے آ کر دو زانو بیٹھ گیا۔

انہوں نے مجھے دیکھا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے تین کا ہندسہ زرد رنگ کا دکھائی دے رہا تھا۔ اس رنگ پر اندھیرا چھا رہا تھا۔ انہوں نے اپنا ایک ہاتھ میرے دائیں شانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''اندھیرے میں بھٹک رہا ہے... یہ عدد تین کہہ رہا ہے' تیرے نام کے تین حصے ہیں۔ تیری تین بیویاں ہیں۔ ایک بیٹی اور تین بیٹے ہیں۔''

میری موجودہ زندگی کے پیشِ نظر وہ غلط کہہ رہے تھے۔ میری تو ایک ہی بیوی ندا تھی۔ پہلی بیوی نائلہ مر چکی تھی۔ حقیقتاً میں غلط سمجھ رہا تھا اور وہ درست کہہ رہے تھے۔ میری پہلی بیوی آمنہ (رونق)' دوسری بیوی سونیا تھی اور موجودہ تیسری بیوی ندا... ایک بیٹی عالیہ اور تین بیٹے پارس' پورس اور کبریا تھے۔

یہ باتیں میں نہیں جانتا تھا۔ میں نے کہا۔ ''بابا صاحب! گستاخی معاف کریں۔ میری صرف ایک ہی بیوی ہے۔ پہلی جو بیوی تھی' وہ مر چکی ہے۔ اس سے ہونے والے دو بیٹے بھی اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔''

انہوں نے کہا۔ ''جو ہم جانتے ہیں' وہ تُو نہیں جانتا۔ تیرا نام کچھ اور ہے اور تُو کہہ رہا تھا کچھ اور۔''

انہوں نے میرے شانے سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔ ''تیرا ذہن تاریکی میں بھٹک رہا ہے۔ تُو خود کو پہچاننا چاہتا ہے لیکن پہچان نہیں پا رہا ہے۔ تجھے روشنی کی ضرورت ہے۔ روشنی ہوگی تو اپنا اصلی چہرہ دیکھ پائے گا۔''

وہ میرے دل کی باتیں کہہ رہے تھے۔ میں نے تڑپ کر کہا۔ ''آپ درست فرما رہے ہیں۔ میں خود کو پہچاننا چاہتا ہوں۔ خدا کے لیے میری مدد فرمائیں۔ مجھے بتائیں' میری یادداشت کس طرح بحال ہو سکتی ہے؟''

وہ آنکھیں بند کر کے زیرِ لب پڑھنے لگے۔ میں پھر ان کے اندر پہنچ گیا۔ اب تین کا عدد اپنا رنگ بدل رہا تھا۔ زرد رنگ رفتہ رفتہ تبدیل ہوتے ہوتے ہوئے سبز ہوتا جا رہا تھا۔ گویا آگے بڑھنے کے لیے سبز سگنل ملنے والا تھا۔ پھر میں نے ان کی سوچ کے ذریعے دریائے راوی کو دیکھا۔ راوی کے اس پار بارہ دری کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔

وہ اس کے متعلق کہہ رہے تھے۔ ''آج جمعرات ہے' بھری مراد ہے۔ تُو آدھی رات کے بعد بارہ دری کے اس پودے کے پاس جائے گا' جہاں ایک ہی چنبیلی کا پھول کھلا ہوا ہے تو وہ پھول تیرے ذہن کی تاریکیوں کو دور کر دے گا۔''

میں نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔ ''کیا میں ابھی جا سکتا ہوں؟ کیا وہ پھول مجھے مل جائے گا؟''

''وہ ابھی کھلا نہیں ہے۔ آدھی رات کے بعد کھلے گا۔ تُو اس پھول کی پتیوں کو اپنی پیشانی سے رگڑے گا پھر خدا کی قدرت دیکھے گا۔''

میں نے کہا۔ ''بابا صاحب! مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے۔ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ پر یقین کر رہا ہوں۔ میرا دل کہہ رہا ہے' میرے دن پھرنے والے ہیں۔''

''ہاں دن پھرتے ہیں۔ زندگی میں بہت کچھ حاصل ہوتا ہے۔ مگر کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔ تجھے اپنے سگے رشتوں کو پانے کے لیے اپنے ہی لہو میں ڈوبنا ہوگا۔ اگر لہو کی بازی جیت سکتا ہے تو جا اور جیت لے۔''

میں نے ان کے گھٹنوں کو چھو کر کہا۔ ''آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ میں اپنا اصلی چہرہ دیکھنے کے لیے خود کو پہچاننے کے لیے اور اپنی گم شدہ محبتوں تک پہنچنے کے لیے آگ اور خون کے دریا سے گزر جاؤں گا۔''

میں وہاں سے اٹھ کر الٹے قدموں چلتا ہوا۔ داتا دربار کی سیڑھیوں کے پاس آیا۔ وہاں آنے والے تمام عقیدت مند داتا دربار میں حاضری تو دیتے تھے۔ وہاں نمازیں بھی پڑھتے تھے' دعائیں بھی مانگتے تھے مگر جلد از جلد عبادت سے فارغ ہو کر پھر ان بابا صاحب کی طرف چلے جاتے تھے۔ بھیڑ وہیں زیادہ لگتی تھی۔

میں داتا دربار میں آ گیا۔ وہاں مغرب کی نماز ادا کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ ''اے میرے معبود! مجھے حوصلہ دے۔ میں نہیں جانتا' آج آدھی رات کے بعد کیا ہونے والا ہے؟ مگر تُو عالم الغیب ہے، سب کچھ جانتا ہے۔ میں تو بس تیری عبادت کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔ میری مدد فرما۔ آمین... ! مجھے جان لیوا آزمائشوں سے گزرنے اور ثابت قدم رہنے کا حوصلہ عطا فرما۔ آمین!''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے